

مسئلہ

رفع و نزول مسیح علیہ السلام

از قلم
مولانا عبد اللطیف مسعود

ناشر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ آمَنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ -

وَقَالَ تَعَالَى: بَلَّغْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ - (القرآن)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

ان عیسیٰ لعیبت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامتہ (دشور)

مَسْئَلَهُ

رفع نزول مسیح علیہ السلام

کامل

زیر نظر کتاب قلوبانی مبلغ قاضی نذیر لاپوری کی تعلیمی پاکٹ بک کے حصہ
حیات مسیح کا علمی - مسکت اور تفصیلی جواب ہے جو کہ تاہنوز محتج تردید تھی الحمد
لہ کتاب زیر نظر میں قلوبانی قاضی کی مسئلہ حیات نزول مسیح کے خلاف پیش کردہ
۸ + ۵ = ۱۳ آیات کا علمی، مفصل اور مبہوت کن جواب ہے جو کہ بیسوں آیات
قرآنیہ، سینکڑوں احادیث نبویہ اور بے شمار تفسیری، لغوی اور دیگر علمی کتب اللہ حق
کے سینکڑوں اقتباسات و حوالہ جہا کا مرقع ہے انشاء اللہ اس کے مطالعہ سے اس مسئلہ
کے متعلقہ لمہدین کے جملہ اعتراضات، اشکالات اور مغالطے ہباء منشور ہو جائیں گے۔

از قلم:

احقر اناس عبد اللطیف مستود خادم ختم نبوت دسکہ

انتساب

اپنے ان اساتذہ کرام اور شیوخ عظام کے نام جن
کے فیضِ تعلیم و تربیت سے بندہ حقیر اس تحریر کی
تدوین کے اہل ہوا۔

پھر ان مقدس و عظیم ہستیوں (مسیح و خاتم الانبیاء)
کے نام جن کی تعلیمات و ارشادات کے تقاضا میں
اس حقیر پر تقصیر کا فرض منصبی بن گیا کہ ان کے
منصب و عظمت کا تحفظ اور دفاع کیا جائے تاکہ
روزِ حشر ان کی شفاعت کی توقع ہو سکے۔

احقر الناس؛

عبداللطیف مسعود ڈسکہ

۲۲ فہرست مضامین

(حصہ اول)

فہرست مضامین

- ۲۳ مسئلہ حیات و نزول مسیح قادیانیت کے تناظر میں
- ۲۵ مرزا قادیانی اور مسئلہ حیات و نزول مسیح
- ۲۶ دور اول۔ مرزا قادیانی۔ حیات و نزول کے قائل تھے
- ۲۷ مسئلہ حیات و نزول مسیح کا کامل عروج
- ۳۳ دوسرا دور۔ تبدیلی نظریات اور آغاز وحی
- ۳۴ مسیح حقانی کے منصب کو بدلنے کا دوسرا ڈرامائی انداز
- ۳۷ منصب مسیحیت کی تبدیلی کا ایک اور انداز
- ۳۸ اس تمام ڈرامے کا آخری انجام
- ۳۹ نفس مسئلہ کی پوزیشن (مرحلہ اولیٰ)
- ۴۰ مرحلہ ثانیہ
- ۴۱ عقیدہ رفع و نزول مسیح اور انجیل
- ۴۲ نزول مسیح حقیقی اور اناجیل اربعہ مع آثار قیامت
- ۴۴ سردار حواریاں جناب پطرس کا اعلان
- ۴۵ اس عقیدہ کے صحت پر برہان عظیم
- ۴۷ تیسرا دور۔ مسئلہ وفات مسیح قطعی اثبوت نظریہ ہے
- ۴۹ مسئلہ حیات و نزول مسیح کا چوتھا قادیانی دور
- ۵۰ سلف صالحین اور مسئلہ حیات و نزول مسیح
- ۵۱ وجوہات تبدیلی
- ۵۲ اس مسئلہ کا پانچواں دور
- ۵۳ یہ عقیدہ (حیات مسیح) اہل اسلام میں کیسے رونما ہوا

- ۵۳ قادیانی کی ایک اور عجیب چکر بازی۔ تضاد و تناقض کا شاہکار
- ۵۴ اب اس کے ہم عکس سماعت فرمائیے
- ۵۵ اصل حقیقت کیا ہے
- ۵۶ مزید ایک شگوفہ
- ۵۸ ایک اور عجیب حادثہ
- ۶۵ ایک اور قادیانی شگوفہ
- ۶۶ آدم برسر مطلب۔ فریقین کے چند مسلمہ اصول۔ ضابطہ
- شان مجددین قادیانی نظر میں
- مجددین کے اوصاف۔ ۱
- وصف ۲ تا ۶
- ضابطہ ۵۔ تفصیل مجددین
- ۱۰ء و ۱۱ء
- ۱۲ء تا ۱۳ء
- ۶۳ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قادیانی ضابطہ
- ۶۴ نزول مسیح کی متفقہ احادیث کے متعلق
- مسئلہ حیات و نزول مسیح حقانی دلائل قرآنیہ کی روشنی میں
- وجہ تالیف
- ۶۶ قاضی نذیر فیصل آبادی کی دلیل اول
- واذ قال اللہ یا عیسیٰ بن مریم مع ترجمہ
- ۶۷ وجہ استدلال قادیانی
- الجواب بعون الوہاب العلمام
- مفہوم توفی مفسرین کے حوالہ سے
- ۶۹

اس عنوان کے دیگر قرآنی شواہد

شاہد اول

دوسرا شاہد۔ اولیاء کرام سے سوال

تیسرا شاہد۔ فرشتوں سے سوال

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس آیت (فلما توفیتی) کے بارہ میں قادیانی اشکالات اشکال اول

قادیانی اشکال نمبر ۲

عیسائی قوم کے بگڑنے کا معاملہ

مرزا صاحب کا دوسرا بیان

لفظ تونی کی مزید لغوی تحقیق

قرآن مجید اور لفظ تونی

مرزا صاحب اور لفظ تونی

قادیانی سے ایک ضروری سوال

قاضی نذیر صاحب کا اشکال ۳ کی مزید تحقیق

الدلیل الثانی ومکروا ومکز اللہ واللہ خیر الماکرین

مجدد صدی نہم امام جلال الدین سیوطی کا ترجمہ

مجدد صدی ہشتم ابن کثیر کا مفہوم

امام فخر الدین الرازی کا مفہوم

قرآنی شواہد

شاہد اول۔ حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ

شاہد ثانی۔ ہجرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

مزید وضاحت اور حضرت مسیح کی امتیازی حیثیت

۸۶

//

۸۷

۸۸

۹۵

//

۹۶

۹۹

۱۰۱

۱۰۲

۱۰۳

۱۰۶

//

۱۱۰

قاضی نذیر لائپوری کا مغالطہ اور اس کا حل
تیسری آیت۔ واذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی
ترجمہ از امام جلال الدین السیوطی مجدد صدی نہم
امام فخر الدین الرازی مجدد صدی ششم کا ترجمہ
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فاضل محدث کی تحقیق
ایک قادیانی مغالطہ اور اس کا جواب
ایک مزید شہادت
قادیانی دھوکا دہی
قادیانی دجل و فریب کی چند جھلکیاں
قادیانی فراڈ ۱۔

۲۔

- ۱۱۹ طریق ثانی
۱۲۰ ایک مزید وضاحت
۱۲۲ قادیانی گروہ کا تیسرا ڈھکوسلہ
۱۲۳ قادیانی ڈھکوسلے کا آخری انجام
۱۲۴ اس آیت کا دوسرا جملہ۔ ورافعک الی
۱۲۵ لفظ رفع کا مفہوم اور قرآنی استعمال
// امام اللغۃ راغب اصفہانی رحمہ اللہ کا بیان
۱۲۶ قرآن مجید اور لفظ رفع (۱۰ مثالیں)
// مجازی معنی کی چند مثالیں
۱۲۷ رفع وضع معنوی کی مثال
// قادیانی اعتراف

- ۱۲۹ قادیانی وسوسہ ۱۔
الجواب بعون الوہاب
- ۱۳۰ قادیانی ڈھکوسلہ ۲۔
۳۔
- ۱۳۲ مرزا غلام احمد قادیانی بقلم خود لکھتے ہیں
قادیانی ڈھکوسلہ
- ۱۳۳ تجزیہ و تبصرہ
- ۱۳۴ کرشمہ قدرت خداوندی
- ۱۴۰ آخری بات
- ۱۴۱ قادیانی قاضی نذیر کی پیش کردہ آیت ۳۔
والذین يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون بيع ترجمہ و
استدلال
- ۱۴۱ الجواب بعون الوہاب
- ۱۴۵ قادیانی قاضی صاحب کی پیش کردہ چوتھی آیت، ترجمہ و استدلال
وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل آیت بالا کا اسلامی ترجمہ و
مفہوم
- ۱۵۵ قبل از جواب چند تمہیدی اور ربط بال سابق کے طور پر چند ضوابط کا بیان
- ۱۵۸ مرزا صاحب کا اس آیت کے تحت دعویٰ اجماع بع جواب
اجماع صحابہؓ بر حیات مسیح
- ۱۵۹ ایک عجوبہ
- ۱۶۲ اور سنئے سورہ بقرہ سے ایک شاہد
- ۱۶۳ لفظ خلت کا مفہوم

- ۱۶۴ قاریانی شہرہ
- ۱۶۵ ایک اور طریقہ سے اختتامہ بحث
- ۱۶۸ قاریانی اشکال کی مزید تردید
- ۱۶۰ قاضی صاحب کی پیش کردہ آیت ۵۰
- وعد اللہ الذین امنو منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض
- ۱۶۲ قاریانی استدلال مع جواب
- قاریانی قاضی کی پیش کردہ آیت ۶۰
- ۱۶۳ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم
- ۱۶۴ قاریانی استدلال
- ۱۶۵ قاریانی عجوبے
- ۱۶۶ قاریانی استدلال اور وفات مسیح کی آیت ۷۰
- وقالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض نبو عا قوله تعالیٰ قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا آیت ۳
- ۱۸۰ قاریانی استدلال مع جواب کامل
- قاریانی استدلال کی آیت ۸۰
- واذا اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب و حکمتہ ۳: ۸۱
- قاریانی استدلال و ترجمہ۔ الجواب بعون العلام
- قاریانی نذیر صاحب فیصل آبادی کا دوسرا عنوان
- اہل اسلام کی حیات مسیح پر پیش کردہ پہلی آیت
- وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ وما قتلوه وما صلبوه

- ۱۸۳ ترجمہ از استدلال از قادیانی قاضی
- // ترجمہ از حکیم نور دین خلیفہ اول
- ۱۸۴ چند بنیادی اصولی باتیں
- ۱۸۵ ترجمہ و تفسیر از تفسیر جلالین
- ۱۸۹ قادیانی شبہات و وسوس
- ۱۹۲ ایک لطیفہ
- ۱۹۳ قرآنی فصاحت و بلاغت کا ایک عظیم شاہکار
- // قادیانی شبہ
- ۱۹۴ ایک اور شبہ اور اس کا جواب
- ۱۹۵ مزید ایک قادیانی دجل و فریب
- ۱۹۶ ہمارا قادیانیوں سے مع قاضی صاحب کے ایک سوال
- ۱۹۷ میرا چیلنج
- ۱۹۸ ایک اور قادیانی وسوسہ
- ۱۹۹ قاضی صاحب لکھتے ہیں (ایک اشکل)
- ۲۰۰ الجواب بعون الوہاب
- ۲۰۱ قاضی صاحب لکھتے ہیں (ایک مزید وسوسہ)
- // الجواب بعون الوہاب
- ۲۰۲ حرف لکن کے بارہ میں قادیانی وسوسے
- ۲۰۳ ایک غلط توجیہ اور اس کا حل
- ۲۰۶ حرف لکن کی فنی بحث (لفظی و معنوی)
- ۲۰۷ نکتہ عجیبہ
- ۲۱۰ قاضی نذیر کا ایک اختراعی ڈھکوسلہ

- ۲۱۱ الجواب بعون الوهاب
- ۲۱۳ شبہ لحم کے متعلق ایک مزید قادیانی ڈھکوسلہ
- ۲۱۴ تبصرہ و تجزیہ
- ۲۱۶ آیت ۲ بل رفعہ اللہ الیہ مع طرز استدلال
- ۲۱۷ قادیانی وسوسہ
- ۲۱۸ زوالہ وسوسہ
- ۲۱۹ وسراوسوسہ
- ۲۲۰ الجواب بعون العلام
- ۲۲۱ ایک اور قادیانی ڈھکوسلہ
- ۲۲۲ الجواب بعون الوهاب
- ۲۲۳ دو سراحوالہ علامہ شلمتوت مصری مع ازالہ
- ۲۲۵ لفظ رفع کے متعلق مزید قادیانی ڈھکوسلہ
- ۲۲۶ الجواب بعون الوهاب
- ۲۲۷ معراج جسمانی اور قادیانی گروہ
- ۲۳۱ قاضی صاحب کا میرسیالکوٹی ^{پہلے} مزید ایک اشکال
- ۲۳۲ تبصرہ و تجزیہ
- ۲۳۳ قاضی صاحب کی پیش کردہ تیسری آیت
- ۲۳۴ وان من اہل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامتہ یکون
- ۲۳۵ علیہم شہیدا
- ۲۳۶ قادیانی ترجمہ و استدلال
- ۲۵۲ اسلامی استدلال پر قادیانی تنقید
- ۲۵۳ الجواب بعون العلام الوهاب

- ۲۴۸ ترکیبی بحث
- ۲۴۹ امام قرطبی نقل کرتے ہیں کہ
- // ایک قابل توجہ بات
- ۲۵۲ آیت مذکورہ بالا پر قادیانی اشکال ۱۔
- الجواب بعون الوہاب
- ۲۵۲ قاضی صاحب کا دوسرا اشکال
- // الجواب بعون العلام الوہاب
- ۲۵۴ مرزا صاحب کی مزید تائید
- // مرزا بشیر الدین محمود کی گواہی
- ۲۵۸ قاضی صاحب کا تیسرا مغالطہ مع حوالہ
- ۲۵۹ قاضی صاحب کا چوتھا معارضہ یا مغالطہ
- // الجواب بعون الوہاب
- ۲۶۰ قاضی صاحب کا پانچواں مغالطہ
- ۲۶۱ الجواب بعون العلام الوہاب
- ۲۶۱ لہل اسلام کی پانچویں دلیل
- // وانہ لعلم الساعة
- // قاضی صاحب کا اشکال ۱۔
- ۲۶۲ الجواب بعون العلام الوہاب
- ۲۶۴ قادیانی وجہ اول
- // ۲۔ وجہ دوم
- ۲۶۵ الجواب
- ۲۶۸ ۳۔ تیسرا قادیانی اشکال

- ۲۶۸ چوتھا اشکل مع جواب
- ۲۶۱ مسئلہ حیات مسیح از روئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
- // تمہیدی گفتگو
- // حدیث نمبر
- // روایت ۲
- انکم تخافون موت بیضکم هل خلد نبی قبلی فیمن بعث الیہ (مواہب لدنیہ)
- الجواب
- روایت ۳
- ۲۶۳ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعها الا اتباعی
- ۲۶۶ دوسری روایت کے الفاظ
- ۲۸۵ ایک مزید قادیانی فراڈ
- ۲۸۶ روایت ۴ اختلاف طلیتین
- ۲۸۷ تبصرہ و تجزیہ
- الجواب
- ۲۸۸ اجماع امت بحوالہ خطبہ صدیقی
- ۲۸۹ الجواب بعون العلام الوہاب
- ۲۹۱ اجماع صحابہ حیات مسیح پر ہوا
- ۲۹۲ اکابرین امت اور مسئلہ حیات و نزول مسیح
- ۲۹۴ ابن حزم اندلسی کا نظریہ
- ۲۹۸ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ
- ۲۹۹ مسیح ابن عربی اور مسئلہ حیات مسیح
- ۳۰۶

- ۳۰۷ چند حوالہ جات
- ۳۱۴ ایک خاص عرض خادم
- ۳۱۵ باب چہارم وفات مسیح اور علمائے مصر
- ۳۱۹ مسئلہ وفات مسیح اور علمائے ہندوپاک
- " تبصرہ و تجزیہ
- ۳۲۴ امام خواجہ محمد پارسا کا عقیدہ
- " شیخ محمد اکرم صابری کا عقیدہ
- ۳۲۵ شیخ فرید الدین عطار کا عقیدہ
- ۳۲۶ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا عقیدہ
- ۳۲۷ مولانا مودودی اور عقیدہ رفع و نزول مسیح
(عصیم القرآن کی روشنی میں)
- ۳۳۴ آخری بحث نزول مسیح و ظہور مہدی
- ۳۳۵ تبصرہ و تجزیہ
- ۳۳۶ رفع و نزول مجازی نہیں بلکہ حقیقی ہے
- ۳۴۰ ایک قلیل توجہ بات
- ۳۴۱ ایک قادیانی عجوبہ
- ۳۴۳ ایک قادیانی چیلنج اور اس کا جواب
- ۳۴۵ ایک ضروری وضاحت
- " حدیث لا مہدی الا عیسیٰ
- ۳۴۶ الجواب بعون الوہاب
- ۳۴۷ صحت حدیث لا مہدی الا عیسیٰ کی بحث
- ۳۴۸ ہمارا قادیانیوں کو چیلنج

- ۳۶۱ قاضی صاحب کا آخری گمراہ کن اقتباس
- ۳۶۸ قادیانی بڑے مسیح موعود کا بروزی نزول
- ۳۶۹ ایک مزید وضاحت
- ” عجوبہ عجیبہ
- ۳۷۱ امام مہدی کے لئے ابن مریم کا نام بطور استعارہ
- ” تجزیہ و تبصرہ
- ۳۷۳ قادیانی امثلہ کی حقیقت
- ۳۷۵ ایک نکتہ
- ” قادیانیوں کے گھر کی مثال
- ۳۷۶ ایک قدم اور آگے
- ” مرزا صاحب کے متعلق ایک فیصلہ کن طریقہ
- ۳۷۹ بائبل اور نزول ایلہاء
- ۳۸۲ نزول مسیح کی حقیقت
- ۳۸۵ ایک عجوبہ
- ۳۸۷ ابن مریم کے استعارہ کے لئے قرینہ لفظیہ
- ” تجزیہ اقتباس
- ۳۹۰ الما مہدیا سے استدلال
- ۳۹۱ آیت استخلاف سے تعارض
- ۳۹۲ مرزا قادیانی اور آیت استخلاف کا مصداق
- ۳۹۵ قادیانی ترکشی کا آخری تیر
- (دعویٰ اجماع بر حیات مسیح باطل ہے)
- ۳۹۷ امام ابن عطیہ مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت بر انعقاد اجماع

- ۳۹۷ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۹۸ امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ
- // الشیخ ابوالحسن الاشعری
- // علامہ تفتانی کی شہادت
- ۳۹۹ صاحب مسائرہ کی شہادت
- // علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی شہادت
- // علامہ سفارینی کی شہادت
- // رئیس الصوفیاء ابن عربی کی شہادت
- ۴۰۰ ابن حزم اندلسی کی شہادت
- // الشیخ عبد الوہاب الشعرانی کی شہادت
- // امام سیوطی کی شہادت
- // امام ابو حیان اندلسی کی شہادت
- ۴۰۱ شرح عقائد نسفی
- // شیخ الاسلام کمال الدین کی شہادت
- // شیخ حسن شطی الدمشقی کی شہادت
- ۴۰۲ قادیانی قاضی نذیر کی دوسری گپ
- // تیسری گپ
- ۴۰۳ تبصرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

ایہا الناس۔ دین اسلام ایک کامل ترین۔ آخری اور ہمہ گیر دین فطرت ہے جس میں انسانیت کی ہمیشہ تک کے لیے فکری اور عملی رشد و ہدایت فراہم کر دی گئی ہے۔

اسلام جمع افراد انسانی کی تمام ظاہری اور باطنی۔ روحانی اور مادی ضروریات اور تقاضوں کی مکمل کفالت کرتا ہے جس کے بعد مزید کسی بھی رشد و ہدایت کے اصول و ضوابط کی قطعاً ضرورت نہیں رہتی۔

دین اسلام انسانی فطرت کے جمیع تقاضے۔ عقائد و نظریات، عبادات، معاملات معاشرت و آداب و اخلاق۔ عین عقل و فکر کے مطابق باحسن انداز پورے کرتا ہے۔

دین اسلام کے تمام شعبے (مذکورہ بالا) دلائل عقلیہ و نقلیہ سے مدلل و مبرہن کر دیئے گئے ہیں نیز اس میں تمام احکام و فرامین۔ ترغیب و ترہیب کے دلنشین اور دلکش پیرائے میں بیان فرمائے گئے ہیں محض آرڈر برائے آرڈر کا اصول نہیں اپنایا گیا۔

دین اسلام اپنے اصول ثلاثہ (توحید، رسالت، اور مسئلہ آخرت) کو نہایت اہم اور اساسی حقیقت قرار دیتا ہے اور بار بار مختلف پیرایوں میں عقلی و نقلی دلائل سے مزین کر کے ان کو انسانی ذہن میں مستحکم اور راسخ کرتا ہے پھر ان میں سے اصل الاصول یعنی مسئلہ توحید خالص کی اہمیت سب سے نمایاں طور پر دلائل و شواہد اور تجربات کی روشنی میں اجاگر کر کے انسانی ذہن کو اس کا گرویدہ بناتا ہے۔

اسلام انسانی سعادت و نجات فراہم کرنے کے لیے ہر وہ نظریہ پیش کرتا ہے جس کا تعلق مندرجہ بالا اصول ثلاثہ سے وابستہ ہو۔

بالآخر اسلام ان تمام امور کو حد اختتام و کمال تک بیان فرما کر مزید اضافہ یا

ترمیم و ترمیم کی نفی فرما کر برملا ختم نبوت کا پرزور اعلان بھی کرتا ہے۔

چنانچہ ان نظریات میں سے ایک نظریہ حیات و نزول حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہے جس کی اہمیت اس بنا پر نہایت نمایاں ہے کہ اس کا تعلق تینوں امور سے وابستہ ہے یعنی توحید، رسالت، اور مسئلہ قیامت کے ساتھ۔ اس لیے کہ آپ کی امت نے اس راستہ پر نبیؑ کو خدا قرار دے کر توحید الہی میں رخنہ اندازی کر دی تھی۔ آپ کے معجزات کو غلط رنگ دے کر مسئلہ رسالت میں خرابی پیدا کر دی۔

قیامت کے اختیارات سے وابستہ کر کے مسئلہ قیامت کے عظمت و اہمیت کو بے وقعت کرنے کی سعی کی۔ نیز عقیدہ کفارہ اختراع کر کے مسئلہ جزا و سزا کو مخدوش کر دیا تھا علاوہ ازیں مزید کئی وجوہات کی بنا پر خالق و جہاں نے ان کی حیات طیبہ کو مختلف اور متنوع اطوار والوان میں مقدر فرما کر امم عالم کو مطلع فرما دیا۔ چنانچہ انجیل و قرآن ان حقائق کو علی وجہ الکمال والبیان پیش فرما رہے ہیں۔ بالخصوص قرآن مجید نے کیونکہ اسی کے دور میں یہ واقعہ رونما ہونے والا تھا ازاں بعد اصدق الخلق امین و صادق خاتم الانبیاء ﷺ نے تو نہایت ہی وضاحت و صراحت کے ساتھ آپ کی آمد کو بیان فرما دیا کہ گویا کائنات میں اپنے وقت پر اس سے عظیم تر کوئی اور واقعہ نہیں ہے۔

فخر دو عالم ﷺ نے آپ کے حالات و کوائف اتنی اہمیت اور صراحت سے بے شمار ارشادات میں بیان فرمائے کہ اب کسی بھی ہوشمند انسان کے لیے اس میں ایک لمحہ کے لیے بھی تردد باقی نہیں رہ جاتا اگرچہ اس سے قبل مسیح کے حوالہ سے اناجیل اربعہ میں بھی آپ کا رفع و نزول جسمانی نہایت تفصیل سے مذکور ہے مگر قرآن و حدیث کی تصریحات تو اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ مگر برا ہوائے نفس اور طاغوت پرستی کا۔ کہ جس نے انسانی ذہن کی اتنی برین واشک کر دی۔ کہ اس سے اپنے دائیں بائیں کی تمیز بھی کھو دی۔ آسمان و زمین کا فرق بے نشان کر دیا حتیٰ کہ خدا اور مخلوق کا امتیاز بے نشان کر دیا جس کے نتیجہ میں اشرف المخلوقات اپنے خالق کو چھوڑ کر مخلوق پرستی پر اتر آئی اپنے خدام (ارض و سماء اور ماحولیات) کو اپنی محبوبہ الحواسی کی بنا پر مخدوم ہی نہیں بلکہ اپنا معبود بنا لیا۔ حتیٰ کہ معبود حقیقی کو نظر

انداز کر کے تمام تدبیر و ربوبیت اور الوہیت و معبودیت مظاہر قدرت سے وابستہ کر بیٹھے اور بعض ان سے بھی ترقی کرتے ہوئے خالق حقیقی کے سرے سے ہی منکر ہو گئے۔

اس کے بعد مسئلہ دوم یعنی رسالت میں بھی انسانیت افراط و تفریط میں عجیب سے عجیب روش اختیار کر گئی اور مسئلہ سوم کے متعلق تو تمام انسان نہیں بلکہ بعض خدا پرست افراد بھی غوایت و ضلالت کے بھنور میں جا گرے الغرض ازی طاعوت نے اپنی کینہ طبعی کی بنا پر اسی بھولے بھالے انسان سے خوب انتقام لیا۔ اسے ہر طرف سے اور ہر طرح سے راہ حق سے بھٹکا دیا چنانچہ مسئلہ ازی بحث کے متعلق یعنی مسئلہ حیات و نزول مسیح کے متعلق بھی کئی بد فطرتوں نے رنگارنگ کے اشکالات و شبہات پیدا کرنے کی سعی ناکام کی۔ باوجود اس کے کہ اسلام کے تمام عقائد و فروعات روز اول سے تاہنوز بالکل محفوظ و مصون چلے آ رہے ہیں۔ ہر تفسیر و حدیث و دیگر اقسام کتب میں تو اترا اور مسلسل اس کا ذکر و بیان ہو رہا ہے مگر پھر بھی دشمنان راستی و حق نے ہر طریقہ سے اس کو مخدوش و مشکوک کرنے کی سعی لا حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ شروع میں معتزلہ، جہمیہ اور خارجی وغیرہ اس الحاد و تشکیک کے سیج پر رونما ہوئے پھر فلاسفر اور دیگر کج طبع افراد سامنے آئے حتیٰ کہ ہمارے قریبی دور میں انگریزی استعمار کا لاڈلا اور ہونہار سپوت جناب مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ مغل ساکن قادیان ضلع گورداسپور اس منصب الحاد و ضلالت پر نہایت عزم و استقلال کے ساتھ پراجمان ہوا۔ حتیٰ کہ سابقہ تمام ملحدین سے بازی لے گیا۔ کیونکہ پہلوں نے مختصر اور سادے دعوے کیے تھے اس خاتم الملحدین کی طرح متنوع اور متعدد دعوے نہ کیے۔ نیز ان میں سے کسی نے اپنے الہامات و کشوف میں اتنے دجل و الحاد کے چکر بھی نہ چلائے تھے۔ کہ کہیں یہ ظالم قرآنی آیات استعمال کر رہا ہے کہیں آدھی اور کہیں مکمل اور کہیں قرآنی جملہ میں اپنے اختزاعی الفاظ ملا کر اسے الہام الہی قرار دیتا ہے۔

قادیانی کا خلاصہ دعاوی

یوں تو اس نے بے شمار دعوے کر ڈالے مگر ان میں مرکزی اور بنیادی

دعوے تین ہی بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے خود بھی یہی اظہار کیا ہے (خزائن ص ۶۸، ۲۱)

نمبر۱۔ دعویٰ وحی والہام۔ جس کے تحت مہدویت، مجددیت، محدثیت وغیرہ کے دعوے لے آئے۔

نمبر۲۔ دعویٰ مسیحیت۔ اور اس کے ساتھ دعویٰ نبوت نیز مذکورہ بالا دعویٰ کو بھی گانٹھ لیا۔

نمبر۳۔ دعویٰ نبوت و رسالت۔ بظاہر مجازی، ظلی و بروزی مگر در پردہ حقیقی نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا ازاں بعد اس کا ہر دعویٰ مختلف قسم کے تضاد و تناقض اور ناقابل فہم الجھنوں کا مرقع ہے۔ تناس کی طرح کبھی کسی دعویٰ میں اقدام کبھی اوجار کبھی اظہار اور کبھی اخفا اور دستبرداری لیکن اس نے زیادہ زور درمیانی دعویٰ یعنی مسیحیت پر دیا گویا یہ اس کا مرکزی شیخ ہے۔ جس پر براجمان ہو کر یہ ہر طرف یلغار کرتا ہے۔ اس نے اس دعویٰ کے ساتھ نہایت چابکدستی اور عیاری سے دیگر دعاوی بھی گانٹھ لئے۔ مسیحی اور فوقانی تمام مناصب کو اس وسطانی شیخ پر ہی سجالیا۔

اس ذات و ضیع نے پہلے مسیح حقانی کی آمد ثانی کو تسلیم کرتے ہوئے خود ان کے مشیل ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر وفات مسیح کا اعلان کر کے خود ہی اس منصب پر براجمان ہو بیٹھا پھر اس کے ساتھ لامہدی الایسی کے تحت منصب مہدویت کو بھی گانٹھ لیا۔ باقی محدثیت اور مجددیت کا نالکا تو نہایت سہولت سے لگالیا۔ پھر چونکہ حضرت مسیح صاحب نبوت و رسالت بھی تھے لہذا اس طرف بھی پیش رفت سہولت کر لی۔ اس طرح یہ صاحب بہادر اپنے ہدف کو پا کر اپنے فرض منصبی (انگریز کی ابھٹی بسلسلہ تحریم جہلو) بجالانے کا لائق ہوا۔ پھر جب ان دعاوی کی بھرمار میں آتش حرص بھڑک اٹھی تو اس نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر ہر قوم کے مناصب کو بھی اپنے کھاتہ میں ڈال لیا مثلاً "آریوں کا کرشن بھی بن بیٹھا ساتھ ہی رودر گوپال حتی کہ سیکھوں کا بے سنگھ بہادر بھی بن بیٹھا۔

اس نے سب سے بھیانک اور ہولناک کردار۔ منصب مسیحیت کے حوالہ سے امت کے بنیادی نظریہ ختم نبوت کے متعلق ادا کیا۔

اگرچہ یہ مثیل دجال اکبر ختم نبوت کا نفس مفہوم بھی تسلیم کرتا ہے مگر پھر عوام الناس کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت دجل و فریب سے اس نظریہ کو مسئلہ نزول مسیح سے متضاد قرار دے کر الحاد و تشکیک کی فضا قائم کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ اس کی بیباکی یہاں تک ہو گئی کہ اس نے لکھ دیا۔
ومعذالک اذا کان نبینا ﷺ خاتم الانبیاء فلا شک انہ من آمن
بنزول المسیح الذی ہو نبی من بنی اسرائیل فقد کفر بنخاتم
الانبیاء (خزائن ص ۳۴ ج ۷)

کہ ایک طرف مسلمان آنحضور ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں اور اس کے ساتھ حضرت حضرت مسیح کی آمد بھی تسلیم کرتے ہیں لہذا آپ آخری کیسے ہوئے۔ حالانکہ ہمارے ہاں ختم نبوت کا نفس مفہوم ذہن نشین کر لینے سے یہ تمام شبہات سو فیصد کافور ہو جاتے ہیں۔

الغرض مرزا کلادیانی کے دعاوی اور ان کے دلائل سب کچھ محض دجل و فریب اور کذب و افتراء کا ملغوبہ ہیں۔ نہ اس کا کوئی دعویٰ صحیح اور نہ ہی اس کے دلائل صحیح۔ سب چکر ہی چکر ہے۔ آنجہلی ہر موقعہ و مقام پر معقولیت اور راستبازی سے کوسوں دور کھڑا نظر آتا ہے چنانچہ آپ یہ تمام حقائق آئندہ اس تحریر میں سرکی آنکھوں سے مشاہدہ فرمائیں گے۔

ملت اسلامیہ سے ذمہ دارانہ گزارش ہے۔ کہ فتنہ قادیانیت کے متعلق کرگزر کبھی بھی شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوں۔ کیونکہ ان کے تمام اشکالات محض ابلیسی تلیس و تسویل ہی ہوتی ہے اس لیے ایسے موقعہ پر آپ اپنے مبلغین سے رابطہ قائم کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کا سامان حاصل کریں۔

اعتذار و گزارش

ناظرین کرام بندہ خلام نے قادیانی کتب کا گہرا مطالعہ کر کے ان کے تمام اشکالات اور شبہات کا مسکت اور لاجواب حل پیش کر دیا ہے ان کے تمام دعاوی اور ان پر نام نہاد دلائل کا مکمل پوسٹ مارٹم کر دیا ہے اگر آپ نے اس تحریر کو

بغور ملاحظہ کر لیا تو انشاء اللہ قادیانیت کے تصور سے بھی آپ محفوظ ہو جائیں گے۔ آپ ان سے کسی بھی پوائنٹ پر اپنے آپ کو کمزور نہ پائیں گے انشاء اللہ۔ کیونکہ بندہ خادم نے اس تحریر میں اصولی اور فروعی تمام مباحث کو جمع کر دیا ہے۔ نیز اہل علم حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ بندہ حقیر نے محض اکابر کے ارشاد پر لوجہ اللہ تعالیٰ۔ اپنے فرض منصبی سے بسکدوش ہونے کے لیے یہ ناقص سی محنت کی ہے ورنہ مجھے کوئی علمی دعویٰ نہیں ہے۔ نہ ہی زور کلام اور سلامت بیان کا زعم ہے مجھے بشرح صدر اقرار ہے کہ اس میں کئی مباحث نرم ہوں گے۔ ان کی مضبوط ترجمانی نہیں کر سکا مگر مجموعی طور پر بفضل خدا تعالیٰ یہ تحریر اس محاذ پر مفید خیال کرتا ہوں اکابر کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے کہ ایسے موقع کے متعلق میری راہنمائی فرمائیں اور ضرور فرمائیں۔ اس کا مطالعہ اپنے مقام رفیع کے تحت نہیں بلکہ بندہ حقیر کی پوزیشن کے مطابق فرمائیں۔

آخری عام گزارش یہ ہے کہ بندہ خادم نے اس تحریر کے سلسلہ میں حوالہ جات اور عبارات کے نقل کرنے میں حتی الامکان نہایت دیانتداری سے احتیاط کی ہے لیکن اگر پھر بھی کہیں کوئی سہو قلم و فہم سامنے آئے تو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

فقط

احقر الانام۔ عبداللطیف مسعود خادم مجلس تحفظ ختم نبوت

○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

البراهین الفرقانی لرد اوہام الکادیانی

المعروف بہ

مسئلہ حیات و نزول مسیحؑ قادیانیت کے تناظر میں

جملہ اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنجنابؑ خدا کے مقدس اور راستباز اولوالعزم رسولؑ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو متعدد خصوصیات سے نوازا تھا آپ کی سیرت متعدد خصوصیات کی حامل ہے۔ مثلاً

۱- آپ کی ولادت بلا پدر ہوئی۔

۲- آپ کو متعدد عجیب و غریب معجزے عطاء فرمائے گئے۔

۳- آپ نے سید الرسل خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کی نمایاں طور پر بشارت دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انجیل عطا فرمائی تھی۔

۳- اللہ تعالیٰ نے آپ کو بجد عضری زندہ آسمان پر اٹھایا اور پھر قرب قیامت دوبارہ زمین پر اتریں گے۔

۵- آپ زمین پر چالیس یا پینتالیس سال زندگی گزاریں گے۔ شادی کریں گے دو بچے بنام موسیٰ و محمد پیدا ہوں گے۔ دین حق کی نمایاں طور پر اشاعت و ترویج فرمائیں گے پھر طبعی طور پر فوت ہوں گے۔

اہل اسلام کے ہاں یہ نظریہ از روئے قرآن و حدیث اتنا صحیح۔ مدلل اور طے شدہ ہے کہ ہر دور میں مسلمان معاشرہ میں یہ مسئلہ نہایت مشہور و معروف

اور زبان زد رہا ہے حدیث کی ہر کتاب نیز تفسیر و عقائد کی جملہ کتب میں اس مسئلہ کو اجماعی اور متواتر عقیدہ کے طور پر درج کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ حوالجات آئندہ چل کر نقل کروں گا تا آنکہ چودھویں صدی ہجری میں پنجاب ضلع گورداسپور کے ایک گننام گاؤں قادیان میں ایک شخص بنام غلام احمد پیدا ہوا۔ جس نے انگلش سرکار کی بعض اغراض کی تکمیل کے پیش نظر اس اجماعی عقیدہ میں رخنہ اندزی کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ راز کھولا ہے کہ عیسیٰ تو فوت ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ اس نے مجھے متعین فرمایا ہے لہذا مجھے مسیح موعود مان لو۔ نیز بحکم احادیث مجھے نبی بھی تسلیم کر لو۔ یاد رکھو جو مجھے نہ مانے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ پھر اس نے قرآن و حدیث میں تاویلات اور تلیسات کا وہ دجلانہ چکر چلایا کہ ابلیس رجیم بھی انگشت بدندان رہ گیا۔

ادھر نظریہ اسلام کی تائید و حمایت میں علمائے اسلام نے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں قادیانیت کا موثر اور کامیاب تعاقب فرمایا جس سے قادیانی دجل و فریب کا غبار مکمل طور پر چھٹ گیا۔ جس کے نتیجے میں آج کوئی قادیانی مبلغ ان حقائق کا سامنا کرنے کی جرات نہیں کرتا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں یہ بندہ حقیر بھی نظریہ اسلام کی تائید و حمایت اور قادیانی گروہ کی مغالطہ آمیزوں کے رد میں کچھ معروضات پیش کرنا چاہتا ہے۔

نوٹ۔ یاد رہے کہ مرزا قادیانی سے پہلے بھی کچھ عقلیت پرست افراد نے اس اجماعی نظریہ سے اختلاف کیا ہے مگر وہ سب درجہ شدوذ میں داخل ہیں۔ اجماع امت کے تقابل میں ان کی کچھ اہمیت نہیں نیز انہوں نے اس نظریہ پر کسی قسم کی استواری نہیں کی کہ اصل مسیح تو فوت ہو گئے اب ان کی جگہ دوسرا کوئی فائز ہو گا یا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ماضی قریب میں سرسید علی گڑھی نے اس نظریہ کو اپنی تفسیر قرآن میں بالوضاحت پیش کیا ہے جس کو تادمہ مرزا صاحب نے لے لیا ہے۔ مگر سرسید نے اس نشست پر کسی فرد کے متمکن ہونے کا احتمال و امکان ظاہر نہیں کیا۔ جبکہ مرزا صاحب یہ سیٹ خالی دیکھ کر جھٹ خود ہی براجمن ہو گیا۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جناب سرسید کے صرف اسی نظریہ اسلام سے اختلاف نہیں

کیا بلکہ انہوں نے تو تردید کرتے ہوئے خوب لکھا ہے دیکھیے مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات ص ۲۲۶ سے ص ۲۷۳ کا طویل ترین حاشیہ۔ لہذا مرزا قادیانی اور دیگر منکرین حیات میں یہ نمایاں امتیاز ذہن نشین رہے۔

مرزا قادیانی اور مسئلہ حیات و نزول مسیح

اسلامی مسئلہ حیات و نزول مسیح کے مقابلہ میں قادیانی نظریہ وفات مسیح کے کئی پہلو زو بحث ہو سکتے ہیں کیونکہ قادیانی لڑیچ سراسر تناقض اور تضاد کا مرقع ہے اس کا ہر نظریہ صرف ایک آدھ نہیں بلکہ متعدد پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر ایک دوسرے کا بالکل نقیض متناقض۔ لہذا قادیانی دلائل کی تردید سے قبل دیگر عمومی پہلوؤں کو پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ یہ بات واضح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ابتدا میں جمہور اہل اسلام کا ہی ایک فرد تھا انہوں نے دینی تعالیم بھی مکمل تو نہیں مگر کافی حد تک مختلف اساتذہ سے حاصل کی تھی۔ کس مسئلہ میں مفرد نہ نکلے مگر آہستہ آہستہ اپنے ماحول کے مطابق غیر مسالوں (آریہ اور عیسائیوں) کے ساتھ بحث و مناظرہ میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں اسے اپنے گرد و پیش میں کچھ شہرت حاصل ہو گئی اور ادھر سرکار انگلیشیہ کے ساتھ کچھ ساز باز کر لی گئی۔ یہ دونوں امر مل کر ان کے لئے مرحلہ وار مختلف دعوؤں کی طرف قدم زن ہونے کا باعث بن گئے۔ چنانچہ انہوں نے شروع میں صرف الہام کا اظہار کرنا شروع کیا پھر مجدد۔ مہدی۔ مثیل مسیح۔ پھر مسیح ہونے کا دعویٰ داغ دیا جس کے ضمن میں نبوت و رسالت تک بھی ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دئے حتیٰ کہ تمام انبیاء کا اوتار نیز کرشن اوتار اور رودر گوپال بھی بن بیٹھے۔ گویا کہ جو بھی نمایاں منصب نظر آتا اسی کا دعویٰ کر دیتے حتیٰ کہ ان مختلف اور متضاد دعوؤں کی بھرمار میں اپنا اصل تشخص بھی کھو بیٹھے۔ لہذا اب کسی انسان کے بس میں نہیں کہ وہ مرزا صاحب کی اصل حقیقت واضح کر سکے کہ دراصل وہ تھے کیا؟

الغرض آپ ذیل میں مسئلہ حیات و نزول مسیح کے سلسلہ میں مرزا صاحب کے متضاد نظریات ملاحظہ فرمائیں یا بالفاظ دیگر اسکے دعوای کے مختلف مراحل کا

دور اول

مرزا قادیانی حیات و نزول کے قائل تھے

۱۔ چنانچہ آنجناب اپنے الہامات کے تحت لکھتے ہیں کہ
اور فرمایا فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے۔

ہو الذی لرسول رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلمیہ
آیت جسلمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے
اور جس غلبہ کلمہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور
میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو
ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین ص
۳۹۸ ص ۳۹۹)

۲۔ دوسری آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

عسی ان یرحم علیکم (اصل میں ان پر حکم ہے نازل) وان عدتم عدنا وجعلنا
جہنم للکافرین حصیراً

ترجمہ خدا تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر
تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع
کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

یہ آیت اس مقام پر مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے۔ یعنی اگر
طریق رفیق اور نرمی اور لطف و احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو
دلائل واضح اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ
بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت عفت اور تہر اور سختی کو
استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر
اتریں گے (براہین احمدیہ ص ۵۰۵ مندرج خزائن ص ۵۷۰ تا ۵۸۰ ج اول)

اسی طرح دیگر مقامات پر مرزا صاحب نے اصل اجماعی اور اتفاق مسئلہ کو بعینہ نہایت
جوش و خروش سے قبول کر لیا ہے جیسے ان کی کتاب شہادہ القرآن (ص ۳ و ص ۹

ص ۶۰۶ ربوہ طبع لاہور خز ص ۲۹۸ و ۳۰۲ ج ۶) میں نہایت تفصیل سے اور دلائل کثیرہ کی روشنی میں یہ مسئلہ تحریر کیا گیا ہے۔

مسئلہ حیات و نزول مسیح کا کامل عروج

مندرجہ بالا آیات کے علاوہ مرزا صاحب نے از روئے احادیث و دیگر کتب اسلامیہ بھی اس نظریہ کی صحت اور اجماعیت کا اعتراف کیا ہے۔
ذیل میں کچھ اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔
مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

سو واضح ہو کہ اس امر سے دنیا میں کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کی کھلی کھلی پیسگوئی موجود ہے بلکہ قریباً کیونکہ کچھ عقل پرست معتزلہ اور ملحد فلسفی نیز اس زمانہ کی آزاد خیال مغرب زدہ اذہان اس نظریہ کے منکر ہیں۔ جن کی ابتلاع میں مرزا صاحب بھی اس طرف چلے گئے پھر صرف قائل ہی نہ ہوئے بلکہ یہ تو فاعل بھی بن گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہو گا اور یہ پیسگوئی بخاری مسلم اور ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے جو ایک منصف مزاج کی تسلی کے لئے کافی ہے اور بالضرورت اس قدر مشرک پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ ایک مسیح موعود آنے والا ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ اکثر ہر ایک حدیث اپنی ذات میں مرتبہ احاد سے زیادہ نہیں مگر اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ جس قدر طرق متفرقہ کی رو سے احادیث نبویہ اس بارے میں مدون ہو چکی ہیں ان سب کو یکجائی نظر کیساتھ دیکھنے سے بلاشبہ اس قدر قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے آنے کی خبر دی ہے اور پھر جب ہم ان احادیث کے ساتھ جو اہل سنت و جماعت کے ہاتھ میں ہیں ان احادیث کو بھی ملاتے ہیں جو دوسرے فرقے اسلام کے مثلاً شیعہ وغیرہ ان پر بھروسہ رکھتے

ہیں تو اور بھی اس تواتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوئی ہے اور پھر اس کے ساتھ جب صد ہا کتابیں متصوفین کی دیکھی جاتی ہے تو وہ بھی اسی کی شہادت دے رہی ہیں پھر بعد اس کے جب ہم بیرونی طور پر اہل کتاب یعنی نصاریٰ کی کتابیں دیکھتے ہیں تو یہ خبر ان سے بھی ملتی ہے (جیسا کہ اس کتاب میں نقل ہو چکی ہیں) اور ساتھ ہی حضرت مسیح کے اس فیصلے سے جو ایلیا کے آسمان سے نازل ہونے کے بارے میں ہے یہ بھی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی خبریں کبھی حقیقت پر محمول نہیں ہوتیں لیکن (مسیح کی آمد حقیقت پر محمول ہے کیونکہ ناقل) مسیح موعود کے آنے کی پیشگوئی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانہ میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہ ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی رو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آ رہی ہے۔ صدی وار مرتب کر کے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزار ہا سے کچھ کم نہیں ہوں گی ہاں یہ بات اس شخص کو سمجھانا مشکل ہے کہ جو اسلامی کتابوں سے بالکل بے خبر ہے درحقیقت ایسے اعتراض کرنے والے (حیات مسیح کے منکر اور احادیث کو غیر معتبر کہنے والے ناقل) اپنی بد قسمتی کی وجہ سے کچھ ایسے بے خبر ہوتے ہیں کہ انہیں یہ بصیرت حاصل ہی نہیں ہوئی کہ فلاں واقعہ کس قدر قوت اور مضبوطی کے ساتھ اپنا ثبوت رکھتا ہے پس ایسا ہی صاحب معترض نے کسی سے سن لیا ہے کہ احادیث اکثر احادیث کے مرتبہ پر ہیں اور اس سے بلا توقف یہ نتیجہ پیدا کیا کہ بجز قرآن شریف کے اور جس قدر مسلمات اسلام ہیں وہ سب کے سب بے بنیاد اور مشکوک ہیں جن کو یقین اور قطعیت سے کچھ حصہ نہیں لیکن درحقیقت یہ بڑا بھاری دھوکہ ہے جس کا پہلا اثر دین و ایمان کا تباہ ہونا ہے کیونکہ اگر یہی بات سچ ہے کہ اہل اسلام کے پاس بجز قرآن کریم کی جس قدر منقولات ہیں وہ تمام ذخیرہ کذب اور جھوٹا اور افترا اور نظموں

اور اوہام کا مجموعہ ہے تو پھر شائد اسلام میں سے کچھ تھوڑا ہی حصہ باقی رہے گا۔ (شہادہ القرآن ص ۴ طبع لاہور اور ص ۲ طبع رزہ خزانہ ص

(۶ ج ۲۹۸)

پھر اس کے بعد آگے چل کر لکھا کہ

اب اس تمہید کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ مسیح موعود کے بارہ میں جو احادیث میں پیسگوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے جس کو صرف ائمہ حدیث نے چند روایتوں کی بنا پر لکھا ہو۔ اور بس۔ بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیسگوئی عقیدہ کے طور پر ابتدا سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلی آتی ہے گویا بس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اس قدر اس پیسگوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں کیونکہ عقیدہ کے طور پر اس کو ابتدا سے یاد کرتے چلے آتے تھے اور ائمہ حدیث امام بخاری وغیرہ نے اس پیسگوئی کی نسبت اگر کوئی امر اپنی کوشش سے نکالا ہے تو صرف یہی کہ جب اس کو کروڑھا مسلمانوں میں مشہور اور زبان زد پایا تو اپنے قاعدہ کے موافق مسلمانوں کے اس قولی تعال کے لئے روایتی سند کو تلاش کر کے پیدا کیا اور روایات صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے جن کا ایک ذخیرہ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اسناد کو دکھایا علاوہ اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اگر نعوذ باللہ یہ امر افتراء ہے تو اس کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی؟ اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا؟ اور کس مجبوری نے ان کو اس افتراء پر آمادہ کیا؟ (شہادہ القرآن ص ۹-۱۰ طبع

لاہور۔ خزانہ ص ۳۰۴ ج ۶)

ناظرین یہ طویل اقتباس بالکل واضح اور ناقابل تشریح ہیں۔ ان میں مرزا

صاحب نے بالصرحت اعتراف کیا ہے کہ

- ۱- حضرت عیسیٰ بن مریم ہی آنے والے ہیں
- ۲- مندرجہ بالا قرآنی آیات کے علاوہ اہل اسلام کے بے شمار صحیح مرفوع اور متصل احادیث بھی سب کتب صحاح میں مندرج ہیں۔

۳- ان کے علاوہ شیعہ روایات بھی اس نظریہ کی تائید میں موجود ہیں۔
 ۴- پھر صدہا متصوفین کی کتابیں اسی نظریہ کی شہادت دے رہی ہیں کہ مسیح آئیں گے۔

۵- علاوہ ازیں کتب نصاریٰ بھی اسی نظریہ کی موافقت کر رہی ہیں۔
 ۶- یہ تمام کتب اگر مسلسل جمع کی جائیں تو ان کی تعداد صدہا نہیں ہزارہا ہو جاتی ہے۔
 ۷- اگرچہ یہ پیسگوئی بائبل کے واقعہ ایلیا کی بنا پر مجازی معنی پر محمول ہو سکتی ہے مگر

۸- اس خبر کا متواتر مشہور اور زبان زد ہونا نہایت نمایاں ہے لہذا یہ اسکی نظیر نہیں بن سکتی۔

۹- اس نظریہ برحق کا انکار بوجہ احادیث احاد کے کرنا نہایت بے یقینی اور جہالت و محرومی کی بات ہے۔ کیونکہ وہ احادیث مجموعی طور پر درجہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔

۱۰- یہ نظریہ ابتدا ہی سے ہر مسلمان فرد بطور عقیدہ کے اپنا حرز جان بنائے ہوئے ہے۔

۱۱- اس شہرت کی بنا پر یہ پیسگوئی ایک اتفاقی عقیدہ کی طور پر ہر مسلمان کے رگ و ریشہ میں رچی بسی چلی آ رہی ہے۔

۱۲- اس کا ثبوت صرف احادیث پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ ایک متعین اور ثابت شدہ حقیقت ہے محدثین نے تو اس اسلامی تواتر کے لئے سند تلاش کر کے اس کو مضبوط کیا ہے ورنہ اس کا ثبوت فقط احادیث پر مبنی نہیں۔

۱۳- لہذا اس نظریہ کا انکار نہایت جہالت کی بات ہے اگر اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر اس طور پر اسلام کا اکثر حصہ بھی ہاتھ سے چلا جاتا ہے۔ لہذا یہ نظریہ ہر مسلمان کا اجماعی اتفاقی عقیدہ ہے جس سے انکار یا انحراف جہالت ضلالت ہے۔

اس عقیدہ کے اتفاقی اور اجماعی ہونے کی مزید شہادت

مرزا صاحب اقرار کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح بن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے بافاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تو اتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخیرہ اور حصہ نہیں دیا اور باعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال رسول کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محالات اور مستحلت میں داخل کر لیتے ہیں۔ قانون قدرت بیشک حق اور باطل کے آزمانے کے لئے ایک آلہ ہے مگر ہر قسم کی آزمائش کا اسی پر مدار نہیں اس کے علاوہ اور آلات اور محک بھی تو ہیں جن کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کی صداقتیں آزمائی جاتی ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۵۵۷-۵۵۸)

ناظرین کرام اس اقتباس میں بھی مندرجہ بالا تمام حقائق کا اعتراف و اقرار بالصراحت موجود ہے کہ یہ نظریہ ملت اسلامیہ کا از روئے دلائل و براہین۔ اتفاقی اور اجماعی ہے حتیٰ کہ انجیل بھی اس کی مصدق و موید ہے۔ لہذا ایسے طے شدہ مرقع حقیقت نظریہ کا انکار کرنا بالکل محرومی اور بے بصیرتی ہے۔

۱۳۔ پھر یہ بھی واضح ہوا۔ کہ دین حق کا ہر ایک نظریہ اور اصول محض عقل اور عام قانون قدرت سے ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہاں یومنون بالغیب درجہ اولیت رکھتا ہے نیز قانون قدرت کا احاطہ ہماری عقل و ادراک میں محصور نہیں۔ بلکہ وہ نہایت وسیع ہے لہذا شرعی نظریات کا محک (معیار) صرف عقل ہی نہیں ہے۔ بلکہ

بہت سے امور ماورائے عقل بھی تسلیم کرنے پڑتے ہیں۔ پھر اس عقیدہ کی اتفاقی اور اجماعی کیفیت کو مرزا صاحب نے دیگر مقامات پر بھی تسلیم کیا ہے مثلاً (ملفوظات ص ۳۰۰ ج ۱۰ اور چشمہ معرفت ص ۸۳) وغیرہ
 نیز قرآنی نصوص سے بھی اسی کو ثابت شدہ تسلیم کیا ہے مثلاً (براہین پنجم ص ۸۵ خزائن ص ۱۱۱ ج ۲۱ اربعین ص ۲۱ ج ۲ خزائن ص ۳۶۹ ج ۱۷)

<http://mujahid.xtgem.com>

دوسرا دور

تبدیلی نظریات اور آغاز دعوی

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب سیالکوٹ کی ملازمت ترک کر کے نئی ملازمت اختیار کی تو ایک مضبوط منصوبہ اور پروگرام سے اس کا آغاز کیا اور یہ بھی ایک حقیقت ذہن نشین کر لیں کہ مرزا صاحب کو ان کا اصلی ہدف سو فیصد معلوم تھا۔ مگر اس کی تکمیل مختلف اور مرحلہ وار دعویٰ کی صورت میں کرنے کا منصوبہ تھا چنانچہ اس حقیقت کا اظہار خود مرزا صاحب یوں کرتے ہیں کہ میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔ (براہین پنجم ص ۵۳ خزائن ص ۶۸ حاشیہ)

اس درج بالا اقتباس کو بار بار ملاحظہ کیجئے۔ اصل حقیقت تمام کی تمام صرف یہی تھی کہ اصل مشن۔ ڈیوٹی اور ہدف۔ اسلام کے نظریہ جہاد کو مضلل اور مخدوش کرنا تھا جس سے تمام کفر لرزاں ترسلاں رہا ہے۔ کیونکہ وہ عملی طور پر خلافت راشدہ سے لے کر آج تک مختلف ادوار میں اس تلخ تجربہ سے خوب واقف تھا۔ صلیبی حروب کے زخم ابھی تک مندمل نہیں ہوئے تھے خلافت عثمانیہ کی یلغار کی گھن گرج ان کو ذہنوں سے ابھی محو نہ ہوئی تھی۔ اس کے بعد سلطان ٹیپو شہید کی ایمانی یلغار سے ابھی وہ لرز رہے تھے لہذا انہوں نے مسئلہ جہاد کو ملت اسلامیہ کے اذہان سے کھرچنے کے لئے ہر طرح کے مکروہ حربے اختیار کئے۔ نظام تعلیم کے طور پر سیاسی اور اقتصادی یلغار کے انداز پر اور آخر میں مرزا غلام احمد جیسے غداران ملت و ملک کے ذریعے انہوں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے کوشش کی۔ اور بڑی حد تک کامیاب بھی رہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے یہ ڈیوٹی قبول کر کے اپنے سفر کا آغاز نہایت ہی پر ہیچ اور انوکھے طریقہ سے کیا۔ زیر بحث مسئلہ کے حوالہ سے پہلے آپ کا یہی نظریہ تھا کہ حضرت مسیح و ائمہ از روئے قرآن و حدیث دجالی فتنہ کی سرکوبی کے لئے تشریف لائیں گے پھر جب مزید پیش رفت کی تو قسم

قسم کے ڈرامے رچانے لگے۔ ذیل میں ایک انداز یوں اختیار کیا۔ جس کے متعلق آنجناب اپنی کتاب حقیقتہ الوحی میں لکھتے ہیں کہ

میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح بن مریم آسمان سے نازل ہو گا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں (بالکل غلط آنجناب تمام مسلمانوں کا اتفاق عقیدہ لکھ چکے ہیں) کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل نہ کرنا چاہا بلکہ اس وحی کی تویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا۔ جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین میں شائع کیا لیکن بعد اس کے بارہ میں بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صد ہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین میں لکھ دیا تھا اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعی الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح بن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخر خلیفہ مسیح موعود کے نام سے اسی امت میں سے آئے گا اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی اسی طرح صد ہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعی الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لئے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ میرے لئے یہ کفنی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو جائے مجھے اس بات کی ہرگز تمنائز تھی میرا پوچھنے کے جرم میں تمہارا کوئی

مجھے جانتا نہ تھا نہ مجھے خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے اس نے گوشہ تنہائی سے مجھے جبراً نکلا میں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں۔ پس اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا؟ میرا اس میں کیا قصور ہے (حقیقتہ الوحی ص ۱۳۹)

اسی طرح کی تحریر مرزا صاحب کی کتاب اعجاز احمدی ص ۷ پر بھی مذکور ہے۔
(خزائن ص ۱۵۳ ج ۲۲)

اب دیانتداری سے فرمائیے کہ مرزا صاحب کو جبراً مسیح موعود بنایا گیا۔ ورنہ یہ صاحب اس پر قطعاً راضی نہ تھے مگر آپ کو مدت تک دعویٰ مسیحت پر مجبور کیا جاتا رہا مگر یہ صاحب ٹس سے مس نہ ہوتے تھے آخر نہایت جبر کر کے تمام دینی ولایتی ہرکات (ٹپچی ٹنٹن لال وغیرہ) اس کے پیچھے لگا دیئے گئے تب کہیں جا کر یہ راضی ہوئے۔ استغفر اللہ و معاذ اللہ کیا خدا کو اور کوئی نہ ملتا تھا کہ جو ایک ہی اشارہ سے یہ منصب قبول کر لے۔ اتنے جبر کی کیا ضرورت تھی؟ نیز یہ ناممکن مرحلہ کیوں طے کیا گیا جو نہ کبھی ظاہر ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے کہ ایک حقیقت کے مصداق کو جو صدیوں سے طے شدہ ہو پھر اس کو بدل دیا جائے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

قرآن مجید کی وہ آیات (جن کو براہین میں نزول مسیح کے لئے لکھا تھا) جو ہیٹگوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں۔ وہ سب آیات میری طرف منسوب کر دیں۔ (خزائن ص ۱۱۱ ج ۲۱)

دوسری جگہ لکھا کہ

سوچنے سے ظاہر ہو گا کہ میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی اور انہی میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیات تھیں وہ میرے حق میں بیان کر دیں۔ (اربعین ص ۲۱ ج ۲ خزائن ص ۳۶۹ ج ۱۷) یہ ہے قادیانی دغاویٰ کا فلسفہ اور حقیقت کہ جس کی مثل نہ تاریخ نبوت و رسالت میں مہیا ہو سکتی

ہے اور نہ ہی تاریخ فلسفہ اور عقلیت پرستی میں۔ حتیٰ کہ اس کی مثل تاریخ الحلو و ضلالت میں بھی مشکل ہے۔

ناظرین کرام فرمائیے کہ کیا یہ ڈرامائی تبدیلی رافضیوں کے مسئلہ بداء کی صورت نہیں وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ خدا کو کبھی بداء ہو جاتا ہے (معاذ اللہ) یعنی پہلے ایک منصب کا اہل ایک فرد کو متعین کر لیا جاتا ہے مگر بعد ازاں کسی وجہ سے اس کو بدلنا ناگزیر ہوتا ہے جیسے ان کے ہاں امام زین العابدین کے بعد منصب امامت کے سلسلہ میں گڑ بڑ پیش آئی کہ پہلے اس منصب کا اہل ان کے صاحبزادے اسمعیل کو متعین کیا مگر بعد میں امام باقر کو متعین کرنا پڑا۔ اسی طرح امام باقر کے بعد بھی یہی صورت پیش آئی کہ اول حضرت زید کو مسئلہ امامت کا اہل قرار دیا گیا مگر اس کے بعد امام جعفر صادق کو اس پر متعین کر دیا جس کے نتیجہ میں شیعہ میں اسمعیلی اور زیدی شیعہ کی شاخیں پھوٹ پڑیں۔ کچھ اسی طرح مرزا صاحب کا معاملہ ہے۔ کہ از روئے حقیقت تو یہی متعین و مشخص حقیقت تھی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ہی آخر زمانہ میں نازل ہوں گے قرآن مجید اور ارشادات نبویہ میں بھی اس کی نہایت وضاحت و صراحت فرمادی گئی مگر آخر زمانہ میں رفع نزول کے مصداق کو یکسر بدلنا پڑا۔ صاحب منصب کے ساتھ ساتھ تمام متعلقات کو بھی بدلنا پڑا۔ الفاظ۔ رفع۔ نزول۔ توفی۔ غلت۔ کسر صلیب۔ قتل خنزیر۔ قتل دجال۔ غلبہ اسلام وغیرہ تمام تر متعلقات ہی کو بدلنا پڑا۔ قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح اصول نحو معانی۔ لغت و محاورہ۔ احادیث نبویہ کا مصداق نیز ان کے مندرجات سب کو یکسر تبدیل کرنا پڑا شیعہ کی بداء سے یہ تبدیلی و تبدل تو نہایت وسیع اور گھمبیر ہے۔ کیونکہ وہاں تو وقتی طور پر شخصیت کی ہی تبدیلی واقع ہوئی اور کچھ بھی معرض نسخ میں نہیں آیا۔ نہ کسی آیت کا ترجمہ و مفہوم اور نہ ہی دیگر کوائف و حالات میں گڑ بڑ کی ضرورت لاحق ہوئی۔ مگر مسئلہ قادیانی کائنات کا ایک بے نظیر اور نادر حادثہ ہے۔

۲۔ مسیح حقانی کے منصب وار کو بدلنے کا دو سرا ڈرامائی انداز

وہ ہے جو آپ نے اپنی لاجواب کتاب کشتی نوح وغیرہ میں تحریر فرمایا کہ پہلے مجھے دو سال تک مریم بنایا گیا پھر اس دوران مجھے عیسیٰ کا حمل ہو گیا جو دس ماہ تک متجلی رہا ازاں بعد اس حمل سے میں خود ہی پیدا ہو گیا۔ (دیکھئے کشتی نوح ص ۲۵ تا ۲۸)

۳۔ منصب وار مسیحیت کی تبدیلی کا ایک اور انداز

وہ ہے جس کو آپ نے اپنی بے نظیر کتاب ازالہ اوہام میں ذکر کیا ہے کہ میرے دوستو! آخری وصیت سنو میں تمہیں بطور راز کے کہتا ہوں کہ اگر تم غلبہ اسلام چاہتے ہوں تو حضرت مسیح کی آمد کی بجائے ان کی موت کا نظریہ اپنا لو۔ اگر تم یہ نظریہ اپنا کر دنیا میں اعلان کر دو تو صلیب پرستی ختم ہو کر نور توحید تمام اکناف عالم میں پھیل جائے گا۔ ورنہ دوسری صورت میں غلبہ اسلام کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا دے۔ اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا۔ (گو پہلی تمام آیات و احادیث منسوخ و بیکار) ہو جائیں کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ

مسیح بن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ وکان وعدا مفعولا لت معی ولت علی الحق المبین لت مصیب و معین للحق۔ (ازالہ اوہام ص ۵۳ تا ۵۶)

ناظرین کرام یہ طریقہ تبدیلی کا بغور مطالعہ فرمائیں تو شاید کچھ آپ کے پلے پڑ سکے۔ کہ کس مجبوری کی بنا پر یہ سارا منصوبہ بدلنا پڑا۔ آیات بدلی گئیں احادیث بے اثر ہو گئیں وعدے بدل گئے یہ سب کچھ بدل کر مرزا صاحب کے لئے سیٹ خالی کرائی گئی۔ لیکن اتنی خرابی کے بعد بات یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا آیا وہ مقصد غلبہ اسلام اور کسر صلیب پورا ہو گیا یا جوں کاتوں رہا آپ یہ نتیجہ بھی اسی صاحب منصب کی زبانی ہی سماعت فرمائیں۔

جناب مرزا صاحب خود ہی لکھتے ہیں کہ

الہام مرزا = ایک موسیٰ ہے کہ میں اس کو ظاہر کروں گا اور لوگوں کے سامنے اس کو عزت دوں گا۔ پر جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اس کو کھسیٹوں گا اور اس کو دوزخ دکھاؤں گا یعنی عیسیٰ بن مریم کے ظہور سے تو لوگ کچھ بھی متنبہ نہ ہوئے اب میں اس بندہ کو موسیٰ کی صفات میں ظاہر کروں گا اور فرعون اور ہامان کو وہ دن دکھاؤں گا جس سے وہ ڈرتے تھے۔

سوائے عزیزو! مدت تک میں مسیح بن مریم کے رنگ میں دکھ اٹھاتا رہا اور جو کچھ قوم نے کرنا چاہا میرے ساتھ کیا اب خدا میرا نام موسیٰ رکھتا ہے۔ (تمہ حقیقتہ الوحی ص ۸۳ و ۸۴ خزائن ص ۵۱۹ و ۵۲۰ ج ۲۲)

اس تمام ڈرامے کا آخری انجام

اس کے بعد جناب قادیانی نے آخری مرحلہ میں اس تمام ترتیب و دو کے ناکام ہونے کا کھلم کھلا اعتراف کیا ہے۔

چنانچہ آجبتانی لکھتے ہیں کہ

مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی راہ میں اطاعت اور تقویٰ کا حق بجا نہیں لاسکا جو میری مراد تھی۔ اور اس کے دین کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو میری تمنا تھی۔ میں اس درد کو ساتھ لیجاؤں کہ جو کچھ کرنا چاہئے تھا میں نہیں کر سکا..... جب مجھے اپنے نقصان حالت کی طرف خیال آتا ہے تو مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں کیزا ہوں نہ آدمی۔ اور مردہ ہوں نہ

زندہ۔ (تمہ حقیقتہ الوحی ص ۵۹ خزائن ص ۳۹۳ ج ۲۲)

معلوم ہوا کہ یہ تمام بھاگ دوڑ محض فضول اور بے نتیجہ رہی۔

مرزا صاحب اپنے مقاصد یعنی کہ صلیب اور غلبہ میں کامیاب نہ ہو سکے

حتیٰ کہ خدا کو مرزا صاحب کا یہ منصب ہی بدلنا پڑا۔ استغفر اللہ ثم
استغفر اللہ یہ ہے حضرات قادیانی کا آغاز و انتہا تھا۔

فاعتبروا یا لولی الابصار

اس کے بعد جناب کلویانی نے آخری مرحلہ میں اس تمام تر تک و دو کے نام
کام ہونے کا کھلم کھلا اعتراف کر لیا۔ دیکھئے (تمہ حقیقتہ الوحی ص ۵۹ خزائن ص
۲۹۳ ج ۲۲)

فاعتبروا یا لولی الابصار

واقعی کسی نے سچ کہا ہے۔

نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

نفس مسئلہ کی پوزیشن

مرحلہ اوٹی۔ اس شق میں بھی قادیانی بیانات باہم متناقض ہیں۔ چنانچہ قادیانی مسیح
لکھتے ہیں کہ

۱۔ اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو
ہماری ایمانیات کی کوئی جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدا
پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق
نہیں۔ (از ازالہ اوہام ص ۱۲۰ خزائن ص ۱۷۱ ج ۳)

۲۔ رفع جسمانی بصورت معراج نبوی اور رفع جسمانی مسیح دونوں ایک ہی نوعیت
کے امور ہیں تو جیسے ام المومنین رضی اللہ عنہا اور دیگر اصحاب معراج جسمانی کے
قائل نہ تھے مگر ان پر فتویٰ کفر نہیں (حالانکہ منکر کوئی بھی نہیں یہ محض مرزا کا
دجل ہے ناقل) ایسے ہی رفع جسمانی مسیح کا انکار بھی کفر نہیں ہو گا۔ (از ازالہ اوہام

ص ۲۸۹ خزائن ص ۲۲۸ ج ۳)

ف تو پھر رفع و نزول بھی وجہ شرک و کفر نہ ہو گا تم اس کو شرک عظیم کیسے

کہتے ہو الاستغنا ص ۳۹۔

۳- ناظرین پر واضح ہو کہ میاں عبدالحق نے مباہلہ کی بھی درخواست کی تھی لیکن میں اب تک نہیں سمجھ سکا کہ ایسے اختلافی مسائل میں جس کی وجہ سے کوئی فریق کافر یا ظالم نہیں ٹھہر سکتا کیونکر مباہلہ جائز ہے۔

فریق مخالف میرا کاذب ہے... اب میاں عبدالحق اپنے قصور فہم کی بنا پر مجھے کاذب کہتے ہیں لیکن میں انہیں کلاب نہیں کہتا بلکہ محفل جانتا ہوں اور محفل مسلمانوں پر لعنت (بصورت مباہلہ) جائز نہیں (ازالہ ص ۷۳ خزائن ص ۳۴۴-۳۴۴ ج ۳) ف یعنی اہل اسلام اور قادیانیوں میں بنیادی نہیں فروعی اختلاف ہے

ف میرے اور ان کے درمیان رفع مسیح کا سخت اختلاف خطا و صواب کا ہے بنیادی نہیں لہذا مباہلہ جائز نہ ہو گا۔

۴- مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دربارہ وفات و حیات مسیح میرا اور مسلمانوں کا اختلاف فروعی اور جزوی ہے جس میں فتویٰ تکفیر نہیں مل سکتا۔ (ازالہ ص ۵۹۵ خزائن ص ۴۲۱ ج ۳)

۵- شروع میں مرزا صاحب قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین مسائل کو فروعی مسائل کہہ کر بات کو ٹل دیا کرتا تھا کہ یہ عام اور فروعی مسائل ہیں ان میں تنازعہ نہیں چاہیے (حقیقتہ الوحی ص ۳۸۱ خز ص ۳۹۶ ج ۲۲) ناظرین کرام یہ مرزا صاحب کی ایک حالت تھی کہ وہ اپنے اثر و نفوذ کو بڑھانے کے لئے ان مسائل کو عامیانہ اور جزوی قرار دیتا تھا مگر پھر دیگر امور کی طرح ان مسائل کو بھی بنیادی اور نظریاتی قرار دینے لگا گیا اس کا تمام چکر تدریجی ہے۔

مرحلہ ثانیہ

چنانچہ اس کے بعد اس تصویر کا دو سرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے

۱- فمن سوء الادب ان يقال ان عيسى مامات۔ ان هو الا شرک عظیم۔ الاستفتا ص (۳۹ خزائن ۶۶۰ ج ۲۲)

۲- فان بحث الوفاة والحياء اصل مقدم فى هذا المناظرات۔ (انجام ۱۲ تہم ص ۱۳۳ او ۱۳۴) نیز ضمیمہ براہین احمدیہ (ص ۱۷۷ خزائن ص ۳۴۴ ج ۲۱) و

آئینہ کلمات (ص ۳۳۹) وغیرہ۔

ملاحظہ فرمائیے کہ پہلے قدم پر مرزا صاحب اہل اسلام کے عین مطابق عقیدہ رکھتا تھا اور دوسرے نمبر پر جب طبعیت خراب ہونے لگی تو آہستہ آہستہ اگلی منزل کی طرف پیش قدمی شروع کر دی اور پہلے نظریہ سے ترقی کر کے مسئلہ کو پہلے کے خلاف مگر غیر اہم قرار دیا۔ کہ مسئلہ یوں ہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے وہ تو فوت ہو گئے اس کے بعد تیسرے پوائنٹ پر اس مسئلہ کو بنیادی اور اہم قرار دیدیا کہ اس کا قائل نہ ہونا تو خالص شرک ہے یہ مسئلہ تو ہمارے تمہارے درمیان اصل اصول ہے عام بات نہیں اب اس کے اگلے مرحلہ کی طرف تیاری ہوتی ہے۔

عقیدہ رفع و نزول مسیح اور انجیل

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی اجماعی اور اتفاقی ہے اور انجیل بھی اس کی مصدق ہے (ازالہ اوہام ص ۵۵ خزائن ج ۴۰۰ ص ۳) نیز شہادۃ القرآن ازالہ ص ۲ مندرج خزائن ص ۲۹۸ ج ۶) ذیل میں اس مسئلہ میں انانجیل کے اقتباسات سماعت فرمائیے۔

۴۔ رفع مسیح۔ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر انہیں برکت دی جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

تیسری انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۵۱ ایضاً "مرقس ۱۶:۱۶۔

۵۔ فرمان مسیح میں آگے کو دنیا میں نہ ہوں گا مگر یہ دنیا میں ہیں اور میں تیرے پاس آتا ہوں جب تک میں ان کے ساتھ رہا میں نے تیرے اس نام کے وسیلہ سے جو تو نے مجھے بخشا ان کی حفاظت کی میں نے ان کی نگہبانی کی لیکن اب میں تیرے پاس آتا ہوں اور یہ باتیں دنیا میں کہتا ہوں انجیل یوحنا (۱۱:۱۷)۔

۱۔ یسوع نے کہا میں اور تھوڑے دنوں تک تمہارے پاس ہوں پھر اپنے بھیجنے والے کے پاس چلا جاؤں گا تم مجھے ڈھونڈو گے پاؤ گے نہیں اور جہاں میں جاتا ہوں

تم نہیں آسکتے انجیل چارم یوحنا (۷:۳۳)

۲۔ مسیح کا اپنے حواریوں کو پیغام

اے بچو میں اور تھوڑی دیر تمہارے ساتھ ہوں تم مجھے ڈھونڈو گے اور جیسا میں نے یہودیوں سے کہا (سابقہ حوالہ میں) جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آسکتے ویسا ہی اب تم سے بھی کہتا ہوں۔ انجیل چارم یوحنا باب ۱۳ آیت ۳۳)

۵۔ یہ کہہ کر وہ ان کے دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھا لیا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے وقت جو وہ آسمان کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے تو دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس آکھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے گلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا ہے۔ کتاب اعمال باب اول آیت ۹ تا ۱۱۔

نزول مسیح حقیقی اور اناجیل اربعہ مع آثار قیامت

فرمان مسیح اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آکر بولے ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہو گا۔

۱۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے کیونکہ بہترے میرے نام سے آئیں گے اور اپنے آپ کو مسیح کہیں گے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے (انجیل متن باب ۲۴ آیت ۱ تا ۵۔

۲۔ پھر فرمایا اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتوں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی بڑھ جانے کے سبب بہتوں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی۔

(۱۲:۱۱-۱۲)

۳۔ فرمایا۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں (جیسا

قلدیانی کا ڈرامہ ہے) دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا دیکھو وہ کوٹھڑیوں میں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند دو کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہو گا (یعنی ابن آدم مسیح اچانک آ جائے گے) جہاں مردار رہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔ (متی ب ۲۳ آیت ۲۳ تا ۲۸) انجیل دوم مرقس میں ہے کہ!

۴۔ یسوع نے ان سے کہنا شروع کیا خبردار کہ تمہیں کوئی گمراہ نہ کرے بہترے میرا نام لے کر آئیں گے اور یہ کہہ کر کہ وہ (مسیح) میں ہی ہوں بہتوں کو گمراہ کریں گے (مرقس ب ۱۳ آیت ۵ تا ۶) پھر آگے فرمایا۔ اور اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا دیکھو وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور نشان اور عجیب کام دیکھائیں گے تاکہ ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دیں لیکن تم ہوشیار رہو دیکھو میں نے تم سے سب کچھ پہلے ہی کہہ دیا ہے۔ (۲۳ و ۲۴:۱۳)

۵۔ انجیل لوقا میں علامات قیامت کے متعلق حواریوں کے جواب میں مسیح نے کہا

اس نے کہا خبردار گمراہ نہ ہونا کیونکہ بہترے میرا نام لے کر آئیں گے اور کہیں گے کہ میں ہی ہوں اور وہ یہ بھی کہیں گے کہ وقت نزدیک آ پہنچا ہے مگر تم ان کے پیچھے نہ چلے جانا اور جب لڑائیوں اور فسادوں کی افواہیں سنو تو گھبرانا جانا کیونکہ ان کا پہلے واقع ہونا ضرور ہے لیکن اس وقت فوراً خاتمہ نہ ہو گا (انجیل سوم لوقا باب ۲۱ آیت ۸ و ۹ نیز ۲۸)

ملاحظہ فرمائیے مندرجہ بالا تینوں اقتباسات میں کتنی صراحت اور وضاحت سے نزول مسیح اور اس کے تمام متعلقات اور ماحول کو بیان فرمایا گیا ہے کیا واقعی یہ تمام تفصیلات مرزا غلام احمد پر سو فیصد صادق نہیں آتیں۔ خدا کا مقدس نبی کتنی وضاحت سے حق شفقت اور خیر خواہی ادا فرما رہا ہے کہ خبردار ایسے نو سر بازوں کی باتوں میں نہ آنا۔

اس کے بعد سردار حواریاں جناب پطرس کا اعلان

وہ فرماتے ہیں کہ پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں (مسیح کا کفارہ تو ہو چکا اب یہ کیا) اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک وہ ساری چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر تمام پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے دیکھئے (کتاب اعمال باب ۳ آیت ۱۹ تا ۲۲)

مندرجہ بالا متعدد حوالجات کی روشنی میں انجیل مقدس کا مسلمہ عقیدہ دربارہ رفع و نزول مسیح بالکل کلیئر اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا چنانچہ جمہور نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے اور قرآن مجید بھی اس کا موید اور مصدق ہے حتیٰ کہ خود مرزا صاحب نے اس حقیقت کو جمہور نصاریٰ کا نظریہ قرار دیا ہے دیکھئے (ازالہ ص ۳۱۹ خزائن ص ۲۲۵ ج ۳) پر شرح صدر سے تسلیم کر لیا ہے (فالحمد لله والمنة) مختصر تفصیل ملاحظہ فرمائیں

کیونکہ تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور چاروں اربیلوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے (ازالہ اوہام ص ۲۳۸ خزائن ص ۲۲۵ ج ۳)

ملاحظہ فرمائیے کہ یہاں انہوں نے عیسائیوں کا متفقہ عقیدہ رفع و نزول کا تسلیم کر لیا ہے ایک ہی کتاب میں یہ دونوں باتیں درج ہیں۔

اس عقیدہ کی صحت پر برہان عظیم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ رسالت میں عیسائیوں کے مشہور اور مسلم عقائد یہ تھے کہ

۱۔ وہ خدا اور اس کے بیٹے ہیں

۲۔ باپ بیٹا اور روح القدس۔ تین فرما ہیں اور ان کے مجموعہ کو وہ تثلیث کہتے

تھے

۳۔ وہ کفارہ ادا کرنے کے لئے مصلوب ہو گئے

۴۔ وہ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں۔

تو قرآن مجید نے ان کے ان نظریات کے متعلق فیصلہ دیتے ہوئے ان کے باطل عقائد کی نفی فرمائی مثلاً

۱۔ وہ خدا نہیں نہ اس کے بیٹے بلکہ وہ ان ہو الا عبدا انعمنا علیہ یعنی وہ خدا کے مقبول بندے تھے ان سے اعلان بھی کروایا کہ انی عبداللہ اتانی

الکتاب وجعلنی نبیا

۲۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هوالمسیح ابن مریم۔ (المائدہ ۱۷)

۳۔ یا اهل الكتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولو علی اللہ الا

الحق۔ انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ الّٰہی الی

مریم و روح منه فامنوا باللہ ورسولہ ولا تقولوا ثلثہ انتہوا

خیرالکم۔ انما اللہ الہ واحد سبحنہ ان یکون لہ ولد۔ لہ مافی

السموات وما فی الارض وکفی باللہ وکیلا النساء۱۷

ملاحظہ فرمائیے ان کے تمام عقائد پر تبصرہ فرماتے ہوئے مندرجہ ذیل نظریات

کی تردید فرمائی کہ

۱۔ مسیح انسان ہے خدا نہیں۔

۲۔ وہ خدا کا بیٹا نہیں بلکہ مریم کا بیٹا انسان ہے۔

۳۔ اور خدا کا برگزیدہ نبی ہے۔

تین خدا نہیں بلکہ انما اللہ الہ واحد خدا تو صرف ایک ہی ہے باقی سب اسکی

مخلوق ہے اس طرح عقیدہ صلیب کے متعلق وضاحت فرمادی کہ وما قتلوه وما

صلبوه کہ یہود نہ تو آپکو قتل کر سکے اور نہ ہی سولی پر چڑھا سکے گویا ان کے تمام

غلط نظریات کی موکہہ طور پر تردید فرمادی۔ مگر ان کے عقیدہ رفع جسمانی پر کوئی

تنبیہ نہیں فرمائی۔ بلکہ مزید تصدیق و تائید فرمادی کہ نبی رفعتک الی اور بل

رفعه اللہ ایہ جبکہ باقی عقائد کا نامزد فرمایا لیکن اسکا رد نہیں بلکہ انہی الفاظ میں

تصدیق فرمائی تو اس تقابل سے سو فیصد واضح ہو گیا کہ ان کا عقیدہ رفع جسمانی بالکل صحیح اور مطابق حقیقت ہے

فالحمد لله والمنه

نوٹ

ناظرین کرام اتنی وضاحت کے بعد اب مرزا صاحب نزول ایلیا کی مثال پیش نہیں کر سکتے کیونکہ اول تو وہ صرف بائبل کا بیان ہے جیسا کہ آگے وضاحت ہو گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ رفع و نزول مسیح کی طرح اس کی اتنی صراحت وضاحت نہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ بفرض صحت یوحنا کے ایلیا ہونے کی گواہی مقدس نبی نے ہی دی ہے جبکہ مثیل (مسیح) کے مصداق کی شہادت و تصدیق کسی نبی نے تو کجا کسی صدیق و صالح نے بھی نہیں دی بلکہ سب نے کھل کر مخالفت فرمائی ہے لہذا ایلیا کی مثال دینا سراسر جہالت و ضلالت ہے)

تیسرا دور۔ مسئلہ وفات مسیح قطعی الثبوت ہے

اس سے قبل جناب قادیانی صاحب مسئلہ حیات و وفات کو غیر اہم قرار دیکر اسے ایک فروغی امر تسلیم کر چکے ہیں اور اس کے بعد اسے ایک بنیادی اور اہم ترین نظریہ بھی قرار دے چکے ہیں اب اسی بنیاد کو مزید سے مزید اہمیت دیکر ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ فانظر كيف بين وفاة المسيح في كتابه ثم انظر هل يكون من البيان والشرح والايضاح والتصريح اكثر من هذا (حماتہ البشرى ص ۲۲ مندرج روحانی خزائن ص ۲۰۴ ج ۷)

ترجمہ سو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی وضاحت سے وفات مسیح کو اپنی کتاب میں بیان فرما دیا ہے پھر دیکھو کیا اس سے واضح صاف تفصیل و تصریح سے بڑھ کر کچھ ہو سکتا ہے۔

۲۔ دوسری جگہ لکھا کہ

کہ وفات مسیح تو قطعی اور یقینی نصوص سے ثابت ہے۔ (حماتہ البشرى ص ۵۶ خزائن ص ۲۵۲ ج ۷)

۳۔ ہم نے وفات مسیح کے بارہ میں قرآن مجید کی تیس آیات پیش کی ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۶۳۱ جنکی تفصیل ازالہ ص ۵۹۸ سے ص ۶۲۷ تک پھیلی ہوئی ہے۔)

۴۔ اعلم ان لوفاه حق ثابت بالنصوص اليقينية القطعينة

المقرآنيه ولحدیثیه آئینہ کمالات (ص ۵۵۲ و خزائن ص ۳۹۰ ج ۲۱)

۵۔ غرض تمام صحابہ کا اجماع حضرت عیسیٰ کی موت پر تھا بلکہ تمام

انبیاء کی موت پر منعقد ہو چکا ہے (حقیقتہ الوحی ص ۳۵ مثلہ ص ۳۳ و

ص ۳۰ و ایضا خزائن ص ۶۶۳ ج ۲۲ ضمیمہ براہین ص ۲۱۶ ج ۵ خزائن
ص ۳۹۱ ج ۲۱) وغیرہ

۶- ولما صعود عیسیٰ و نزوله فهو امر یکذبہ للعقل و کتب
اللہ الفرقان (الاستفصاح ۲۰ خزائن ص ۶۳۲ ج ۲۲ تحفہ گولڈویہ ص ۵۱
خزائن ۱۷۳ ج ۱)

۷- یہ عقیدہ کہ مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر چلا گیا۔ قرآن شریف
اور احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا صرف بے ہودہ اور بے
اصل اور متناقض روایات پر اس کی بنیاد معلوم ہوتی ہے (ازالہ اوہام
ص ۲۶۷ طبع لاہور (العیاض ہائند)

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیے جناب قادیانی جس طرح پہلے زور شور سے اور
ٹھوس ترین قرآن و حدیث کے متواتر حوالجات سے حیات مسیح کے لئے دلائل
فراہم کرتے تھے اب اسی زور کے ساتھ اس کے بالکل برعکس ان کی وفات پر
دلائل و براہین کا انبار لگا رہے ہیں قرآن مجید کی صرف ایک دو نہیں بلکہ پوری
تیس آیات وفات مسیح کے لئے پیش فرما رہے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا
یہ آیات پہلے بھی قرآن مجید میں تھیں یا اب نئی اتری ہیں جو پہلوں کو نظر نہ آئیں
اور آپ کو نظر آرہی ہیں یا کوئی اور ہی چکر ہے۔ ویسے ایسی کوئی بھی مثال اسلام
میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ بقول مرزا صاحب قرآن کا صحیح مفہوم ہر زمانہ
میں موجود رہا ہے اور رہنا چاہئے کیونکہ لانا نحن نزلنا الذکر وانا لعلحافظون

اعلان الہی ہے نیز مرزا صاحب نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ

دین کے بنیادی امور ہر زمانہ میں برابر شائع ہوتے رہے ہیں۔ کرامات
الصادقین ص ۲۰ مندرج خزائن ص ۶۳ طبع روہ ج ۱۰ نیز لکھا ہے کہ قرآن مجید کا
صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے (شعادۃ القرآن ص ۳۵ / ۴۵) تو فرمائیے جب
تمہارے ہاں وفات مسیح بنیادی مسئلہ ہے تو کیا ہر زمانہ میں اس تمہارے انداز کے
مطابق شائع ہوتا رہا ہے۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو ثبوت۔ اگر نہیں تو آپ کو
اب اس ہنگامہ آرائی کا کیا فائدہ؟ آپ کیوں ویتبع غیر سبیل المومنین کے

راستے پر چل کر نولہ مانولی و نصلہ جہنم کا مصداق بن رہے ہیں۔

مسئلہ حیات و نزول مسیح کا چوتھا قادیانی دور

اس سے قبل نمبر وار تین مرحلے مطالعہ کرنے کے بعد ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے جناب قادیانی ایک نیا ٹکونہ چھوڑتے ہیں کہ اس سے پہلے تیرہ سو سالہ عرصہ میں کسی بھی بڑے یا عام مسلمان پر یہ مسئلہ منکشف ہی نہ ہوا تھا بلکہ میں ہی وہ فرد واحد ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ بھید اور راز واضح فرمایا چنانچہ جناب قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ

کتنے ہی علوم و معارف تھے جو پچھلوں کے لئے باقی رکھے گئے۔ میرے رب نے مجھ پر کئی مخفی راز کھولے۔ اور کئی امور کے متعلق مجھے باخبر فرمایا۔ نیز مجھے اس صدی کا مجدد بھی مقرر فرمایا اور مجھے اپنے علوم میں بسط و وسعت سے نوازا اور اپنے مرسلین کا وارث کامل بنایا اس کے آثار تعلیم اور نوازشات تقسیم میں یہ بات خصوصیت کی حامل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام طبعی طور پر فوت ہو گئے ہیں۔ اور اپنے مرسل بھائیوں میں جا ملے۔ اور مجھے بشارت سنائی کہ تو ہی وہ مسیح ہے جس کے بھیجنے کا وعدہ تھا۔ اور وہی مہدی مسعود ہے جس کے لوگ منتظر ہیں کیونکہ ہم جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ پس تم کسی قسم کے شک و شبہ میں مبتلا نہ ہونا۔ اس نے فرمایا کہ ہم نے تجھے مسیح بن مریم بنایا ہے اس طرح اس نے اپنے مخفی بھید کی مر توڑ دی اور واقف حقیقت پر مجھے مطلع فرما دیا۔ مجھ پر یہ الہامات اور بشارات اس قدر تسلسل اور تواتر سے وارد ہوئے کہ میں بالکل مطمئن ہو گیا لیکن پھر بھی میں نے راہ احتیاط اختیار کرتے ہوئے کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا جو راہ سلامتی ہے تو میں نے اسے اس حقیقت پر شاہد لول پایا اور اس شہادت سے بڑھ کر اور کوئی شہادت واضح ہو سکتی ہے جو قرآن مجید نے اسی منوفیک کے ذریعے ادا کی پس خدا تعالیٰ موت سے قبل تیری راہ نمائی فرمائے اور تجھے صاحب بصیرت

بنائے۔ (اتمام الحجہ ص ۲ خزائن ص ۲۷۵ ج ۸

۲۔ دوسری جگہ تحریر فرمایا کہ

وعلمت من لدنه ان النزول فى اصل مفهومه حق ولكن ما فهم المسلمون حقيقته لان الله تعالى اراد اخفاءه فغلب قضاءه ومكره ابتلاء على الافهام فصرف (اصل مرت ہائے تھا) وجوہم عن الحقیقۃ الروحانیۃ الی الخیالات الجسمانیۃ فكانوا بها من القانین وبقى هذا الخبر مكتوما مستورا كما لحب فى السبله قزنا بعد قرن حتى جاء زماننا بذنا..... فكشف الله الحقیقۃ علينا (آئینہ كمالات ص ۵۵۲ و ص ۴۰۲ و ۴۰۵ و كرامات الصالحین ص ۳۸ خزائن ص ۸۰ ج ۷) وقال ايضا- يا اخوان هو الامر الذى اخفاه الله عن اعين القرون الاولى (ص ۳۲۹)

ترجمہ مجھے (من جانب اللہ) معلوم ہوا ہے کہ نزول اپنے اصل مفہوم میں برحق ہے لیکن تمام مسلمان اس کی حقیقت سمجھ نہ سکے (اصل مفہوم کا برحق ہونا اور پھر حقیقت کا معلوم نہ ہونا عجیب چکر ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے پھپھانا چاہا تھا لہذا اس کا یہ فیصلہ اور تدبیر غالب آگئی (کہ کوئی بھی اسے نہ سمجھ سکا) لوگوں کی توجہ اصل حقیقت روحانیہ سے ہٹادی گئی اور مادی خیالات کی طرف مبذول کر دی گئی تو وہ اسی پر اکتفا کر بیٹھے اور یہ خبر مکتوم و مستور ہی رہ گئی جیسے دانہ خوشہ میں مستور ہوتا ہے۔ پھر مدتوں تک یہی کیفیت رہی حتیٰ کہ ہمارا دور آ گیا تو اللہ نے ہم پر یہ راز افشا کر دیا۔ (ایضاً" خزائن ج ۲۲)

سلف صالحین اور مسئلہ حیات و نزول مسیح

مرزا صاحب کے ہاں جب یہ مسئلہ اتنا مخفی اور مستور تھا اور ادھر سلف صالحین اجماعی اور تواثر کے طور پر حیات و نزل جسمانی کے قائل چلے آ رہے ہیں تو پھر یہ لوگ بقول قلابانی شرک عظیم کے مرتکب ہوئے۔ قرآن و حدیث کے مخالف و منکر ہو گئے یہ تو بڑا عجیب اور سنگین معاملہ ہو گیا۔ لہذا مرزا صاحب اس کا حل یوں پیش کرتے ہیں کہ

۱۔ ما كان ايمان الا خیار من الصحابة والتابعين نزول المسيح

عليه السلام الاجماليا وکانو یومنون بالنزول اجماليا۔ (تحفه بغداد
مندرج خزائن ص ۹۸ ج ۷)

۲۔ واما سلف الصالح فماتکلموا فی هذه المسئله تفصيلا بل
آمنوا اجمالا بان المسيح عيسى بن مريم قد توفى (جماعۃ البشرى ص
۱۸ خزائن ص ۱۹۸ ج ۷) (وايضا ص ۳۱۲ ج ۷)۔

۳۔ مرزا صاحب سے پہلے اگر کسی نے مسیح کی آمد ثانی کا خیال کیا بھی ہے تو وہ
ان کی اجتنابی غلطی ہے ان سے اس پر کوئی مواخذہ نہ ہو گا۔ (حقیقتہ الوحی ص
۳۰ حاشیہ نیز ضمیمہ حقیقتہ الوحی ص ۴۲ و ۴۳ خزائن ص ۶۶۳ و ۶۶۶ ج ۲۲ ص ۱
خزائن ص ۶۶۸ ج ۲۲) وغیرہ

پھر یہ تبدیلی کیسے ہوئی؟

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ
عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہو گا۔ اور باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین
احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا (بالکل جھوٹ ہے) اور قرآن کی وہ
آیتیں جو پیشگوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں
میری طرف منسوب کر دیں۔ (براہین ص ۸۵ ج ۵ خزائن ص ۱۱۱ ج ۲۱)

ناظرین کرام بخوار ملاحظہ فرمائیے کہ جو عقیدہ پہلے قرآن مجید کی تیس آیات اور
اجماع صحابہ سے ثابت تھا وہ پھر ایک مخفی راز بن جاتا ہے۔ جو صرف اسی ذات
شریفہ پر منکشف ہوتا ہے۔ دیکھئے کیسا عجیب اور عظیم ٹھٹھ اور مذاح ہے مخلوق خدا
کے ساتھ بھلا ایسا کبھی ہوا بھی ہے کہ ایک مسئلہ قرآن مجید کی ایک دو نہیں بلکہ
تیس آیات سے ثابت ہو۔ تمام صحابہ اس پر متفق ہوں وہ پھر ایک بھید اور راز بن
جائے۔ ملاحظہ فرمائیے مسئلہ وضو جو اہل اسلام کے ہاں مسلسل اجماعی چلا آ رہا ہے
لیکن یہ صرف ایک ہی آیت سے ثابت ہوا ہے حرمت خمر بھی ایک ہی آیت سے
ثابت ہے مگر آج تک ایک فرد بھی اس میں مختلف نہیں۔ حرمت سود بھی ایک دو

آیات سے ثابت ہے مگر آج تک کسی بھی زمانہ میں کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا مگر حیرت ہے کہ مسئلہ وفات مسیح قرآن کی تیس آیات سے ثابت ہو۔ مگر وہ تیرہ سو سال تک بھید ہی رہے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟

در اصل بات یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب خود تو مراقی تھے ہی یہ اہل اسلام کو بھی بیوقوف بنا رہے ہیں محض اپنے ولی نعمت انگریز بہادر کی خوشنودی اور تکمیل اغراض کے لئے یہ تمام پاپز محض اسی لئے بیلے جا رہے ہیں

اس مسئلہ کا پانچواں پہلو

یہ عقیدہ اہل اسلام میں کیسے رونما ہوا؟

جناب آنجناب لکھتے ہیں کہ

۱- یہ عقیدہ (حیات نزول مسیح) اسلام میں صرف ان عیسائیوں کے ذریعے سے آیا جو ابتدائے اسلام میں مسلمان ہو گئے تھے (نام بھی بتا دیجئے) ورنہ قرآن شریف میں اس کا کہیں ذکر نہیں اور کسی صحیح حدیث میں بھی یہ ذکر نہیں کہ حضرت عیسیٰ بمع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے ہاں یہ ذکر ہے کہ عیسیٰ کے نام سے ایک شخص آنے والا ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۲۰۰ خزائن ص ۲۲۸ و ۲۲۹ ج ۲۳)

۲- بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ہمارے بھائی مسلمان کسی ایسے زمانے سے کہ جب سے بہت سے عیسائی دین اسلام میں داخل ہوئے ہوں گے اور کچھ کچھ حضرت مسیح کی نسبت اپنے مشرکانہ خیالات ساتھ لائے ہوں گے اس بیجا عظمت کے قائل ہو گئے ہیں جس کو قرآن شریف تسلیم نہیں کرتا اس لئے خاص طور پر مسیح کی تعریف کے بارہ میں ان میں حد موزوں سے زیادہ غلو پایا جاتا ہے۔ (ازالہ ص ۲۵۳)

۳- مرزا صاحب نے کہیں ان عیسائی خواتین کو اس عقیدہ کے پھیلنے کا موجب قرار دیا ہے جن سے مسلمانوں نے شادی کر لی تھی۔ خدا جانے وہ کونسی اور کتنی تعدلوں میں تھیں؟ چند ایک کا نام لیا ہوتا

یا اخوة اسلام آپ یہ تمام۔ قلوبانی چکر بازی ملاحظہ فرمائیے کہ

۱۔ پہلے حیات و نزول مسیح کو جسمانی طور پر از روئے قرآن مجید و احادیث صحیحہ کثیرہ تسلیم کیا

۲۔ پھر اس کے بالکل برعکس وقت مسیح کو قرآن و حدیث سے ثابت شدہ اجماعی عقیدہ تسلیم کیا

۳۔ پھر اس کو ایک مخفی راز قرار دیا جو کہ صرف انہی پر منکشف ہوا

۴۔ پہلے اس کو ایک غیر اہم نظریہ قرار دیا پھر اسے ایک بنیادی امر تسلیم کیا

۵۔ پہلے نمبر کے خلاف یہ قرآن و حدیث سے نہیں بلکہ ابتدائی نو مسلم

عیسائیوں کے ذریعے اسلام میں آیا پھر لکھا کہ عیسائی عورتوں کے ذریعے سے آیا۔

۱۔ فرمائیے اس کے کس نظریے کو تسلیم کیا جائے؟ یہاں تو تناقض و تضاد ہی نظر

آ رہا ہے اور مرزا صاحب خود متناقض الکلام والے کو مجبوظ الحواس اور پاگل قرار

دیتے ہیں۔

اب بتائیے کہ کیا ہم اس پاگل کے کہنے پر اپنے راستباز سلف صالحین کا دامن چھوڑ

دیں گے؟

قلوبانی کی ایک اور عجیب چکر بازی تضاد و تناقض کا شاہکار

مرزا صاحب براہین احمدیہ میں مذکور عقیدہ آمد مسیح کے متعلق لکھتے ہیں کہ

اے نڈانو اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو اس اقرار میں کہاں لکھا ہے کہ یہ

(نزول مسیح اسرائیلی) خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں۔ اور مجھے کب دعویٰ ہے کہ

میں عالم الغیب ہوں جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ

سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے۔ تب تک میں اسی عقیدہ پر

قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے اسی وجہ سے کمال سادگی سے پہلے حضرت مسیح کے

دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے۔ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول

دی تو میں اس عقیدہ سے باز آ گیا..... اور مجھے بتایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور

حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ هو الذی ارسل

رسولہ تاہم یہ الہام جو براہین میں کھلے کھلے طور پر درج تھا خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی وجہ سے باوجود یہ کہ میں براہین میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا مگر پھر بھی میں نے بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین میں لکھ دیا۔

پھر میں قریباً ۱۲ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تو اتر سے اس بارہ میں الہامات ہوئے کہ میں ہی مسیح موعود ہو پس جب ان باتوں میں انتہا تک خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا کہ فاصدع بما نو مر یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو سنا دے..... میں براہین کی اس وحی کو نہ سمجھ سکا کہ وہ مجھے مسیح موعود بناتی ہے یہ میری سادگی تھی (خیمہ نزول المسیح المعروف بہ اعجاز احمدی ص ۶ و ۷ خزائن ص ۳۳ و ۳۴ ج ۱۹)

ملاحظہ فرمائیے کہ اس اقتباس میں صاف اور بار بار اعتراف ہے کہ باوجود الہام کے میں بے خبر اور غافل ہی رہا۔ مجھے پتہ نہ لگا۔ میں خدا کی وحی کو سمجھ نہ سکا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

اب اس کے برعکس سماعت فرمائیے

جناب قادیانی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

واللہ قد کنت اعلم من ایام مدیدہ انی قد جعلت المسیح بن مریم وانی نازل فی منزله ولكن اخفیت نظرا الی تاویلہ بل ما بدلت عقیدتی وکنت علیہا من المتمسکین و توقفت فی الاظہار عشر سنین (آئینہ کلمات ص ۵۵۱)

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں عرصہ طویل سے یہ بات خوب جانتا تھا (غافل اور بے خبر نہ تھا) کہ مجھے مسیح بن مریم بتلایا گیا ہے اور اب میں ہی اس کے قائم مقام

آیا لیکن بلوغ جاننے کے کسی تاویل کے پیش نظر اسے مخفی رکھا بلکہ میں نے اپنے عقیدہ سابقہ میں بالکل تبدیلی نہ کی بلکہ اسی پر ڈٹا رہا اور دس سال تک اس عقیدہ کے اظہار میں توقف کئے رہا۔ (وگذا لک فی کتابہ نجم الہدی ص ۱۱ مندرج در خزائن ص ۶۳ ج ۱۳) حالانکہ یہی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر میں اپنی وحی میں ایکدم بھی شک کروں تو کافر ہو جاؤں (خزائن ص ۳۱۲ ج ۲۰) مگر یہاں بارہ سال یہی موقف رہا۔

ناظرین کرام مندرجہ بالا دونوں اقتباس کا بغور مطالعہ فرمائیے۔ اور ملاحظہ فرمائیے کہ پہلے اقتباس میں اقرار ہے کہ باوجود وحی الہی کے میں بالکل بے خبر اور غافل رہا کہ میں کیا ہوں اور میں اس اسلفی عقیدہ پر ڈٹا رہا تا آنکہ بارہ برس کے بعد مجھ پر یہ حقیقت (وفات المسیح) واضح کی گئی۔ مگر دوسرے اقتباس میں اس کے بالکل الٹ حلفاً اقرار کیا جا رہا ہے کہ میں خوب جانت تھا کہ مسیح اصلی فوت ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ میں مقرر کیا گیا ہوں مگر کسی تاویل کی تلاش میں اس کا اظہار نہ کیا حتیٰ کہ دس سال تک اسی نلتوی رکھا۔ یہی مضموت نجم الہدی میں ہے۔

اب اصل حقیقت کیا ہے؟

ناظرین کرام یہ مختلف بیانات سب قادیانی کا دخل و فریب ہے یہ ذہول بے خبری اور غفلت کے سبب بہلنے ہیں یہ وحی الہی کا نزول بھی محض اس کا فراڈ اور مکاری ہے نہ اسے کوئی وحی ہوتی ہے نہ الہام۔ نہ ہی کوئی غفلت و ذہول کا مسئلہ ہے بلکہ اس نے سب کچھ پہلے ہی طے کیا ہوا تھا کہ ایسے ایسے نمبر وار اس اس بہانے سے دعویٰ کرتا ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت مرزا صاحب کی کتاب شلہ القرآن طبع لاہور کے ص ۶۱ سے بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ اس اعلان کی بنیاد ۱۳ برس پہلے ہی براہین میں رکھ دی گئی تھی اور اس کے متعلق اپنے الہامات شائع کر دیئے گئے تھے پھر مرحلہ وار اظہار و اعلان شائع کئے جلتے رہے نیز یہی مضمون خزائن ص ۶۸ ج ۲۱ میں بھی مندرج ہے۔ چنانچہ ایک دو جگہ پر مرزا صاحب یہ بھی درج کرتے ہیں کہ

اے برادران دین و علماء شرف متین آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو عام لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے پا کر براہین احمدیہ کے کئی مقالات پر بقتوح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سلت سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہو گا میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگا دے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سلت یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ کو خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں اور دوسرے کئی امور جن کی تصریح انہی رسالوں میں کر چکا ہوں میری زندگی کو مسیح بن مریم کی زندگی سے اتنی مشابہت ہے اور یہ بھی میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آتی کہ میں نے ان رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا جس کے آنے کی قرآن شریف میں اجلا اور احادیث میں تصریح بیان کیا گیا ہے کیونکہ میں پہلے ہی براہین میں بالتصریح لکھ چکا ہوں کہ میں وہی مثیل موعود ہوں جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر (نہ کہ جسمانی طور پر) قرآن اور احادیث میں دی گئی ہے۔ (ازالہ اوصاف ص ۱۹۰ و ۱۹۱ خزائن ص ۱۹۲ ج ۳) اسی مشابہت مسیح کو ایک اور مقام پر بڑی شدومد سے بیان کیا ہے۔ (آئینہ ص ۴۳۸) ث دیگر مقالات۔

ملاحظہ فرمائیے یہاں بھی اس نے صراحت سے آمد مسیح حقانی کو جسمانی طور پر تسلیم کیا ہے اور اپنے آپ کو ان کی تمہید کے طور پر محض کچھ مناسبت کی بنا پر ان کا مثیل قرار دیا ہے اور اس کو مسیح موعود کہنے والوں کو مفتری اور کذاب کہا ہے۔ اور یہ بات اس نے اپنے متواتر الہامات کی روشنی میں تحریر کی ہے لہذا اب اس کا بار بار اپنے آپ کو مسیح بن مریم قرار دینا کذب اور افتراء علی اللہ نہیں تو اور کیا ہو گا؟ پھر یہی مفہوم اس نے (ازالہ ص ۲۶۱) میں بھی ظاہر کیا ہے۔ اب فرمائیے کہ قلوبانی کے اس متعدد متضاد و متناقض دعویٰ اور متعدد پہلو دار بیانات کی

روشنی میں ہم یا دیگر کوئی فرد انسانی کسی ٹھوس حقیقت تک پہنچ سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ معمول عقل رکھنے والا بھی اس دجل و فریب کے پلندے کو گندگی کے ڈھیر پر پھینک کر امت کے اجماعی نظریہ کو ہی حرز جان بنائے گا کیونکہ اسی میں اس کی سلامتی ہے۔

مزید شگوفہ

وفات مسیح کے بعد مرزا صاحب اس کے لازمہ یعنی قبر مسیح کے بارہ میں بھی متضاد بیان دیتے ہیں۔ مثلاً کبھی کہتے ہیں کہ وہ گلیل میں جا کر فوت ہو گئے (ازالہ ص ۲۷۴ نیز رسالہ ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ص ۴۱)

۲۔ کبھی کہتے ہیں کہ ان کی قبر بلا دشام میں ہے اتمام الحجہ ص ۱۸ و ۱۹

۳۔ اور کبھی ان کی قبر سری نگر میں بتاتے ہیں (حقیقتہ الوحی ص ۱۰۱) فرمائیے کونسی بات پر اعتماد کیا جائے

۴۔ اسی طرح جناب مرزا صاحب کبھی یوں بیان کرتے ہیں کہ از روئے حدیث مسلم آنے والا مسیح موعود نبی بھی ہو گا کیونکہ مسلم میں کئی بار اسے نبی کہہ کر پکارا گیا ہے اور کبھی بحوالہ بخاری شریف لکھ دیتا ہے کہ امام بخاری بھی مسیح موعود کے متعلق صرف امام مسلم کہہ کر چپ ہو گئے ہیں یعنی وہ تمہارا امام ہو گا اور صرف مسلمان ہو گا اور کچھ نہیں (ازالہ اوہام ص ۹۵)

ایسے ہی کبھی مسیح کی عمر ۱۲۰ سال بتلاتا ہے (ایام الصلح ۱۳۳ خزائن ص ۳۸۹ ج ۱۳)

کبھی ۱۳۰ سال اور کبھی ۱۳۵ سال دیکھتے مسیح (ہندوستان میں ص ۵۳ خزائن ص ۵۵ ج ۱۵ تریاق القلوب ص ۳۵) اور کبھی ۱۵۳ سال بھی کہہ ڈالتا ہے۔ (تذکرۃ الشعلاتین ص ۲۷ خزائن ص ۲۹ ج ۲۰)

الفرض اصل عقیدہ اور اس کی تمام جزئیات تضاد و تناقض کی شکار ہیں لہذا دریں صورت ایسی تحریرات سے کوئی نظریہ ثابت نہیں کیا جاسکتا ہاں ایسی تحریرات سے مرزا کی مخبوط الحواسی اور پاگل پن ضرور واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

ایک اور عجیب حوالہ

یہ سامنے آیا ہے کہ جناب مرزا صاحب اعلان کرتے ہیں۔ کہ اللہ نے مجھے پہلے مسیح موعود بنایا چونکہ مسیح پیار و محبت کے پیکر تھے جس سے لوگ متنبہ نہ ہو سکے آخر خدا تعالیٰ نے اس نرم خو عیسیٰ کو جلالیت میں لا کر موسیٰ بنا دیا کہ عیسیٰ سے لوگ کچھ بھی نہ متوجہ ہوئے لہذا اب منظر جلال حضرت موسیٰ کے منصب پر فائز کر دیا ہے۔ (خلاصہ تتمہ حقیقتہ الوحی ص ۸۴ و ۸۵)

گویا حضرت مسیح نہایت حلیم اور نرم مزاج تھے اس لئے ان کی تبلیغ اور جدوجہد سے عوام کچھ بھی متاثر نہ ہوئے تو پھر خدا نے دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اسی بناؤنی مسیح (مرزا قادیانی) کو اور ہل کر کے نہایت جلالیت اور دبدبہ والے مزاج اور خو سے بدل دیا۔ تاکہ مطلوبہ اغراض و مقاصد حاصل ہو سکیں۔ لیکن مراقی صاحب یہ بھول گئے کہ ابتدا میں تو انہوں نے حقیقی مسیح کو انہی جلالی اور قہری صفات کا حامل تحریر فرمایا تھا۔ (براہین احمدیہ) پھر خدا جانے کہ اس نے اس اصل صاحب جلال مسیح کی جگہ اس خشکی مزاج حلیم الطبع اور بے اثر بناؤنی مسیح کو کیوں مقرر کر دیا؟ جو کہ مدت تک اپنے حلم و شفقت کے ناکام جلوے دکھا دکھا کر گزارا کرتا رہا آخر اسے جلالی مزاج بنا کر برنگ موسیٰ ظاہر کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑا شاید کوئی قادیانی جیالا اس الجھن کو دور کر سکے۔

ناظرین کرام مندرجہ بالا تفصیل سے آپ بخوبی معلوم کر چکے ہوں گے کہ قادیانیت قدم قدم پر تضاد و تناقض کا مرقع اور ملفوظہ ہے۔ لہذا جو شخص کسی نظریہ کو مرزا صاحب کے کہنے پر قبول کرتا ہے وہ سراسر غلطی اور گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا لہذا ہم قادیانیت کے جل میں پھنسے ہوئے افراد انسانی سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اس دجل و فریب کے چکر سے نکل کر اسلام کے صراطِ مستقیم کی طرف جلد از جلد پیش رفت کیجئے ورنہ عاقبت مخدوش ہے۔

ایک اور قادیانی شگوفہ

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

اب رہا یہ امر کہ کسی نبی کا اپنے پیغمبروں کی مشیل ٹھہرانا عنہ الشرع جائز ہے یا

نہیں؟ پس واضح ہو کہ درحقیقت اگر غور کر کے دیکھو تو جس قدر انبیاء دنیا میں بھیجے گئے ہیں وہ اس غرض سے بھیجے گئے ہیں تاکہ لوگ ان کے مثل بننے کی کوشش کریں اگر ہم ان کی پیروی کرنے سے ان کے مثل نہیں بن سکتے بلکہ ایسے خیال سے انسان کافر طح بن جاتا ہے تو اس صورت میں انبیاء کا آنا عبث اور ہمارا ان پر ایمان لانا بھی عبث ہے۔ (دیکھئے ازالہ اوہام ص ۲۵۶ خزائن ص ۲۲۹ ج ۳) طبع لاہور مگر یہ نہیں بتایا کہ کس کس نبی کے مثیلوں نے ایسے دعویٰ بھی کر کے دنیا میں تم جیسا اوہم چلایا تھا۔
دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جن کے نام آسمان پر نبیوں کے نام پر ہوتے ہیں کیونکہ وہ بندے انبیاء کے ساتھ اپنے جواہر اور طبائع میں مشابہ ہوتے ہیں اور وہ ان کے انوار حاصل کرتے ہیں اور انہی کے اخلاق و عادات پر پیدا ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے مورثوں کا وارث قرار دیدیتا ہے اور ان کو ان کے مورث کے نام پر بلاتا ہے ارواح کو باہمی مناسبت ہوتی ہے جن کی حقیقت کا اور اک مشکل ہے پس جو لوگ باہمی متناسب الطبع ہوتے ہیں وہ ایک ہی فرد شمار ہوتے ہیں اور ان پر ایک دوسرے کے نام استعمال ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا دستور ایسے ہی جلد آتا ہے اسی بنا پر سنت الہی یوں جاری ہے کہ وہ بعض اولیا کو بعض انبیاء کے نقش قدم پر بھیجتا ہے اس ولی کا نام ملاء علی میں اس نبی کے نام پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس ولی پر اس نبی کے روحانی بھید۔ اس کے جوہر کی حقیقت صفائی سیرت اور اس کی عادات نازل فرماتا ہے اور اس کے جوہر کو اس نبی کے جوہر سے متحد کر دیتا ہے اور اس کی طبیعت کو نبی کی طبیعت سے متفق کر دیتا ہے اور اس کو اس نبی کا نام بھی دے دیتا ہے انکو ہم ارادہ ہم توجہ اور ہم مقاصد بنا دیتا ہے اور ان دونوں کو آمنے سامنے شیشوں کی طرح کر دیتا ہے جو کہ طلب فیض اور افاضہ فیض میں شینی واحد ہوتے ہیں..... اسی راز اور بھید کی بنا پر اللہ نے مجھے مسیح موعود کے لقب سے نوازا ہے فتفکروا فی اسر ولا تکونوا من

ناظرین کریم ملاحظہ فرمائیے کہ آنجناب نے بات کہاں سے کہاں تک پہنچا دی۔ کہ اولیا کو انبیاء کے ساتھ بعض صفت میں مناسبت اور توافق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اولیا ان انبیاء کے اسماء سے موسوم ہو جاتے ہیں (ملا اعلیٰ میں) پھر یہ ملا علی کا بھید بیان کرتے کرتے اپنے آپ کو اسی نکتہ میں سمو کر اپنا نام مسیح موعود بھی کرالیا۔ جب کہ اس قسم کے اتحاد اسم کی عالم خارج میں کوئی مثل نہیں ہے مرزا سے پہلے کوئی پر بھی ابراہیم کے مقام پر اور سچا مثل ظاہر نہیں ہوا۔ کہ اس نے یہ دعویٰ کیا ہوا مناظرے کئے ہوں چیخ اور مباہلے کئے ہوں۔ نہ کوئی موسیٰ کے قدم پر آنے والا ولی موسویت کا مدعی ہوا ہے نہ کوئی سلمانی مرزا کا ایسے اختزاعی نکتوں سے مقصد صرف اپنا الو سیدھا کرنا مقصد ہے اور کچھ بھی مقصد نہیں۔

اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو یہ صرف ملا اعلیٰ کا مسئلہ ہے۔ جبکہ اس عالم ناسوت میں ان نبیوں کے مثل پہلے کبھی نہیں دیکھے یا سنے گئے اگر کوئی سوچ پاس ہوئے ہوں تو قادیانی ان کی نشاندہی فرمائیں پھر پہلے اقتباس کے ضمن میں جناب مرزا صاحب مشیلوں کا گروہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں تاکہ وہ بھی اس لبادے میں مکمل طور پر ظہور پذیر ہو سکیں۔ مگر یہ سب محض لفاظی ہے جو حقیقت سے یکسر خالی ہے بعد ازاں جناب مرزا صاحب آہستہ آہستہ مزید پیش رفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۱۔ بلاخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثل بن کر آئے کیونکہ نبیوں کے مثل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں (ازالہ ص ۱۵۵ خزائن ص ۱۷۹ و ۱۸۰ ج ۳)

دوسری جگہ لکھا کہ۔

۲۔ میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثل مسیح آجائیں۔ (ازالہ ص ۱۹۹)

۳۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے قطعی اور یقینی طور پر پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کیا ہے

کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ درست کر دے گا وہ ایسوں کو رستگاری بخشے گا... فرزند دہند گرامی دار جند مظہر الحق ولعلا کان اللہ نزل من السماء (ازالہ ص ۱۵۶ خزائن ص ۸۰ ج ۳)

۴۔ اس عذر کا جواب یہ ہے کہ اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ بھی آوے اور ممکن ہے کہ اول وہ دمشق میں ہی نازل ہو۔ (ازالہ ص ۲۹۴ و ۲۹۵ خزائن ص ۲۵۱ ج ۳)

۵۔ اب اگرچہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں اور نہ ایسے کمال تصریح سے خدا تعالیٰ نے میرے پر کھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثل مسیح پیدا نہیں ہو گا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثل مسیح پیدا ہو جائے۔ (ازالہ ص ۷۳ گویا حدیث میں مذکور عیسیٰ دمشق میں ضرور آئے گا۔)

۶۔ اگر اس حدیث کو ظاہر ہی پر حمل کریں تو ممکن ہے کہ کوئی مسیح ایسا بھی ہو کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے پاس مدفون ہو۔ (ازالہ ص ۷۰ ج ۳ صاحب ہمیں تو وہی مطلوب ہے)

ملاحظہ فرمائیے ان چھ اقتباسات میں جناب مرزا صاحب نے کیا کچھ کہ دیا ہے کہ سابقہ قاعدہ کی رو سے نبیوں کے مثل اور ہمنام مصاحبین ظاہر ہوتے رہتے ہیں چنانچہ اس ضابطہ کے تحت خدا نے مجھے بھی حضرت مسیح کا مثل بنایا ہے اور یہ مثیلیت صرف مجھ تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ سلسلہ آئندہ بھی چلتا رہے گا حتیٰ کہ ہزاروں مثل آئیں گے حتیٰ کہ کم از کم ایک تو لازماً میری ذریت سے بھی نزول اجلال فرمائے گا۔ جو کہ کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہو گا لہذا میرے اس دعویٰ مثل مسیح پر (نہ کہ مسیح موعود کے دعویٰ پر) برا فروختہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں دیکھو میں تو یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ دمشق والا مسیح بھی آجائے گا جو کہ

احادیث میں مذکورہ ظاہری علامتوں کا مصداق ہو گا حتیٰ کہ روضہ رسولؐ میں مدفون ہونے والا بھی آسکتا ہے میں تمہارے نظریات اور قرآن و حدیث میں ذکر کردہ مسیح موعود کے آنے کی نفی تو نہیں کرتا لہذا میرے خلاف اتنے اشتعال میں آنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ میں کوئی اصل مسیح کی آمد سے منکر تھوڑا ہوں اسکا تو میں قائل ہوں لیکن جناب من یہ سب اس کی محض مکاری اور حیلہ سازی وقت گزاری ہے قرآن و حدیث کے مطابق مسیح تو صرف ایک ہی آدمے گا جیسی کہ خود مرزا صاحب نے بھی کئی جگہ تصریح کی ہے۔ پھر یہ امکان تعدد کا کیا جواز ہے؟ اور اس کا کیا مفاد ہے؟ نیز ابھی تک اس امکان کا ایک بھی فرد عالم وجود میں نہیں آیا حتیٰ کہ اس کی ذریت سے بھی کوئی نہیں دھمکا۔ لہذا یہ سب فراڈ اور تماشہ ہے جو لوگوں کو نرم کرنے اور ورغلانے کے لئے دکھایا جا رہا ہے۔ تاکہ لوگ آہستہ آہستہ مانوس ہو جائیں۔ میرے دعویٰ پر زیادہ مشتعل نہ ہوں۔ اور میں آہستہ آہستہ اپنے لئے زمین ہموار کر لوں اور اصلی مسیح کی آمد کو محسوس کرتا جاؤں۔

ایک اور قادیانی ڈھکوسلہ

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

یہ ایک سرالٹی اور بھید کی بات ہے کہ جب کسی نبی اور رسول کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی شریعت بگڑ جاتی ہے تو امت اس نبی کی تعلیم میں گڑبڑ کر کے اصل تعلیم کو ضائع کر دیتی ہے اور خود نئی تعلیم و نظریات اختراع کر کے اس نبی کی طرف منسوب کر دیتی ہے تو ایسے حالات میں اس نبی کی روحانیت نہایت مضطرب ہو کر کسی اپنے نائب اور قائم مقام کا تقاضا کرتی ہے کہ جو دنیا میں ظہور پذیر ہو کر ان پر کئے گئے افتراآت اور غلط نسبتوں کا ازالہ کرے چنانچہ اسی ضابطہ کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت بھی عیسائیوں کے گمراہ ہو جانے پر دو دفعہ مضطرب ہوئی۔ پہلی دفعہ اضطراب کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ پھر اس کے بعد عیسائی گمراہی میں مزید بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کا ہم نام بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ وہ دقیق معرفت ہے کہ جو بذریعہ کشف اس عاجز پر

کھلی اور یہ بھی کھلا کہ یوں مقدر ہے کہ ایک زمانہ گزرنے کے بعد پھر دنیا میں فساد اور شرک اور ظلم عود کر آئے گا اور بعض بعض کو کیرٹوں کی طرح کھائیں گے اور جاہلیت غلبہ کرے گی اور دوبارہ مسیح کی پرستش شروع ہو جائے گی اور مخلوق کو خدا بنانے کی جاہلیت بڑے زور سے پھیلے گی اور یہ سب فساد عیسائی مذہب سے اس آخری زمانہ کے آخری حصہ میں دنیا میں پھیلیں گے تب پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آکر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی تو ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہو کر اس زمانہ کا خاتمہ ہو گا تب آخر ہو گا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی امت کی تلائق کر تو توں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کے لئے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ (پہلے دو مرتبہ لکھا تھا) دنیا میں نازل ہو دیکھئے مرزا صاحب کی (کتب آئینہ کلمات ص ۳۴۲ تا ۳۴۶ طبع ربوہ)

ملاحظہ فرمائیے مرزا صاحب پہلے مسیح کے ہزاروں مثیل بتا رہے تھے اب یہاں صرف تین پر اکتفا کر گئے مگر ترتیب عجیب یہ رکھی کہ پہلے . مثیل خاتم الانبیاء تھے دوسرا میں ہوں تیسرا مثیل آخر میں آئے گا۔ اب خدا جانے وہ کب آئے اور کس نام سے آئے گا۔ نیز جب یہ قائم مقام اس نبی کے ہمنام آتے ہیں تو آنحضورؐ کا اسم گرامی کیوں نہ آپ (مسیح) کے نام کے موافق رکھا گیا۔ صرف مرزا صاحب کا نام ہی مسیح موعود قرار پانے کی کیا خصوصیات ہیں؟ آخر بی مثیل کا نام بھی ظاہر نہیں کیا ممکن ہے کہ وہی اصل مسیح موعود ہوں اور مرزا صاحب محض اپنا الو سیدھا رکھنے کے لئے اس کا نام نہ لیتے ہوں؟ یا اخوة الاسلام۔ قادیانیت کی حقیقت محض دجل و فریب ہے۔ ابتداء و اختراع ہے بے اصولی اور بے ضابطگی ہے۔ خود ہی ایک اصول گھڑتے ہیں اور خود ہی اس پر استواری کرنے لگتے ہیں مگر بد قسمتی سے وہ استواری جب مطابقت نہیں کرتی تو اس میں مزید دجل و فریب کا مسلہ لگا کر سنوارنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر سب بے سود و بے کار۔

ملاحظہ فرمائیے اس اقتباس میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح کا قائم مقام قرار دیدیا اور اپنے آپ کو بھی۔ تو گویا دونوں مسیح کے نائب ہو کر ہم مرتبہ اور ہم مقصد ہو گئے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ جب کہ مرزا صاحب بیشتر

مقامت پر آنحضور کو مثیل موسیٰ لکھتے ہیں اور کہیں ابراہیم کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ یا اللعجب

یہ ہے قلوبانیت اور اس کا فلسفہ

اب ملاحظہ فرمائیے کہ ایک مسئلہ حیات و نزول مسیح کے متعلق مرزا صاحب نے اتنے پلٹے کھلے ہیں اتنے پہلو دار انداز میں اس مسئلہ کو پیش کیا ہے۔ کیا کوئی ذی ہوش انسان اس گڑ بڑ اور تضاد و تناقض سے بھرپور لڑیچر سے کسی صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے؟ اس بنا پر میں کہتا ہوں کہ جو انسان کوئی نظریہ قلوبانیت کے حوالہ سے اختیار کرتا ہے اس سے بڑا احمق اور جاہل کوئی نہیں ہو سکتا مرزا صاحب نے اس مسئلہ کی طرح دیگر مسائل بھی اس طرح پہلو وار ہی پیش کئے ہیں ان کا کوئی نظریہ اور مسئلہ یکجہتی سے مانوس نہیں بلکہ ہر جگہ تضاد و تناقض کی بھرمار ہے جو کہ اس کے باطل ہونے کا عظیم برہان ہے۔ لہذا ایسے عیار قلم کار سے بچنے میں ہی سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر فرد انسانی کو یہ نعمت سلامتی نصیب فرمائے

مندرجہ بالا تمہید گفتگو کے بعد بندہ خادم قادیانیوں کے خصوص دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہے مگر اس سے پہلے چند مسلمہ اصول و ضوابط کا ذکر ضروری ہے جن کی روشنی میں قادیانی دلائل کی صحیح پوزیشن واضح ہو جائے گی اور قادیانیوں کی پیش کردہ آیات فرقانیہ کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔ لہذا ذیل میں قادیانیوں کے ساتھ گفتگو کو با مقصد بنانے کے لئے چند راہنما اصول ملاحظہ فرمائیے۔

ضابطہ ۱۔ قرآن مجید کے وہ معانی اور مطالب سب سے زیادہ قابل قبول ہوں گے جن کی تائید قرآن شریف ہی میں دوسری آیات سے ہوتی ہو یعنی شواہد قرآنی (دیکھئے مرزا صاحب کی کتاب برکت الدعاء ص ۱۳ تالیف مرزا صاحب قادیانی)

ضابطہ ۲۔ دوسرا معیار تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس میں شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن مجید کے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے پس اگر آنحضرت ﷺ سے تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول کر لے نہیں تو اس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہے۔ (برکت الدعاء ص ۱۳ تا ۱۵)

ضابطہ ۳۔ تیسرا معیار صحابہؓ کی تفسیر ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نوروں کو حاصل کرنے والے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الہی ان کی قوت مدد کے ساتھ تھی کیونکہ ابن کاتب نے کہا کہ ان کا مال (ظاہر) بلکہ حال تھا۔ حوالہ مذکور

ضابطہ ۴۔ پھر اگر کسی وقت کلام اللہ اور حدیث رسولؐ کے سمجھنے میں اختلاف رونما ہو جائے اور خلقت گمراہ ہونے لگے تو اللہ نے اس کے لئے ہر صدی میں ایسے علمائے ربانی پیدا فرمانے کا انتظام فرما رکھا ہے جو اختلافی مسائل کو خدا اور رسول کی منشا کے مطابق واضح کرتے رہتے ہیں چنانچہ سید المرسلینؐ کا ارشاد ہے۔

يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين
وانتهال المبطلين وتاويل الجاهليين۔ مشکوٰۃ ص ۳۶

۲۔ ان اللہ يبعث لہذہ الامتہ علی راس کل مائتہ من یجدد
لہا دینہا
ص ۳۶

۳۔ لا تزال طائفة امتی قائمتہ بامر اللہ لایضرہم من خزلہم ولا من
خالفہم حتی بانئ امر اللہ وہم علی ذالک۔ متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۸۳

شان مجددین کاریانی نظر میں

جناب مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کہ

۱۔ جو لوگ خدا کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ ترے استخوان
فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی
طور پر آنجنابؐ کے خلیفہ ہوتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے
جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں۔ (فتح الاسلام ص ۹ خزائن ص ۷ ج ۳)
دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

۲۔ مجدد کا علوم لدنیہ و آیات سماویہ کے ساتھ آنا ضروری ہے۔ (ازالہ ص ۱۵۳
خزائن ص ۱۷۹ ج ۳)
تیسری جگہ لکھا کہ

۳۔ مجدد لوگ دین میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے گمشدہ دین پھر دلوں میں قائم
کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں۔ خدا کے حکم سے
انحراف ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ من کفر بعد ذالک فاولک ہم الفاسقون۔ بعض
جہاں کہا کرتے ہیں کہ کیا ہم پر اولیا کا ماننا فرض ہے۔ سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے
شک فرض ہے ان کی مخالفت کرنے والے فاسق ہیں۔ (شموٰۃ القرآن ص ۳۶ طبع

لاہور خزانن ص ۳۳۹ ج ۶)

چوتھی جگہ لکھتے ہیں کہ

۳۔ ایسے آکبر و آئمہ جن کو فہم قرآن عطا ہوتا ہے جنہوں نے قرآن شریف کے اجمالی مقالات کی احادیث نبویہ کی مدد سے تفسیر کر کے خدا کے پاک کلام اور پاک تعلیم کی ہر زمانہ میں تحریف معنوی سے محفوظ رکھا۔ (ایام الصلح ص ۵۵ خزانن

ص ۲۸۸ ج ۱۳)

پانچویں جگہ لکھا کہ

۵۔ مجدد مجملات کی تفسیر کرتا اور کتاب اللہ کے معارف بیان کرتا ہے۔ (روحانی

خزانن ص ۲۹۰ ج ۷)

چھٹی جگہ لکھا کہ

۶۔ مجدد خدا تعالیٰ کی تجلیات کے مظہر ہوتے ہیں۔ (سراج: ۱) کے چار سوالوں

کے جوابات ص ۱۵ خزانن ص ۳۳۱ ج ۳)

ضابطہ ۵۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

نصوص (قرآن و حدیث کے واضح المفہوم الفاظ) کو ظاہری معنی پر محمول

کرنے پر اجماع ہے۔ (ازالہ ص ۳۰۹ خزانن ص ۳) النصوص یحمل علی

ظواہرہا۔ (ازالہ ص ۵۳۰ خزانن ص ۳۹۰)

۳ ج ۱۰

نیز لکھا کہ

والقسم بیدل علی الخبیر محمول علی الظاہر لا تاویل رقیہ ولا اشنا والا

فای فائدہ کانت فی ذکر القم۔ (حماۃ البشری ص ۱۳ خزانن ص ۱۹۲ ج ۷)

ضابطہ ۶۔ جو شخص کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے تو اس پر خدا اور اس کے

فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرا مقصود ہے اور

یہی میرا مدعا ہے۔ مجھے اپنی قوم سے اصوا، اجماعی میں کوئی اختلاف نہیں۔ (انجام

آئقم ص ۱۲۴ خزائن ص ۱۲۴ ج ۱۱)

ضابطہ ۷۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

مومن کا کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے۔ من فسر القرآن برائے فہو

لیس بمومن بل هو اخ الشيطان۔ (اتمام الحجۃ ص ۴ خزائن ص ۲۴۶ ج ۸)

(ازالہ اوہام ص ۱۳۷) یہ ضابطہ اس حدیث پاک کے تحت ہے کہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قل فی القرآن برایہ بغیر علم فلیتبتوا

مقصده من النار۔ (ابوداؤد۔ الاتفاق للسیوطی ص ۱۷۹ ج ۶ و مشکوٰۃ ص ۳۵)

ضابطہ ۸۔ سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں

آنے والی ذریت کو مانی پڑتی ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۳۷۴ و ۳۷۵ خزائن ص ۲۹۳

ج ۳) اس کے برعکس (ص ۳۸۹ ج ۳ ازالہ ص ۵۳۸)

ضابطہ ۹۔ قادیانیوں کی ایک مشہور کتاب عسل مصفی از مرزا خدا بخش قادیانی

ہے جس کا ایک ایک لفظ مرزا صاحب نے سن کر مصنف کو داد دی تھی۔ لاہوری

اور قادیانی دونوں گروہوں کی تصریقات اس پر موجود ہیں خاص کر مرزا بشیر الدین

اور محمد علی لاہوری کی۔ اس کے جلد اول کے پانچویں باب کی فصل اول میں گذشتہ

تیرہ صدیوں کے مجددین کی باحوالہ فہرست دی گئی ہے۔ مختصراً "سماعت فرمائیے۔"

پہلی صدی کے مجدد۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ قاسم۔ کھول۔ سالم۔ کل چار

افراد

دوسری صدی کے مجدد۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل۔ یحییٰ بن معین وغیرہ

کل ۱۲

تیسری صدی کے مجدد۔ امام طحاوی۔ احمد بن شعیب نسائی وغیرہ کل ۱۰ افراد

چوتھی صدی کے مجدد۔ امام ابو بکر باللالی۔ امام حاکم نیشاپوری۔ وغیرہ کل ۱۱ افراد

پانچویں صدی کے مجدد۔ امام غزالی۔ امام سرخسی وغیرہ کل ۶ افراد

چھٹی صدی کے مجدد۔ امام رازی۔ ابن کثیر۔ حافظ ابن جوزی کل ۷ افراد
ساتویں صدی کے مجدد۔ امام ابن تیمیہ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی وغیرہ
کل ۷ افراد

آٹھویں صدی کے مجدد۔ حافظ ابن حجر عسقلانی۔ حافظ زین الدین عراقی وغیرہ ۴
افراد

نویں صدی کے مجدد۔ امام جلال الدین السیوطی۔ امام سخاوی وغیرہ کل ۳ افراد
دسویں صدی کے مجدد۔ ملا علی القاری۔ علامہ محمد طاہر گجراتی۔ علی متقی کل ۳
افراد

گیارھویں صدی کے مجدد۔ اورنگ زیب عالمگیر۔ مجدد الف ثانی۔ آدم بنوری
کل ۳ افراد

بارھویں صدی کے مجدد۔ محمد بن عبد الوہاب۔ شاہ ولی اللہ۔ امام شوکانی وغیرہ
کل ۷ افراد

تیرھویں صدی کے مجدد۔ سید احمد شہد۔ شاہ اسماعیل شہید۔ شاہ عبدالعزیز۔
شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبدالقادر رحمہم اللہ یہ کل ۸۲ مجددین کی فہرست ہے۔
ضابطہ ۱۰۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

فانسلو اہل الذکر ان کنتم ل انعلمون۔ یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ
ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے
واقعات پر نظر ڈالو تاکہ اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔ (ازالہ ص ۶۱۶ خزائن
۳۳۳ ج ۳)

نیز لکھا ہے کہ

زبردستی سے یہ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ ساری کتابیں (تورہ و انجیل) محرف
اور مبطل ہیں بلاشبہ ان مقالات (رفع و نزول دیگر صحیح پیشگوئیاں ناقل) سے

تحریف کا کچھ تعلق نہیں اور دونوں فریق یہود و نصاریٰ ان مقامات کی صحت کے قائل ہیں اور پھر ہمارے امام الحدیثین حضرت اسمعیل صاحب (اصل محمد بن اسمعیل ہے) اپنی صحیح بخاری میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کوئی لفظی تحریف نہیں ہوتی۔ (ازالہ ص ۲۷۳) اکثر توراہ مطابق قرآن ہے۔ (ازالہ ص ۵۷۶) انجیل برنباس نہایت معتبر تفسیر ہے۔ (سرمہ چشمہ آریہ ص ۱۸۲-۱۷۸)

ضابطہ ۱۱۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۰ بمطابق ۱۳۰۰ھ میں مجدد اور مامور من اللہ اور ملہم ہونے کا دعویٰ کیا تھا چنانچہ خود لکھتے ہیں کہ

کتاب براہین احمدیہ جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مولف نے ملہم اور مامور من اللہ ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے اور مولف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔ (تبلیغ رسالت ص ۱۳ و ۱۵ ج ۱) (ازالہ ص ۱۸۵-۱۸۶ مفہوم)

ضابطہ ۱۲۔ قرآن مجید کے حروف و الفاظ کی طرح اس کا مفہوم بھی ہر زمانہ میں موجود اور محفوظ رہا ہے۔ لہذا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے بموجب خدا نے ہر زمانہ میں قرآن مجید کے الفاظ۔ معانی اور مفہوم کی حفاظت علی وجہ الکمال کرائی ہے۔ (شہادہ القرآن ص ۳۵ و ۴۵۔ ایام الصلح ص ۵۵ خزائن ص ۲۸۸ ج ۱۳)

دوسری جگہ لکھا کہ

۲۔ مگر وہ باتیں جو مداد ایمان ہیں اور جن کے قبول کرنے اور جاننے سے ایک شخص مسلمان کہلا سکتا ہے وہ ہر زمانہ میں برابر شائع ہوتی رہیں۔ (کرامات الصادقین ص ۲۰ خزائن ص ۶۲ ج ۷)

۳۔ (مسلم مفہوم کے علاوہ) ایک نئے معنی اپنی طرف سے گھڑ لینا بھی تو الحاد و تحریف ہے خدا مسلمانوں کو اس سے بچائے۔ (ازالہ ص ۷۲۰ خزائن

(ص ۵۰۱ ج ۳)

ضابطہ ۱۵۔ کسی اجماعی عقیدہ سے انکار و انحراف موجب لعنت کلی ہے۔

(انجام آتھم ص ۱۳۳)

ضابطہ ۱۳۔ جو لوگ خدا سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر

سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کوئی

دلیری نہیں کرتے۔ (ازالہ اوہام ص ۱۹۸ خزائن ص ۱۹۷ ج)

ضابطہ ۱۲۔ ان اللہ لا پتر کنی علی خطا طرفتہ عین و یعصمی من

کل مین و یحفظنی من سبل الشیاطین (نور الحق ص ۸۶ خزائن ص ۲۷۲ ج

(۸

ناظرین کرام مندرجہ بالا ضوابط کو بغور ملاحظہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج

بالکل واضح ہیں۔

۱۔ اصل سند قرآن و حدیث ہے

۲۔ قرآن و حدیث کا وہی مفہوم معتبر ہو گا جس کی تائید شواہد قرآنی سے ہوتی

ہو نیز جسے خود صاحب وحی نے بیان فرمایا ہو۔

۳۔ کسی قرآنی آیت یا حدیث میں اختلاف کی صورت میں صحابہ کا فہم فیصلہ

حجت ہو گا۔

۴۔ کسی دینی نظریہ یا عقیدہ و عمل کا صحیح مفہوم و مصداق ہر زمانہ میں موجود رہا

ہے۔ کیونکہ خدا نے حفاظت دین کا ذمہ خود لیا ہے۔

۵۔ جو عقیدہ یا نظریہ عمد صحابہ سے چل کر آئمہ دین اور مجددین امت میں

یکساں مسلم ہو اس سے اختلاف و انحراف بے دینی اور گمراہی ہے۔

۶۔ مجددین امت خدا کی توفیق سے دین میں پیدا شدہ کمی بیشی (بدعات) کو دور

کر کے دوبارہ دین کی اصل میں پیش کر دیتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ

کوئی بھی دین کی صحیح بات آج تک غائب نہیں ہو سکی اور نہ ہی کوئی غلط بات اس میں داخل ہو سکی۔ امت مرحومہ جن اجماعی عقائد و اعمال پر قائم چلی آ رہی ہے وہی کامل اور صحیح دین ہے۔ نیز سلف خلف کے لئے بطور وکیل اور حجت ہوتے ہیں ان کے نصیے خلف کو لازماً ماننے پڑتے ہیں۔

۷۔ قرآن و حدیث کے نصوص کو ظاہر پر رکھنا فرض اور طریق ہدایت و صواب ہے۔ انکو کھینچ تن کر غلط تاویلات کرنا سراسر گمراہی ہے۔ (کما هو المذكور فی مکتوب نور دین ص ۸)

۸۔ قادیانیوں کی پیش کردہ فہرست مجددین سے واضح ہو رہا ہے کہ مجددیت کوئی ایسا منصب نہیں کہ جس کا دعویٰ کرنا مجدد کے لئے ضروری ہو بلکہ بسا اوقات خود مجدد کو اپنی حیثیت مجددیت کا علم تک نہیں ہوتا۔ بلکہ بعد کے لوگ ان کی خدمات دین اور کار کردگی ملاحظہ کر کے ان کو مجدد کا خطاب دیتے ہیں چنانچہ مندرجہ بالا مذکور مجددین میں سے کسی ایک نے بھی دعویٰ مجددیت کر کے اپنی الگ جماعت نہیں بنائی اور نہ ہی کوئی اس پر مناظرہ بازی کی۔ حتیٰ کہ ائمہ اربعہ نے بھی دعویٰ مجددیت و الہام کر کے کوئی جماعت بندی نہیں فرمائی کیونکہ دعویٰ تو صرف رسالت تک محدود ہے۔ لعنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صدی میں صرف ایک ہی مجدد نہیں آتا بلکہ متعدد بھی ہو سکتے ہیں بلکہ قادیانی لسٹ میں ایک کسی صدی میں بھی نہیں ہوا جیسا کہ غسل مصفیٰ کی وضاحت اور ارشادات نبوت سے واضح ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کوئی قادیانی یا فرد طلب حق کے لئے کسی بھی مسئلہ پر گفتگو زبانی یا تحریری کرنا چاہے تو ہم اسے مندرجہ بالا اصول و ضوابط کی روشنی میں نہایت فراخ دلی سے دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان اصولوں پر ہر وقت گفتگو کرنے کا مجاز ہے۔ اب قادیانیوں پر اخلاقی طور پر لازم ہے کہ اگر وہ واقعہ اپنے آپ کو صحیح تصور کرتے ہیں اور مرزا صاحب کو اپنی تعلیمات

میں سچا گلن کرتے ہیں تو وہ بڑی خوشی سے مندرجہ بالا اصولوں (جو کہ خود مرزا صاحب کے ہی پیش کردہ ہیں) کے تحت ہر موضوع پر گفتگو کر سکتے ہیں ہم صلوق و امین خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا خدام اور امتی وعدہ کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا اصولوں کے پابند طالب حق قادیانی کو اپنی شہادت پیش کرنے کا پورا پورا موقعہ دیں گے اور کسی قسم کی دھونس یا قانونی چارہ جوئی نہ کریں گے نیز اسے اپنے صحیح نام اور مکمل پتہ ظاہر کرنے پر واقعی مخلص اور حق جو بھی تسلیم کریں گے۔ ہماری اس با اصول اور مخلصانہ پیش کش کو بھی اگر ایک قادیانی صدق قلب سے طالب حق نہ ہو بلکہ محض اپنی انانیت پر اڑ کر مرغ کی رہب ہی ٹانگ بتاتا رہے تو ہم یہ حقیقت پالینے میں مجبور ہوں گے کہ ان لوگوں کو اپنی آخرت کی کوئی فکر نہیں محض جہالت اور ناعاقبت اندیشی پر گامزن ہو کر ابد ہلاکت اور غضب الہی کا شکار ہو رہے ہیں۔ بلکہ مزید خلق خدا کو دانستہ طور پر گمراہی کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں۔ اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھے اور تمام گم کردہ راہوں کو بھی ہدایت اور سعادت دارین سے نوازے۔ (آمین)

نوٹ

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مرزائی ضابطہ یہ ہے

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

پس حدیث کی قدر نہ کرنا گویا ایک عہد اسلام کا کٹ دینا ہے ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنت کی نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض جو قرآن کے مطابق یا مثلاً ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لئے لائق نہ ہوگی۔ (کشتی نوح ص ۵۸ خزائن ص ج ۱۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنی تائید و دعویٰ میں
کیوں بار بار ان کو پیش کرتا۔ (ازالہ اوہام ص ۸۸۳ خزائن ص ۵۸۲ ج ۳)

نزول مسیح کی متفقہ احادیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ

اور اگر یہ کہو کہ کیوں جائز نہیں کہ یہ تمام حدیثوں میں موضوع ہوں اور آنے
والا کوئی بھی نہ ہو تو میں کہتا ہوں کہ ایسا خیال بھی سراسر ظلم ہے۔ کیونکہ یہ
حدیث ایسے تو اتر کی حد تک پہنچ گئی ہیں کہ عند العقل ان کا کذب محال ہے اور
ایسے متواترات بدیہیات کے رنگ میں ہو جاتے ہیں۔ (ایام الصلح ص ۴۸ خزائن ص
۲۷۹ ج ۱۳)

نیز بخاری شریف کی اصح الکتاب بعد کتاب اللہ تو بار بار تحریر کرتے ہیں
مثلاً "خزائن ص ۲۶۹ و ص ۲۷۹ ج ۱۳" (ازالہ اوہام) وغیرہ

مسئلہ حیات و نزول مسیح حقانی دلائل قرآنیہ کی روشنی میں

یا اخو السلام۔ یہ حقیقت سو فیصد ذہن و قلب میں پختہ فرما لیجئے کہ
قادیانیت کو دین و مذہب کے ساتھ رتی بھر تعلق نہیں ہے یہ تو محض ایک پولیٹیکل
تحریک ہے جسے عالمی صیہونیت نے اپنے مکروہ اغراض و مقاصد کے لئے جنم دیکر
پروان چڑھایا ہے چنانچہ مفکر اسلام علامہ اقبال نے صاف فرمادیا تھا کہ
قادیانیت۔ یہودیت کا چہرہ ہے۔

جناب مرزا صاحب اور اس کی ذریت باطلہ نص اپنی پردہ داری کی غرض
سے چند مذہبی مسائل کو اختیار کرتے چلے آ رہے ہیں تاکہ مذہب کے پردہ میں
عوام الناس کو دین حق سے برگشتہ کیا جاسکے جیسے شیعہ نے محبت اہل بیت کا عنوان
اختیار کر کے اپنے مکروہ مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی اس طرح قادیانی مسئلہ

حیات و نزول مسیح تھانی اور مسئلہ ختم نبوت کی آڑ میں اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں چونکہ عوام الناس محض آیات قرآنیہ اور ان کی باطل تاویلات سن کر ان کی گمراہ کن باتوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اس بنا پر ان لوگوں نے یہ راستہ اختیار کر رکھا ہے ورنہ ان کو دین حق کی کسی بھی حقیقت کے ساتھ کوئی رابطہ اور واسطہ قطعاً نہیں ہے۔

چنانچہ یہ لوگ مسئلہ حیات و نزول مسیح (جو کہ ایک طے شدہ اور اجماعی مسئلہ تھا) میں چند الفاظ کے معنی اور مفہوم کو مشتبہ کر کے لوگوں کو درغلاتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کے بڑے بڑے عیار افراد نے کئی مناظرے کئے اور کتابیں لکھیں چنانچہ ان کی کتب میں سے ایک احمدیہ پاکٹ بک لکھی گئی۔ جس کا مسکت جواب ہمارے ایک ماہر عالم نے محمدیہ پاکٹ بک کے نام سے شائع کی جس کا آج تک جواب نہیں دے سکے اور نہ ہی ممکن ہے۔

اس کی بعد فیصل آہلو کے ایک قادیانی مبلغ قاضی نذیر احمد نے مزید اشکالات اور شبہات سے لبریز تعلیمی پاکٹ بک کے نام سے کتاب لکھی جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔

وجہ تالیف

بندہ خادم اپنی کم مائیگی کا معترف ہے مگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے محض حسن نظر فرماتے ہوئے ایک حاضری میں ارشاد فرمایا کہ اس تعلیمی پاکٹ بک کے حصہ حیات مسیح کا جواب لکھو۔ تو بندہ نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے حضرت کے ارشاد پر لبیک کہدی۔ پھر عرض کیا کہ حضرت میرے پاس تو وہ پاکٹ بک بھی موجود نہیں۔ تو فرمایا کہ ہم مرکز سے بھیج دیں گے چنانچہ حضرت نے چند ایام کے بعد اصل

کتاب کی فوٹو کاپی بنا کر بذریعہ ڈاک ارسال فرمادی۔ تو بندہ حقیر نے خدا کا نام لے کر آہستہ آہستہ اس پر کام شروع کر دیا۔ جس میں بوجہ تجربہ کاری کے کافی دقت بھی پیش آئی نیز حوالہ جاتی کتب کی بھی کافی کمی تھی مگر حضرت کی دعاؤں اور اس محاذ ختم نبوت کی برکت سے کام آہستہ آہستہ شروع کر دیا گیا جو چند ماہ کی محنت سے بحمد اللہ تعالیٰ بصورت حاضرہ مرتب ہو گیا۔

اب بندہ خلوم تعلیمی پاکٹ کی ترتیب سے ہی اس مسئلہ پر تفصیلاً "بع قدایانی اشکالات کے جوابات کے شروع کرتا ہے اللہ کریم مجھے اپنے فضل و کرم سے مسئلہ کی صحیح صحیح تفہیم کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

چونکہ قدایانی حیات و نزول کے مسئلہ کو بوجہ علمی مسئلہ ہونے کے بڑے جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں اور پھر وہ اپنی فرعونہ دلائل میں سے سب سے اول نمبر پر سورہ مائدہ کی آیت "اذ قل للہ یا عیسیٰ انت قلت للناس۔ بوجہ زیادہ مشکل ہونے کے سب سے پہلے پیش کر کے مغالطہ آمیزی کی کوشش کرتے ہیں لہذا بندہ خلوم بھی قاضی صاحب کی پیش کردہ آیات کو انہی کی ترتیب سے پیش کر کے ان کا صحیح مفہوم اور ان کے مغالطوں کا حل پیش کرتا ہے۔ وہ آیت کریمہ یوں ہیں کہ

و اذ قل للہ یعیسیٰ ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذنونی و لمی الہین من دون اللہ قل سبحانک ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلنہ فقد علمنہ تعلم ما فی نفسی و لا اعلم ما فی نفسک انک علام الغیوب ○ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم و کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم و انت علی کل شیء شہید ○ (المائدہ ۱۷۷ و ۱۷۸)

ترجمہ از قاضی صاحب اور جب کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں کو

کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو خدا کے سوا۔ تو (عیسیٰ نے) کہا پاک ہے تو ناممکن تھا میرے لئے کہ میں کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا اگر میں نے (ایسا) کہا ہو تو تجھے معلوم ہی ہو گا تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے یقیناً تو غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ عبلوت کرو اللہ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر نگران تھا اس وقت تک ہی جب تک میں ان میں موجود رہا پس جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر نگران ہے۔ (پاکٹ بک ص ۳۳ و ۴)

وجہ استدلال قادیانی

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کنت علیہم شہیدا ما مت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم سے ظاہر ہے کہ وہ جب تک اپنی قوم میں موجود رہے ان کی قوم نہیں بگڑی تھی کیونکہ اس وقت وہ ان پر نگران تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توفی کر لی تو پھر قیامت تک خدا ہی ان کی قوم کا نگران تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے بعد نگرانی نہیں کی۔ اس بیان سے واضح ہے کہ ان کی قوم سے علیحدگی جب توفی کے ذریعے ہو گئی تو توفی کے بعد وہ قوم میں دوبارہ نہیں آئے ہوں گے بلکہ وہ قیامت تک قوم کے بارہ میں کوئی مشاہداتی علم نہیں رکھتے ہوں گے۔ (پاکٹ بک ص ۵)

الجواب بعوان الوهاب العلام

مندرجہ بالا اقتباس قاتل جواب تو نہیں ہے۔ کیونکہ خود اسی میں اس کا جواب بھی موجود ہے جس طرح آئندہ سطور میں آپ پر واضح ہوتا جائے گا۔ (وہ

یوں کہ)

۱۔ قاضی صاحب نے آیت کریمہ کے مجموعی مفہوم میں کلنی گڑبڑ کر دی ہے اصل بات سے ہٹ کر دوسری بات کر رہے ہیں۔ کیونکہ آیت کا اصل یہ ہے کہ روز حشر مسیح کو برائے تو بیخ نصاریٰ یہ سوال ہو گا کہ انت قلت کہ آپ نے خود اپنی امت کو تین خدا بنانے کی تعلیم دی تھی۔ تو آپ جواب دیں گے کہ ماقلت لہم کہ میں نے ان کو کوئی ایسی تعلیم نہیں دی میں نے تو ان کو ان اعبدو اللہ ربی وربکم کی ہی تعلیم دی تھی۔ یہ سوال ہی نہیں ہو گا۔ کہ آپ کو اپنی قوم کے بگڑنے کا علم ہے یا نہیں؟ جب کہ قاضی صاحب بمع مرزا قادیانی اور امت قادیانیہ بار بار یہی راگ آلاپ کر آیت کے اصل مفہوم میں گڑبڑ کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔

۲۔ قاضی صاحب کا جملہ کسی قوم سے علیحدگی جب تو فی کے ذریعے ہو گی۔ ہمارے حق میں ہے اور فیصلہ کن اعتراف ہے جیسا کہ آئندہ واضح ہو گا۔

۳۔ قاضی صاحب کے جملہ ”وہ قوم میں دوبارہ نہیں آئے ہوں گے۔ بلکہ وہ قیامت تک قوم کے بارہ میں کوئی مشاہداتی علم نہیں رکھتے ہوں گے۔“ ”یہ ہوں گے وہ ہوں گے“ کے لفظ قادیانی موقف کی کمزوری ظاہر کر رہے ہیں کبھی نظریات و عقائد ”ہوں گے ہوں گے“ کے الفاظ سے بھی ثابت ہوا کرتے ہیں۔

بہر حال آپ اصل مسئلہ سمجھنے کے لئے نیز آیت کریمہ کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے سلف صالحین کے شمولات کے ساتھ دوبارہ مطالعہ فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ولذقل اللہ یعیسیٰ بن مریم ء انت قلت للناس اتخنونی ولمی الہین من دون اللہ قل سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق۔ و ان کنت قلنته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک لک ان علام

الغیوب ما قلت لهم الا ما امرتني به ان اعبدا الله ربى و ربكم و كنت
عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتنى كنت انت لى رقيب عليهم وانت
على كل شىء شهيد (المائدہ آخر)

ترجمہ از شاہ عبدالقادر دہلوی مجدد صدی سیزدہم اور جب کہ گا اللہ تعالیٰ اے
عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود
سوائے اللہ کے؟ بولا تو پاک ہے مجھ کو نہیں بن آتا کہ کہوں جو مجھ کو حق نہیں
پہنچتا اگر میں نے یہ کہا ہو گا تو تجھ کو خوب معلوم ہو گا تو جانتا ہے جو میرے جی میں
ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے برحق تو ہی ہے جانتا چھپی بات کو۔
میں نے نہیں کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کو اللہ کی جو رب ہے میرا اور
تمہارا اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے بھرا لیا تو
تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

یہی ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی اور یہی ترجمہ ان کے والد محترم شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی کا ہے۔ اور یہ تینوں بزرگ قادیانیوں کے ہاں مسلم مجدد ہیں۔ اور
بقول مرزا صاحب مجدد خدا کی وحی سے اور اس کے حکم سے بولتے ہیں اور یہ ہر
زمانہ میں خدا کے دین کو تازہ رکھتے ہیں لہذا ان کا ترجمہ و مفہوم بالکل برحق اور
صحیح ہو گا جس پر ایمان لانا فرض ہے اور ان سے انکار و انحراف کفر و فسق ہو گا۔ نیز
یہ نظریہ تمام سلف کی گواہی ہے جسے خلف کو ماننا ہی پڑتا ہے۔

اب ذیل میں قادیانی موقف کی روح رواں لفظ توفی کی بحث مفصل سماعت فرمائیے۔

مفہوم توفی مفسرین امت کے حوالہ سے

۱۔ قل ابیضادی۔ فلما توفیتنى۔ بالرفع الی السماء لقوله لى متوفیک

ورفعک الی والتوفی۔ انحلل شبی وغیبا و الموت توفی عنہ من ۱۹۴۱ ج ۱

٢ قل فى المظهرى وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتنى -
يعنى قبضتنى ورفعتنى اليكـ والتوفى اخذلىشى واقيا والموت نوع
منه

٣ وقال السيوطى- اذ قل لى يقول الله يعيسى فى اتيامته توبيخا
لقومه وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتنى قبضتنى بالرفع
الى السما جلالين ص ١١

٤ قل ابو سعود- واذا قل الله لى اذكر للناس وقت قول الله له عليه اسلام
فى الاخره توبيخا للكفرة وتبكيثالهم- فلما توفيتنى بالرفع الى
السما كما فى قوله تعبتى متوفيك وراقعك لى- فان التوفى
اخذلىشى واقيا ص ١٥٤ ج وومهم

٥ قل صاحب المدرك اذ قل- المجهور على ان هذا السؤل يكون يوم
القيامته كليله سباق الاية وسباقها وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم
(مدة كونى فيهم)

٦ قل ابن كثير فى تفسيره واذا قل الله هذا ايضا مما يخاطب الله به عبده و
رسوله عيسى بن مريم بحضرة من اتخذه ولمه الهين من دون الله (وهذا
تهديد للنصارى و توبيخ و تصريح فعلى رؤس الاشهاد و هكذا قاله
قتاده وغيره واستدل قتاده على ذلك بقوله هذا يوم ينفع الصادقين-

وايضا يستدل عليه "يوم يجمع المرسل فى ابتداء الركوع

٧ وقال القرطبى انما المعنى رفعتنى الى السما قل احسن لوفاه فى
كتاب الله على ثلثه لوجه - وفاه الموت و ذلك قوله الله يتوفى
الانفس حين موتها- يعنى وقت انقضا اجلها - ووفاه لنوم قل
وهولدى يتوفاكم بالليل ينيمكم ووفاة لرفع قل يا عيسى لى

متوفیک۔ ص ۳۷۷ ج ۶

۸ قل الامام الرزی فی الکبیر۔ وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم لی
کنت شہیدا علی ما یفعلون ما دمت مقیما فیہم فلما توفیتنی)
المراد منہ وفاء الرفع لی السماء من قوله لی متوفیک ورافعک لی۔ (

تفسیر کبیر ص ۳۷۳ ج ۳

۹ وقال العلامة الوسی فی روح المعالی توفیتنی لی قبضتنی بالرفع لی
لسمما کما فیل توفیت المل اذا قبضتہ وروی هذا عن الحسن وعلیلہ
الجمہور ص ۶۹ ج ۷ لاہور

۱۰ وقال الراغب فی مفرداتہ

(وفی) لوفی الذی بلغ التمام درہم واف وکیل واف ولوفیت الکیل
دلوزن قل تہ ودفوا الکیل اذا کلتم۔ وفی بعہدہ یعنی وفاء اذا تم العہد ولم
ینقص حفظہ واشتقاق صدہ وهو العنز یدل علی ذلک وهو لترك
والقرآن جاء بلوفی قل ولوفو بعہدی لوف بعہدکم وقول ابراہیم الذی
وفی فتوفیتہ انہ بزل المجهود فی جمیع ما طولب بہ مما اشار الیہ فی
قوله ان لله اشتری و اشار بقوله واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات تامنہن.....
وقد عبر عن الموت والتوم بالتوفی قل لله تعالی الله يتوفی الانفس حين
موتها وهو الذی يتوفاکم باللیل۔ قل يتوفاکم ملک الموت..... یا عیسی
لی متوفیک ورافعک لی وقد قیل توفی رفعته واختصاص۔ لا توفی
موت قل بن عباس توفی موت لانه لماته ثم احياه المفردات ص ۵۵۰

ترجمہ الوائی جو کہ کسی کام کو کھل کر دے کہا جاتا ہے درہم واف اور کیل واف
یعنی پورے درہم اور پورا تول اور (وافیت ا کیل والوزن) یعنی میں نے تول اور
وزن پورا کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولوفوا الکیل اذا کلتم کہ جب تم وزن کرو تو پورا

کرو۔ کہا جاتا ہے کہ (نبی . محمد) بعض اس نے اپنا عہد مکمل اور پورا کیا اور اس کی پابندی میں کچھ بھی کوتاہی نہ کی۔ وفی کی ضد جو غدر یعنی بد عہدی ہے۔ اس کے اس مفہوم پر واضح دلالت کرتا ہے۔ قرآن مجید نے باب افعال استعمال فرمایا ہے جیسے فرمایا کہ لوفوا بعہدی لوف بعدہکم یعنی تم میرا عہد (اطاعت و بندگی) پورا کرو میں تمہارا عہد (انعام و احسان) پورا کروں گا۔ اور حضرت ابراہیم کے متعلق جو آیا ہے الذی وفی تو ان کے توفی کا مصداق اس آیت میں ہے واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن گویا توفیتہ کا معنی اتمام یعنی پورا کرنا ہوا۔ اور کبھی توفی کی تعبیر موت سے بھی کی جاتی ہے نیز نیند سے بھی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا اور وھو الذی یتوفاکم باللیل۔ قل یتوفاکم ملک الموت و فیروہ

اور جو اللہ نے فرمایا ہے۔ یا عیسیٰ نبی متوفیک و رفعک لی تو اس کے مفہوم میں کہا گیا ہے کہ یہ توفی عظمت و اختصاص کی ہے یہ موت کی توفی نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہاں توفی موت کی مراد لی ہے لیکن ان کے نزدیک صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو پہلے تین گھڑی موت دیدی پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا (گویا وہ مسئلہ حیات و صبح سح میں ہمارے ہی ساتھ ہیں) حرف کیفیت رفع میں احتمال سا اختلاف کرتے ہیں۔

۱۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

و یوم برایشان نگاہ بان و امیکہ در میان ایشان بودم پس وقتی کہ پد گرفت مرا

تو بودی نگہبان برایشان۔ (ترجمہ القرآن از شاہ ولی اللہ

۱۲۔ صاحب جامع البیان لکھتے ہیں۔

فلما توفیتنی۔ رفعتنی من بینہم از تفسیر جامع البیان بر حاشیہ فتح البیان۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ تمام مجددین و مخلصین اور مفسرین لفظ توفی کے مفہوم پر متفق

ہیں۔ سب نے توفیسی کا مفہوم رخصتی ہی لیا ہے اور اگر کسی نے فونی کا معنی موت لیا بھی ہے تو اس نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اللہ نے پہلے مسیح کو چند ساعت مار دیا لیکن پھر زندہ کر کے آسمان پر لے گیا۔ گویا بجد غصری زندہ آسمان پر اٹھایا جانا سب تسلیم کرتے ہیں اور بعض نے لفظ توفی کو بمنزلہ جنس تسلیم کر کے اس کی تین انواع بیان کی ہیں۔ توفی بالجسد توفی بالنوم اور توفی بصورت امامت۔ اور تینوں ہی حسب قرینہ مراد جائیگی۔ چنانچہ ثالث کا استعمال عام ہے جیسا اللہ بتوفی الانفس حین مونتہا وغیرہ۔ دوم توفی بالنوم۔ وهو الذی یتوفکم باللیل یہاں لیل قرینہ ہے۔ لہذا معنی نیند ہو گا۔

سوم توفی بالجسد جیسے یا عیسیٰ انی متوفیک ورافک کہ اس میں قرینہ ورافک اور بل رفعہ اللہ ایہ ہے توفی کی یہ تقسیم مجدد صدی ہفتم امام رازی بن تیمیہ اور امام حسن سے واضح طور پر منقول ہے۔ نیز مسیح کے بارہ میں توفی بالنوم والا معنی بھی لیا جاسکتا ہے۔ کما هو المنقول عن لبعض۔ کہ اللہ نے بحالت نوم مسیح کو آسمان پر اٹھالیا۔ نیز خود مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ موت صرف اخراج الروح کا نام ہی نہیں بلکہ اس کا معنی نوم بھی ہے تو گویا مرزا صاحب بھی ہمارے ساتھ بالاخر متفق ہو ہی گئے۔ (ازالہ اوہام) علاوہ ازیں آپ کے حق میں توفی بمعنی موت بھی حقیقی لیا گیا ہے لیکن پھر متوفیک ورافک میں تقدیم و تاخیر تسلیم کرنا ہو گی اور یہ قرآن اور مخلوہ عرب میں مستعمل بھیجے۔ چنانچہ اس پر امام سیوطی مجدد صدی نہم نے الاقان میں مستقل باب مقصود فرمایا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے۔ (ولرکعی ولسجدی) کی بجائے ولسجدی وارکعی آیا ہے جیسا کہ سورہ انعام میں کئی انبیاء کا تذکرہ ہے مگر ملاحظہ فرمائیں کہ اس مقام پر ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی بلکہ مطلق ان کا تذکرہ فرمانا مقصود ہے۔ ایسے ہی ایک مقام پر فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء اور دوسری جگہ یعذب من یشاء ویغفر من یشاء

من يشاء آیا ہے۔ ۴:۵ و كذلك امثل اخرى۔ ومنها قوله تعالى كذبت
تمود و عاد بالقارعة الحاقه آیت ۴ تا ۶
پھر مزے کی بات یہ بھی ہے کہ

توفی بھی موت لے کر پھر بھی ہمارا نقصان نہیں ہوتا کیونکہ خود فریق مخالف
یعنی مرزا قادیانی نے تسلیم کیا ہے کہ موت کا معنی صرف اخراج الروح ہی نہیں
ہوتا بلکہ نیند اور غشی بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے ان کی مشہور کتاب ازالہ اوہام ص
۹۲۳ نیز ص ۶۴۰ پر لکھا کہ

اگر یہ کو معجزہ کے طور پر مردے زندہ ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ
وہ حقیقی موت نہیں ہوتی بلکہ غشی یا نیند وغیرہ کے قسم سے ہوگی کیونکہ مات کے
معنی لغت میں نام کے بھی ہیں۔ اسی طرح اگر ہم کہیں کہ لفظ توفی در حق مسیح بھی
نیند ہے کہ آپ کو بحالت نیند آسمان پر افاقا لیا گیا تو اس میں کون سا بعد لازم
آئے گا؟ ایسے ہی (ازالہ ص ۶۶۵ اور ص ۵۳۱ وغیرہ پر مذکور ہے۔

ویسے یہ مفہوم صحیح بھی ہے کیونکہ حدیث میں سونے اور جاگنے کی دعاؤں
میں یہ مفہوم موجود ہے جیسے سوتے وقت کی دعا یوں ہے باسمک الموت
واحیسی۔ لی نام وایقظ اور جاگنے کی دعا۔ الحمد لله الذی احیانا بعد ما ماتنا۔
لی ایقظنا بعد ما نامنا لئذا اگر مرزا صاحب کی ضد پر ہم توفی بمعنی موت ہی مراد
لے لیں تو بھی موت کے دو مفہوم ہیں ایک اخراق کلی بین الروح والجسدوم افترق
جزوی یعنی نیند۔ تو اس مفہوم پر مراد یہ ہوگی کہ حضرت مسیح کو نیند طاری کر کے
آسمان پر اٹھا لیا گیا غرضیکہ بہر حال ہمارا مدعا اور مقصود ثابت ہو جاتا ہے۔ دوسری
توجیہ یہ ہے کہ التوفی . معنی القبض لے کر پھر اس کی دو صورتیں ہیں القبض
مع الامساک وهو الموت والثانی القبض مع الارسال وهو النوم
فاصل التوفی القبض مطلقاً ناظرین کرام۔ مندرجہ بالا آیت کے متعلق

متعدد مجددین اور مفسرین کرام کے حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔ کہ

مبرا۔ یہ سوال (ءانت قلت) حضرت مسیحؑ سے بروز قیامت امت کے متعلق ہو گا عیسیٰؑ کیا آپ نے اپنی امت کو یہ بات فرمائی تھی کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں مریمؑ کو بھی معبود مان لو۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب بھی یہ حقیقت متعدد مقامات پر تسلیم کرتے ہیں۔

اب اس سوال کا پس منظر یہ ہے کہ

جب بروز حشر الوہیت مسیحؑ اور تثلیث کے قائل عیسائیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ عقائد کہاں سے لئے تو وہ کہیں گے کہ ہمیں ان کی تعلیم ہمارے خداوند حضرت مسیحؑ نے دی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ محض عیسائیوں کی تکذیب و توہین کے لئے حضرت عیسیٰؑ سے سوال کریں گے تا کہ آمنے سامنے سوال جواب ہونے سے گمراہ عیسائیوں کی تردید و تکذیب ہو جائے ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ چنانچہ سوال ہو گا اے میرے مقدس بندے عیسیٰؑ انت قلت

اس پر حضرت مسیحؑ گھبرا جائیں گے کہ یہ ظالم میرے ذمے کتنی غلط اور بری بات لگا رہے ہیں اور نہایت عاجزی اور پریشانی سے عرض کریں گے کہ سبحانک اے اللہ تو ہر قسم کے شریک و سہیم سے پاک و منزہ ہے۔ تو نے مجھے اپنا معظم نبی بنا کر ان کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا تو پھر مجھے ایسی غلط بات کہنے کا کیسے حق پہنچتا تھا۔ اے میرے مالک و خالق میں نے ہرگز ایسی بات نہیں کہی بالفرض اگر کسی بھی ہو تو تو خوب جانتا ہے کیونکہ تو میری زبان کی بات تو کجا میرے دل کی بات بھی خوب جانتا ہے۔ لیکن میں تیرے بھید کی بات نہیں جان سکتا کیونکہ تو ہی تمام غیوب کا جاننے والا ہے اے میرے مالک و موبی میں نے تو ان سے وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ کہ لن اعبدوا اللہ ربی و ربکم کہ اس اللہ کی پرستش کرو

جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اس کے علاوہ مجھے کوئی بت کہنے کا ہرگز استحقاق نہ تھا اور نہ میں نے کسی تھی۔ الحاصل۔ یہاں سوال یہ ہوا۔ (۱) انت قلت) کہ تم نے یہ بت کسی تھی؟ اور جواب یہ دیا گیا کہ (ما قلت لحم) کہ میں نے ہرگز نہیں کسی۔ باقی امور سب اس کے متعلقات اور عذر داری کی تمہید و تائید میں ہیں۔ نیز یہ سوال بغرض تکذیب و تویح نصاریٰ کے ہے کسی استعظام و اعظام اور استخبار و اختیار کی غرض سے نہیں۔ فافہم ولا تکن من الھالکین

اس عنوان کے دیگر قرآنی شواہد

مندرجہ بالا سوال و جواب کسی بت کے جاننے کے لئے نہیں بلکہ محض عیسائیوں کو جھٹلانے اور شرمندہ کرنے کے لئے ہے تاکہ ان کا جرم پوری طرح ان پر واضح ہو جائے۔ اور حضرت عیسیٰ کی طہارت بھی واضح ہو جائے جیسے اس طرز پر اور بھی کئی افراد سے ایسے سوال ہوں گے۔ جن جن افراد کی باغوائے ابلیس پوجا ہوتی رہی۔ ان کا نام لے کر لوگوں میں شرک و کفر پھیلایا جاتا رہا۔ ان عبدین اور معبودین سب سے اس طرز پر سوال و جواب ہوں گے تاکہ ان کی خوب تردید و تکذیب ہو جائے اور ان گمراہوں کا جرم خوب ثابت ہو جائے نیز ان مقدسوں اور راجبنازوں کی حقانیت اور بے قصوری بھی علی رؤس الھاشمہ ثابت ہو جائے۔

شہاد اول

۱۔ فرمایا ویوم نحشرھم جمیعاً ثم نقول للذین اشرکوا مکنکم انتم و شرکاء کم فزیلنا بینھم وقل شرکاء ہم ما کنتم ایانا تعبدون ○ فکفی باللہ شھیدا بنینا و بینکم ان کنا عن عبادتکم لغافلین ○ ھنالک تبلوا کل نفس ما اسلفت وردوا الی اللہ مولھم لحق و ضل عنھم ما کانوا

یفترون۔ یونس ۲۸-۲۹-۳۰۔

ترجمہ اور جس دن ہم قیامت کو ان (عابد و معبود) سب کو اکٹھا کریں گے پھر ہم شریک بنانے والوں کو حکم دیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ پھر ہم دونوں کو جدا جدا کر دیں گے تو ان کے شریک ان کو کہہ دیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہ کرتے تھے۔ لو اللہ ہمارے تمہارے درمیان گواہ ہے کہ ہم یقیناً تمہاری عبادت سے سراسر بے خبر ہیں۔ اس وقت ہر نفس خوب جان لے گا کہ اس نے پہلے کیا کچھ کر توت کئے ہیں اور ان کو ان کے مولائے حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اور جو کچھ جھوٹ بنایا کرتے تھے سب کانور ہو جائے گا۔

یعنی مشرک لوگ جن بزرگوں۔ اولیاء۔ انبیاء۔ کو خدا کے سوا حاجت روا سمجھ کر پکارا کرتے تھے ان کے نام کی نذر و نیاز اور منتیں مانا کرتے تھے ان کی قبروں پر سجدے۔ طواف و اعتکاف اور عرض و مناجات کیا کرتے تھے وہ مقدس حضرات ان تمام امور کا سرے سے انکار کر دیں گے کہ ہم نے تمہیں نہ یہ تعلیم دی تھی اور نہ ہی ہمیں تمہاری ان حرکت بد کا علم ہے لہذا تم کس طرح یہ تعلیم ہماری طرف منسوب کر رہے ہو۔ اس وقت مشرکوں کی خوب آنکھیں کھل جائیں گی کہ اصل مسئلہ وہی تھا جو توحید خالص انبیاء اور صلحاء امت تلقین کیا کرتے تھے۔ اور ہمارا یہ سب کچھ فریب ابلیس ہی تھا۔

دوسرا شہد۔ اولیاء کرام سے سوال

و یوم یحشر ہم و ما یعبدون من دون اللہ فیقول ۛ انتم اضللتم عبادی
ہولاء ام ہم ضلوا السبیل قالوا سبحنک ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من
دونک من لولیاء ولکن متعتہم و آباء ہم حتی نسوا الذکر و کانوا قوم ابورا

○ فقد كذبوكم بما تقولون فما تستطعون صر فاولا نصرا ○ ومن يظلم
منكم نذقه عذابا كبيرا ○ (الفرقان ۱۸-۱۷)

ترجمہ اور جس دن وہ ان کو اکٹھا کرے گا اور ان کو بھی جن کی وہ اللہ کے
سوا پوجا کیا کرتے تھے پھر فرمائے گا (نیک لوگوں کو) وہ یعنی اللہ والے کہ کیا تم
نے میرے ان بندوں کو (شرک کی تعلیم دیکر) گمراہی میں ڈالا تھا یا یہ خود ہی
گمراہ ہو گئے تھے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اے اللہ تو پاک ہے (ہر قسم کے
شرک سے) ہمیں کب یہ حق پہنچتا تھا کہ ہم تیرے سوا اور بھی رفیق و ساتھی
اور حاجت روا مشکل کشا بنائیں۔ بلکہ ہوا یہ کہ تو نے ان لوگوں کو دنیاوی
مفادات اور اساتھوں سے نوازا حتیٰ کہ یہ خدا کی یاد کو ہی بھول گئے اور یہ لوگ
تھے ہی تباہ ہونے والے۔ پھر ان مشرکوں کو فرمائے گا لو دیکھو تمہارے بزرگوں
نے تو تم کو جھٹلا دیا ہے تو اب تم اس عذاب سے نہ خود کھسک سکتے ہو اور نہ
ہی تمہاری کوئی ان کی طرف سے مدد ہو سکتی ہے۔ اور جو کوئی بھی ظلم یعنی
شرک کرے گا ہم اسے سنگین عذاب دیں گے۔

تیسرا شاہد۔ فرشتوں سے سوال

مشرکوں نے انبیاء و اولیاء کے علاوہ فرشتوں کو بھی خدا کی بیٹیاں قرار دیکر
ان کو مشکل کشا سمجھا ہوا تھا انکی نذر و نیاز اور منتیں ملنی تھیں۔ لہذا بروز حشر ان
سے بھی مشرکوں کو کرنے کے لئے ان کے رب برو کر کے سوال ہو گا۔ فرمایا ویوم
يجشرهم جميعا ثم يقول للملائكة اهولاء اياكم كانوا يعبدون
○ قالوا سيحزنك انت ولىنا من دونهم بل كانوا يعبدون الجن
اکثرهم بهم مومنون ○

ترجمہ اور جس دن اللہ ان سب کو اکٹھا کرے گا پھر فرشتوں کو فرمائے گا کہ کیا یہ

تمہاری پوجا پاٹ کرتے تھے (یعنی تم نے انہیں کوئی ایسا اشارہ کیا تھا) وہ کہہ اٹھیں گے (سبنک) اے اللہ تو پاک ہے تو ہی ہمارا مولیٰ اور دوست ہے پھر کہیں گے کہ یہ لوگ ہماری پوجا نہیں بلکہ یہ تو شیطانوں کی پوجا کرتے تھے (یعنی ان کے کہنے سے غیر اللہ کی پوجا کرتے تھے) یہ اکثر بیشتر انہی پر یقین رکھتے تھے۔ لہذا ہم بے قصور ہیں اور تو بھی ان خرافات سے پاک ہے۔ لہذا اب جس فریق کے حق میں اس کا صحیح مفہوم فیصلہ کرے گا اسی کا نظریہ درست ہو گا اور وہی حق پر ہو گا اور اس کے خلاف فریق مانی غلط کار اور باطل پرست ہو گا۔

اس لئے بندہ حقیر اس آیت کریمہ کی روشنی میں نیز خارجی حقائق کی روشنی میں اس لفظ کا صحیح اور قطعی مفہوم پیش کر کے اس تنازعہ اور الجھن کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دینا چاہتا ہے۔

وہ یوں کہ

حضرت مسیح بروز حشر درگاہ الہی میں عرض کریں گے کہ جب تک میں ان اہل فلسطین میں سکونت پزیر رہا (نہ کر زندہ رہا) میں ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتا رہا کہ یہ گمراہ نہ ہوں پھر جب تو نے میری توفیٰ کر لی۔ تو اس کے بعد تو ہی ان کا نگہبان اور محافظ تھا۔ تجھے ان کے تمام حالات خوب معلوم ہیں۔ (جیسا کہ انجیل یوحنا ۱۳:۱ تا ۱۵) کے حوالہ جات میں گزر چکا ہے۔

معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام اہل فلسطین سے جدا اور الگ بذریعہ توفیٰ ہوئے ہیں۔ لہذا اب اگر توفیٰ کا معنی قادیانیوں والا کریں کہ جب تو نے مجھے موت دیدی تو معاملہ خراب ہو جائے گا۔ چنانچہ یہی بات قاضی نذیر نے بھی تسلیم کر لی ہے۔ کیونکہ پھر مطلب یہ ہو گا کہ مسیح فلسطینیوں سے بذریعہ موت جدا ہو گئے یعنی آپ اس وقت مر گئے زندہ رہتے ہوئے کشمیر نہ گئے۔ تو دریں صورت حیات مسیح کا صرف ایک ہی مرحلہ اور دور باقی رہ جائے گا۔ جو کہ قادیانیوں کو بھی تسلیم

نہ ہو گا۔ کیونکہ ان کے ہاں بھی مسیح یہاں سے منتقل ہو کر کشمیر میں ۹۲ سال تک سکونت پزیر رہے۔ تو اب اگر قادیانی مفہوم یعنی موت لیا جائے تو گویا اس کے ساتھ قادیانیوں کی بھی موت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ حیات کشمیر ثابت نہ ہو سکی جو ان کے نظریہ میں مسلم ہے۔ لیکن اگر اس کا مفہوم جمیع مجددین۔ مہمیں۔ مفسرین اور محدثین کرام والا لیا جائے یعنی جب تو نے مجھے اپنے قبضہ حفاظت میں لے کر زندہ آسمان پر اٹھالیا تو بات درست رہتی ہے یعنی آپ کی حیات کے دو دور ثابت ہو جاتے ہیں جس کے متعلق خود مسیح بھی ابتدا میں اشارہ فرما چکے ہیں کہ وجعلنی مبارکک ابن ما کنت یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے بابرکت بنایا ہے میں جہاں بھی رہوں (مریم) معلوم ہوا کہ مسیح نے واقعہ ایک سے زیادہ مقامات پر زندگی گزارنا ہے لہذا اگر تونی کا معنی رفع معنی کریں تو بات درست رہتی ہے کہ آپ اہل فلسطین سے الگ ہو کر اور منتقل ہر کر دوسری جگہ چلے گئے یعنی آسمان پر لیکن بقول قادیانی اس کا ترجمہ موت کریں تو دوسرا دور ثابت نہ ہو سکے گا کہ آپ ۹۲ سال کشمیر میں سکونت پزیر رہ کر فوت ہوئے۔ نیز ہمارے مفہوم اور نظریہ کی تائید میں جناب قادیانی صاحب بھی زیر آیت (انی متوفیک) گواہی دے چکے ہیں۔ کہ یہ لفظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ وعدہ تونی جلد پورا ہونے والا ہے اس میں کچھ بھی توقف نہیں۔ (آئینہ کمالات ص ۳۶ طبع ربوہ)

اب فرمائیے کہ لفظ تونی کا مفہوم اور معنی جلدی بلا توقف کس صورت میں پورا ہوتا ہے۔ آیا اہل اسلام کے مفہوم کے لحاظ سے کہ وہ اس کا ترجمہ اپنے قبضہ میں پورا پورا لیتا۔ کرتے ہیں یا قادیانیوں کے لحاظ سے کہ اس کا معنی موت کرتے ہیں فرمائیں کیا وہ موت جو کہ بعد از ہجرت ۹۲ سال کے بعد واقعی ہوئی۔ تو کیا آپ اہل فلسطین سے جدا بذریعہ موت ہوئے یا وہاں سے ہجرت فرما کر اور کسی دوسری جگہ کافی وقت حیات گزارا؟ پھر طبعی موت سے دو چار ہوئے۔

اب فرمائیے کیا ۹۲ سال کا وقفہ اور عرصہ کچھ بھی نہیں؟ جو ان کے ہاں مسیح نے کشمیر میں گزارا ہے ہمارا نظریہ درست رہتا ہے کہ ہم توفی کا معنی اخذ لیبشینی و لغیا کرتے ہیں تو اس لحاظ سے واقعی یہ معنی جلد اور بلا توقف پورا ہو جاتا ہے کہ اللہ نے فوراً اپنی حفاظت میں لے کر ان کو آسمان پر اٹھالایا اور وہاں بحکم الہی مدت تک رہ کر آخر زمانہ میں زمین پر نازل ہوں گے اور قادیانیوں اور یہود و نصاریٰ کے غلط نظریات کا قلع قمع فرمانے کے لئے چالیس سال تک زمین پر زندہ رہے گے اور دجال کو قتل کریں گے حتیٰ کہ تمام یہود و نصاریٰ جو دجال کی حمایت میں قتل ہونے والوں کے علاوہ بچ جائیں گے وہ آپ پر ایمان کے آئینگے اور پھر تمام دنیا پر صرف دین اسلام ہی رائج ہو جائے گا بلاخر آپ طبعی طور پر وفات پا کر روضہ رسولؐ میں مدفون ہوں گے جیسا کہ بے شمار احادیث میں یہ تمام تفصیل مذکور ہیں۔ چنانچہ خود مرزا صاحب بھی ان متواتر احادیث سے مجبور ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ممکن ہے کہ کوئی ایسا مثل مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے ظاہر معنی صلوق آتے ہوں۔ ازالہ۔ یہ بھی اقرار کیا کہ ہو سکتا ہے کوئی ایسا بھی مسیح آجائے جو دمشق میں نازل ہو۔ نیز لکھا کہ ممکن ہے کہ کوئی ایسا بھی مسیح آجائے جو روضہ رسولؐ کے پاس مدفون ہو۔ (ازالہ ص ۴۷۰) تو جب ایسا ممکن ہے تو ہم اسی مسیح کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہمیں تمہاری کچھ بھی حاجت نہیں۔ تم جاؤ جا کر ملکہ برطانیہ کی خوشامدیں کرتے پھرو۔

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیے کہ از روئے قرآن کریم کیسے اس مسئلہ کا فیصلہ سو فیصد حد تک اہل اسلام کے حق میں ہو گیا ہے۔ اور قادیانی جس جملہ کو اپنی حمایت میں ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے اسی جملہ سے فیصلہ بالکل ان کے خلاف ہو رہا ہے۔

نیز لفظ توفی کے مفہوم میں ہم نے متعدد مجددین اور مفسرین کے حوالہ جات

بھی نقل کئے۔ وہ سب کے سب فلمائو فیٹنی کے معنی رفعتی ہی کر رہے ہیں ان کے علاوہ تیرہ صدیوں کے کسی بھی مجدد اور مفسر نے مرزا صاحب والا معنی نہیں کیا ہاں اگر عبداللہ بن عباسؓ اور کس نے تونی بمعنی موت لیا ہے۔ تو وہ یہ نظریہ بھی رکھتے ہیں کہ بعد از امت عارضی آپ کو زندہ کر کے آسمان پر بھیجا گیا غرضیکہ مسئلہ حیات و نزول مسیح کے بارہ میں کوئی بھی متنفس مختلف نہیں۔ لہذا جب تمام امت من اولہ الی آخرہ نیز قلابانیوں کے ہاں کے بھی مسلمہ مجددین کرام تونی کا معنی مرزا صاحب کے خلاف ہی کر رہے ہیں تو جناب مرزا صاحب کو ان کی بات تسلیم کر لینا ضروری اور جزو ایمان ہے کیونکہ مرزا صاحب کے ہاں ملہم بلا بلائے نہیں بولتے (ازالہ ص ۱۹۸)

نیز مجدد لوگ دیح میں کمی بیشی نہیں کرتے بلکہ گمشدہ دین پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں نیز لکھا ہے کہ یہ لوگ قرآن کے اجمالی مقالات کو احادیث نبویہ کی مدد سے تفسیر کر کے خدا کے پاک کلام اور تعلیم کو ہر زمانہ میں تحریف معنوی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ (ایام الصلح ص ۵۵)

نیز یہ لوگ خدا کی تجلیات کے مظہر ہوتے ہیں ان کو تسلیم کرنا فرض ہے اور ان سے انحراف کفر و فسق ہے۔ اس بنا پر قلابانیوں کو ان کی مخالفت کی صورت میں اپنا انجام سوچ لینا چاہئے۔ تو جب مجددین کی یہ شان ہے اور واقعی ہے تو پھر مرزا صاحب کو ان کے بیان کردہ مفہوم اور نظریہ سے انحراف کر کے یہ کہنا کہ تونی کا معنی رفع کرنا الخلو ہے (معاذ اللہ) (ازالہ ص ۶۰۱) کہاں تک معقول ہو گا؟ مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں سابقہ مجددین کو الخلو کے مرتکب تسلیم کرنا آسان ہے یا من یبضع غیر سبیل المومنین کے مصداق جناب مرزا صاحب کو فیصلہ خود فرمائیے جب کہ مرزا صاحب نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ قرآن کا غیر منقول معنی کرنا الخلو ہے (ازالہ ص ۳۰۱) اور اب خود ہی غیر مستقبل معنی اختیار کر رہے ہیں۔ لہذا فرمائیے

کہ طوق الحاد کس کے گلے میں سج رہا ہے۔

خلاصہ کلام

ناظرین کرام یہاں تک ہم نے قلابانوں کی مایہ ناز دلیل قرآنی خود انہی کے مسلمہ اصولوں بلکہ اقراری شہادت کی روشنی میں خود انہی کے سراسر خلاف ثابت کر دی ہے کہ

اس آیت میں سوالء انت قلت ہے کہ آپ نے ان کو یہ شریکہ بات کا حکم دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود مان لو؟ تو مسیح اس کا جواب دیں گے۔ کہ ما قلت لہبائی تمام مذکورہ امور اس اعتماد کی تمہید و تائید میں ہیں پھر ان کے ماہ النزاع جملہ فلحانوفیننی۔ کا صحیح صحیح مفہوم دلائل مشاہدات اور مسلمہ امور کی روشنی میں دیانتداری کے ساتھ واضح کر دیا گیا کہ اس جملہ کا صحیح اور حقیقی مفہوم اہل اسلام کے حق میں سو فیصد واضح ہے اور قلابانی بالکل خالی ہاتھ اور محروم رہ جاتے ہیں۔

نیز اہل اسلام کی حمایت میں قلابانیوں کے تمام مسلمہ مجددین و مہمیں بھی پر زور شہادت دے رہے ہیں بالخصوص بارہویں تیرہویں صدی کے مجددین شاہ ولی اللہ۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین۔ رحمہم اللہ

تو چونکہ مجددین دین کی صحیح حقیقت پیش کرنے والے ہوتے ہیں اور وہ بن بلائے نہیں بولتے اور ان کا انکار کفر و فسق ہے لہذا ان مہمیں و مجددین کا بیان کردہ مفہوم ہی قابل قبول ہو گا۔ ان کے خلاف ہر معنی اور مفہوم قتل رو ہو گا۔ لہذا قلابانیوں کو اپنے نظریہ سے دستبردار ہو کر راستہ مجددین اور مہمیں کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہئے تاکہ وہ ان کے منکر اور مخالف ہو کر کفر و فسق کے تحت نہ آجائیں نیز امت مسلمہ کی رفاقت بھی نصیب ہو جائے اور آئے دن کا خلفشار

اور محاذ آرائی ختم ہو جائے۔

ورنہ بصورت دیگر آمد مسیح ثانی پر جیسے یہودو نصاریٰ اپنے غلط نظریات کی سزا پائیں گے اس طرح قلدیانی بھی حضرت مسیح اور آپ کے متبعین کے ہاتھوں سزا سے بچ نہ سکیں گے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

ایک اشکل اور اس کا جواب

سوال اگر کوئی یوں کہے کہ مندرجہ بالا آیت (فلما توفیتنی) میں توفی کا مفہوم طبعی موت بھی لیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ سوال و جواب یقیناً اور بالاتفاق بروز قیامت ہو گا تو اس وقت تک دونوں قسم کی توفی (اصعاد الی السماء و طبعی موت) واقع ہو چکی ہو گی۔ لہذا اس آیت کریمہ میں لفظ توفی کا مفہوم طبعی موت لیا جاسکتا ہے۔

جواب یہ امر مسلم ہے کہ یہ سوال و جواب بروز حشر ہی ہو گا اور یہ بھی مسلم ہے کہ اس وقت تک دونوں قسم کی توفی ہو چکی ہو گی۔ مگر یہ بات مسلم نہیں کہ پھر یہاں توفی یعنی موت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ

سوال (ء انت قلت) زمانہ رسالت کے متعلق ہے۔ فریضہ رسالت کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیونکہ وہی دور ہے جس کے حوالہ سے امت ان کی طرف یہ تعلیم (اتخاذ الوہیت) منسوب کر رہی ہے کہ یہ تعلیم ہمیں حضرت مسیح نے ہی دی تھی۔ ہم نے نہ تو از خود اختیار کی ہے اور نہ ہی کسی اور نے ہمیں دی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اس سوال و جواب کا تعلق اس دور سے ہے جبکہ حضرت عیسیٰ نے یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم ورسولا الی بنی اسرائیل کا دعویٰ اور اعلان فرمایا تھا۔ نہ کہ مرحلہ ثانی میں کیونکہ وہ اس وقت ورسولا الی بنی اسرائیل کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ دین مصطفیٰ کی اشاعت و ترویج اور قتل دجال کے لئے تشریف لائیں گے کسی دعویٰ کے مدعی نہ ہوں گے لہذا اس توفی سے مراد صرف اصعاد الی السماء ہی مراد ہو گا جیسا کہ جملہ مفسرین کرام اس کا ترجمہ رفعتنی ہی فرمایا ہے۔

ناظرین کرام مندرجہ بالا وضاحت کو بغور ملاحظہ فرمائیں یہ تفصیل آپ کو بہت سے قادیانی شہمت سے بھی نجات دلانے کی ضامن ہو گی۔ انشا اللہ العزیز

اس آیت کریمہ کے بارہ میں قادیانی اشکالات

استدلال۔ قادیانی عموماً اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ

مسح کا بیان ہے کہ جب میں ان میں موجود تھا تو یہ قوم بگڑی نہیں تھی میری توفی کے بعد ان کا صرف خدا ہی نگران تھا۔ مسح نہ تھے تو اگر مسح دوبارہ ان میں آئے ہوتے تو یہ بات کیسے درست رہے گی کہ جب تک میں ان میں موجود رہا تو میں نگران تھا یہ نہیں بگڑے لہذا معلوم ہوا کہ مسح اپنی قوم میں صرف ایک ہی دفعہ آئے ہیں دوبارہ نہیں۔

(تعلیمی پاکٹ بک از قاضی نذیر قلوبانی ص ۵)

الجواب بعون الوهاب

مسیحی امت کی تربیت اور نگرانی کا دور صرف ایک ہی ہے وہ ہے جب آپ نے رسول الی بنی اسرائیل کا اعلان فرمایا تھا۔

اب دوبارہ آمد جو کہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ اور اجماع امت سے ثابت ہے یہ رسول الی بنی اسرائیل کی حیثیت سے نہ ہوگی۔ بلکہ شرع خاتم الانبیاء کی اشاعت و ترویج کے لئے ہوگی۔ لہذا اب وکنت علیہم شہیدا والا معاملہ نہیں ہے۔ یہ تو دور اول کا فریضہ تھا نہ کہ ثانی کا۔ نیز یہ خرابی دور اول کے بعد ظاہر ہوئی تھی نہ کہ دور ثانی کے وقت یا اسکے بعد۔ لہذا زیر بحث صرف دور اول ہی ہو گا یعنی دور اول ہی کے متعلق سوال ہو گا اور اسی کے متعلق جواب ہو گا۔ ورنہ آپ کو ہجرت الی السماء کے بعد دور نزول ثانی سے قبل ہی امت کی گمراہی کا علم ہو گیا تھا جیسا کہ خود مرزا صاحب نے بھی آئینہ کلمات ص ۳۶۸ میں تسلیم کیا اور خود مسح بھی روز حشر فرمائیں گے کہ انی عبدت من دون اللہ (ترمذی ص ۱۳۳ ج ۲) قادیانی اشکال ع ۲

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میرے کچھ امتیوں کو لایا جائے گا اور انہیں بائیں طرف (چنم) کی طرف لیجایا جائے گا تو میں کہوں گا کہ یہ تو میرے امتی ہیں فرشتے کھینکے انک لاندری ما احدنوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہید مادمت فیہم فلما توفیتنی (از بخاری)

قادیانی استدلال یوں ہے

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں خدا کے حضور عذر میں ویسے ہی کہوں گا جیسے کہ عبد صالح عیسیٰ نے کہا تھا کہ میں ان پر نگران رہا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مری توفیٰ کر لی تو پھر تو ہی نگران تھا۔ تو گویا آنحضرت ﷺ اپنے بارہ میں حضرت مسیح والے الفاظ (فلما توفیتنی) ہی استعمال کر رہے ہیں جبکہ آپ نے طبعی طور پر وفات پائی تھی لہذا حضرت عیسیٰ کا بھی طبعی طور پر فوت ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ دونوں کے بارہ میں لفظ توفیٰ آیا ہے۔

اب تو یہ نہیں ہو سکتا کہ لفظ توفیٰ حضور ﷺ کے بارہ میں تو طبعی موت کے معنی میں ہو اور مسیح کے بارہ میں زندہ آسمان پر اٹھانے کے معنی میں لیا جائے۔

الجواب ۱۔ یہ ہے کہ قادیانی مبلغ قاضی نذیر وغیرہ یہاں بھی دھوکا دے رہے ہیں کیونکہ یہ معنی تب ہوتا کہ جب عبارت یوں ہوتی۔ اقول ما قالہ کہ میں بھی وہی بات لکھوں گا جو مسیح نے کہی۔ جب کہ یہاں قول کما حرف تشبیہ کے ساتھ ہے لہذا اتحاد فی القول ثابت نہ ہو گا۔ صرف معذرت اور اعتذار میں موافقت ہے الفاظ و مفہوم میں یکساںگی نہیں۔ مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ جیسے مسیح یہ عذر پیش کریں گے میں بھی کوئی عذر پیش کروں گا۔

۲۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے مسیح یہ بات کہیں گے میں بھی کوئی بات کہوں گا گویا فلما توفیتنی صرف قل کا مقولہ ہے یہاں اقول کا مقولہ مذکور نہیں۔ یا ممکن ہے کہ آپ کا مقولہ یہ ہو۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم جیسے حدیث صحیح میں مذکور ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ نے ساری رات نماز میں اسی آیت کریمہ کو دہرایا۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں نے اپنی امت کی بخشش کے لئے رب کے حضور دعا کی تھی۔ تو میری وہ دعا قبول ہو گئی۔ وہ یہی تھی ان تعذبہم فانہم عبادک

۳۔ یہ جملہ حرف ک کے ساتھ ہے جو کہ تشبیہ کے لئے آیا ہے اس میں دونوں چیزوں کی کلی متابقت مراد نہیں ہوتی۔ جیسے قرآن مجید میں ہے

لقد جنمونا كما خلقناكم لول مره كه تم همارے حضور حاضر ہو گے جیسا كه ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ ۲۔ كما بد آكم نعودون (الاعراف ۲۹) یعنی جیسے اس نے ابتدا میں پیدا کیا تم دوبارہ لوٹو گے۔ ۳۔ كما بد آنا لول خلق نعیدہ ۱۰۴:۲۱

ترجمہ جیسے ہم نے پہلی بار پیدا کیا دوبارہ پیدا کریں گے۔ فرمایا کتب علیکم الصبام كما کتب علی الذین من قبلکم وغیرہ
ملاحظہ فرمائیے یہاں بھی لفظ کما ہے۔ تو کیا یہ معنی ہو گا کہ جیسے انسانوں کی پہلی پیدائش ہے کہ ماں باپ کے نکل اور ملاپ کے ذریعے بچہ پیدا ہوتا ہے پھر بڑا ہوتا ہے ایسے ہی قیامت کو بھی بعینہ پیدائش ہوگی۔ ہرگز نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جیسے اس نے تمہیں پہلی بار عالم وجود میں ظاہر کیا اسی طرح وہ دوبارہ بھی تمہیں موجود اور حاضر کر لے گا ذرائع اور کیفیت چاہے کیسی ہو صرف ایجاد اور حاضر کرنے میں موافقت ہے۔

چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ تشبیہ میں کلی موافقت نہیں ہوتی بلکہ ادنیٰ مشابہت کی بنا پر بھی ایک چیز دوسری کے نام سے موسوم کر دیتے ہیں جیسا کہ لفظ شیر کہ محض وصف شجاعت کی بنا پر کسی آدمی کو اسد یعنی شیر کہہ دیتے ہیں۔ (ازالہ ص ۷۱-۷۲) حاشیہ یہ مراد نہیں کہ زید شیر کی طرف بچوں اور کھال ہال والا بھی ہو۔

ایسے ہی یہاں معاملہ ہے کہ اقول کما قال میں مشابہت صرف وصف اعتذار میں ہے۔ قول میں ہے مقولہ میں نہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے۔ فاذا قضیتم مناسککم فاذکرو اللہ کذا ذکرکم آباءکم (البقرہ)

تو تشبیہ صرف اہتمام و تکرار میں ہے نہ کہ الفاظ و لہجہ میں ایسے ہی احوال کما قال میں سمجھتے چنانچہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ ایک دفعہ دوران سفر صحابہ نے دیکھا کہ مشرک لوگ اپنی تلواریں وغیرہ ایک درخت ذات الواط نامی پر لٹکاتے ہیں تو عرض کرتے گئے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ بھی ہمارے لئے کوئی ذات الواط مقرر فرمادیں تو ارشاد فرمایا تم نے تو وہی بات کہی جو قوم موسیٰ نے نیل

پار کر کے کسی تھی کہ اجعل لنا الہا کما لہم الہہ کہ اے موسیٰ آپ بھی ہمارے لئے کوئی الہ مقرر کر دیں جیسے کہ ان لوگوں کا معبود ہے۔

اب ملاحظہ فرمائے کہ کیا صحابہ کرامؓ نے ذات انماط کا مطالبہ کر کے معاذ اللہ بت پرستی کی اجازت طلب کی تھی دیکھئے یہاں بھی لفظ کما ہے مگر مشابہت کلی موجود نہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہاں اقول کما قل۔ میں حرف تشبیہ ہے جس میں کلی مطابقت ہرگز نہیں۔ بلکہ محض ایک جزئی میں موافقت کی بنا پر یہ حرف تشبیہ ذکر کر دیا گیا ہے وہ ہے اعتذار اور قول۔ کہ میں بھی کچھ بسلسلہ عذر کھوں گا جیسے مسیح کے گا مگر وہ کہنا یا مقولہ یہاں مذکور نہیں۔ لہذا قادیانیوں کا اشکال بالکل غلط ثابت ہو یا حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی قوم میں کی عدم موجودگی کی صورت میں خرابیاں پیدا ہو گئیں اسی طرح میری امت میں خرابیاں واقع ہو گئیں گویا در صورت موجودگی در قوم۔ قوم نہیں بگڑی بلکہ اس کے بعد نبی کی غیر موجودگی میں بگڑی ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ غیر موجودگی کس طریقہ سے واقع ہوئی۔ طبعی وفات سے یا رفع الی السماء کے ذریعہ۔ بموجب عنہ۔ فساد قوم ہے نہ کہ کیفیت غیر موجودگی۔

عیسائی قوم کے بگڑنے کا معاملہ

قادیانی اس بات پر خوب زور دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ قیامت کو اپنی قوم کے بگاڑ سے عدم علم کا اظہار کریں گے تو اگر آپ دوبارہ دینا میں آئے ہوتے تو اس وقت عیسائی خوب بگڑ چکے تھے۔ جنہیں آپ نے دیکھ بھی لیا تھا تو قیامت کے روز کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مجھے ان کے بگڑنے کا علم نہیں میرے بعد تو ہی مگر ان و محافظ تھا۔ تو ہم اسے جواب میں کہتے ہیں کہ سوال علم فساد یا عدم فساد کا نہیں کیونکہ یہ تو موضوع ہی نہیں بلکہ سوال صرف اتنا ہی ہے کہ تم نے ان کو یہ بات کہی تھی؟ جس طرح دوسرے شواہد کا معاملہ ہے۔ جس کا جواب دیا گیا۔ (ما قلت لہم) یعنی میں نے ان کو اپنے عہد رسالت میں نہ کوئی غلط تعلیم دی تھی اور نہ ہی یہ لوگ اس وقت بگڑے تھے بلکہ یہ بعد میں بگڑے ہیں جس کی وجہ اور وقت

کا مجھے علم نہیں ہے وہ تو ہی بہتر جانتا ہے تو ظاہر ہے آپ کی دوبارہ آمد پر آپ کس صلیب کریں گے قتل خنزیر کریں گے اپنی اصل حیثیت (بشریت و رسالت) واضح کریں گے جس پر تمام موجود یہود و نصاریٰ ایمان لے آئیں گے اور بروز قیامت آپ ان گمراہوں کے خلاف ضرور گواہی دیں گے کما قال ویوم القیامہ یکون علیہم شہیدیہ گواہی اسی کے متعلق ہے ورنہ دوسرا کوئی مفہوم واضح کیا جائے۔

باقی اس بات پر ضد کرنا کہ یا تو ”ابھی عیسائی بگڑے نہیں“ مان لویا پھر نزول کا انکار تو امر مشاہدہ یہ ہے کہ عیسائی واقعی بگڑ چکے ہیں لہذا نزول مسیح کا انکار ہی ضروری ہو گا۔

تو ہم جو اب ”عرض کرتے ہیں کہ واقعہ عیسائی بگڑ چکے ہیں اور مسیح کو اس کا علم بھی آکر ہوا جائے گا۔ مگر بروز حشر اس کا سوال یہ نہیں ہو گا۔ سوال تو صرف کہنے یا نہ کہنے کا ہے وہ آپ صاف کہہ دیں گے کہ (ما قلت لہم) لہذا بات ختم باقی عیسائیوں کے بگڑنے کا علم تو آپ کو پہلے بھی حاصل ہے جسے آمد ثانی میں آپ مشاہدہ بھی کریں گے۔ مگر یہ بات آمد ثانی سے کچھ بھی متعلق نہیں۔

آئیے ہم جناب مرزا صاحب کی زبانی عیسائیوں کے بگڑنے اور مسیح کا اس سے مطلع ہو جانے کے متعلق ثابت کرتے ہیں جس کے ضمن میں ہمارا مسئلہ حیات جسمانی آسمانی بھی با وضاحت ثابت ہو جائے گا۔

نیز لفظ آسمان کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے گا۔ لو سنئے

جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں

انجیل پر ابھی تیس برس بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی یعنی حضرت عیسیٰ خدا بنائے گئے۔ (چشمہ معرفت ص ۲۵۴ خزائن ص ۲۳)

دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں

خدا تعالیٰ نے اس عیسائی فتنہ (جس کا ذکر اوپر ہوا ہے) کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح کو دکھایا یعنی ان کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دیدی کہ تیری قوم اور تیری امت نے اس طوفان کو برپا کیا ہے۔ (آئینہ کمالات ص ۲۶۸)

لو صاحب۔ حضرت مسیح کو عیسائیوں کے بگڑنے کی اطلاع صرف دوبارہ آمد پر ہی منحصر نہیں بلکہ یہ تو پہلے بھی بقول مرزا صاحب حاصل ہے لہذا آپ خدا کے حضور بقول شام جو یہ عرض کریں گے کہ مجھے ان کے بگڑنے کا علم نہیں۔ جیسے یہ آمد ثانی کی بنا پر معاذ اللہ غلط بیانی ہوگی۔ مرزا صاحب کی صراحت کے مطابق اس کے بغیر بھی ہو رہی ہے۔ تو کیا مرزا صاحب کی یہ تحریر بھی کذب بیانی ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ حضرت مسیح سے بروز حسرت امت کے بگڑنے یا نہ بگڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا بلکہ سوال تو صرف انت قلت ام لم نقل ہو گا۔ وہ بھی بطور استعظام و استعجاب نہیں بلکہ محض تثلیث پرست عیسائیوں کی تکذیب و تردید اور توہین و تبکیت کی غرض سے جیسے کہ بندہ نے اس کے تین دیگر شواہد قرآنی بھی پیش کئے ہیں۔

۔ علاوہ ازیں قلوبانوں کا اکثر سوال کہ مسیح کے رفع کے بارہ میں آسمان کا لفظ دکھاؤ۔ لیجئے وہ مسئلہ بھی بزبان مرزا صاحب حل ہو گیا کیونکہ آجانب آسمان پر موجود تھے تو تبھی ان کو نزول انجیل کے تیس سال بعد آسمان پر اطلاع پہنچائی گئی اگر وہ قوم سے جدا ہو کر کشمیر چلے گئے ہوتے اور وہاں وہ ۹۲ سال تک زندگی گزارتے تو اطلاع کشمیر میں ان کے پاس پہنچائی جانی چاہئے تھی۔ نہ کہ آسمان پر۔ لیجئے مرزا صاحب کی اس تحریر سے سارا مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ کہ ان کا آسمان پر جانا بھی ثابت ہو گیا اور کشمیر کی سکونت اور سری نگر کے مقبرے کی کہانی بھی فراڈ ثابت ہوئی۔

نیز مسیح کا دوبارہ آمد ثانی کے بغیر بھی اپنی امت کے بگڑنے کا علم بھی ثابت ہو گیا اب فرمائیے قادیانیوں کے ہاتھ اس مسئلہ کی کون سی مشق باقی رہ گئی۔ قوم کا بگڑنا اور مسیح کو اس کا علم ہونا ایک ثابت شدہ بات ہے دیکھئے مسیح کہیں گے۔ انی عبدت من دون اللہ (ترمذی ص ۱۲۳ ج ۲) نیز انجیل لوقا میں لکھا ہے کہ جب آپ آمد ثانی آئیں گے تو زمین پر ایمان نہیں پائیں گے۔ (لوقا ۱۸ آیت)

مرزا صاحب کا دوسرا بیان

یہ ایک سرالہی ہے کہ جب کسی نبی یا رسول کی تعلیم و شریعت اس کی

وفات کے بعد فراموش کر دی جاتی ہے اور اس کی امت اصل تعلیمات سے منحرف ہو کر غلط عقائد و اعمال اختیار کر کے ان کی نسبت خود نبی کی طرف کرنے لگتی ہے تو اس نبی برحق کی روحانیت جوش میں آ کر اس نسبت اور افترا کا ازالہ چاہتی ہے کہ کوئی ایسا مصلح دنیا میں پیدا ہو جو ہماری نسبت اس افترا اور تہمت کا ازالہ کرے چنانچہ مسیح کی روحانیت نے قوم کی گمراہی کے پیش نظر مضطرب ہو کر دو مرتبہ اپنا قائم مقام طلب کیا۔ جس کے نتیجے میں پہلی مرتبہ آپ کے چھ سو سال بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور دوسری مرتبہ آپ کی صفائی اور تنزیہ کے لئے اللہ تعالیٰ حضرت مسیح کے ہم صفات فرد کو وہی نام دے کر مجھے مبعوث فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے مرزا صاحب کی کتاب۔ (آئینہ کلمات ص ۳۳۲ تا ۳۳۶)

فرمائیے حضرت عیسیٰ کو قیامت سے قبل اپنی قوم کے فساد کا علم ہے یا نہیں؟ لیجئے یہاں مرزا صاحب کے بقول مسیح نے یہ خرابی امت معلوم کر کے دو مرتبہ اس کے ازالہ کے لئے اضطراب کا اظہار بھی فرمایا ہے جس کے نتیجے میں آپ کے دو قائم مقام دنیا میں مبعوث ہوئے۔ بلکہ مندرجہ بالا کا بھی ذکر ہے۔ ص ۲۳۶ مسیح کے تیسری بار اضطراب کا بھی ذکر ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ بروز حشر بگڑنے یا نہ بگڑنے کا سوال نہیں ہو گا بلکہ ان کو غلط بات کہنے یا نہ کہنے کا سوال ہو گا جس کے جواب میں مسیح صاف اعلان فرمادیں گے کہ (ما قلت لہم)

لفظ توفیٰ کی مزید لغوی تحقیق

اس سے قبل توفیٰ کی تفسیری تفصیلات پیش کر چکا ہوں اب لغوی تفسیر بھی ملاحظہ فرمائیے۔

یہ لفظ توفیٰ یعنی لیفیت مفروق ہے جس کا معنی پورا کرنا ہے کما ذکر من قبل عن التفاسیر واللفات و غیر ہما۔

اسی طرح یہ لفظ باب افعال اور فاعل میں بھی یہی مفہوم دیتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں اکثر یہی دو باب مستعمل ہیں مجرد مستعمل نہیں۔ ہاں صرف ایک دفعہ استفعال

استعمال ہوا ہے۔

یہ لفظ باب نفع میں جا کر اپنے خاصہ لزوم کے تحت اخذ الشيء وافيا کے مفہوم میں ہو جائے گا چنانچہ مفسرین نے مثل دیتے ہوئے لکھا ہے یقال توفیت المال اذا قبضته جب مال کو پورا پورا قبضہ میں کر لیا جائے تو فیتہ بولا جاتا ہے اسی طرح اس میں باب اسفعل۔ یعنی استوفیتہ بھی آتا ہے۔

ذیل میں مستند کتب لغت کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے
لسان العرب میں ہے۔

۱۔ توفیت المال منه واستوفیتہ اذا اخزته کلمہ یعنی پورا پورا مال وصول کر لینا

۲۔ توافه منه واستوفاه لم يدع منه شیاء

۳۔ توفیت عدد القوم اذا اعددتهم کلہم ۴۔ شعر۔ ان بنی الاورد

لیسوا من احد = ولا توفاهم قریش فی العدد

ترجمہ بیشک قبیلہ اورد کسی میں سے نہیں اور نہ ہی قریش نے ان کی گنتی پوری پوری کی۔

۵۔ الوفاء ضد الغدر یقال وفی بمعہدہ بہ واوفی بمعنی

۴۔ المنخجد ومخاطبات العرب۔ توفی توفیا لوفی حقه اخذہ وافیا

تاما یقال توفیت من فلان مالی علیہ

۳۔ اساس البلاغہ و محاورات العرب۔ استوفاه و توفاه استکملہ ۳۔

مجمع البحار

وفی الحدیث فمرات بقوم تقرض شہاہم کلما قرضت وقت ای تحت

وطالت قال النبی۔ اذا غددت حسناء اوفت بعہدہا۔ ومن عہدہا ان

لا یلوم لها عمدہ

۵۔ تاج العروس شرح القاموس

ومن المجاز ادرکتہ السوفاه ای الموت والمنینہ و توفی فلان اذا مات

۶۔ اساس البلاغہ

ومن المجاز توفى فلان و توفاه الله و ادركته الوفاہ

۷- الفردات میں ہے

وقد عبر من الموت والنوم بالتوفى-

۸- تفسیر کبیر

التوفى جنس تحته الواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الى السماء

۹- تفسیر بیضاوی

التوفى اخذ الشىء و افيا لولموت نوع منه

ناظرین کرام مندرجہ بالا لغوی حوالہ جات بغور ملاحظہ فرمائیے کہ

تمام اہل لغت اس حقیقت پر متفق اللسان ہیں کہ توفى بمعنی اخذا الشیء و افیا ہے کیونکہ اس کا مادہ و فى ہے جس کا معنی الا تمام والا کمال ہے لہذا یہ کسی بھی باب میں منتقل ہو کر اپنے اصل بنیادی مفہوم سے الگ نہیں ہو سکتا صرف لزوم و تعدیہ کا فرق ہو سکتا ہے۔ ہاں بطور مجاز کسی لفظ کا معنی بدل سکتا ہے جیسے اس مادہ کے متعلقات بھی کئی اہل لغت اظہار کر رہے ہیں کہ مجازاً "توفى کا معنی موت بھی ہے۔ چنانچہ امام راغب بھی قد عمر سے اسی حقیقت کا اظہار فرما رہے ہیں نیز توفى کا مقابل عذر کو ہٹا کر بھی اس کے حقیقی مفہوم کو واضح کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ مفسرین اور ماہرین جیسے امام رازی مجدد صدی ہجرت توفى کو بطور جنس کے قرار دیکر پھر اس کی تقسیم الی انواع ثلاثہ فرماتے ہیں جو کہ سیاق و سباق کے لحاظ سے متبعین ہوں گی کہیں توفى . معنی موت کہیں . معنی نوم اور کہیں . معنی اصعد والی السماء ہو گا۔ اور یہی حقیقت امام حسن سے منقول ہے۔

قرآن مجید اور لفظ توفى

قرآن مجید میں اس مادہ و فى کا استعمال مختلف صیغوں میں 67 مرتبہ ہوا ہے اور سب کے سب مزید فیہ کے صیغے ہیں مجرد کا کوئی صیغہ استعمال نہیں ہوا نیز لفظ توفى ہر نوع میں استعمال ہوا ہے کسی میں کم اور کسی میں زیادہ اور یہ کوئی تعجب

کی بات نہیں کہ بسا اوقات کسی لفظ کا حقیقی معنی میں استعمال نادر ہوتا ہے بلکہ اس کا اکثر استعمال اصطلاحی یا مجازی معنی میں ہی ہوتا ہے جیسے لفظ صلوة جس کے حقیقی معنی تحریک صلویں بھی ہے۔ دعا بھی نیز دیگر معنی بھی ہیں مگر اصطلاح شرع میں بینا لفظ چنانچہ خاص افعال اعمال کے مجموعہ پر استعمال ہوا ہے ایسے ہی لفظ زکوٰۃ و حج وغیرہ ہیں جن کا استعمال قرآنی صرف اصطلاحی معنی میں ہوا ہے مگر اس کے حقیقی معانی کا انکار نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی قرآن مجید یا محاورہ عرب میں لفظ توفیٰ کا استعمال اکثر ایک نوع یعنی موت میں ہوا ہے اور ایک آدھ دفعہ . معنی نوم بھی ہوا تو اس سے اس کے حقیقی مفہوم اخذ الیشی ء وافیا کا انکار کیسے ہو سکے گا؟ کسی عربی لفظ کے محاورہ عرب میں اکثر استعمال یا کمتر استعمال سے اس کی حقیقت سے انکار لازم نہیں آتا۔ جیسے لفظ رحمن خالص عربی لفظ ہے جو الرحمہ سے ماخوذ ہے مگر اہل عرب میں بوجہ عدم شیوع کے قریش مکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے متعلق کیا کچھ شگوفے نہ چھوڑتے تھے کہ ہم رحمن کو نہیں جانتے ایسے ہی اگر لفظ توفیٰ . معنی اصعد الی السماء لختہ عام مستعمل نہ ہو تو اس سے اس کے اس استعمال سے انکار کیسے جائز ہو سکتا ہے اس کے معنی ماوضح لہ سے انکار کیسے کریں گے۔ ویسے قرآن مجید میں لفظ موت و حیات کا تقابل تو اکثر جگہ ظاہر ہے مگر حیات اور توفیٰ کا تقابل کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا بلکہ اللہ یتوفی الانفس حسین مونها باملہ لا کر اس کے اصل معنی موضوع پر مہر لگا دی ہے۔

موت کی اضافت ہر جگہ اللہ کی طرف ہے جبکہ توفیٰ کا یہ معاملہ نہیں ہے۔

قرآن مجید لفظ توفیٰ اور موت میں منافقہ کا اعلان کرتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے کہ

اللہ یتوفی الانفس حسین مونها۔ والسی لم تمت فی منامها۔ (الزمر ۴۲)

ترجمہ اللہ تعالیٰ ہی جانوں کو ان کی موت کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے اور جو نہیں مرتیں ان کو نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اگر توفیٰ اور موت ایک ہی چیز ہوتی تو یہ کیوں فرمایا جاتا کہ

اللہ جانوں کو انکی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور نہ مرنے والوں کو نیند میں۔

لہذا معلوم ہوا کہ توفی اور ہے اور موت امر دیگر ہے پس یہ بات واضح ہو گئی کہ توفی کا حقیقی معنی موت نہیں بلکہ اخذاً لشیبیء وافیا ہے۔ جس پر تمام اہل لغت اور تمام مجددین مخلصین اور مفسرین امت متفق ہیں ہاں مجازی طور پر توفی موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے کما ذکرہ اہل اللغة والادب

مرزا صاحب اور لفظ توفی

مرزا صاحب بھی جب تک مراق و سڑیا کے قبضہ میں نہ آئے تھے اور مسئلہ حیات و نزول مسیح میں جملہ اہل اسلام کے ہم نوا تھے تو اس وقت آپ بھی اس کا معنی پوری نعمت دنیا اور کمال اجر بخشا کرتے تھے جیسا کہ ان کی مشہور کتاب براہین احمدیہ ص ۵۱۹ و ص ۵۵۶ پر بالوضاحت مذکور ہے اسی طرح ان کے مجموعہ الملمات بنام البشری ص ۵۱ ج ۲ پر اور تذکرہ ص ۱۱۳ پر متوفیک کا معنی مندرج ہے پھر آپ کے خلیفہ حکیم نور دین صاحب بھی یہی ترجمہ کرتے ہیں دیکھئے ان کی کتاب تصدیق براہین ص ۸۔ (جو کہ مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ کی تصدیق میں لکھی گئی) مرزا غلام احمد صاحب کے فرزند اور خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پہلے توفی کا معنی ”پوری نعمت دینا“ کرتے تھے پھر اس میں تبدیلی کرتے ہوئے اس کا معنی موت کرنے لگے۔ دیکھئے ان کی مشہور کتاب حقیقتہ النبوة ص ۲۸۶۔ اب ظاہر ہے کہ مرزا صاحب پہلا معنی بھی از روئے لغت اور محاورہ عرب اور قرآن کے مطابق ہی کرتے تھے پھر اس میں اپنے کس خاص مقصد کے تحت تبدیلی کر کے معنی بدل دیا۔ جس کا کوئی معقول جواز نہ تھا کیونکہ قرآن و حدیث پہلے بھی موجود تھے لغت عربی اور جزیرہ عرب پہلے ہی عالم وجود میں آیا ہوا تھا۔ پھر اس تبدیلی کا کیا جواز جو کہ تمام مجددین مخلصین کے بھی خلاف ہو۔ اجماع امت کے بھی خلاف ہو۔ جن کا تسلیم کرنا فرض اور ایمان اور ان امور کا انکار کفر و فسق اور الحاد ہے۔ کما قلنا لقاویانی۔

ان هذا الا اختلاق۔ وماذا بعد الحق الا الضلال۔ حقیقہ و مجاز کے متعلق ایک قادیانی ضابطہ۔

مرزا صاحب حقیقی اور مجازی معنی کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ

ثم اعلموا ان اللفظ الموضوع لمعنى ان يوجد المعنى الموضوع له فى
جميع افراده من غير تخصيص و تعيين- فمیه حقیقتہ الوحی ص ۲۳
خزائن ص ۲۶۵ ج ۲۲

ترجمہ پھر جان لو کہ کسی لفظ کا معنی کہ جس کے لئے وہ لفظ وضع کیا گیا ہے اس کا حق یہ ہے کہ وہ مفہوم اسکے تمام افراد میں پایا جائے۔
ہم بقول شما اس اصول کو تسلیم کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ
اگر حقیقت یہی ہے اور یقیناً ہے بھی یہی تو آؤ اس ضابطہ کے تحت اس
متنازعہ مسئلہ کا حل تلاش کر لیتے ہیں۔

ہم یہی کہتے ہیں کہ یہ لفظ ونی (نہ کہ وفاة) سے بنا ہے جس کا مفہوم کسی چیز کا پورا کرنا ہے اب اس بنیاد پر اس کے تمام اشتقاقات اور جمع صیغوں میں یہی بنیادی مفہوم جاری ساری تسلیم کرنا پڑے گا لہذا کسی بھی صیغہ یا باب میں منتقل ہو کر اس کا مفہوم اصلی نہیں بدلے گا۔ چاہے وہ وفا ہو۔ ایفاء استیفاء ہو توفی یا نوافی ہو بنیادی مفہوم ہر حالت میں موجود رہے گاہاں لزوم و تعدیہ کا فرق آ سکتا ہے اس بنا پر جب اس لفظ کا معنی موضوع نہ اتمام و اکمال ہے جس کی ضد عذر ہے تو پھر باب تفعیل میں جا کر اس کا مفہوم موت کیسے ہو جائے گا۔ جب کہ اس کا معنی موضوع نہ یہ نہیں ہے۔

مآینا اگر لفظ کا معنی موضوع ہر جگہ برقرار رہنا بلا شرط لازمی ہے تو آپ باب فصل کے متعلق یہ متعدد شروط (کہ فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو) کیوں لگاتے ہو جبکہ معنی موضوع خود بخود بلا شرط ظاہر ہوتا ہے اس کے لئے کسی شرط یا قرینہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہاں مجازی کسی قرینہ کی ضرورت لاحق ہوگی۔ بنا برائیں تمہاری یہ شرائط لگانا خود دلیل معنی مجازی کی ہوگی چنانچہ اس چیز کا اظہار من الجاز اور قد عبرتہ کہ کر کئی اہل لغت نے فرمایا ہے۔

فلان ما ذا بعد الحق الا الضلال والا الحاد والزندقه عافانا الله منها
برحمته الخاصتم انه هو البر الرحيم

آیت استخلاف کا مصداق حقیقی

چونکہ آیت استخلاف میں مکمل صراحت ہے۔ کہ یہ خطاب صحابہ کرامؓ سے ہے کہ تم میں سے مخصوص افراد کو خلافت ارضی پر متمکن کیا جائے گا۔ اور پھر ان کی خصوصیات کا تذکرہ بھی فرما دیا۔ لہذا اس خلافت کا مصداق صرف خلفائے اربعہ ہی ہیں جن کی خلافت آیت میں مذکور علامات پر پوری اتری۔ ان کی بعد بھی کئی صلح تحت خلافت پر متمکن ہوئے مگر آیت کے صحیح اور کامل ترین مصداق یہی خلفائے راشدین تھے جن کی خلافت علی منہاج النبوة تھی۔ اور آنحضرت ﷺ نے امت کو انہی سے وابستہ رہنے کی تلقین بھی فرمائی ہے۔

جیسے فرمایا

فانه من يعش منكم بعدى فسيري اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي و
سنة خلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ۔
(مشکوٰۃ ص ۳۰)

ترجمہ میرے بعد زندہ رہنے والوں کے سامنے بہت سے اختلافات رونما ہوں گے
یو تمہیں لازم ہے کہ تم میرے اور میرے رشدہ و ہدایت والے خلفائے کے طریقہ
و کردار پر رہنا اسی سے وابستہ رہنا اور اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ تم نے میرے بعد صدیق و فاروقؓ کی پیروی
اور اتباع کرنا۔ غرض یہ کہ آیت استخلاف کا مصداق یہی خلافت راشدہ ہے جن کی
صلاحیت اور کامیابی کی اطلاع بھی دیدی گئی۔ حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی مدت
بھی ۳۰ سال بیان فرمادی۔

تمام امت نے آیت کا مصداق۔ یہی خلافت راشدہ قرار دی ہے۔

منکرین خلافت بھی اسی خلافت کی بنا پر اہل حق میں الجھتے رہتے ہیں۔

خود مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بھی آیت کا مصداق اسی خلافت راشدہ کو

قرار دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا اولین مصداق صدیق اکبرؐ کی خلافت کو قرار دیتا ہے۔
 (دیکھئے مرزا صاحب کی کتاب سرالخلافتہ۔ خزائن ص ۳۳۴-۳۳۶ و ۳۵۲ ج ۸)
 لہذا قادیانی قاضی صاحب کا مشبہ اور مشبہ بہ کا چکر محض مغالہ انگیزی اور دجل و
 فریب ہے۔

نیز اس آیت میں خلافت فی الارض یعنی حکومت و اقتدار کا تذکرہ ہے جو
 مرزا قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوئی۔ جس طرح رافضیوں کے مذموم ائمہ موصوفین
 کو میراثہ ہو سکی۔ لہذا آیت کا مصداق یہی خلافت راشدہ ہے۔ جو کہ علی
 منہاج النبوة تھی۔ آیت میں مذکور تمام علامات کے مطابق تھی اور لسان نبوت
 کی ذکر کردہ تیس سالہ مدت کے مطابق بھی تھی۔

قادیانی اشکال ۳

حضرت محمد رسول کریم ﷺ کا فیصلہ

حضرت امام بخاری کتاب التفسیر زیر آیت ہذا یہ حدیث لائے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

ان یجا برجال امتی فیوخذبہم ذات الشمال فاقول یا رب
اصیحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما
قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما
توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ فیقال ان هولاء لم
یزالوا مرتدین علی اعقابہم منذ فارقتہم (بخاری ص ۶۶۵ ج ۲)

استدلال = جو معنی توفیتنی کے اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے بیان کے لئے جاتے ہیں۔ وہی معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں لئے جائیں گے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ کا اپنی وفات کے بعد قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں بیان دینا واضح کہتا ہے۔ کہ فلما توفیتنی والا بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی وفات کے بعد ہوا اور تونی کے بعد انہیں قوم میں اصالتاً دوبارہ آنے کا موقعہ نہیں ملا جس طرح آنحضرت ﷺ کو تونی کے بعد اصالتاً قوم میں آنے کا موقعہ نہیں ملا۔ (پاکٹ بک ص ۷ تا ۹)

الجواب بعون اللہ العلام

یہ اشکال قادیانی رجل و فریب کا عظیم شاہکار ہے۔ اور اس کا مرکزی نکتہ جملہ اقوال کما قال کے تحت لفظ تونی ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے اس لفظ کو اپنے بارہ میں استعمال فرمایا ہے۔ تو جو معنی آپ کے بارہ میں لیا جاتا ہے وہی معنی اور مفہوم حضرت مسیح کے بارہ میں لینا لازمی ہے۔ ورنہ تشبیہ کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اسی اشکال کو مرزا قادیانی نے بھی متعدد مقالات پر دہرایا ہے اور بار بار عوامی ذہن پر پریشردا لیتے ہوئے لکھا ہے کہ جب آنحضور ﷺ کے بارہ بالاتفاق توفی کا معنی موت لیا جاتا ہے تو حضرت مسیح کے بارہ میں وہی لفظ توفی ہے ان کے بارہ میں الگ معنی لینے کا کیا جواز ہے۔ قادیانی اس روایت کو فیصلہ رسول اور نص قطعی قرار دیکر تمام امت کو منکرین حق قرار دیتے ہیں۔

نیز امام بخاریؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے منوفیک ممیتک معنی کر کے اس مسئلہ کا فیصلہ کر دیا ہے۔ وہ تو ہمارے موافق وفات مسیح کے قائل ہیں جیسے کہ دیگر اکابرین امت اس نظریہ کے قائل ہیں۔ پھر امام بخاری نے یہ حدیث نقل کر کے بالکل آخری فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ مسیح واقعی فوت ہو چکے ہیں۔ توفی کا معنی موت ہی ہے۔ لہذا اس تمام تفصیل سے قادیانیوں کا یہ اشکال بڑی سنگین صورت اختیار کر جاتا ہے اسی بنا پر ان کو اس اشکال پر بڑا ناز اور فخر ہے۔ وہ اسے اپنے لئے ناقابل تسخیر دلیل قرار دیتے ہیں۔

مگر آپ مطمئن رہئے یہ تمام گفتگو محض دجل و فریب ہے اس میں ذرہ بھی وزن نہیں توجہ فرمائیے۔

۱۔ رفع و نزول کا نظریہ اہل اسلام کا از روئے قرآن و حدیث اور اجتماع امت ایک طے شدہ حقیقت ہے جس سے ایک بھی فرد امت اختلاف نہیں کرتا۔ نہ بخاری نہ کوئی دوسرا۔ لہذا یہ اشکال محض قادیانی دجل کا ایک مزین اور طبع شدہ شگوفہ ہے۔

۲۔ قادیانی قاضی صاحب نے نقل حدیث میں زبردست خیانت کی ہے جو کہ قادیانیت کا مزاج ہے۔ پوری حدیث یوں مذکور ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قال خطب رسول اللہ علیہ وسلم فقال یا ایہا الناس انکم محشورون الی اللہ

حفاة عراة غرلا ثم قال كما بدانا اول خلق نعيده وعدا
 علينا انا كنا فاعلين الى آخر الاية ثم قال الا وان اول
 الخلائق يكسى يوم القامة ابراهيم الا وانه يجاء بز
 جال۔ (بخاری ص ۶۶۵ ج ۲ وایضا ص ۴۷۳ ج ۱ و ص ۴۹۰ ج ۱
 ص ۶۹۳ ج ۲ و ص ۹۶۶ ج ۲)

یعنی بخاری شریف میں یہ حدیث چھ مرتبہ مذکور ہے۔ اور ہر موقعہ پر
 مندرجہ بالا مکمل عبارت کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ اس کے بعد آپ تفصیلاً
 سماعت فرمائیے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سو فیصد عقیدہ رفع و نزول جسمانی میں
 ہمارے ساتھ ہیں۔ ان کے وہم و گمان میں بھی اس کے خلاف کچھ کہنے یا لکھنے کا
 اشارہ تک نہیں۔

۱۔ کیونکہ۔ انہوں نے اپنی صحیح میں حضرت مسیح کے جسمانی نزول کے اثبات میں
 مستقل باب منعقد فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے بخاری شریف ص ۴۹۰ ج اول
 جس میں امام صاحب متعدد احادیث ذکر فرماتے ہیں جن میں حضرت مسیح
 کے نزول جسمانی کے ساتھ ساتھ آپ کے تمام حالات و کوائف تفصیل سے مذکور
 ہیں۔

پھر امام نے اتنے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں کو
 واضح کرتے ہوئے ایک ایک جملہ پر مستقل باب منعقد فرمایا ہے مثلاً
 ۲۔ اسی صحیح کے (ص ۲۹۶ ج ۱) پر قتل خنزیر کا عنوان قائم کر کے اسی حدیث کو
 لائے ہیں۔

۳۔ اس کے بعد (ص ۳۳۶ ج ۱) پر کسر صلیب و قتل الخنزیر کے عنوان کے
 تحت پھر اسی حدیث کو لائے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول مسیح کو موکد
 بھلت بیان فرمایا ہے۔

۴۔ امام عالی مقام نزول مسیح کے عنوان کے تحت سب سے اول نمبر پر وہ حدیث درج کرتے ہیں کہ جس کی آخر میں راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اس فرمان نبوی کی تصدیق چاہتے ہو۔ تو پڑھ لو۔

وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيامة
يكون عليهم شهيدا

یعنی جس نے حیات مسیحؑ پر اجماع صحابہؓ ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس بیان پر کسی ایک صحابی نے کبھی بھی کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ کہ اس مسئلہ میں یا اس آیت کے مفہوم میں یہ بات ہے کہ سو فیصد تمام صحابہ کرامؓ نے عقیدہ حیات مسیح اور اس آیت کے صحیح مفہوم پر اتفاق کرتے ہوئے مہر تصدیق لگا دی ہے۔ جس سے تمام صحابہؓ اور ان کی اتباع میں امت کا اس مسئلہ پر اجماع و اتفاق ثابت ہو جاتا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے نزول مسیح کے باب میں پہلے نمبر پر اس اجماعی حدیث پاک کو ذکر کے اپنا فیصلہ دیدیا۔ کہ میں بھی تمام صحابہؓ اور تمام ائمہ امت اور افراد کے ساتھ اس عقیدہ میں سو فیصد متفق ہوں۔ میں کسی بھی شق میں ذرہ برابر امت سے منفرد نہیں۔

امام بخاری کا متوفیک مبینک سے کوئی اشتباہ نہیں پڑتا۔ کیونکہ تونی کا معنی اگر موت بھی لیا جائے تو بھی ابن عباسؓ کے قول کے مطابق معنی یہ ہو گا۔ کہ آپ کو پہلے چند ساعت عارضی موت سے دو چار کر کے پھر زندہ کیا گیا۔ اور پھر بجد العنصری آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ یا اس میں تقدیم و تاخیر کا قاعدہ چلایا جائے گا۔ یہ بھی ابن عباسؓ سے تفاسیر معتبرہ میں منقول ہے۔ کما مر ذکرہ۔

لذا قادیانیوں کا یہ داویلا کہ امام بخاریؒ ہمارے ساتھ ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تونی کا معنی موت لکھا ہے۔ بالکل بیکار ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی صحیح بخاری میں نزول مسیح کا باب تو منعقد فرمایا ہے۔ مگر کہیں ولادت مسیح یا ہجرت کشمیر کا باب ہرگز

نہیں باندھا۔ بلکہ انہوں نے اس حدیث نبوی کے ایک ایک جملہ پر مستقل باب منعقد فرما کر اپنے متعلق ہر قسم کے وسوسے اور اشتباہ کو دور فرمایا ہے کہ مسیح بن مریم اتریں گے۔ وہی کسر صلیب کریں گے۔ وہی قتل خنزیر کریں گے۔ اور کوئی فرد مجازی یا استعاراتی طور پر آنے کا بالکل متوقع یا متخیل نہیں ہے۔

باقی قلدیانیوں کا حدیث اقول کما قال سے استدلال۔ تو وہ بھی بالکل دجل ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شبہ سے ناجائز مفاد اٹھانے والوں کا راستہ بالکل بند کر دیا ہے۔ وہ اس طرح کہ یہ حدیث پاک چھ مرتبہ بخاری شریف میں منقول ہے اور ہر موقع پر امام صاحب نے سورہ انبیاء کی آیت کما بنڈنا اول خلق نعیدمبالا اہتمام پہلے نقل فرمائی ہے۔ جس کا ترجمہ اور مفہوم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جیسے ہم نے ابتداء میں انسان کو پیدا فرمایا اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے۔ گویا دونوں خلقتوں کو لفظ کما سے بیان فرمایا۔ مگر دونوں میں موافقت کلی نہیں کہ جیسے پہلی بار انسان کی پیدائش کی تفصیل ہے مرد و عورت کے ملاپ سے پیدائش ہوتی ہے۔ جو تدریجاً بڑا ہو کر جوانی اور کمال کو پہنچتا ہے اسی تدریج سے دوبارہ نہیں ہوگی۔ بلکہ دوسری بار فوری طور پر تمام انسان زندہ ہو کر دربار الہی میں حاضر ہو جائیں گے۔ جیسے فرمایا ونفخ فی الصور فاذا ہم من الاجداث الی ربہم ینسلون (-سن) وغیرہ۔ تو لفظ کما سے جیسے دونوں پیدائشیں کیفیت میں یکساں نہیں اسی طرح اقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما ٹوفیتنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توفی اور حضرت مسیح کی توفی بھی یکساں نہیں بلکہ دونوں میں نمایاں فرق ہے۔

ایک توفی تو بصورت طبعی وقات کے مستحق ہوگی۔ اور دوسری یعنی حضرت مسیح کی بوجہ قرینہ بل رفعہ اللہ علیہ وغیرہ اصعاد الی السماء کی صورت میں ہوگی تو امام رحمہ اللہ نے ہر دفعہ پہلے سورہ انبیاء کی آیت جس میں لفظ کما آیا ہے وہ

ذکر کی پھر سورہ مائدہ کی آیت ذکر فرمائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ نہ تو کما بداننا اول خلق نعیدہ میں دونوں خلقیں یکساں ہیں اور نہ ہی فرمان رسول اقول کما قال میں دونوں مقدسین کی توفی ہم معنی اور یکساں ہے۔ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے قلوبانی اشتباہ و اشکل کا بالکل ستیاناس کر دیا۔

۲۔ یا اقول کما قال العبد الصالح میں قال کا مقولہ تو وہی ہے جو آگے مذکور ہے۔ و کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب ہے۔ اور اقول کا مقولہ یہ مکمل نہیں بلکہ وہ صرف اتنا ہی ہے جس کو امام نے (ص ۲۶۵ ج ۲) پر دوسرے عنوان سے ذکر فرمایا ہے۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم

جیسا کہ حدیث ابو ذرؓ سے اس کی تائید صریح ہو رہی ہے کہ ایک دفعہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رات ایک رکعت میں یہی الفاظ دہرائے۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم دریافت کرنے پر فرمایا کہ یہ نماز رعیت تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی بخشش کے لئے التجا کی۔ جو کہ قبول ہو گئی۔ فالحمد لله

۳۔ پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے۔ کہ آیت میں اقول کما قال ہے ما قال نہیں۔ اور حرف تشبیہ کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ دو چیزوں کو تشبیہ دی جاتی ہے مگر دونوں میں موافقت کلی نہیں ہوتی۔ بلکہ محض ایک آدھ بات میں بھی مشابہت ہونا کافی ہوتا ہے جیسے کہ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم میں تشبیہ فقط نفس فرضیت صیام میں ہے۔ نہ دنوں میں موافقت ہے نہ اوقات اور دیگر متعلقات میں۔ اسی طرح اقول کما قال میں تشبیہ فقط اعتذار میں ہے۔ کہ جیسے حضرت مسیحؑ یہ الفاظ کہہ کر اپنا عذر پیش کریں گے میں بھی کچھ کہہ کر اپنی برات پیش کروں گا۔

اب اس تمام تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سو فیصد اہل حق کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے صرف بطور توجیہ کے منوفیک ممینک کہہ دیا تو اس سے پیدا شدہ یا کردہ شدہ تمام وساوس کی خوب جڑ بھی کاٹ دی کہ کوئی ملحد میرے متعلق وفات مسیح کے قائل ہونے کا وہم بھی نہ کرے میں تو سو فیصد اہل حق کے ساتھ ہوں۔ اس لئے انہوں نے ہر طریقہ سے بار بار اس وسوسہ کی تردید فرمائی۔

اب فرمائیے کہل گیا مرزا صاحب اور ان کے ہمناؤں کا الزام امام بخاری پر۔ کہ وہ بھی وفات کے قائل ہیں انہوں نے یہ فرمایا۔ یہ روایت نقل کی۔ آپ کے سامنے بندہ نے تمام حقیقت الم نشرح کر دی ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کر لیں کہ قدیانی اشکال کتنا درجل تھا۔ جس کی صفائی بتوفیقہ تعالیٰ خوب سے خوب تر ہو گئی۔ فالحمد لله والمنة

لہذا جب دونوں مقدسین کی توئی الگ الگ مفہوم رکھتی ہے تو قدیانی کی اگلی تفریح بالکل بیکار ہو گئی۔ کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصالتاً قوم میں نہیں آئے اسی طرح حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم بھی اصالتاً دوبارہ اپنی قوم میں نہیں آئیں گے۔

یہ تلازم قطعاً بے ثبوت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور انتقال من الدینا عالم مشاہدہ میں ہے کہ آپ طبعی وفات سے رفیق اعلیٰ میں منتقل ہوئے ہیں۔ آپ کی تکفین و تدفین ہوئی جنازہ ہوا۔ روضہ اطہر تیار ہوا اور آج تک ملک و انس کے لئے مرجع زیارت بنا ہوا ہے۔ پھر آپ کے ساتھ صدیق و فاروقؓ بھی استراحت فرمائیں مزید سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلی وضاحت فرمادی۔

اللهم لا تجعل قبری و ثنا یعبد۔ اور لا تجعل قبری عبداً اور من زار قبری و جیت له شفاعتی او کما قال وغیرہ من الاحادیث بخلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے۔

آپ کے متعلق بیسیوں نصوص تطعیہ سے واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ .بجسد
العنصری مرفوع الی السماء ہو گئے۔ پھر قرب قیامت نازل ہوں گے۔ اور مدت تک
اپنے فرائض منصبی ادا فرما کر پھر طبعی وفات سے دو چار ہوں گے۔ اس کے بعد
آپ کا جنازہ بھی ہو گا اور روضہ رسول میں استراحت فرما ہوں گے۔ اور روز حشر
خاتم الانبیاء ﷺ کے ہمراہ محشور ہوں گے۔ تو جب دونوں مقدسین کے متعلق اتنی
تصریحات الگ الگ مذکور ہیں۔ تو پھر قادیانی قاضی کا محض اٹکل پچو سے اسی حقیقت
کو مخدوش کرنا کون احمق سنے گا۔ الا من سفہ نفسه

۱۔ اس موت کے مفہوم مراد لینے کی کئی صورتیں ہیں۔ وہب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین گھڑی تک موت دیدی۔ پھر اٹھالیا گیا محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ سات گھڑی تک موت دی کر پھر زندہ کر دیا اور پھر آسمان پر اٹھالیا امام ربیع کہتے ہیں کہ موت سے مراد نیند ہے کہ خدا نے آپ کو نیند کی حالت میں آسمان پر اٹھالیا۔ اس کے بعد مزید مفہوم بھی بیان کرتے ہیں۔

چوتھی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں واؤ ہے جو ترتیب کے لئے نہیں ہوتا بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح سے یہ چار معاملات فرمائے گا جیسے بھی موقعہ ہو گا۔ جب چاہے گا اور جیسے چاہے گا اور یہ بات دلیل پر موقوف ہے اور اب چونکہ رفع الی السماء کی دلیل حدیث صحیح سے ثابت ہو چکی ہے کہ آپ نازل ہوں گے اور کسر صلیب کریں گے قتل خنزیر کریں گے اور اس کے بعد آپ فوت ہوں گے۔ (لہذا یہ سب سے پہلے وقوع میں آئے گا اور موت بعد میں)

پانچویں وجہ یہ ہے کہ توفی عن شموات نفس ہے اس کے بعد رفع الی السماء ہو گا۔

چھٹی وجہ توفی . معنی اخذ الشئی وافیا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ آئندہ بعض لوگ رفع روحانی کا نظریہ قائم کر کے گمراہی پھیلائیں گے لہذا اس نے واضح فرما دیا کہ مسیح جسم ببع روح اٹھائے گئے ہیں صرف روحانی رفع نہیں۔

سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کتنا رحیم و کریم ہے۔ آج قادیانی جس بات پر سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں اس مجدد وقت نے پہلے ہی اس کا قلع قمع فرما کر بات صاف کر دی ہے۔

ولكن الظالمون لا يؤمنون بل ينحرفون ويكفرون بالله
وبالرسول والمجددين الملمهين- خذهم الله ولعنهم الله
اجمعين-

۷۔ متوفیک ای اجعلک کالمتوفی۔ لانه اذا رفع الی السماء انقطع خبره و اثره عن الارض۔ یعنی جب آپ آسمان پر چلے گئے تو زمین سے تمام

تعلقات مثل میت کے ختم ہو گئے۔ تو گویا اس لحاظ سے آپ فوت شدہ لوگ کی طرح ہو گئے۔

۸۔ توفی . معنی قبض ہے۔

یقال وفانی فلان دراہمی ولوفانی وتوفیتها منہ کما

یقال سلم فلان دراہم الی وتسلمتها منہ وقد یکون

ایضاً

توفی . معنی استوفی یعنی توفی . معنی کسی چیز کی پوری ادائیگی کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں نے مجھے میری رقم پوری دیدی ہے اور میں نے وصول کر لی ہے۔ تو اس بنا پر معنی یہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو بحفاظت تمام آسمان پر اٹھا لیا۔ یہ معنی ہے توفی کا۔

غرضیکہ امام صاحب توفی کا مفہوم۔ اخذ الشئی وافیا۔ اور قبض الشئی ہی لیتے ہیں اور ہر صورت اور مل کار رفع الی السماء ثابت فرما رہے ہیں قادیانی مفہوم تو ان کے بلکہ کسی بھی فرد مسلم کے احاطہ خیال میں بھی نہیں ہے۔ قادیانی محض دجل و فریب سے امام رازی کی عبارات سے کوئی ایک آدھ جملہ جس کا سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لے اڑتے ہیں اور شور مچادیتے ہیں کہ فلاں بھی ہمارے موافق ہے فلاں ہمارے مطابق ہے۔ حالانکہ اس فلاں فلاں کے فرشتوں کو بھی اس کا وہم نہیں ہوتا۔

طریق ثانی

پھر دوسرا طریقہ پر یوں بیان فرماتے ہیں کہ اگر اس کا مفہوم موت مراد لیا جائے تو پھر ان مفسرین کی تائید ہو جائے گی جو یہ فرماتے ہیں کہ آیت میں تقدیم و تاخیر مراد ہے یعنی توفی کا معنی موت ہی ہے مگر معنی یوں ہو گا کہ اے عیسیٰ میں تجھے فی الحال تو آسمان پر اٹھا لوں گا پھر آخر وقت زمین پر نازل کر کے طبعی موت سے وفات دوں گا۔ کیونکہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتی بلکہ مطلق جمع کے لئے آتی ہے اور اس تقدیم و تاخیر کے مثالیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں (چنانچہ الاتقان

ج ۲ میں امام سیوطی نے اس پر ایک مستقل باب منعقد فرمایا ہے) تو گویا امام فرما رہے ہیں کہ اگرچہ یہ مفہوم بھی جائز ہے مگر جب توفی کا لغوی مفہوم رفع ہے تو پھر ہمیں ایک غیر معروف قلعہ کے تحت تفسیر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

ناظرین اصل بات تو یہ تھی جس کو قادیانی نے اپنے باطل نظریہ کی تائید کے لئے مغالطہ اور فریب کاری میں ڈال دیا۔ جو کہ ان کا بنیادی و پیرہ ہے۔ لہذا ان کے دوسوہ میں کبھی نہ آئیں۔

ایک مزید وضاحت

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں بڑے بڑے سرکردہ مفسرین نے تقدیم و تاخیر کا اظہار فرمایا ہے جبکہ قادیانی اس طریقہ کو اپنے خبث باطن سے الحاد کہتا ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس تقدیم و تاخیر کے قائل تو امام سیوطی اور دیگر مجددین وقت بھی ہیں جو کہ بقول شامخدا کی وحی سے بولتے تھے اور تم ان کے قول کو الحاد کہہ رہے ہو جبکہ ان کا ماننا فرض اور نہ ماننا فسق و کفر ہے۔ تو بتلائیے کہ اب ان کی بات کیسے الحاد ہو سکتی ہے جبکہ پہلے وہ بالکل صحیح اور وحی الہی کے مطابق تھی۔ کیا تمہارے ہاں کبھی الحاد اور فسق و کفر عین ایمان بھی بن جاتا ہے آخر اپنے وضع کردہ ضوابط پر تو قائم رہو صرف اپنی اغراض فاسدہ کے لئے کسی اصول و ضابطہ کو بھی خاطر میں نہ لانا کون سی دیانتداری ہے؟ نیز فرمائیے کہ ان اکابرین سے منحرف ہو کر آپ فسق و کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں یا ہم؟ مرزا صاحب آپ ان کا انکار کر کے فاسق و کافر بن چکے ہیں لہذا آپ کسی بھی دعویٰ کے لائق نہیں رہے اب چھٹی کرد۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ملہم، مفسرین و مجددین نے لفظ توفی کا مفہوم یوں بیان فرمایا ہے کہ لفظ توفی کا بنیادی اور حقیقی مفہوم اخذ البیثنی و اقباض القبض ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں کبھی تو اخذ و قبض بصورت طبعی موت وقوع پذیر ہوتا ہے اور کبھی بصورت نوم اور کبھی بصورت رفع الی السماء بجدہ و روحہ۔ تمام مفسرین نے یہی معنی بیان کئے ہیں۔

اب حضرت عیسیٰ کی توفی کسی صورت اور نوعیت میں وقوع پذیر ہوئی تو اس بارہ میں اجل مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ آپ کی توفی بلا نوم اور موت رفع الی السماء کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی۔ اس تفسیر کو سب نے بہترین اور صحیح تفسیر فرمایا ہے مگر دیگر احتمالی معنی لے کر بھی رفع الی السماء کے نظریہ پر زد نہیں پڑتی کیونکہ بصورت نوم کا معنی یہ ہو گا کہ آپ کو نیند کی حالت میں اٹھایا گیا تاکہ آپ گہرا ہٹ اور وحشت محسوس نہ کریں۔ اور اگر توفی بمعنی موت مراد لی جائے تو پھر بھی خیر ہے کہ اصل نظریہ رفع جسمانی الی السماء مخدوش نہیں ہوتا۔ کیونکہ بقول بعض آپ پر تین یا سات گھڑی موت طاری ہوئی یا بقول نصاریٰ تین دن۔ اس کے بعد آپ کو زندہ کر کے آسمان پر لے جایا گیا۔ یا موت سے مراد جسمانی اور مادی خواہشات و جذبات کا انقطاع ہے کہ ان سے مبرا کر کے اور ملکوتی صفات سے مزین کر کے آسمان پر اٹھایا گیا اس لئے آپ کو وہاں بشری و طبعی ضروریات مثل اکل و شرب وغیرہ کی کوئی ضرورت لاحق نہیں ہوئی یا پھر طبعی موت مراد لے کر آیت میں تقدیم و تاخیر کا طریقہ جو کہ اہل علم کے ہاں معروف ہے اختیار کیا جائے گا کہ فی الحال تو رفع سماوی ہو گا پھر جب آپ زمین پر اتریں گے تو اپنی زندگی پوری فرما کر طبعی موت سے دوچار ہوں گے گویا بہر صورت نظریہ رفع الی السماء کا کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں ہوتا اور نہ ہی کیا جاسکتا ہے کیونکہ نصوص قطعہ قرآنیہ اور بے شمار احادیث اس کی موید ہیں۔ برخلاف یہ قادیانی ٹولہ محض دجل و فریب سے مہر دین کی عبارات سے چند الفاظ نکل کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں لہذا ان کی کسی بھی بات اور حوالہ پر کان نہ دھریں نیز ان کے پیش کردہ حوالہ جات سے ہرگز پریشان نہ ہوں کیونکہ یہ محض دجل و فریب سے کام لے کر بالکل غلط اور بے بنیاد اور من گھڑت حوالجات پیش کرتے ہوئے ذرہ بھر نہیں شرماتے چنانچہ اس سلسلہ میں بندہ خلام بعد از تجربہ طویل پورا وثوق رکھتا ہے۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بزرگان سلف کے سامنے قرآنی تفسیر و تشریح تھی کوئی ایسا گمراہ طبقہ ملحوظ خاطر نہ تھا جو آج کل کے قادیانیوں جیسے عقائد کا حامل ہو زیادہ سے زیادہ عیسائی تھے جو کہ اپنی بے بنیاد روایات کی بنا پر صلیب مسیح

کے قائل تھے تو انکے بالقلیل ابن تیمیہ اور رازی رحمہم اللہ وغیرہ نے اتنی وضاحت اور تفصیل فرمائی ہے کہ جس سے عیسائیت اور قادیانیت کا جنازہ لگن گیا ہے بالفرض اگر یہ خبیث ٹولہ ان کے ملحوظ خاطر ہوتا تو خدا جانے وہ کیا کچھ ان کی گت بناتے۔۔۔
 المختصر ابن تیمیہ اور امام رازی رحمہم اللہ کی تحریرات میں قادیانیوں کی تردید کے لئے کافی ٹھوس اور بہترین مواد موجود ہے نیز ان کی جملہ تحریرات اور تعلیمات میں ان کی تائید میں ایک جملہ نہیں بلکہ ایک لفظ بھی نہیں ہے۔

قادیانی گروہ کا تیسرا ڈھکوسلہ

قادیانی قاضی صاحب نے ایک مشہور مرزائی ڈھکوسلہ یہ بھی پیش کیا ہے کہ ایک نحوی قاعدہ ہے کہ جب لفظ تونی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول کوئی ذی روح یا انسان ہو تو وہاں لازماً "معنی موت ہی ہوتا ہے۔ (تعلیمی پاکٹ بک)

یہ قادیانی ڈھکوسلہ عام استعمال کیا جاتا ہے جسے ابتدا میں مرزا غلام احمد نے وضع کر کے نہایت زور و شور سے بطور چیلنج کے پیش کیا تھا اور اس پر ازالہ اوہام میں ایک ہزار روپیہ انعام بھی پیش کیا تھا کہ جو اس قانون کو توڑے اسے میں ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا وغیرہ وغیرہ۔

الجواب یہ ہے الاول۔ کسی نحوی کتب کا حوالہ دیا جائے۔ یہ قاعدہ تو تمہارا اپنا اختراعی ہے لہذا مردود ہے۔ خاص کر جب کہ تم خود بھی بحوالہ قرآن تسلیم کرتے ہو کہ یہ لفظ انہی شرائط کے ساتھ قرآن میں استعمال ہوا ہے جیسے ہوالذی یتوفاکم باللیل اور والتی لم تمت فی منامہا تو ظاہر ہے کہ تمہارا موجب کلیہ اپنی ضد سالبہ جزیہ سے بیبا منشورا ہو گیا فمآذابعدالحق الا الضلال

الثانی۔ اس لفظ کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے "پوری نعمت دنیا" اور کامل اجر بخشا کیا ہے (براہین احمدیہ) کما مریدانہ تفصیلاً" تو کیا اس وقت تم نے نحوی کتب اور ان میں مندرج یہ قاعدہ نہ دیکھا تھا۔ یا اس وقت تک وہ کتب نحو مرتب اور شائع ہی نہ ہوئی تھیں۔

الثالث مرزا کے صاحبزادہ بشیر الدین نے صاف اقرار کیا ہے کہ حضرت

صاحب پہلے تو فی کا معنی ”پوری نعمت دنیا کرتے“ (جب کہ آپ ابھی مسلمان تھے اور امتہ مسلمہ کے اجماعی نظریات اور مسائل کو تسلیم کرتے تھے ناقل) پھر اس کے بعد حسب قاعدہ مذکور موت دینا کرنے لگے دیکھئے بشیر الدین کی مشہور کتاب (حقیقتہ النبوه ص ۲۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اس لفظ کا صحیح معنی پہلا ہی ہے مگر جب مرزا صاحب باغوائے نفس و ابلیس اور بحکم گورنمنٹ انگلشیہ منصب مسیحیت کی طرف قدم زن ہوئے تو اس وقت ایسے مصنوعی عقیدے اور ان کی تائید کے لئے من گھڑت قواعد بھی بنانے اور لکھنے لگے۔

الرابع یہ قاعدہ اور قانون آج تک نہ کسی مجدد و ملہم اور مفسر و محدث نے لکھا اور نہ ہی کسی نحوی کے حاشیہ خیال میں آیا یہ صرف عزازیل کی لاجبیری کی کسی کتب میں ہی درج ہو گا۔ جس تک اہل حق کی نہیں بلکہ اس کے کسی پیروکار کی ہی رسائی ہو سکتی ہے الخامس ہم کہتے ہیں کہ تمہارا قاعدہ خود تمہاری تسلیم سے ٹوٹ گیا کہ قرآن مجید میں ہولڈی یتوفکم باللیل آیا دیکھئے لفظ تو فی بھی ہے فاعل اللہ ہے اور مفعول بھی انسان ہے مگر معنی صرف نیند ہے موت نہیں۔

السادس۔ نحن نقول یہاں صرف لفظ تو فی نہیں بلکہ اس کے ساتھ لفظ رفع بھی ہے اور وہ بھی موصول جملہ الی۔ لہذا تمہارا اختراعی قاعدہ بھی یہاں فٹ نہیں دیکھئے ہم نے تمہارا قاعدہ از روئے قرآن مجید توڑ دیا اب ہم تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم ہمارے اس قاعدہ کو توڑو۔ کہ لفظ تو فی ہو اور اس کے بعد لفظ رفع موصول جملہ الی ہو وہاں لازماً ”معنی زندہ اٹھانا ہوتا ہے نہ موت اور نہ نیند وغیرہ۔ ہے کوئی قلابانی سپوت اور جیالا جو اس قانون کو توڑ کر منہ مانگا انعام حاصل کر کے مرزا کی لاج رکھ لے۔

قلویانی ڈھکوسلے کا آخری انجام

مندرجہ بالا سطور میں آپ نے متعدد وجوہ کی بنا پر لفظ تو فی کا مفہوم اہل اسلام کے حق میں معلوم کر لیا ہے اس ہم قلابانیوں کی سو فصد تاکہ بندی کرتے

ہوئے قادیانی تابوت میں آخری اور مضبوط کیل ٹھونکتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

قادیانی چیلنج کو اپنے زور سے نہیں کسی لغوی یا ادیب و شاعر کے حوالہ سے نہیں بلکہ اصدق الحلق خاتم الانبیاء ﷺ کی زبان اقدس سے چنانچہ ارشاد رسول ﷺ ہے کہ

من رمی الجمد لا یدری احد ما له حتی یتوفاه اللہ یوم القیامتہ اخرجہ

العلامہ المنذری فی کتابہ الترغیب والترہیب عن ابن عمر (ص ۲۰۷ جلد

دوم فی باب فضل رمی الجمار) طبع فی بلب فضل رمی الجمار

ترجمہ جس نے جمروں کی رمی کی تو کوئی نہیں جانتا کہ اس کا اجر وصلہ کیا ہے حتیٰ کہ روزِ حشر اللہ خود اسے پورا پورا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔

لیجئے انعامی چیلنج کرنے والو! اور اختراعی ضابطے بنانے والو۔ کہ جب توفیٰ از باب تفاعل ہو اس کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح یا انسان ہو تو وہاں معنی لازماً موت ہی ہو گا۔

ہمارا چیلنج ہے کہ یہ قاعدہ کسی بھی لغوی کتاب سے قیامت تک نہیں دکھایا جا سکتا اور نہ ہی کہیں ہے اب دیکھئے ہماری پیش کردہ حدیث مبارک میں جس کی صحت کی تصریح بھی کتاب مذکور میں منقول ہے اس میں خاتم الانبیاء ﷺ لفظ توفیٰ مع شرائط کے استعمال فرما کر ہماری تائید فرمادی کہ قیامت کے روز (جبکہ موت کا کوئی امکان و احتمال ہی نہیں) اللہ رمی جمار کرنے والوں کو بے حساب و گمان پورا پورا اجر دیں گے۔ اب کرو ترجمہ ”یتوفاه اللہ“ کہ اللہ اسکے بدلہ ماریں گے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ قادیانی قاعدہ محض ٹیپی کی گپ تھی نحوی مسئلہ نہ تھا افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی شرائط کے ساتھ مذکور فعل کا مفہوم وہ بیان فرمایا جو کہ ہماری تائید کر رہا ہے اور قادیانیوں کی تکذیب پر دائمی مہر لگا دی۔ فالحمد لله والمنة

اس آیت کریمہ کا دوسرا جملہ ورافعک الی

ترجمہ اور میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔

تمام آئمہ دین۔ مفسرین۔ محدثین مجددین اور مسلمین اس عقیدہ پر متفق اللسان و القلب ہیں کہ جملہ ورائعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ وغیرہ حضرت عیسیٰ کے زندہ بمع جسم عنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے لئے نصوص قطعیہ ہیں جن میں رتی پھر شبہ نہیں۔ پھر یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن مجید نے تو مسیح کا رفع بیان فرمایا ہے اور خاتم الانبیاء مفسر قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دوسری بھت اور لازم یعنی نزول کو بالصرحت بیان فرمایا ہے تاکہ حیات مسیح کی دونوں جہتیں مدلل و مبرہن ہو جائیں نیز قرآن و حدیث کا باہمی توافق و تصادق بھی ثابت ہو جائے۔ ولکن الملحدین لا یفقیہون۔ فلا یجدون عن جہنم محیصا

رفع کا لغوی مفہوم اور قرآنی استعمال۔

۱۔ الرفع ضد الارتفاع۔ المجدد ص ۲۷۲ رفع یعنی اٹھانا۔ رکھنے کی ضد ہے۔

۲۔ امام اللغۃ امام راغب لکھتے ہیں کہ

لرفع یقل ترہ فی الاجسام الموضوعۃ لذلعلینہا عن مقرہا نحو ورفعنا فوقکم لطور۔ وقال تعالیٰ لذلذی رفع السموات بغیر عمد ترد تھا۔ (ص ۱۹۹)

ترجمہ اٹھانا کبھی تو نیچے رکھے ہوئے اجسام کو ان کی جگہ سے اوپر اٹھانے کو کہا جاتا ہے جیسے فرمایا ورفعنا فوقکم لطور اور ہم نے تم پر طور پہاڑ کو اٹھایا۔ یعنی کوہ طور کو اٹھا کر تمہارے اوپر مثل سائبان کے کر دیا کما جاء فی مقام آخر ولا ننقنا الجبل فوقہم کانه ظللۃ (الاعراف ۱۷۱) یعنی ازالہ تجوز کے لئے فرمایا کہ طور کو ہم نے حقیقتہً " اوپر اٹھانا نہ کہ مجازاً اور کبھی لفظ رفع کسی چیز کی عظمت اور درجہ کی بلندی کے لئے بولا جاتا ہے جیسے کہ ورفعنا لکذکرک۔

وقوله تعالیٰ بل رفعہ اللہ الیہ یحتمل رفعہ الی السماء ورفعه من حیث النشرف یعنی حضرت مسیح کے بارہ میں بل رفعہ اللہ الیہ کا مفہوم دونوں معانی کو جامع ہے۔ رفع جسمانی اور رفع مرتبہ کے لئے بھی۔ یعنی آپ کو آسمان پر بھی اٹھایا گیا اور عظمت و شان بھی دی گئی۔ ص ۱۹۹ ظاہر ہے کہ یہ رفع ساوی برائے رفع

درجات ہے جیسے کسی آنے والے کو کرسی یا چارپائی یا پلنگ وغیرہ کے اوپر بٹھاتے ہیں تو مقصود اکرام ہی ہوتا ہے۔ مگر اس سے حسی طور پر بٹھانے کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ دونوں کا اثبات ہے۔

قرآن مجید اور لفظ رفع

یہ لفظ قرآن مجید میں کل مختلف صیغوں کی صورت میں ۲۹ مرتبہ استعمال ہوا ہے حقیقی معنوں میں ۱۷ مرتبہ اور مجازی معنوں میں یعنی رفع درجات کے معنوں میں ۱۲ مرتبہ حقیقی معنی کی چند مثالیں۔

- ۱- اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونها (۲:۱۳)
- ۲- انتم لشد خلقا ام السماء بناھا رفع سمکھا (۲۸:۷۹)
- ۳- ولأخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور (۶۳:۲)
- ۴- ورفعنا فوقہم الطور بیمناقہم (۱۵۲:۴)
- ۵- لاذقل اللہ یاعیسیٰ لئی متوفیک ورافعک الی (۵۵:۳)
- ۶- بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً (۱۵۸:۳)
- ۷- الیہ یصعد الکل الطیب والعمل الصالح یرفعہ (۱۰:۳۵)
- ۸- ولی السماء کیف رفعت (۱۸:۸۸)
- ۹- والسقف المرفوع (۵:۵۲)
- ۱۰- ورفع ابوہ علی العرش (یوسف)

مجازی معنی کی چند مثالیں

- ۱- ورفع بعضهم فوق بعض درجات (۱۶۵:۶)
- ۲- منهم من کلم اللہ ورفع بعضهم درجات (۲۵۳:۲)
- ۳- ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضاً سخریا (۳۲:۲۳)
- ۴- لو شئنا لرفعناہ ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ہواہ (۱۷۶:۷)

- ۵- نرفع درجات من نشاء وفوق كل ذى علم عليهم (۷۶:۱۲)
- ۶- يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات (۱۱:۵۸)
- ۷- وتلك حجتنا اتيناها ابراهيم على قومه نرفع درجات من نشاء (۸۳:۶) وغيره

ملاحظہ فرمائیے کہ جہاں جہاں رفع مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے وہاں ساتھ اس کا قرنیہ لفظ درجات مذکور ہے اور جہاں حقیقی معنوں میں مستعمل ہے وہاں بلا قرنیہ کے مطلق استعمال ہوا ہے۔

اب اس کا مقابل لفظ وضع ہے جو کہ قرآن مجید میں کل ۲۶ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور وہ بھی دونوں معنوں میں۔ مثلاً

والسمااء رفعها.....والارض وضعها للانام۔ (الرحمن) ایسے ہی خافضة رافعة

دیکھئے دونوں لفظ (رفع۔ وضع) بالمقابل حقیقی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں ایسے ہی حدیث میں سوتے وقت کسی ایک دعا یوں منقول ہے۔

اللهم باسئدك ربي وضعت جنبى وبيك ارفعه

رفع وضع معنوں کی مثال

قال النبى ﷺ ان الله يرفع بهذا الكتاب اقواما" ويضع بها
آخرين (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۸۳)

یہاں فرمان رسولؐ میں بھی دونوں لفظ یعنی وضع اور رفع بالمقابل حقیقی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ اور حدیث مسلم میں مجازی معنی میں۔

قادیانی اعتراف

قاضی نذیر قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ

الرفع ضدالوضع (تعلیمی پاکٹ بک ص ۲۳)

تو معلوم ہوا کہ اس لفظ کا معنی ماوضع لہ اور حقیقی یہی ہے کہ کسی مادی چیز

کو اسکی جگہ سے اوپر کو اٹھالینا اور اس کے مقابلہ میں کسی اٹھائی ہوئی چیز کو نیچے کسی جگہ پر رکھ دینا وضع کہلاتا ہے لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو ور نفع الی اور بل رفعہ اللہ الیہ آیا ہے تو اس کا بالاتفاق اہل اللغۃ والفسیر یہی مفہوم ہے کہ آپکو اللہ تعالیٰ نے بمع جسد عنصری زندہ ہی آسمان پر اٹھالیا نہ کہ آپ کو موت دیکر آپ کی روح کو اٹھالیا اور عزت و شرف سے نوازا آخر آپ پیغمبر برحق ہیں آپ کی عزت و عظمت تو بہر حال مسلم ہے اس میں تو کسی کو رتی بھر شبہ نہیں نہ عیسائیوں کو اور نہ ہم کو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو آپ کے حق میں لفظ رفع استعمال فرمایا ہے اور پھر اس کے بعد وکان اللہ عزیزا۔ حکیمان بھی فرمایا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ رفع روحانی نہیں بلکہ جسمانی ہے، جو کہ زبردست قدرت کا مظہر اور خدائی حکمتوں کا شاہکار ہے عام رفع مراد نہیں جو ہر نبی ولی تو کجا ہر مومن کو بھی حاصل ہے جیسے فرمایا من تواضع للہ رفعہ اللہ اور مندرجہ بالا رفع روحانی کی متعلقہ آیات قرآنی۔ اس میں آپکی کیا تخصیص ہے کہ جو اس اہتمام سے اس کا ذکر کیا جا رہا ہے؟۔ یہ رفع تو غیر نبی کو بھی اور عام حالات میں بھی حاصل ہے۔ مثلاً

برفع اللہ الذین آمنو منکم والذین لو تولعکم درجات وغیرہ مذکورہ بالا آیات

احادیث خاتم الانبیاء کی صلی اللہ علیہ وسلم میں مزید رفع کا استعمال

ایک موقع پر آپ نے لوگوں کو سفر کے دوران روزہ انظار کرنے کا فرمایا تو عام لوگ کچھ ہچکچاتے فرفعہ الی یدہ الی رفعہ الی غایۃ طول یدہ لیراہ الناس فی فطرون (مجمع البحار)

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انظاری کے لئے پانی کا پیالہ اوپر اٹھالیا جتنا آپ کا ہاتھ مبارک اوپر جا سکتا تھا تاکہ لوگ آپ کو دیکھ کر کہ آپ نے انظار کر لیا ہے تو ہمیں بھی انظار کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

تو دیکھئے یہاں رفع حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور یہی مفہوم نوحی فرمان نبوی میں دوسری حدیث میں آیا ہے۔

یرفع اللہ عمل لیل قبل عمل النہار الی خزائنه لیحفظ الی یوم الجزاء وغیرہا من الاحادیث النبویہ

ناظرین کرام مندرج بالا تفصیل سے آپ لفظ رفع بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں استعمال شدہ الفاظ ورائعکب الی اور بل. رفعہ اللہ الیہ کا صحیح مفہوم ذہن نشین کر چکے۔ اب ذیل میں اس سلسلہ تالیفاتی کے وسوسے اور ڈھکوسلے بھی ملاحظہ فرمائیں اور ان کا صحیح اور مسکت جواب ملاحظہ فرما کر اپنے ایمان و عقیدہ کو مضبوط اور تروتازہ فرمائیے۔

قلویانی وسوسہ (۱)

حضرت عیسیٰ کے بارہ میں لفظ رفع سے مراد رفع روحانی ہے کیونکہ اس مسئلہ کا پس منظر یہ تھا کہ یہود جو حضرت مسیح کے مخالف اور دشمن تھے ان کا نظریہ تھا کہ صلیب پر مرنے والا لعنتی ہوتا ہے اس کا رفع روحانی نہیں ہو سکتا اس لئے وہ آپ کو سولی پر چڑھا کر معاذ اللہ لعنتی ثابت کرنا چاہتے تھے تو ان کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ آپ پیغمبرِ حق ہیں آپ معاذ اللہ ملعون نہیں بلکہ نہایت معزز اور مقام و مرتبہ والے اور رفیع الدرجات ہیں تو اس حقیقت کے ثبوت کے لئے توفی کے بعد رفع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

الجواب بعون الوهاب العلام

میرے علم میں قلویانیوں کا یہ سارا تانا بانا محض دھوکا کی ٹی لور جناب ابلیس علیہ ما علیہ کا اغوا ہے۔ اسکی کسی بھی شق میں رتی بھر صداقت اور واقعیت نہیں ہے۔

۱۔ یہ کہنا کہ یہود کے نزدیک ہر مصلوب ملعون ہوتا ہے یہ بالکل بکواس ہے۔ کیونکہ انکی توراہ میں صاف لکھا ہے کہ

لور اگر کسی نے کوئی ایسا کوئی گناہ کیا ہو جس کا قتل واجب ہو اور تو اسے مار کر درخت سے ٹانگ دے تو اس کی لاش رات بھر درخت سے لٹکی نہ رہے۔

استثناء (۲۳۲۲۲۱)

دیکھئے اس میں قلویانی کلیہ بحوالہ یہود بالکل نہیں ہے کہ ہر مصلوب ملعون

ہوتا ہے جب کہ اصل میں ہر نبی ہی نہیں بلکہ ہر راستباز اور مومن مصلوب بھی اعلیٰ درجات کا حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔ لہذا تمہارا مسیح کے بارہ یہ قلعہ اور نظریہ استعمال کرنا بالکل خلاف حق اور واقعہ ہے۔ لہذا اس شبہ کے ازالہ کی بنا پر یہ ذکر رفع ہرگز نہیں ہے۔

پھر مسیح تو پہلے ہی وجیہانی لدنیا والاخرۃ تھے۔ لہذا نئے سرے سے ان کی رفعت کے بیان کی کیا ضرورت تھی۔

نیز اگر مسیح کی اس اہانت کے دفعیہ کے لئے یہ لفظ آیا ہے تو بتلائے کہ دیگر انبیاء کرام جو یقتلون الانبیاء اور قتلہم الانبیاء کے مصداق ہیں ان کے رفع کے لئے خدا نے کہاں رفعکم یا رفعہم اللہ فرمایا ہے آخر وہ بھی تو خدا کے عظیم الشان نبی تھے۔

اس سے صاف واضح ہو گیا کہ قلدانیوں کا یہ نظریہ سراسر باطل اور بے بنیاد ہے اور اس باطل نظریہ کے لئے ان کا حوالہ تو راہ بھی دجل و فریب کا شاہکار ہے۔

قلدیانی ڈھکوسلہ (۲)

قلدیانی قاضی صاحب کہتے ہیں کہ جب فعل رفع کا فاعل اللہ ہو اور مفعول انسان ہو تو وہاں ہمیشہ رفع درجات ہوتا ہے پھر چند وہ آیات نقل کیں جن میں لفظ درجات آیا ہے جیسے کہ اوپر آیات نقل ہو چکی ہیں تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ جب مطلق رفع بغیر صلہ الی کے ہو تو معنی غالباً یہی ہو گا مگر جب اس کا صلہ الی ہو گا تو پھر اس کا معنی الی اللہ یعنی آسمان کی طرف ہو گا اور ایسی ترکیب آئی بھی صرف مسیح کے لئے ہے پھر اس پر قلدیانی ایک روایت نقل کرتا ہے کہ تمہارا یہ ضابطہ اس روایت سے منقوض ہو جاتا ہے۔

لذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء لسابعہ بالسلسلہ (پاکٹ بک ص ۲۷)
(بحوالہ کنز العمال ص ۲۵ ج ۲)

اس پر ہم کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے دعویٰ کی تائید میں قرآنی آیت پیش کی تھی اور تم نے اس کے مقابلہ میں ایک دور دراز کی روایت پیش کی ہے جس کی

صحت سندو متن غیر معلوم ہے۔ (کیونکہ معروف روایت من نواضع للعرفه للہ ہی ہے) اور اصولاً نص قرآنی کے مقابلہ میں صحیح حدیث بھی پیش نہیں کی جاسکتی چہ جائیکہ ایک غیر تصحیح شدہ روایت جو کہ صحیح حدیث کے خلاف ہیں۔ وہ کیسے نص قرآنی اور اجماع امت کے خلاف پیش کی جاسکتی ہے۔ پھر یہ بھی واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ کا واقعہ ایک شان قدرت کا اظہار ہے جو کہ قدرت اور کیلیلی پر دلالت کرتا ہے اسی لئے اس کے بعد وکلن اللہ عزیزا حکیمانما فرمایا ہے۔ بخلاف تمہاری پیش کردہ روایت کے کہ اس کے شروع میں ہی لفظ من مذکور ہے جو کہ عموم اور شیوع پر دلالت کرتا ہے لہذا یہ اس طریقہ پر بھی نص قرآنی کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے جب تک تم کوئی ایسی نص قطعی پیش نہ کرو گے کہ جس میں صلہ الی مذکور ہے تمہارا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ ویسے بھی ایک ثابت شدہ حقیقت کی نظیر نہ ملنے سے وہ حقیقت مخدوش نہیں ہو سکتی اور معجزہ میں تو ہوتی ہی قدرت ہے اسکی حقیقت میں افراد اور اختصاص ہی ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ معجزہ کہلاتا ہے ورنہ ایک عام بات کو معجزہ کا عنوان کیسے دیا جاسکتا ہے۔

قلبیانی ڈھکوسلہ

قلبیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر رانک الی۔ میں لفظ سماء ملحوظ رکھا جائے تو اس سے خدا تعالیٰ کی محبت اور مکان ثابت ہوتا ہے حالانکہ وہ ان امور سے پاک اور منزہ ہے لہذا یہاں رفع روحانی ہی مراد ہو گا۔ جواب یہ ہے کہ یہ بالکل درست ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت اور زمان و مکان سے منزہ ہے۔ مگر انسانی معصوم کے لئے نیز کسی محبت اور جگہ کی تکمیل کے لئے اس نے اسے اپنی طرف منسوب بھی فرمایا ہے جیسے قرآن مجید ہی میں ہے۔

لمنتم من فی السماء۔ ام لمنتم فی السماء۔ الملک

ترجمہ از مرزا بشیر الدین کیا آسمان میں رہنے والی ہستی سے تم اس بات سے امن میں آگئے تفسیر مغیر (ص ۷۶۰) فرمائیے تمہارے پیشوا کیا معنی کر رہے ہیں کیا اس کی جہت آسمان واضح ہوئی یا نہیں؟ اب آپ اس لزوم کا فیصلہ کرو۔

۲. م استوی الی السماء ثم استوی علی العرش۔ قد فری قلب وجہک فی السماء (۱۳۲:۲)

اور حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ

آنحضور ﷺ نے ایک موقع پر ایک ہانڈی سے سوال کیا کہ ابن اللہ۔

فقلت فی السماء ثم قل من لنا فقلت انت رسول الله فقل اعتقبا لہا مومنه مملوۃ (ص ۲۸۵) بحوالہ موہبا والمسلم۔

تو ان نصوص قطعہ سے عظیم انسانی کی حد تک اللہ تعالیٰ کی جت آسمان ثابت ہو رہی ہے اور قائل جت سماء کو سید المرسلین ﷺ انھا مومنه فرما رہے ہیں اب تم کون ہوتے ہو۔ کہ جو اس حقیقت کا انکار کرو۔ ان لنتم الاصلون والذندیقون اب آئیے اس حقیقت پر مرزا صاحب کے دستخط بھی کرا لیجئے۔

آپ کے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بقلم خود تحریر کرتے ہیں کہ

کیونکہ شریعت نے دو طرفوں کو مانا ہے ایک خدا کی طرف اور وہ اونچی ہے جس کا مقام انتہائی عرش ہے اور دوسری شیطان کی لور وہ بہت نیچی ہے اور اس کا انتہا زمین کا پاتل ہے غرض یہ کہ تینوں شریعتوں کا متفق علیم مسئلہ ہے کہ مومن مرکز خدا کی طرف جاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں جیسا کہ آیت ارجعی الی ربک اس کی شہد ہے اور کافر نیچے کی طرف جو شیطان کی طرف ہے جیسا کہ آیت لا تفتح لہم ابواب السماء اسکی گواہ ہے۔ خدا کی طرف جانے کا نام رفع ہے۔ (تحفہ گوالیہ ص ۱۳ خزائن ص ۱۰۸ و ۱۰۹ ج ۱۷)

ملاحظہ فرمائیے مرزا صاحب نے بھی مان لیا کہ خدا کی طرف اور جہت بسبب علوشن کے آسمان ہی ہے تو ظاہر ہے کہ جیسے روح کے اللہ کی طرف یعنی آسمان پر جانے کی بنا پر اللہ کا مکان اور طرف ثابت نہیں ہوتی اسی طرح رفع الی اللہ سے مراد رفع جسم الی السماء تسلیم کرنے سے بھی اس کی طرف لور جت کا لزوم حقیقی

نہ ہو گا۔ اور جیسے نیک ارواح کا رفع سلوی ان کے عزت و اکرام کی بنا پر ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ خدا کیساتھ ملحق ہو جاتی ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ کا رفع الی السماء بھی بوجہ ان کے اعزاز و اکرام ہی کی بنا پر ہی ہے۔ یہاں بھی لحوق یا التصاق ہرگز لازم نہیں آتا۔

جیسے کہتے کی نسبت خدا کی طرف بوجہ اس کی عظیم و بکریم کے ہے نہ کہ بوجہ سکونت کے چونکہ ایسی نصوص سے فرقہ مشبہ نے خدا کے لئے حقیقتہً "جنت و مکان کو تسلیم کیا ہے اس بنا پر امام رازی نے فرمایا کہ آیت ورافعک الی سے فرض مسج کا اعزاز و اکرام ہے نہ یہ کہ اس سے وا تحتہ "خدا کی جنت و مکان کا اثبات ہے یعنی یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ایک خاص جگہ پر سکونت پذیر ہیں اور وہاں مسج بھی پہنچ گئے۔ یہ مراد نہیں بلکہ یہ نسبت خدا کے لئے محض عظمت و تقدس کی ہے۔ اگرچہ مسج فرشتوں کی طرح آسمان پر ایک مقام اور مستقرتیں سکونت پذیر ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے بالکل منزہ ہیں غرض یہ کہ ایسی تمام اغراض اور نسبتیں محض تشریحی اور اعزازی ہیں۔

فغهم و تدبر ولا تکن من المهلکین
اس سے بھی واضح بات سنئے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

لیکن وہ خدا جو آسمان پر ہے جو دل کے خیالات کو جانتا ہے۔ (تزیان القلوب
میسرہ ۳ حرف ش خزائن ص ۴۹۹ ج ۱۵)
اب بتائیے اس سے خدا تعالیٰ کی محبت اور مکان ثابت نہ ہو۔ فما هو جو ابکم
فہو جو لبنا

قلویانی ڈھکوسلہ

مرزا قلوبانی اور اس کی ذریت ہاملہ بیع قاضی نذیر صاحب نہایت زور شور سے آیت نبی متوفیک میں سلف صالحین کی تقدیم و تاخیر غیض و غضب کا

اظہار کرتے رہتے ہیں اور اس کو تحریف قرآن قرار دیتے ہیں۔
چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

والآية بزعمهم كانت في الاصل على هذا الصورة: يا عيسى
انني رافعك الى ومطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين
اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامة ثم منزلك من
السماء ثم متوفيك فانظر كيف يبدلون كلام الله
ويحرفون الكلم عن مواضعه... وكيف يجوز لا حدمن
المسلمين ان يتكلم بمثل هذا ويبدل كلام الله من تلقاء
نفسه ويحرفه عن موضعه من غير سند من الله ورسوله
ليست لعنة الله على المجرفين (جملة البشرى ص ۱۷ و ۱۸
روحانی خزائن ص ۱۶۶ و ۱۶۷ ج ۷)

ازالہ اوہام میں اس سے بھی بڑھ کر تقدیم و تاخیر کے قائلین
کو طعن و تشیع کا نشانہ بنایا ہے اور یحرفون لکلم عن مواضعہ کا
مصدق قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص ۴۱۳ تا ۴۱۴ کا حاشیہ طبع لاہور)

تجزیہ و تبصرہ

قولیانیوں کا یہ غیض و غضب اس صورت میں ہے کہ جب ہم بطور
استدلال کلی کے طور پر آیت میں تقدیم و تاخیر کو تسلیم کریں حالانکہ یہ صرف ایک
احتمال اور توجیہ ہے ورنہ اس کے بغیر بھی مفسرین کرام نے متعدد وجوہ پر مسیح کا رافع
سلمی ثابت کر دیا ہے۔

پھر یہ تقدیم و تاخیر مفسرین کے ہاں طے شدہ حقیقت ہے جس کے اثبات کے
لئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مجدد صدی نہم نے مستقل باب منعقد کیا ہے۔ (دیکھئے الاثقان
جلد دوم ص ۱۳ النوع الرابع والاربعون۔ طبع بمصر اس کے تحت انہوں نے اس کی
بسیوں مثالیں پیش فرمائی ہیں۔

اور فرمایا کہ اس سلسلہ میں ایک مستقل تصنیف ہونی چاہئے چنانچہ سلف

صالحین نے اس کا اہتمام بھی فرمایا ہے اب فرمائیے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جو قلابانیوں کے مسلم مجدد و ملہم تقدیم و تاخیر کا ایک مستقل باب منعقد کر رہے ہیں اور بڑے اہتمام سے بیسیوں مثالیں نقل کر رہے ہیں حتیٰ کہ ہماری زیر بحث آیت فی متوفیک کو بھی اسی باب میں نقل فرمایا ہے۔

تو فرمائیے کہ یہ سلف صالحین جو کہ قلابانیوں کے ہاں بھی صاحب الامام مجدد و ملہم ہیں اور مشتبہ بات خود آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کر لیتے تھے۔ (ازالہ اوہام ص ۱۵۱) کیا انہوں نے بیسیوں آیات میں تقدیم و تاخیر کا انداز اختیار کر کے الجلو اور تحریف کا ارتکاب کیا ہے؟ خدا کے کلام کو تبدیل کیا ہے؟ حتیٰ کہ بقول مرزا معاذ اللہ لبست لعنہ اللہ علی المحرفین کا مصداق قرار پائے ہیں؟۔ حالانکہ مرزا نے خود لکھا ہے کہ مجدد بغیر بلائے بولتے ہی نہیں۔ یہ صحیح دین پیش کرتے ہیں ان کی بات اور گواہی ماننا فرض ہے اور ان سے انحراف و انکار فسق اور کفر ہے لہذا دریں صورت بات بڑی الجھن میں پڑ گئی کہ یا تو ہم بقول مرزا ان سلف صالحین کو مرزا کے فتویٰ کفر و الجلو کے تحت لے آئیں (معاذ اللہ) یا پھر آسان طریقہ اختیار کرتے ہیں اور مرزا کے ضابطہ تبدیل و تحمیس کو مان کر صرف مرزا کو ہی ان الزامات اور مطاعن کا مورد و مصداق قرار دے لیتے ہیں کہ مرزا ہی ملحد۔ محرف قرآن اور ملعون ہے میرے خیال میں یہ دوسری صورت ہمارے لئے اور سب کے لئے آسان ہوگی۔

ناظرین یہ سخت گوی نہیں بلکہ عین الصاف ہے کیونکہ اگر ہم یہ طریقہ اختیار نہ کریں تو ہمارا گزارا نہیں ہوتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی لعنت کرے تو اگر دوسرا شخص اس کا مستحق نہ ہو تو وہ لوٹ کر لعن کرنے والے پر ہی آجاتی ہے تو چونکہ ہمارے اسلاف کرام خدا کی رحمت کے مورد ہیں لہذا لازماً مرزا صاحب ہی اپنی صلور کردہ لعنت کے مورد بنیں گے اس کے سوا کوئی تیسری صورت ممکن ہی نہیں اور یہ بھی نہایت آسان۔ نیز یہ دوسری صورت خود جناب مرزا صاحب کی اپنی اختیار کردہ بھی ہے۔ وہ یوں کہ چلو ہم مرزا صاحب کا ضابطہ عدم تقدیم و تاخیر برحق تسلیم کر لیتے ہیں اور بالفرض اس کے قائل بقول مرزا

صاحب کے طعن و تشیع کے مصداق بھی ہوں تو پھر درج ذیل تفصیل کی بنا پر ہم مرزا صاحب کو بھی اسی الحاد کے طوق اور لعنت کی پیدہوں میں جکڑ کر دکھاتے ہیں سو اب قدرت الہی کا تماشا اور مرزا کا انجام دیکھئے کہ جناب مرزا صاحب اپنی تحریرات کے تحت تقدیم و تاخیر کا مرتکب ہو کر محرف بنا ہے یا نہیں؟ پھر اس جرم کے نتیجہ میں وہ محرف قرآن اور ملعون ہوا ہے یا نہیں؟

کرشمہ قدرت خداوندی۔ کہ

مرزا صاحب اقرار کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح کا رفع روحانی اس وقت ہوا جبکہ یہود کے ہاتھوں سے واقعہ صلیب سے بچائے گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب اپنے الہام کے متعلق لکھتے ہیں کہ باعیسی نسی منوفیک جو سترہ برس سے شائع ہو چکا ہے اس کے اس وقت خوب معنی کھلے یعنی یہ الہام حضرت عیسیٰ کو اس وقت بطور تسلی کے ہوا تھا جب یہود ان کے مصلوب کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے اور اس جگہ بجائے یہود کے ہنود کوشش کر رہے ہیں اور الہام کے یہ معنی ہیں کہ تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا۔ دیکھو اس واقعہ نے عیسیٰ کا نام اس عاجز پر کیسے چسپاں کر دیا ہے۔ (سراج منیر ص ۲۱ خزائن ص ۲۳ ج ۱۲ طبع ربوہ منیر دیکھئے ص ۲۲ تا ۲۵ ج ۱۲) دوسری جگہ لکھا ہے کہ

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو ایسے اضطراب کے زمانہ میں تسلی دی تھی کہ جب یہودی ان کو مصلوب کرنے کی فکر میں تھے اب جو یہ آیت (نسی منوفیک) براہین میں اس عاجز پر بطور الہام نازم ہوئی تو اس میں ایک باریک اشارہ یہ ہے کہ اس عاجز کو بھی ایسا واقعہ پیش آئے گا کہ لوگ قتل کرنے یا مصلوب کرانے کے منصوبے بنائیں گے تاکہ یہ عاجز جرائم پیشہ لوگوں کی سزا پا کر حق مشتبہ ہو جائے سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام عیسیٰ رکھ کر اور وفات دینے کا ذکر کر کے ایماء فرماتا ہے کہ ان کے یہ منصوبے پیش نہیں جائیں گے اور میں ان کی شرارتوں سے محفوظ ہوں گا۔ اور اسی الہام کے آگے جو صفحہ

۵۵۷ پر ہے اس میں ظاہر فرمایا گیا کہ ایسا کب ہو گا اور اس دن کا نشان کیا ہو گا یعنی ایسے منصوبے جو قتل کے لئے کئے جائیں گے وہ کب اور کس وقت ہوں گے اور کن امور کا ان سے پہلے ظاہر ہونا ضروری ہے سو اسی الہام کے بعد جو الہام ہے اس میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔ میں اپنی چمکار دکھاؤں گا اپنی قدرت سے تمہ کو اٹھاؤں گا (یہ رافعک لہی کی تفسیر ہے)

دنیا میں ایک نذیر آیا..... اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ قتل کی سازشوں کا وقت وہ ہو گا کہ جب ایک چمکدار نشان حملہ کی صورت پر ظاہر ہو گا۔ (دیکھئے سراج منیر ص ۴۲ خزائن ص ۴۴ ج ۱۲)

اب اس سے ظاہر ہو گیا کہ واقعہ صلیبی سے بچانا اسی کا نام رفع روحانی ہے۔ اور توفی کا معنی اگر موت مراد ہے جیسے کہ مرزا صاحب کا نظریہ ہے تو اس طریقہ سے وہ وعدہ ۸۷ یا ۹۳ سال اس کے بعد وقوع پذیر ہوا کیونکہ واقعہ صلیبی تو مسیح کو تقریباً ۳۳ سال کی عمر میں پیش آیا تھا۔ (تحفہ گوٹویہ ص ۲۱۰)

اور وقت مسیح بقول قدوسیانی ایک سو بیس یا چالیس سال کی عمر میں ہوئی۔ (خزائن ص ۳۸۸ ج ۱۲ ایام الصلح ص ۱۳۳)

لہذا اب ثابت ہو گیا کہ وقت تو پیش آئی ۸۷ یا ۹۳ سال بعد ۱۳۰ سال یا ۱۳۵ سال کی عمر میں اور رفع روحانی ہوا ۳۳ برس کی عمر میں تو رفع پہلے اور توفی بعد میں۔ تو دیکھئے کہ متواتر اور ورافعک الہی کی ترتیب بدل گئی جو کہ تحریف قرآن ہے اب تلالے مرزا صاحب خود محرف قرآن ثابت ہوئے یا نہیں؟ جو الزام اور ظعن مجددین و مصلحین پر کرتے تھے اس کے خود مورد بن کر ان جرائم کے مرتکب ثابت ہو گئے۔ مرزا صاحب یہ ہے من عدای لی ولیا فقد لاذتہ بالحرب۔ فتدبر قاضی نذیر صاحب آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ آپ کے پیش رو نے کیسے آرام سے خود ہی تحریف قرآن کا ارتکاب کر کے معاذ اللہ اپنے ہاتھ کا تیار کردہ لعنت کا طوق اپنے ہی گلے میں ڈال لیا۔ قد صدق اللہ ولا یحییق

المکر السینی الا باہلہ

اور سنئے

اب باقرار مرزا تیرے اور چوتھے وعدہ میں بھی ترتیب باقی نہ رہی کیونکہ اس کی تفسیر ہے تطہیر کا وعدہ۔ جو کہ آنحضرت ﷺ کا بعثت سے ہوا یا خود مرزا صاحب کی آمد سے معرض ظہور میں آیا۔ لیکن وعدہ چہارم وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا اس سے قبل ہو چکا ہے کیونکہ اس میں مفہوم ہے کہ تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر ظہر دوں گا اور وہ آنحضرتؐ سے پہلے یہ زمانہ قسطنطین رومی پورا ہو چکا ہے۔

اب وعدہ تطہیر آنحضرت ﷺ کی بعثت سے ہوا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ کذا وعدہ مطہرک من الذین کفروا واقع بیعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (جماعتہ البشریٰ ص ۵۶ خزائن ص ۲۵۸ ج ۷) اور سنئے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

اور مطہرک کی پیش گوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے حضرت مسیحؑ کو پاک کرے گا اور یہی وہ زمانہ ہے (یعنی مرزا صاحب) دیکھئے مرزا صاحب کی کتاب ”مسیح ہندوستان میں“ (ص ۵۲ خزائن ص ۵۳ ج ۱۵) اور انجیل یوحنا میں مذکور ہے کہ

حضرت مسیحؑ آنحضور ﷺ کے حق میں کہتے ہیں کہ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ (خدا کی طرف سے) نے گا وہی کہے گا وما ینطق عن لہوی) اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ (۱۳:۲۶ و ۱۴)

ظاہر ہے کہ جلال اسی وقت ظاہر ہو گا جب کہ آپ کی برکت واضح کی جائے گی۔
۴۔ مرزا صاحب وجاعل الذین اتبعوک کے تحت لکھتے ہیں وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ یعنی اے عیسیٰ خدا تیرے حقیقی تابعین کو جو مسلمان ہیں اور اوعالیٰ تابعین کو جو عیسائی ہیں اوعالیٰ طور پر قیامت تک ان لوگوں پر غالب رکھے گا جو تیرے دشمن اور منکر اور کذاب ہیں۔ (تحفہ گولڈویہ ص ۸۳ خزائن ص ۲۳۱ ج ۱۷ طبع ربوہ)

اس سے ثابت ہوا کہ وعدہ غلبہ جو چوتھا وعدہ ہے وہ آنحضرتؐ یا مرزا صاحب کے زمانہ میں پورا ہوا۔ تو فرمائیے پھر ترتیب کہاں ہلتی رہی؟ تو نتیجہ کیا ہوا کہ مرزا صاحب باقرار خود

(حملتہ البشریٰ ص ۱۷۱ و ۱۸)

مزید سنئے کہ مرزا صاحب نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی کیسی درگت بنالی ہے لکھتے ہیں کہ ماسواہ اس کے یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدا کا وعدہ کہ میں ایسا کرنے کو ہوں خود یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ وعدہ (وفات) جلد پورا ہونے والا ہے اور اس میں کوئی توقف نہیں نہ یہ کہ رفع کو وعدہ تو اسی وقت پورا ہو جائے لیکن وفات دینے کا وعدہ ابھی تک جو دو ہزار برس گزر گئے ہیں پورا ہونے میں نہ آوے۔ (آئینہ کمالات ص ۳۰ طبع لاہور نور ص ۳۶ طبع ربوہ روحانی خزائن ایضاً)

قلویانی قاضی نذیر صاحب

ان حوالہات کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ جب بقول مرزا و شامہ ترتیب لازمی ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر تحریف قرآن اور الحدیث ہے تو بقول مرزا مسیح کا رفع تو اس وقت ہو گیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو ذلیل اور لعنتی صلیبی موت سے بچا لیا۔ (سراج منیر) حالانکہ یہ ضروری ہے کہ پہلے آپ کی توفی یعنی موت ہوتی پھر رفع ہوتا تو کہاں رہی تمہاری ترتیب؟ یا یہ تسلیم کر لو کہ آپ کی موت واقعہ صلیب سے قبل ہو گئی اور پھر آپ کی میت کو صلیب دی گئی جس کے نتیجہ میں رفع لازم آیا تو گویا مردہ کو صلیب دی گئی پھر تو آپ معاذ اللہ ذلیل اور لعنتی موت مرے کیونکہ مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ

کیونکہ یہودیوں کے مذہب کی رو سے جس شخص کو صلیب کے ذریعے قتل کیا جائے خدا کی لعنت اس پر پڑ جاتی ہے اور پھر خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوتا اور خدا نخواستہ اگر واقعہ صلیب وقوع میں آجاتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ ایک ایسا داغ ہوتا کہ کسی طرح ان کی

نبوت درست نہ ٹھہر سکتی اور نہ وہ راستباز ٹھہر سکتے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی حمایت نے وہ تمام اسباب جمع کر دیئے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے سے بچ گئے۔ (ایام الصلح ص ۳۳ و ۳۴ خزائن ص ۳۳۹ ج ۳ طبع ریلوہ) گویا آپ کا رفع ہو گیا۔ مگر موت نہ ہوئی۔

اب نتیجہ یہ نکلا کہ واقعہ صلیبی پر جبکہ رفع روحانی ہوا تو اس سے قبل حسب ترتیب لازماً وفات واقع ہونی چاہئے چونکہ ترتیب لازمی ہے تو پھر وہ معاذ اللہ لعنتی موت مرے ہوں گے اور ان کی نبوت بھی منکوک ہو گئی۔ (معاذ اللہ)

آخری بات

جناب قلوبانی قاضی صاحب آپ تقدیم و تاخیر کے بارہ میں بہت ولولہ فرما رہے تھے مگر ذرا توجہ کیجئے۔ کہ یہ چاروں وعدے آپ کے پیشوا جناب مرزا صاحب کے بارہ میں مذکور ہیں جیسے براہین احمدیہ وغیرہ کتب مرزا۔ تو فرمائیے مرزا صاحب کے بارہ میں یہ چاروں وعدے ہا ترتیب وقوع پذیر ہونا ضروری ہیں یا نہیں؟

اور پھر جب آپ پر الہام ہوا تو آپ نے یہ معنی کیوں کر لیا تھا۔ کہ میں تجھے پوری نعمت دوں گا۔ کیا اپنی موت سے ڈر کر یہ ترجمہ کر لیا یا کوئی لوز وجہ تھی؟ (بیٹو! تو جروا)

قاضی صاحب ان کا رفع روحانی تو اس وقت ثابت ہو گیا جب کہ ایک کرام کا قتل ہوا اور خدا نے مرزا صاحب کو ذلیل موت سے بچا کر ان کا رفع روحانی کر لیا ملاحظہ ہو سراج منیر حوالہ ہلال۔ پھر دیکھئے کہ مرزا صاحب کی ابھی وفات تو ہوئی نہیں جو کہ پہلا وعدہ تھا مگر دو سرا رفع روحانی والا وعدہ پہلے ہی پورا ہو گیا اب فرمائیے مرزا صاحب کے وعدوں میں ترتیب باقی رہی یا ختم ہو گئی لہذا انکم ولما تعبدون من دون اللہ۔ اور انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم انتم لها واردون۔ لانکم ملعونون ببئس دلیل الفرقان و تحریفہ لیست لعنة اللہ علی المحرفین والمکذبین للحق اس کے بعد خدا جانے کہ تیسرا اور چوتھا وعدہ

کب اور کیسے پورا ہو گا یا ہو گیا کیونکہ ابھی تک نہ تو مرزا صاحب پر لگائے گئے کذب و افتراء کے الزامات دور ہوئے اور نہ ہی قادیانیوں کو کہیں غلبہ نصیب ہوا۔ اگرچہ مختلف مقلات پر اپنا اقتدار قائم کرنے کی ہمت سخی کر رہے ہیں مگر ہوا یہ کہ پہلے قادیان سے نکلے اور ریوہ فروکش ہوئے پھر وہاں سے بھی ملک بدر ہو کر اپنے بوطنی وطن برطانیہ پہنچے مگر چین وہاں بھی نہ آیا۔ اب گنیش سلوحو کی طرح کسی الگ تھلک جزیرہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں اللہ کرے کہ کسی جزیرہ کی تلاش میں پھرتے پھرتے ہی بحر الکاہل میں ڈوب کر ختم ہو جائیں اور اہل اسلام اس فتنہ و جلیہ سے نجات پائیں۔

قاضی نذیر صاحب کی پیش کردہ۔ آیت نمبر ۳۴۔

والذین يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون

○ اموات غیر احیاء وما يشعرون لیلان یبعثون ○ (النمل ۲۱ و ۲۲)

ترجمہ اور اللہ کے سوا جن ہستیوں کو وہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ سب مردے ہیں زندہ نہیں اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

قادیانی وجہ استدلال۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا جن لوگوں کی پرستش ہو رہی تھی انہیں اموات کہ کر مردہ قرار دیا گیا ہے اور غیر احیاء ایسے مردے قرار دیا ہے کہ جو زندہ نہ ہوں یعنی درحقیقت وفات پا چکے ہیں اور وما يشعرون لیلان یبعثون کہہ کر یہ ظاہر کیا کہ اب وہ قیامت کو دوبارہ زندہ ہوں گے لیکن انہیں علم نہیں کہ قیامت کب ہوگی۔ تو چونکہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کی بھی اس وقت پرستش ہو رہی ہے لہذا وہ بھی مردہ قرار پائیں گے اموات غیر احیاء میں شمار ہوں گے۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۲۹ و ۳۰)

الجواب ببعثون الوہاب

مرزا غلام احمد قادیانی نے ازالہ الوہاب میں بزم خود وقت مسیح پر تیس آیات

ایک ہی نوحہ پر پیش کی ہیں کہ وہ سب نصوص قطعہ ہیں۔ حالانکہ یہ مرزا صاحب کی جہالت نامہ کی بین دلیل ہے کیونکہ اگر بالفرض ہم ان آیات کے متعلق قلابانی نظریہ تسلیم بھی کر لیں تو بھی یہ تمام آیات نصوص قطعہ نہیں بلکہ یہ منقسم الی اربعة اقسام ہوں گی جس آیت میں صریحاً حضرت مسیح کا تذکرہ ہے جیسے یا عیسیٰ انی متوفیک۔ اور وما قتلوه وما صلبوه وغیرہ یہ عبارت النص ہوں گی۔ اور جن آیات میں دوسرے انبیاء کرام کا تذکرہ ہے اور ان کے ضمن میں بطور عموم کی وفات مسیح ثابت کی گئی ہے وہ اشارۃ النص یا اقتضاء النص ہوں گی۔

پھر جو آیات مندرجہ بالا دونوں قسم سے الگ ہیں اور مرزا صاحب نے محض اپنی سینہ زوری اور ذہنی اختراع سے ان کو وفات مسیح کی دلیل بنانے کی ناکام کوشش کی ہے وہ نہ عبارت النص ہیں نہ ہی اقتضاء النص بلکہ ممکن ہے کہ وہ کسی بھی درجہ کی دلالت نہ ہوں یا انہیں سینہ زوری سے اشارہ النص بنا لیا جائے۔ مگر ایک بات طوط خاطر ہے کہ آج تک ایک بھی فرد مسلم نے ان تمام آیات یا ان میں کسی ایک کو بھی وفات مسیح کی دلیل نہیں بنایا اور نہ ہی کسی مفسر نے ان آیات کو اس مسئلہ میں موثر سمجھ کر دفعیہ کی سعی فرمائی ہے۔ لہذا قلابان کے یہ تمام دلائل ویتبع غیر سبیل المومنین کا مصداق بن کر الخلد و تحریف ہی کہلا سکتے ہیں جس پر ان کا فتویٰ ہے کہ الیست لعنتہ اللہ علی المحرفین۔

مندرجہ بالا تفصیل کے تحت ثابت ہوا کہ اس آیت کو حضرت مسیح کی موت و حیات سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہاں مشرکین کے معبودان باطلہ کی تردید ہو رہی ہے کہ جن ہستیوں کو مشرکین مکہ وغیرہ فاعل و مختار سمجھ کر پکارتے ہیں وہ تو سب مرنے والے ہیں اور جو موت و حیات سے سابقہ رکھتا ہو وہ کیسے معبود بن سکتا ہے۔ معبود تو الٰہی الیوم ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے۔

اگر قلابانی ضابطہ تسلیم کر لیا جائے کہ سب معبودان باطلہ مرچکے ہیں لہذا مسیح بھی بوقت نزول قرآن مرچکے ہیں کیونکہ ان کی بھی پرستش ہوتی ہے۔ تو بھی بات نہ بنے گی کیونکہ مشرکین مکہ تو فرشتوں کو بھی پوجتے تھے۔ اور عام مشرکین

حسب قرآن مجید بل کنوا یعبدون الجن۔ اور ان لا تعبدوا الشیطان وغیرہ۔ ابلیس اور عام جنات کو بھی پوچھتے تھے تو کیا وہ سب فرشتے جنات اور شیطان بھی مر چکے ہیں؟

نیز ہندی مشرک گنگا وغیرہ کو بھی پوچھتے تھے چنانچہ ان کے ہاں جل دیوتا مشہور ہے کیا وہ بھی مر چکا ہے۔ بعض قومیں سورج۔ چاند۔ پہاڑ وغیرہ کو بھی پوچھتے ہیں کیا یہ سب مر چکے ہیں؟ غرض یہ کہ کائنات کی کوئی چیز بھی انسانی پرستش سے باہر نہیں تو کیا سب پر فاطاری ہو چکی ہے؟ اور پھر مرزا صاحب لادریوں کے موہومی جہان میں تشریف لے آئے تھے۔ انطقوان کنتم احیاء غیر اموات قلوبانیوں۔ تمہاری اس اختراع سے تو کام نہایت خراب ہو جائے گا کہ جس کو اموات کہا جائے وہ بالفعل مر چکا ہوتا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے انکم میت وانہم منیتون یعنی اے میرے حبیب آپ بھی موت سے ہم کنار ہونے والے ہیں اور یہ آپکے منکرین بھی موت کے منہ میں جانے والے ہیں نہ یہ کہ سب مر چکے ہیں قلوبانیوں۔ آپ کے مرزا صاحب تو مراقی تھے ہی آپ لوگ ان سے بھی چار قدم آگے نکل گئے کیا یہ صحیح ہے کہ گرو جہاندے ٹپنے چیلے جان چھڑپ۔؟ خوب ذہن نشین کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حسب متعدد آیات قرآنیہ اور بموجب اطلوٹ صحیحہ و باجماع امت اس وقت تک آسمان پر بقید حیات موجود ہیں حسب وقت زمین پر اتریں گے پھر موت سے ہمکنار ہو کر روضہ رسول میں مدفون ہوں گے لہذا اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے استاد گل علی شاہ صاحب ثبوعہ تھے انہوں نے آپ کو عربی گرامر صحیح نہیں پڑھائی محض تقیہ کے تحت وقت ضائع کرتے رہے۔

قلوبانیوں۔ اصل بات یہ ہے کہ اموات جمع میت ہے جو کہ صفت مشبہ ہے اور قلعہ یہ کہ اسم فاعل اور صفت مشبہ استقبال کے لئے آتے ہیں تو معنی ہو گا کہ جن کو یہ پوچھتے ہیں وہ سب مرنے والے ہیں نہ یہ کہ وہ سب مر چکے ہیں۔

کیونکہ ابھی تک فرشتے اور جنات و ابلیس وغیرہ زندہ سلامت ہیں چنانچہ اسی زندہ ابلیس نے ہی مرزا صاحب کو ایسے دلائل فراہم کر کے ایسے ایسے تماشے

دکھائے۔ رنگ برنگے الہام اور دعوے کرائے کہ انہیں افسوس کہ جہاں بنا دیا ورنہ اگر حسب منطق قلابانی وہ مر گیا ہوتا تو یہ امور عجیبہ کیسے ظہور پذیر ہوتے۔

مزید سنئے سلسلہ شرک تو اب بھی جاری ہے مظاہر پرستی قبر پرستی شیطان پرستی حتیٰ کہ گرو اور مانگ پرستی چل رہی ہے بڑے بڑے کئے پیر اور مانگ اپنے آپ کو سجدے کراتے نظر آتے ہیں اب قلابانی قاضی اور ان کے ہمنوا قلابانی خود دیکھیں یا کسی ایم بی بی ایس ڈاکٹر کو چیک کرا کے معلوم کریں کہ وہ بھی زندہ سلامت ہیں یا مر چکے ہیں اگر زندہ ہیں اور واقعی زندہ ہی ہیں تو پھر تمہاری منطق کے تحت آیت کا مفہوم کیا لیا جائے گا۔ قلابانیوں۔ کچھ تو ہوش کرو۔ محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے کلام الہی میں تحریف و زدقہ شامل نہ کرو۔ ایس منکم رجل رشید قلابانیوں۔ نوجہ سے سنئے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حسب آیات کثیرہ اور بے شمار احادیث نبویہ اور باجماع امت اس وقت تک آسمان پر زندہ موجود ہیں پھر حسب وقت اور بلذن الہی زمین پر نازل ہوں گے اور آکر تینوں طبقوں (۱) یہودیوں کو جو کہ مدعی تھے کہ انا قنلنا مسیح (۲) قلابا مطلق آسمان پر موجود مانتے ہیں اور تم قلابانیوں کو جو آپ کو نصاریٰ و یہود کی ہمنوائی کرتے پھرتے ہو ٹھکانے لگا کر صحیح اسلام کی اشاعت و ترویج فرمائیں گے حتیٰ کہ تمام نظریات معدوم ہو کر صرف نظریہ اسلام ہی رہ جائے گا پھر وہ اپنے وقت پر فوت ہو کر روضہ رسول ﷺ میں مدفون ہوں گے۔

ہذا ہوا الحق المبین وما ذا بعد الحق الا الضلال۔
فانتہوا ولا تقولوا انہ مصلوب ومیت والقادیانی قام
مقامہ خیر لکم فاللہ ہو ولی التوفیق والہدایۃ۔
فالیہ تفرعوا وتجرؤا۔

اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا
وارزقنا اجتنابہ یا الہ العالمین (آمین)

قاضی نذیر صاحب کی پیش کردہ آیت ۴

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افانن

مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (ال عمران: ۱۴۰)

ترجمہ اور نہیں ہیں محمد ﷺ مگر اللہ کے رسول ان سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔

وجہ استدلال

اس جگہ سب رسولوں کے گزر جانے سے مراد یہ ہے کہ

آنحضرت ﷺ سے پہلے آنے والے تمام رسول وفات پا چکے ہیں کوئی ان میں سے زندہ نہیں۔

افانن مات لوقتل میں گزرنے کے دو ہی طریق بیان کئے گئے ہیں موت

اور قتل کیا جانا آیت وما قتلوه وما صلبوه میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے قتل کیا جانے یا صلیب پر مارے جانے کی نفی کی گئی ہے پس ان کے

لئے طبعی موت پانا ثابت ہوا اگر وہ زندہ ہوتے تو قد خلت من قبلہ

الرسل کے بعد عیسیٰ بن مریم کہہ کر ان کا استثناء کیا جاتا تو یہ استدلال ہو

سکتا تھا کہ وہ زندہ ہیں اور ان کے سوا باقی نبی گزر چکے ہیں۔ (پاکٹ بک

ص ۳۰ و ۳۱)

تجزیہ و تبصرہ

قاضی صاحب نے حسب طبع قادیانیت ترجمہ و استدلال میں خوب جوہر

دکھائے ہیں مثلاً "سب سے بنیادی بات کہ سلف صالحین میں کسی کی تائید نقل

نہیں کی

۲- آیت کے سیاق و سباق اور شان نزول کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔

۳- قد خلت کے معنی اور الرسل کے الف لام میں نہایت بدیانتی اور دجل سے کام لیا ہے۔

۴- پھر اپنی جانب سے وجہ استدلال کی پہلی دو سطریں ان کی خالص من گھڑت ہیں جس کو ترجمہ الفاظ سے رتی بھر تعلق نہیں ہے محض اپنے باطل نظریئے کی تائید کے لئے یہ جسارت کی گئی ہے۔

۵- اہل اسلام کے موقف برحق کے اثبات کے لئے اے عیسیٰ بن مریم کا استثناء لازمی قرار دیا جبکہ مسئلہ حیات و نزول دیگر نصوص قطعیہ سے ثابت ہونے کی بنا پر اس سے از خود مستثنیٰ ہے لہذا استثنائی صراحت سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ المشہور کا لمذکور قاعدہ معروف ہے۔

۶- قاضی صاحب نے اس ترجمہ میں اپنے پیشوا مرزا غلام احمد کے ترجمہ اور حکیم نور دین کے ترجمہ کو بھی بالکل ملحوظ نہیں رکھا کیونکہ انہوں نے ہمارے مطابق ترجمہ کیا ہے کما سیاق۔

اب اگلی سطور میں اہل حق کے ترجمہ و تشریح کے ضمن میں قاضی صاحب کے نظریہ میں الحاد و تحریف کے کرشمے ملاحظہ فرمائیے۔

وكان الله عزيزا حكيما

ایک عجیب نکتہ

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ سزا و جزا کا معاملہ عجیب و غریب حکمتوں کے تحت الگ الگ ہوتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ جیسے اس نے مجرم اور باغی امتوں کو مختلف قسم کی سزاؤں سے دوچار کیا کسی کو پانی میں غرق کیا۔ کسی کو طوفان و باد و باراں سے جیسے قوم عاد۔ کسی کو چیخ و چنگھاڑ سے جیسے قوم ثمود۔ کسی کو سمندر میں غرق کر دیا جیسے فرعونوں کو۔ کسی کو زمین میں دھنسا دیا۔ چنانچہ قرآن مجید ان تمام واقعات کو یوں بیان فرماتا ہے۔

فرمایا "فكلا" اخذنا بذنبه فمنهم من ارسلنا عليهم حاصبا ومنهم من

اخذته الصيحتہ ومنہم من خسفنا بہ الارض ومنہم من اغرقنا وماکان اللہ لیظلمہم ولکن کانوا انفسہم یظلمون (عنکبوت ۴۰)

ترجمہ پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے جرم میں پکڑ لیا۔ بعض پر ہم نے آسمان سے پتھر برسائے اور کسی کو چنگھاڑنے آدوچا۔ اور بعض کو زمین میں دھنسا دیا۔ اور بعض کو غرق کر دیا۔ اللہ نے کسی پر کوئی زیادتی نہیں فرمائی بلکہ وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرنے والے تھے۔

جیسے مجرموں کے ساتھ خدا کا معاملہ ان کے حسب جرم علیحدہ علیحدہ ہوتا رہا اس طرح راستباز اور نیک لوگوں کے ساتھ بھی خدا کا معاملہ منفرد رہا ہے بالخصوص انبیاء کرامؑ کے ساتھ۔ مثلاً "کسی کو ہجرت کے ذریعہ محفوظ فرمایا۔ کسی کے دشمن کو تباہ کر کے کسی کو کسی طریق سے اور کسی کو آسمان پر اٹھا کر یہ سب معاملات خدا کی حکمت کے عین مطابق اور درست تھے۔ لہذا یہ کہنا کہ خدا نے کسی کو آسمان پر اٹھا کر نہیں بچایا تو مسیح کو ایسے کیوں فرمایا۔ تو یہ کہنا محض جہالت اور حماقت ہے خدا تعالیٰ کے معاملات میں کون دخل دے سکتا ہے۔

وہ جیسے چاہے کر سکتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے حضرت ہود کی قوم کو طوفان سے ہلاکت کیوں کیا۔ پہلے کوئی اسی کی مثال پیش کرو۔ یا فرعونوں کو بحر قلزم میں غرق کر کے اور بنی اسرائیل کو دریا کو منجمد کر کے بچا لیا ہم نہیں مانتے اس کی کوئی سابقہ مثال و نظیر پیش کرو تو یہ اس کی حماقت ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ہجرت کی مثال بھی اس طریق سے کوئی نہیں ملتی۔ غرض یہ کہ ہر نبی کا معاملہ جدا جدا ہے اسی طرح حضرت مسیح کا معاملہ رفع آسمانی کا بھی اس کی حکمت کے تحت سب سے زالا ہے جس میں کوئی چوں چا نہیں کر سکتا۔ پھر مسیحؑ تو بوجہ آیت اللہ ہونے کے مزید سے مزید اختصاص کے لائق ہیں۔

چنانچہ مرزا صاحب خود اقرار کرتے ہیں (انبیاء کے متعلق) لکھتے ہیں کہ

اور وہ اس قدر زور سے صدق اور وفا کی راہوں پر چلتے ہیں کہ ان کے

ساتھ خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے۔ گویا ان کا خدا ایک الگ خدا ہے جس سے دنیا بے خبر ہے اور ان سے خدا تعالیٰ کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو دوسروں سے وہ ہرگز نہیں کرتا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفا دار بندہ تھا اس لئے ہر ایک امتلا کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جب کہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا خدا نے آگ کو اس پر سرد کر دیا الخ (حقیقتہ الوحی ص ۲۹ خزائن ص ۵۲ ج ۲۲)

ملاحظہ فرمائیے جناب مرزا صاحب نے کتنی اہم حقیقت کا اظہار کر دیا ہے کہ انبیاء کرام کی شان نہایت عجیب اور عظیم ہوتی ہے جیسے ان کی شان باہمی ممتاز اور منفرد حالت کی حامل ہوتی ہے ویسے ہی ان کا مالک جل و علا بھی ان کے ساتھ منفرد طریقہ کا سلوک فرماتا ہے کسی کو کسی انداز سے اعزاز و اکرام سے نوازتا ہے اور کسی کو اس سے الگ دوسرے انداز سے۔ اس کے ان معاملات میں کسی کو اعتراض یا تعجب کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ ان اللہ علی کل شئیء قدیدرہ غالب حکمت والا ہے۔ (وکان اللہ عزیزا حکیما) ہے۔ لہذا ان مقررین بارگاہ الہی کے ساتھ خدائی معاملہ کی کوئی مثال یا نظیر طلب کرنا محض حماقت و جہالت ہے۔ باقی قاضی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ افائن مات او قتل کے ذریعے انبیاء کرام کے لئے خلو یعنی گزارنے کے دو ہی طریقے بیان کئے گئے ہیں ایک موت دوسرا قتل اور دوسری جگہ مسیح کے متعلق وما قتلوه وما صلبوه کہہ کر حضرت عیسیٰ کے بارہ میں قتل و صلب کی نفی کر دی گئی تو لازماً ایک ہی شق خلو کی رہ گئی وہ ہے طبعی موت لہذا درحق مسیح اب اسی کا احتمال باقی تھا۔ جس کے ذریعے وہ دنیا سے گزر گئے۔ تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے۔ کہ یہ دونوں جملے عموم و اطلاق کے سطح پر صادر نہیں ہوئے کہ دنیا سے خلو یعنی گزر جانا۔ چلا جانا مطلقاً دو ہی ذریعوں میں منحصر ہے۔ اور کسی بھی ذریعہ بھی کوئی نبی دنیا سے منتقل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ انبیاء کرام بھی عوارض بشریہ کے لحاظ سے عام انسانوں میں شامل ہیں جو جیسے عام انسان متعدد ذرائع سے (مثلاً)۔ قتل۔ صلب۔ حدم۔ غرق۔ حرق۔ جسمانی اذیت وغیرہ ذرائع سے دنیا سے جا سکتے ہیں اسی طرح یہ اسباب انبیاء پر بھی وارد ہو سکتے

ہیں یہ تو کوئی معقول اور مدلل بات نہیں کہ عام انسان کے لئے تو ذرائعِ خلو بے شمار ہوں مگر انبیاء کے لئے صرف دو ہی ہیں موت یا قتل۔ یہ بات تو بالکل غیر ثابت اور غیر معقول ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں جملے خاص حالات اور ماحول میں صادر ہوئے ہیں۔ مثلاً

جملہ اول افان مات او قتل۔ یہ سید کائنات ﷺ کے متعلق ہے۔ کیونکہ آپ کے متعلق علم الہی میں ذریعہ خلو صرف طبعی موت تھا۔ افان مات میں اس کا ذکر ہے اور دوسرا احتمال او قتل اس بنا پر ظاہر فرمایا۔ کہ اس وقت کفار نے افواہ اڑادی تھی کہ قد قتل محمد جس کی وجہ سے شہادت رسول کا وقوع لڑہان صحابہ میں مرتسم ہو گیا تھا۔ نیز خود آنحضرت ﷺ نے بھی آرزو فرمائی تھی۔

والذی نفسی بیدہ لودوت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل
ثم احی ثم اقتل ثم احی الخ او کا قال النبی ﷺ۔ مشکوٰۃ ص ۳۲۹ وایسہتی فی
شعب الایمان المحقق ص ۱۷ ج ۲ حدیث ۲۲۳۶۔

تو اس بنا پر آپ کی شہادت کا ذریعہ خلو ہونا محتمل تھا۔ لہذا ان دونوں احتمالات کی نفی کے طور پر فرمایا افان مات او قتل چونکہ آپ کے حق میں مزید کسی ذریعہ خلو کا عند اللہ احتمال نہ تھا لہذا دونوں کا ہی ذکر فرما کر آپ کے خلو من الدنیا کا امکان و احتمال واضح فرمایا۔ لہذا یہ طریقہ خلو صرف آپ کے بارہ میں ہے۔ جمیع انبیاء کرام کے بارہ میں نہیں اور نہ ہی مطلق انسانوں کے حق میں ہے۔ فافہم وتدیر ولا تکن من الہالکین۔

دوسرے جملہ۔ کا صدور اس بنا پر نہیں کہ یہاں مسیح کے خلو من الدنیا کے ذرائع و اسباب کا احاطہ و استقصاء مطلوب ہے بلکہ وہ ایک خاص نظریہ کی تردید کے لئے صادر ہوا ہے۔ وہ یہ کہ

یہود کا ادعاء تھا کہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے تو چونکہ اس وقت مخالف اور دشمن کی مزید سے مزید توہین و تحقیر کے لئے اسے قتل کر کے پھر برائے عبرت و تذلیل سولی پر بھی لٹکا دیتے تھے۔ چنانچہ بائبل میں اس کے کئی شواہد موجود ہیں مثلاً "پیدائش

۱۹۴۷ء یسوع ۲۶۶۰ و دیگر واقعات اسی طرح فرعون نے بھی ساحرین کے متعلق سنگین ترین جذبہ غیض و غضب کے تحت اعلان کیا کہ میں تمہارے مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکا دوں گا تو چونکہ مخالف کی زیادہ سے زیادہ توہین و تذلیل کے لئے قتل کے بعد صلیب پر لٹکانے کا بھی دستور تھا لہذا یہی پروگرام یسوع نے حضرت عیسیٰ کے متعلق بھی مرتب کر رکھا تھا کہ آپ کو قتل کر کے پھر سولی پر لٹکا دیں۔ تو اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے مکمل پروگرام اور مکر کا رد فرماتے ہوئے وضاحت فرمائی۔ کہ سوہ سو فیصد ناکام ہوئے۔ کیونکہ وما قتلوه وما صلبوه۔ کہ یسوع نا مسعود ہمارے پیارے نبی کو نہ تو قتل کر سکے اور نہ ہی سولی دے سکے بلکہ اس سے پہلے مراحل۔ گرفتاری۔ اور مختلف قسم کی توہین و تحقیر پر بھی وہ قاور نہ ہو سکے۔ کیونکہ وہ تو دنیا و آخرت میں نہایت معزز و مکرم اور شان و مقام والے تھے۔

وجیہا فی الدنيا والآخرة۔

لہذا یہ جملہ وما قتلوه وما صلبوه مطلقاً" برائے بیان ذرائع خلو من دنیا کے لئے صلور نہیں ہوا کہ کلدیانی عیار اس پر وقوع توفی . معنی موت کی تفریح مرتب کر سکیں۔ بلکہ صرف ان کے مکرو منصوبہ اور پروگرام کی مکمل تردید کے لئے صادر ہوا ہے لہذا کلدیانی قاضی کا یہ پر فریب علمی اشکل محض ابلیسی تلیس کا ہی مرقع ہے اس میں کوئی حقیقت قطعاً" نہیں ہے فالحمد للہ۔

یا اخوة الاسلام نعرہ تکبیر و تحمید لگائیے کہ اتنا پر فریب کلدیانی اشکل محض ریت کا گھروند ثابت ہوا جو کہ آپ کے دیکھتے دیکھتے زمین بوس ہو کر اللہ ایمان کے لئے باعث مسرت و بشارت ہوا اور ہم اللہ حق کا نظریہ رفع و نزول حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سو فیصد پوری آب و تاب کے ساتھ قائم و دائم رہا اللہ اکبر قد خربت خیبر۔ و قطع و ابر القوم الملحدین والزندیقین

یسوع۔ نصاریٰ اور کلدیانی تینوں فریق اس نظریہ پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بوجہ مخالفت یسوع چلتے پھرتے گرفتار کر لیا گیا پھر ان کی خوب توہین و تحقیر کی گئی۔ یعنی ان کو کئے مارے گئے معاذ اللہ منہ مبارک پر تھوکا بھی گیا۔ ان کے سر پر کانٹوں کا تاج بھی پہنایا گیا کوڑے لگائے گئے نیز ہر طرح کی طعن و تشنیع

اور پھبتیوں کسی گئیں پھر ان سے صلیب بھی اٹھوائی گئی حتیٰ کہ عیسائیوں نے تصویر میں مسیح کو مع صلیب گرتے ہوئے بھی دکھایا ہے پھر بصد توہین و تحقیر ان کو صلیب پر چڑھا کر ان کے ہاتھ پاؤں میں کیل بھی ٹھونکے گئے اور بوقت شدت پیاس پینے کے لئے انہیں پت ملا سرکہ بھی دیا گیا جس کو آپ نے مسترد کر دیا ازاں بعد یہود و نصاریٰ کے بقول مسیح نہایت بے بسی کے عالم میں ایللی ایللی لما بشفقتی کہتے ہوئے اور آخر میں نہایت ہی وحشتناک چیخ مار کر انہوں نے جان دے دی۔ پھر کچھ دیر بعد ان کی لاش کو کفن دے کر ایک غار نما قبر میں رکھ دیا گیا پھر عیسائیوں کے بقول وہ قبر سے تیسرے دن اٹھ کر آسمان پر چلے گئے یا بقول بعض چالیس دن یا کچھ زیادہ مدت کے بعد آسمان پر چلے گئے اور وہاں خدا کے واسطے طرف بیٹھے ہیں اور قیامت کو مخلوق کا انصاف کرنے کے لئے دوبارہ دنیا پر آئیں گے۔

لیکن مرزائی ان سے الگ ہو کر کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ لودھ موئے ہو گئے بعد میں اتار کر ان کا علاج معالجہ کیا گیا اور پھر وہ وہاں پھرتے پھرتے کشمیر پہنچ کر سرینگر کے محلے خانپار میں پہنچے اور بلاخر ۸۷ یا ۹۲ یا ۱۲۰ سل زندہ رہ کر فوت ہو کر وہیں مدفون ہیں۔ اس کے خلاف اہل اسلام کا نظریہ ان تمام ملحدین کے خلاف ازروئے قرآن و حدیث اور اناجیل مروجہ یہ ہے کہ نہ تو مسیح کی گرفتاری ہوئی اور نہ ہی ان کی توہین و تحقیر کر کے ان کو سولی پر لٹایا گیا۔ بلکہ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ان کو وجیہا فی الدنیا والآخرة یعنی نہایت عظمت و شان والے فرمایا گیا ہے جیسا کہ اوپر آل عمران کی آیت ۴۵ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اسی طرح انجیل میں بھی ہے کہ مسیح نے آخری وقت اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا کر کہا کہ اے باپ وہ گھڑی آپہنچی جس میں بچانے کا وعدہ ہے اپنے بیٹے کا جلال ظاہر کر تاکہ بیٹا تیرا جلال ظاہر کرے

یوحنا ۱۷ آیت ۱

۲۔ مسیح نے خاتم الانبیاء ﷺ کی بشارت کے ضمن میں ان کی علامت یہ بھی بتلائیں کہ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا یوحنا ۱۷: ۱۲۔

معلوم ہو کہ مسیح کے متعلق طہدین کا سارا بیان من گھڑت ہے کیونکہ یہ تمام امور ان کی شان و عظمت کے سراسر خلاف ہیں آپ مندرجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں موازنہ کر لیں کہ آیا اسلامی عقیدہ اور ان طہدین کے نظریہ میں سے صحیح اور مناسب شان مسیح کو نسی ہت ہو سکتی ہے جب کہ گرفتاری وغیرہ کے متعلق قرآن بیان کرتا ہے بلکہ روز حشر اللہ تعالیٰ مسیح کو منجملہ اپنے احسانات کے گنواتا ہے۔ کہ اے مسیح میرا وہ احسان بھی یاد کرو جب کہ میں نے (کففت بنی اسرائیل عنک) یہودیوں کو تجھ سے پیچھے ہی روکے رکھا۔ وہ آپ تک گرفتاری کے لئے پہنچ ہی نہ سکے۔ تو بعد کے معاملات کیسے صحیح ہو سکتے ہیں اسی طرح انجیل یوحنا ۳:۳۰ اور ۳:۳۱ بھی اس قرآنی حقیقت کی سو فیصد تائید کرتی ہے لہذا ان مشترکہ حوالجات سے نہایت صفائی سے یہ حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ حضرت مسیح کے متعلق تمام حالات محض من گھڑت ہیں ان میں ذرا بھی صداقت نہیں۔ کیونکہ یہ تو آپ کی وجاہت اور جلالت کے سراسر خلاف ہیں۔ نیز ان دونوں بیانوں میں تضاد اور تناقض ہے لہذا دونوں میں سے صرف ایک بیان صحیح ہو سکتا ہے یا جلالت اور عظمت و شان والا یا اس کے برعکس آپ کی توہین و تحقیر والا۔ بیک وقت دونوں کا صحیح ہونا ناممکن ہے۔

۲۔ اس طرح قرآن مجید میں ہے

اللہ تعالیٰ نے بطور خصوصیت اور احسان کے فرمایا۔ وابدنہ بروح القدس کہ ہم نے مسیح کی روح القدس یعنی جبرائیل امین کے ذریعے قوت دی۔ اور اس خصوصیت کا تذکرہ بروز حشر بھی ضمن احسان و اطمینان فرمایا جا رہا ہے۔ واذ ابدنک بروح القدس المائدہ ۱۰ یعنی اے عیسیٰ آپ منجملہ میرے احسانات کے یہ بھی یاد کریں کہ جب کہ میں نے آپ کو جبرائیل امین کے ذریعے مدد دی۔

تو اس خصوصیت کا تذکرہ احسانات کے ضمن میں کرنا واضح کر رہا ہے کہ یہ کوئی خاص موقعہ پر مدد کرنے کا بیان ہے اور وہ اس یلغار یہود کے وقت ہی ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کی دنیوی حیات کا مشکل ترین وہی لمحہ تھا۔

چنانچہ ایسے ہی انجیل میں بھی ہے کہ

آخری وقت میں۔ آسمان سے ایک فرشتہ اسے دکھائی دیا وہ اسے تقویت دیتا

تھا (لوقا ۲۲:۴۳)

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیے کہ اصل بات کیسے کھل گئی۔ کہ اذاید تک بروح القدس کی تشریح لوقا کے ان الفاظ سے ہو رہی ہے کہ یہ مد کفار کے یلغار کے وقت ہی ہوئی تھی تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اس مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فرشتہ بھیج کر مسیح کو نہایت عظمت و شان کے ساتھ اور بحفاظت تمام آسمان پر اٹھالیا۔ وہ نہ تو آپ کو گرفتار کر سکے اور نہ ہی کچھ اور توہین و تحقیر کا سلوک کر سکے۔ صلیب و قتل کا مرحلہ کا تو دور دور تک نام و نشان بھی نظر نہیں آتا بلکہ یہ تو محض یار لوگوں کا من گھڑت افسانہ ہے اصل حقیقت اتنی ہی ہے جو قرآن اور اناجیل کے مشترکہ تصریحات سے واضح ہو گئی۔

عیسائیوں کی گمراہی

یہ بد فہم لوگ قرآن مجید کے الفاظ روح اللہ اور کلمتہ اللہ سے بھی اپنے من گھڑت عقیدہ الوہیت مسیح کے لئے دلیل بناتے ہیں مگر یہ ان کی نہایت بد فہمی اور گمراہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں الفاظ ایک خاص پس منظر کے تحت استعمال کیے گئے ہیں وہ یہ کہ یہود نامسعود حضرت مریم صدیقہ پر قسم قسم کے غلیظ بہتان لگاتے تھے ان کی تردید کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے۔ کہ حضرت مسیح بقول یہود ایسے نہیں بلکہ وہ تو خدا کی پاکیزہ روح ہے جس کے ساتھ ذرہ بھی منفی آلائش کا امکان نہیں ہے تو روح کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بغرض ان کی تعظیم و تکریم کے فرمائی ہے ورنہ تمام ارواح من امر اللہ ہی ہیں جیسے تمام زمانے اور مقامات اس کے ہیں مگر اس نے بعض زمانوں یا مقامات کی عظمت و شان کے اظہار کے لئے ان کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے جیسے خدا کا گھر۔

ہیکل سلیمان کے متعلق فرمایا۔ ایسے ہی موسیٰ اور داؤد کو اپنا بندہ فرمایا حالانکہ سب اسی کے بندے ہیں۔ ایسے ہی خدا کے دن۔ سبت خدا کا دن۔ اس لئے فرمایا کہ تاکہ اس کی عظمت کا اظہار ہو۔ اسی طرح روح اللہ کا معاملہ ہے۔

ایسے ہی کلمہ اللہ کا لفظ جیسے یہود کے رد میں ہے اسی طرح عیسائیوں کی تردید کے لئے فرمایا کیونکہ عیسائی کلمتہ اللہ سے مراد مسیح کو خدا کا کلام مجسم قرار دے کر تثلیث کا ایک اقوم قرار دے لیتے ہیں تو ان کی تردید کے لئے یہ جملہ بایں معنی فرمایا کہ ویسے تو تمام مخلوقات خدا کے کلام یعنی حکم سے ہی پیدا ہوتی ہیں مگر مسیح کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ بزعم ان کے ناجائز طور پر نہیں بلکہ محض خدا کے کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں جیسے اس نے شروع میں آسمان و زمین اور دن رات کو کلمہ کن سے پیدا فرمایا اسی طرح مسیح کو بھی بلا باپ کے محض اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا۔ تو اس میں کوئی الوہیت کا شائبہ نہیں آیا بلکہ محض خدا کی قدرت کا اظہار اور مسیح کی عظمت کا بیان ہے اور یہود کے الزام کی تردید ہے۔ فقط

قادیانی قاضی نذیر صاحب کی پیش کردہ آیت کا اسلامی ترجمہ و مفہوم
آیت نمبر ۴

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔ افان مات او قتل انقلبتم
على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزي الله
الشاكرين ○ (آل عمران ۱۴۴)

ترجمہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہی ہیں (نہ خدا ہیں نہ اس کے
بیٹے ناقل) بلاشبہ آپ سے پہلے بھی کئی رسول ہو چکے ہیں۔ کیا پھر اگر آپ فوت
ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم پچھلے پاؤں (دین سے) پلٹ جاؤ گے۔ یاد رکھو جو
کوئی پچھلے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا (اور جو ایسے حادثات
میں ثابت قدم رہ کر دین کے پابند اور خادم رہیں گے) تو ایسے شکر گزاروں اور
قدر دانوں کو اللہ تعالیٰ عنقریب ان کے بدلے اور صلے سے نوازے گا۔

یہ آیت کریمہ مرزا قادیانی کی پیش کردہ تیس آیات میں سے دوسری قسم کی
ہے یعنی وہ آیات جن میں مسیح کی موت و حیات کا ذکر نہیں بلکہ بعض وجوہ کی بنا
پر دوسرے انبیاء کا تذکرہ ہے مرزا صاحب نے اس عموم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے
حضرت مسیح کو ان میں شامل کر کے محض سینہ زوری سے اپنا نظریہ ثابت کرنے کی
کوشش کی ہے۔

قبل از جواب۔ چند تمہیدی اور ربط بال سابق کے طور پر امور کا
بیان

ابتدا میں آپ قلوبانیوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کے لئے کچھ مسلہ اصول و
ضوابط ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ

- ۱۔ قرآن کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں برابر موجود رہا ہے۔ (شمارہ القرآن)
- ۲۔ ہر زمانہ میں مجددین و مہتممین نے دین کو علی وجہ الحقیقتہ پیش کیا ہے۔
(ایضاً)

۳- یہ مجددین بن بلائے نہیں بولتے۔ ان کا ماننا فرض ہے۔ ان سے انحراف و انکار فسق و کفر ہے۔

۴- متناقض الکلام آدمی پاگل اور غیر معتبر ہوتا ہے۔

۵- سلف خلف کے لئے بطور وکیل ہوتے ہیں ان کی شہادت کو ماننا ہی پرتا ہے۔ (ازالہ ۳۷۴)

۶- مرزا صاحب نے اس آیت سے استدلال اور اس کے سیاق و سباق سے بے پرواہ ہو کر کیا ہے خاص کر اس آیت کے دو لفظوں پر زور دیا ہے۔ (۱-۱۰) قد خلت اور ۲- الرسل میں الف لام کے استغراقی ہونے پر۔

۷- ایک موقع پر مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ نور دین صاحب نے اس آیت کا ترجمہ ہمارے موقف کے مطابق اور اپنے نظریے کے خلاف بھی کر چکے ہیں۔ دیکھئے مرزا صاحب کی کتاب جنگ مقدس (ص ۷ اور حکیم صاحب کی فصل الخطاب ص ۲۸)

ناظرین کرام۔ اس آیت سے قادیانی استدلال کی تردید کے لئے مندرجہ بالا ضوابط بفضلہ کفنی ہیں۔ آپ مندرجہ ذیل امور کو ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ فرمائیں۔

۱- کیا اس آیت کا مفہوم تمہارے موافق بالصرحت پہلے کسی نے بیان کیا ہے؟

۲- تمہارے ۸۲ مسلمہ مجددین و ملہمین میں سے کسی ایک نے بھی تمہارے مطابق مفہوم بیان کر کے وفات مسیح کا نظریہ ثابت کیا ہے؟

۳- اگر کسی ایک مجدد و ملہم نے اس آیت سے یہ استدلال نہیں کیا بلکہ تمام کے تمام نظریہ حیات ہی پر متفق اللسان ہیں۔ تو آیا ان کا یہ مفہوم اور نظریہ (سن جانب اللہ) الہامی ہے یا اختراعی؟

الہامی ہونے کی صورت میں ان کی بات اور نظریہ کو ماننا فرض ہے یا نہیں؟ ان کی بات سے انکار و انحراف فسق و کفر ہو گا یا عین ایمان؟

۴- جناب مرزا صاحب نے اس آیت کا جو ترجمہ اپنی کتاب جنگ مقدس میں مرے پر ہمارے موافق کیا ہے اس طرح حکیم نور دین صاحب نے فصل الخطاب ص ۲۸ پر کیا ہے۔ اس میں نہ وہ نہ تو خلت کا ترجمہ موت کرتے ہیں اور نہ ہی

الرسول کے الف لام کو استغراقی لیتے ہیں اسکے بکسر آہٹارا زور صرف ان دو مقالمات پر صرف کرتے ہیں آیا اس طور پر مرزا صاحب اور ان کے ہمنوا متناقض الکلام ثابت ہو کر۔ مجبوط الحواس اور غیر معتبر ثابت ہوں گے یا نہیں؟

۵۔ ہمارے اسلاف سے کوئی بھی اس آیت کا یہ مفہوم نہیں لیتا اور نہ ہی کوئی حیات مسیح کا منکر ہے۔ تو آیا وہ ہمارے لئے وہ وکیل ہیں یا نہیں ان کی اس گواہی کو تسلیم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ آیا انکار کی صورت میں آپ ومن یتبع غیر سبیل المومنین کے مصداق ہوں گے یا نہیں؟

۶۔ ہاتھ مرزا صاحب کسی آیت کا سر پیر کاٹ کر کوئی مفہوم اخذ کرنا الحاد و زندقہ ہے یا نہیں؟ اگر واقعی الحاد و زندقہ ہے تو مرزا صاحب اور ان کے پیر کاروں کا اس صورت میں کیا رویہ ہونا چاہئے؟ آیا الحاد و زندقہ سے باز آکر صحیح نظریہ اپنانا یا اپنی انانیت میں آکر الحاد و زندقہ کی چادر ہی اوڑھے رکھنا؟

ناظرین کرام مندرجہ بالا تفصیل کے بعد درج ذیل آیت کا صحیح مفہوم بھی ملاحظہ فرمائیے اصل صورت حال یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ واقعہ احد کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی جب کہ گھائی والے حفاظتی دستے میں سے اکثر افراد نے اس خیال سے وہ مورچہ چھوڑ دیا کہ اب ہماری فتح مکمل ہو چکی ہے کفار کے کسی بھی حملہ کی کوئی توقع نہیں رہی لہذا یہاں کھڑے رہنا بلا ضرورت ہے۔ اس بنا پر جب انہوں نے وہ مورچہ چھوڑ دیا تو لشکر کفار کے ایک قابل ترین جرنیل خالد بن ولید (جو کہ ابھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوئے تھے) انہوں نے موقعہ پا کر اسی گھائی سے حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کی فتح وقتی ہزیمت میں بدل گئی ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ کئی اہم مسلمان فوجی شہید ہو گئے حتیٰ کہ اس یلغار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہو گئے اس پر کفار نے انواہ پھیلا دی کہ محمد شہید ہو گئے یہ سن کر کئی مسلمان بزدلی کا شکار ہو گئے لیکن آخر کار پھر میدان کار زار سیٹھ ہو گیا اور کفار دوبارہ بھاگ کھڑے ہوئے تو اس موقعہ پر یہ خیال بھی پھیل گیا کہ (منافقین کی طرف سے) کہ اگر آپ رسول برحق ہوتے تو شہید کیوں ہوتے؟۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا ازالہ فرمایا کہ موت رسالت کے منافی نہیں کہ رسول بے ہوش زندہ ہی رہتا

ہے دیکھئے اس سے پہلے کئی رسول آئے مگر وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

تو گویا اس آیت میں یہ ثابت کرنا ہے کہ رسالت اور موت میں منافاة نہیں
لہذا اگر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو ایسا ہو سکتا
ہے جیسا کہ اس سے پہلے بھی یہ ہوتا رہا ہے لیکن پیغمبر کی تعلیم اور مشن رسول کا
کوئی ذاتی معاملہ نہیں کہ اس کے فوت ہو جانے سے وہ بھی تک کر دیا جائے بلکہ
وہ تو ایک الہی سلسلہ ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ حق قیوم ہے اور اسکی تعلیمات بھی باقی
رہیں گی۔ لہذا تمہیں ایسے حوادث سے پریشان ہو کر بددل نہیں ہونا چاہئے بلکہ
اشاعت حق کی جدوجہد کو جاری رکھنا چاہئے اسے کسی بھی حالت میں منقطع یا
مدہم نہیں ہونا چاہئے دیکھئے وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر۔ فما
وہنوا لما اصابہم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا۔ واللہ یحب
الصابرین ○ (۱۳۶:۳)

آپ اس آیت کا مابقی ملاحظہ فرما کر اصل حقیقت معلوم فرمائیں
یہاں تو محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی شہادت یا عدم شہادت کا معاملہ ہے کہ
آپ ابھی شہید نہیں ہوئے لیکن اگر بالفرض آپ شہید ہو جائیں یا فوت ہو جائیں
تو بھی تمہاری یہ بددلی مناسب نہ تھی۔ کیونکہ یہ جدوجہد تو خدائی تعلیمات کی راہ
میں ہیں نہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے۔

فرمائیے یہاں حضرت عیسیٰ کی حیات و وفات کا مسئلہ کہاں آ گیا۔ (نہ عبارتہ
نہ ارشادتہ) نہ تم عموم و اقتضا سے یہ ثابت کر سکتے ہو کیونکہ آپ کی حیات کے
اثبات میں دیگر متعدد نصوص قطعیہ الگ موجود ہیں نیز بے شمار احادیث اور اجماع
امت بھی جلوہ افروز ہے لہذا تمہاری یہ تمام مغز ماری بے کار ہے۔

مرزا صاحب کا اس آیت کے تحت دعویٰ اجماع

مرزا صاحب نے کئی مقالات پر لکھا ہے کہ جب سید المرسلین ﷺ
رحلت فرما گئے تو بوجہ شدت غم فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر
کھڑے ہو گئے کہ جو کہے گا کہ محمد ﷺ فوت ہو گئے۔ میں اس کی گردن

اڑا دوں گا۔ اس پر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ آیت بھی تلاوت فرمائی کہ آپ سے پہلے کے تمام رسول بھی فوت ہو گئے۔

تو گویا آپ نے تمام صحابہ کے سامنے سابقہ جمع انبیاء کی موت کا اعلان فرما دیا جس میں نہ تو آپ نے حضرت عیسیٰ کا استثناء فرمایا اور نہ ہی کسی صحابی نے کوئی اعتراض کیا کہ آپ کیسے فرما رہے ہیں کہ سب نبی فوت ہو گئے حضرت عیسیٰ تو زندہ ہیں تو جب کسی نے کچھ بھی نہ کہا تو گویا حضرت عیسیٰ کی وفات پر سب صحابہ کا اجماع ہو گیا اور یہ سب سے پہلا اجماع منعقد ہوا۔ (اربعین ص ۲۶ ج ۲ خزائن ص ۳۷۴ ج ۱۷)

الجواب یہ ہے کہ یہ بھی مرزا صاحب کی مغالطہ انگیزی ہے کیونکہ وہاں تو زیر بحث مسئلہ وفات خاتم الانبیاء تھا نہ کہ حضرت مسیح کا ان کی حیات تو الگ صحابہ کے اذہان میں نصوص قطعیہ سے ثابت تھی انکی موت تو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتی تھی دلیل اس پر یہ ہے کہ اگر بقول شما واقعی یہاں وفات مسیح پر اجماع منعقد ہو گیا تو آیا کسی نے بعد میں اس اجماع کو نقل بھی کیا ہے کہ فلاں موقعہ پر وفات مسیح پر اجماع ہو گیا تھا۔ کسی ایک کی نقل پیش کرو اور منہ مانگا انعام حاصل کرو۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجاره اعدت للكافرين ○

اجماع صحابہؓ بر حیات مسیح

اے گروہ قلندیاں تمہارے دعویٰ اجماع کا حال تو ہم نے خراب کر دیا آؤ اب ہم اصل دعویٰ اجماع پیش کرتے ہیں تم اس پر کوئی انگشت نمائی کر کے دکھاؤ۔ اور منہ مانگا انعام پاؤ۔ وہ اس طرح کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ ابو ہریرہؓ نزول مسیح کی حدیث بیان کرتے کہ آپ آئیں گے پھر صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے وغیرہ۔ پھر آپ اس

کی تائید میں فرماتے فاقروا ان شتم وان من اہل الكتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ یہ بیان اور استدلال تمام جماعت صحابہؓ کے سامنے صراحتاً فرمایا گیا کہ آپ آئیں گے مگر کسی ایک صحابیؓ کا کوئی اعتراض یا اشکال دنیا کی کسی حدیث یا تاریخ کی کتاب میں منقول نہیں کہ اس نے کہا ہو کہ ابو ہریرہؓ تمہاری بات درست نہیں عیسیٰؑ تو وفات پا کر کشمیر میں مدفون ہیں وہ کیسے آئیں گے اب اس سے مراد تو قادیان شریف کا ایک مغل بچہ مرزا غلام احمد صاحب علیہ ماعلیہ مراد ہے۔ ہے کوئی قادیانی جیلاکسے ایک صحابیؓ کا انکار ثابت کر کے قادیانیت کی لاج رکھ لے۔

ناظرین کرام یہ ہے قادیانی دلائل و استدلال کی حقیقت جو کہ محض دجل و فریب کا پلندہ ہوتا ہے لہذا اول تو خلت کا معنی موت دنیا کی کسی لغت میں نہیں اور نہ ہی یا نبیہا الرسل میں الف لام استفراقی ہے بالفرض اگر یہ دونوں باتیں تسلیم بھی کر لیں تو بھی اس عموم سے وفات مسیح ثابت نہ ہو سکے گی کیونکہ مامن عام الا وخص منہ البعض قاعدہ مسلمہ ہے۔

مثلاً" یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی (الحجرات)

ترجمہ اے تمام لوگوں بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا فرمایا ہے

تو کیا تمام انسانوں کو بیچ آدم و حوا کو جوڑے سے پیدا فرمایا نہیں؟ حضرت مسیح کو بھی مرد و عورت سے پیدا فرمایا؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ عمومی پیدائش کا تذکرہ ہے ایک ایک فرد کا یہ حکم نہیں کم از کم یہ تین افراد تو اس عموم سے مستثنیٰ ہوں گے۔ ایسے ہی یہاں حضرت مسیح آیت کے عموم سے الگ ہوں گے اور سنئے۔

الم نجعل لہ عینین ولساناً وشفیتین وھدیناہ النجدین ○

فرمائیے کیا ہر ایک فرد انسان کی دونوں آنکھیں صحیح سالم ہوتی ہیں سب کے دو ہونٹ اور زبان صحیح ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ بے شمار افراد آنکھوں سے محروم بھی ہوتے ہیں گونگے بھی ہوتے ہیں حکم آیت میں استثناء ثابت ہو گیا۔

۳- ویتنہون الانبیاء بضمیر حق (آل عمران ۲۱)

دیکھئے یہاں انبیاء پر الف لام بھی ہے مگر کیا تمام افراد انبیاء مقتول ہو گئے؟ ہرگز نہیں۔

۴۔ ان الذین کفروا سواء علیہم انذر تمہم ام لم تنذرہم لا یومنون فرمائیے تمام کفار کی یہی پوزیشن ہے کہ وہ لایومنون تھے۔ ہرگز نہیں بل منہم المومنون
۵۔ یا ایہا الناس ان کتتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب

(سومن)

فرمائیے کیا انسان منکرین بعث ہیں اور تمام ہی مخلوق من اتراب ہیں۔ ہرگز نہیں۔

اقوال مرزا صاحب کہ ہر جگہ کل استغراق کے لئے نہیں ہوتا۔ یہی بات من قبلہ الرسل میں بھی ہے۔

۱۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

ان لفظ التنوفی فی القرآن فی کل مواضعہما جاء الا لاماتۃ و قبض الروح
(حماتۃ البشری ص ۶۳ خزائن ص ۲۶۹ ج ۷ طبع ربوہ)

ملاحظہ فرمائیے مرزا صاحب کے بیان میں لفظ کل استعمال کر رہے ہیں مگر وہ بھی استغراق کلی ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ لفظ توفی بقول مرزا صاحب بھی دو جگہ قرآن مجید میں نیند کے لئے استعمال ہوا ہے جیسا کہ خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے حماۃ البشری ص ۵۸ خزائن ص ۲۶۱ ج ۷ نیز ازالہ اوہام ص

(۳۳۷)

۲۔ ان الاحادیث کلہا آحاد حماۃ البشری ص ۳۳ خزائن ص ۲۱۷ ج ۷) دیکھئے یہاں بھی کل استغراق نہیں کیونکہ خود ہی مرزا صاحب نے کہدیا کہ بعض احادیث غیر آحاد ہیں۔ (حماتۃ البشری ص ۲۳ خزائن ص ۲۰۵ ج ۷)

۳۔ ان هذا الاحادیث کلہا لا تخلوا عن المعارضات والتناقضات فاعتزل کلہا حماۃ ص ۹۰ خزائن ص ۳۱۵ ج ۷

یہاں بھی کل استغراق نہیں کیونکہ یہی صاحب لکھتے ہیں کہ

ان فی بعض الاحادیث دغن قلیل من التناقض۔ (آئینہ کمالات ص ۲۳۸)

۴۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

واذا الرسل اقبلت۔ اور جب رسول وقت مقررہ پر لوٹ جائیں گے۔

یہ اشارہ درحقیقت مسیح موعود کے آنے کی طرف ہے اور اس بات کا بیان مقصود ہے کہ وہ عین وقت پر آئے گا اور یاد رہے کہ کلام اللہ میں رسل کا لفظ واحد پر بھی اطلاق پاتا ہے اور غیر رسول پر بھی اطمینان پاتا ہے..... اور اذا الرسل اقبلت میں الف لام عمد خارجی پر دلالت کرتا ہے۔ شہادہ القرآن ص ۲۰ طبع لاہور۔ دیکھئے یہاں اکثر بھی نہیں بلکہ فرد واحد مراد لیا ہے۔

۵۔ مرزا صاحب ومانرسل بالایات الاتخويفا کے متعلق کتاب ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہاں الف لام استغراقی نہیں ہے۔ (دیکھئے صفحہ ص ۱۳)

ایک عجوبہ

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ معترض کا یہ گمان کہ اس آیت میں لانا فیہ جنس معجزات کی نفی پر دلالت کرتا ہے ص ۹۔ دیکھئے لانا فیہ کس صرف و نحو کے قاعدہ کے مطابق ہے جس پر یہ صاحب معترض کو صرف نحو سے ناواقفی کا طعنہ دے رہے ہیں۔ نیز یہ واقفیت علم اور علمائے امت سے معرکہ الاراء بحث میں الجھنا کسی قدر جہالت و حماقت ہے جسے واحد جمع کا شعور نہیں مذکور و مونث کی تمیز نہیں وہ دعویٰ الہام و وحی کرتا پھرتا ہے۔ آخر حیا بھی کن حقیقت کا نام ہے ایسے جاہل مطلق کو قرآن و حدیث میں زبان کھولنا سوائے ضلالت و حماقت کے کوئی باعث نہیں لہذا ہر فرد بشر اس سے بچ کر رہے۔

اور سنئے! سورہ بقرہ میں مذکور ہے

۲۔ ولقد اتینا موسیٰ الكتاب وقفینا من بعہم بالرسل و اتینا

عیسیٰ بن مریم البینت وایدناہ بروح القدس (۸۷۴)

فرمائیے یہاں بھی الرسل ہے تو کیا تمام کے تمام رسول موسیٰ کے بعد ہی آئے ان

سے پہلے کوئی نہیں آیا تھا؟

اور پھر ایسینات پر بھی الف لام ہے کیا یہ بھی استغراقی ہے۔ کیا تمام کے تمام معجزات حضرت عیسیٰ ہی کو مل گئے اور کسی کو کوئی معجزہ نہ ملا یہ ہے قادیانی علم اور قرآن و حدیث سے جہالت کا نمونہ

حتی اذا تیس الرسل (۱۱۰:۱۳)

دیکھئے یہاں بھی الف لام والا الرسل ہے تو کیا یہاں تمام کے تمام رسولؑ مراد ہیں؟ ہرگز ہیں قادیانی قاضی صاحب ذرا ہوش کیجئے آپ کے پیرو ~~پیشہ~~ بھی اسی طرح بے پرکی اڑایا کرتے تھے۔ آپ تو کچھ ہوش کریں۔ اگر انہی کے دامن سے چٹے رہنا ہے تو کم از کم مصلحہ خیز امور میں تو ان سے تجانب برتیں۔ کیا محض مکھی پر مکھی مارنا آپ کے لئے ٹیچی صاحب یا خیرائی صاحب نے ضروری قرار دے دیا۔ ان تمام تفصیل سے واضح ہو گیا کہ من قبلہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں کیونکہ حضرت مسیح کا استثناء نصوص قطعہ سے ایک ثابت شدہ حقیقت ہے ویسے بھی سائبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے موجب کلیہ نہیں۔

آخری بات یہ بھی ہے اس آیت کے کلمہ الرسل کی دوسری قرات رسل بھی منقول ہے (دیکھئے تفسیر قرطبی ص ۲۲۲ ج ۵) لہذا سارا جھگڑا ہی ختم۔

لفظ خلعت کا مفہوم

قادیانی قدخلت کا معنی موت لیتے ہیں جب کہ یہ معنی ہرگز ثابت نہیں خلعت کا ہمارے محاورہ میں مفہوم گذرنا ہے۔ دیکھئے محاورہ میں فضا کو خلا کہتے ہیں از روئے لغت خلا مکان یا زمان کی صفت ہے اور ضمنان کے منطوف کی امام لغت راغب اصفہانی م ۵۰۶ھ اپنی مشہور زمانہ کتاب المفردات میں لکھتے ہیں کہ الخلا ایسے مقام کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی اوٹ کوئی تعمیر اور دیگر کوئی بھی چیز نہ ہو نہ کوئی بنا ہو اور نہ کوئی رہائشی۔ اس کا استعمال زمان و مکان دونوں کے لئے ہوتا ہے لیکن جب زمانہ کے متعلق گزرنے کا تصور لیا جائے تو اہل لغت کہہ دیتے ہیں خلا الزمان یعنی معنی الزمان و ذہب۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل وقد خلت من قبلهم المثلثه تلک امته قد خلت قد خلت من قبلکم سنن۔ وان من امته الا خلا فيها نذیر۔ مثل الذین خلوا من قبلکم۔ واذاخلوا اعضوا علیکم الا نامل مل من الغیظ۔ وخال انسان صار خالیا وخال فلان بغلان صار معہ فی خلاء خلالیہ۔ انتھی الیہ فی خلوه۔ قال تعہ واذاخلوا الی شیطینہم اور کہا جاتا ہے خلیت فلان اذا ترکته فی خلاء ثم یقال لکل ترک تخلینتہ نحو فخلوا لاسبیہم وناقته خلیتہ مخلاتہ عن اطلب وامرأة خلیة مخلاه عن الزوج وقیل للمسفینتہ المتروکہ بلا ربان خلیتہ

گویا تمام محلورات میں خلا کا معنی چھوڑنا اور ترک کرنا ہی ہے موت کہیں بھی نہیں چاہے اس کا صلہ الی ہو یا بہ ہو یا منہ ہو۔ بنیادی معنی وہی خلو اور ترک ہی ہو گا چنانچہ اعقرات کی طرح صاحب المنجد نے بھی تمام تفصیل میں یہی مفہوم بیان کیا ہے کیا مذکورہ بالا قرآنی اشلہ جیسے قد خلت من قبلہم المثلثہ۔ قد خلت من قبلکم سنن وغیرہ میں معنی موت کا تصور بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی ہی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا جاتا ہے عشرہ خلون من شعبان تو کیا معنی ہو گا؟ گزرنا یا موت؟۔ گویا قادیانی معنی سراسر خلاف واقعہ ہے اگر مجازا ہو بھی تو اس سے کیسے لازم آگیا کہ یہاں بھی معنی موت ہی ہے کیونکہ دیگر نصوص صریحہ قطعہ ہنہ آپ کا مرفوع الی السماء ہونا واضح کر دیا ہے لہذا ان کے حق میں اس عموم سے جو کہ درجہ ظن میں ہوتا ہے معنی موت لینا قطعاً غیر معقول ہے کیونکہ قطعیت کے مقابلہ میں نیت نہیں ٹھہر سکتی ان الظن لا یغنی عن الحق شیئاً

قادیانی شبہ

قاضی نذیر صاحب اپنی پاکٹ بک میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں آنحضور ﷺ کے خلو یعنی گزرنے کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ افائن مات لو قتل یعنی طبعی موت یا قتل۔ اسی طرح حضرت مسیح کے بارہ میں دو چیزوں کی نفی کی گئی ہے۔ وما قتلوه وما صلبوه نہ قتل ہوئے نہ

مصلوب لہذا تیسری ممکنہ صورت یعنی طبعی موت ہی باقی رہ گئی تو معلوم ہوا آپ کی طبعی وفات ہو چکی ہے۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۳۱)

الجواب یہ درست ہے کہ اس آیت مذکورہ میں دو چیزوں کی نفی کی گئی ہے کہ وما قتلوه وما صلبوه لیکن یہ تسلیم نہیں کہ اس کے بعد آپ کے حق میں طبعی موت ثابت ہوگی کیونکہ آیت کریمہ میں صراحہً "دو چیزوں کی نفی کر کے تیسری چیز کا اثبات بھی نہایت وضاحت سے کر دیا گیا ہے۔ دیکھئے بل رفعہ اللہ الیہ اس صریح وضاحت کو نظر انداز کر کے طبعی موت کی اختراع کس اصول کے مطابق کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اسی تیسری صورت کا اثبات آل عمران میں بھی انی رافعک الی میں کیا گیا ہے علاوہ زاین بیسیوں احادیث صحیحہ میں بھی یہ وضاحت آچکی ہے لہذا اپنی طرف سے تیسری صورت گھڑنے کی کیا مصیبت پڑی ہے جب موت وحیات کا مالک خود اس تیسری صورت کو واضح کر رہا ہے تو ایک ظلوم و جھول انسان کو اپنی ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت پڑی ہے؟ نیز اسی علیم و قدیر ذات نے مگرین حیات کے تمام استبعادات کے در کے لئے واضح اعلان فرمادیا کہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً

علاوہ ازیں بقول ثنا آیت بلا میں آنحضور ﷺ کے متعلق دو صورتوں کے امکان کا بیان فرمایا ہے (وقوع کا ذکر نہیں)۔ لہذا ہم بھی مسیح کے بارہ میں امکان بلکہ وقوع موت فی المستقبل تسلیم کرتے ہیں۔ مگر کب ہیں۔

ایک اور طریقہ سے

جس قرآن میں یہ آیت مذکورہ ہے کہ وما محمد الا رسول قد خلت من

قبلہ الرسل افان مات اوقتل (۱۳۴:۳)

اسی قرآن حکیم میں حضرت مسیح کے بارہ میں بھی ایسی ہی آیت موجود

ہے۔ ماالمسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ وامہ صدیقہ

کان یا کلان الطعام انظر کیف نبین لهم الا آیات ثم انظر انی یو فکون

(۷۵:۵)

اب ملاحظہ فرمائیے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت محمد ﷺ بقیہ حیات تھے۔ آیت میں صرف موت اور رسالت میں منافاة کی نفی مقصود ہے۔ وقوع موت کا بیان ہرگز نہیں ہے۔ فتفکرو تدبر

ایسے ہی اسی عنوان کے ساتھ حضرت مسیح کا تذکرہ ہے تو حسب سابق جیسے اس آیت کے نزول کے وقت محمد رسول ﷺ زندہ تھے ایسے ہی اگلی آیت مالمسیح بن مریم الارسول کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی زندہ تھے ورنہ مطابقت کیسی۔ اگرچہ دونوں آیات کا شان نزول۔ پس منظر اور مقصود جدا جدا ہے۔ علاوہ ازیں اور کسی نبی کے بارہ میں یہ عنوان قرآن میں نہیں ہے فثبت الحق وزهق الباطل کیونکہ پہلی آیت سے مقصود موت اور رسالت میں منافاة کی نفی ہے۔

اور دوسری آیت میں مسیح اور ان کی والدہ کی الوہیت جس کے نصاریٰ قائل تھے اس کی نفی مقصود ہے۔ حضرت مسیح یا مریم کی موت و حیات کسی جگہ زیر بحث ہی نہیں دیکھئے اس سے پہلی آیت لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ وما من الہ الا الہ واحد

چونکہ عیسائی حضرت مسیح کو قادر مطلق خدا اور تثلیث کا ایک رکن کامل تسلیم کرتے تھے۔ لہذا ان کی تردید کے لئے آیت ۷۵ میں بشریت اور مخلوقیت مسیح کا اثبات کر کے ان کی مزعومہ الوہیت کی نفی بیان فرمائی گئی اور یہ نفی دو دلیلوں سے ثابت فرمائی۔

۱۔ امہ صدیقہ۔ کہ مسیح خدا ہی نہیں کیونکہ ان کی والدہ محترمہ ہے جس سے وہ مولود ہوئے اور یہ ان کے حادث اور مخلوق ہونے کی دلیل ہے جبکہ خدا تعالیٰ قدیم ہے وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا اس کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ کوئی ماں بلکہ وہ تو واجب الوجود ہے۔

۲۔ کان یا کلان العظام

یعنی مسیح اور مریم کیسے الہ ہو سکتے ہیں الہ تو قدیم ازلی اور غیر محتاج ہوتا ہے جب کہ مسیح اور ان کا، ماں زمینی زندگی میں کھانے کے بھی محتاج تھے ان کو

بھوک پیاس لگتی تھی جو کہ مخلوق اور بشریت کی واضح علامت ہے لہذا یہ خدا نہیں بلکہ اس کی مخلوق اور راستباز لوگ تھے تو ان دو دلیلوں سے مسیح و مریم کی الوہیت عند انصاری کی نفی فرمائی گئی اگرچہ ان کی بشریت و مخلوقیت کے اور بھی دلائل ہیں مگر اثبات مدعی کے لئے عقلمندوں کے لئے ایک دو دلیل بھی کفایت کر جاتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے پہلی آیت ۳:۱۳۳ میں زیر بحث مسئلہ اور ہے اور یہاں مسئلہ اور ہے کسی بھی جگہ حیات و وفات مسیح موضوع ہی زیر بحث نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی آیت میں مسیح کا ذکر نہیں اور ثانی میں موت کا ذکر نہیں علاوہ ازیں پہلی آیت میں من قبلہ الرسل کو بصورت استغراق لے کر کل انبیاء کی موت کا وہم ہو سکتا ہے لہذا اس آیت میں وہی عنوان اختیار کر کے اس کلیہ سے مسیح کی موت کا استثناء کر لیا ورنہ اس مسئلہ کے بیان کے لئے یہ ترکیب استعمال کی کیا ضرورت تھی؟ گویا اس عنوان سے دونوں فریقوں کی تردید کر دی۔ عیسائیوں کی بھی اور بتدنیوں کی بھی۔ نیز آیت اولیٰ میں آنحضرتؐ کی وفات کا ضمنی طور پر ذکر تھا لہذا افائن مات اوقتل کا اظہار فرما دیا مگر حضرت مسیحؑ کے بارہ میں یہ بحث ضمنی بھی مقصود نہ تھی لہذا اس میں کوئی ایسے الفاظ بھی ذکر نہ فرمائیے اس لئے کہ دیگر آیات و احادیث میں تفصیل سے ان کے اس مرحلہ کو واضح فرما دیا گیا ہے یہ ہے حلیم و خبیر کی قدرت و شان و لکن بعض الاشرار لایعقلون فیصلون و یصلون قاتلہم اللہ و خزلہم و جعلنا بجزل منهم اجمعین برحمتہ الواسیع الیعم۔ (آمین)

خاتمہ بحث

قادیانیوں کا اس آیت سے استدلال محض دجل و فریب ہے کیونکہ

- ۱۔ اس آیت میں وفات مسیحؑ کا کوئی تذکرہ اشارہ بھی نہیں اور عموم سے استدلال جائز نہیں خصوصاً جب کہ اس جزئی کو ثبوت دیگر نصوص قطعیہ یقینہ سے درجہ قطعیت تک پہنچا ہوا ہے نیز وہ عنہ الامتہ حد تو اتر تک پہنچا ہوا ہو۔
- ۲۔ جن الفاظ سے قادیانی استدلال کرتے ہیں ان الفاظ کا وہ مفہوم ہی لغت میں

ثابت نہیں ہوتا جیسے لفظ خلت۔ اور الرسل کے لام کو استغراق تسلیم کرنا چنانچہ یہ دونوں امور اوپر مذکور ہو چکے ہیں مزید یہ کہ الرسل کی دوسری قرأت بغیر لام کے بھی ابن عباسؓ سے منقول ہے (دیکھئے تفسیر قرطبی ص ۲۲۲ ج ۵) وغیرہ تو جب ان کے ممدوح (ابن عباسؓ) سے یہ لفظ بغیر الف لام کے بھی منقول ہے تو استغراق یا عدم استغراق کا معاملہ ہی ختم ہو گیا۔

۳۔ قرآن مجید میں لفظ رسول لغت . معنی قاصد استعمال ہوا ہے مثلاً " فرشتوں کو بھی رسول کہا گیا ہے جیسے سورہ فاطر کے شروع اور شوریٰ کی آیت ۵۲ میں ہے۔ اب اس وسیع استعمال کے بنا پر الرسل میں لام استغراق مراد لینا ناممکن ہے ورنہ من قبلہ الرسل کے تحت تمام فرشتوں کو بھی مرا ہوا تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ بات قادیانی بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ تو پھر یہی بات ثابت ہو گئی کہ یہاں استغراق ملحوظ رکھنا محض جمالت اور حماقت ہے جو کہ قادیانیوں کا ہی مقدر ہے۔ اہل حق تو ہمیشہ ہر طرف سے محتاط اور چوکے ہو کر کسی نظریہ اور عقیدہ کو اپناتے ہیں وہ محض اندھا دھند بے ثبوت بات پر نہیں کرتے۔

ان کا ہمہ اوقات یہی وظیفہ ہوتا ہے۔

ابدنا الصراط المستقیم۔ ربنا لاترغ قلوبنا بعد اذ ہدینا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ نیز ان کے راوف رحیم نبی نے بھی ان کو یہ وظیفہ فرما دیا ہے۔ اللھم ارنا الحق حقاً ولرزقنا اتباعہ۔ وارنا الباطل باطلاً ولرزقنا اجتنابہ (آمین)

پھر انہی امور کے پیش نظریہ اعلان بھی ہو چکا ہے۔ کہ میری امت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ لا تجمعا متی علی الضلالہ او کما قال وقال من شد شد فی النار۔ ومن یشاقق الرسول او یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہ جہنم وسات مصیرا

قادیانی اشکال کی مزید تردید

قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ صدیق اکبرؓ نے سب کے سامنے ما محمد الا

رسولِ دانی آیت تلاوت فرمائی تو کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا کہ حضرت آپ سب کو کیوں تخت الموت لا رہے ہیں کیونکہ حضرت مسیح تو زندہ ہیں آپ کیلئے "کیوں سب کو فوت شدہ بیان فرما رہے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ اعلان صدیق و تسلیم جمیع صحابہ وفات مسیح جمع علیہ نظریہ طے پایا۔

الجواب یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے کہ صدیق اکبرؓ نے سب انبیاء کو بلا امتیاز اس آیت کے تحت فوت شدہ قرار دیا کیونکہ رفع مسیح کا تذکرہ پہلے ہو چکا تھا چنانچہ فاروق اعظم کا اعلان برحق اکثر کتب میں مذکور ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا من قال ان محمداً قد مات فقتلته بسيفي هذا انما رفع عيسى بن مريم عليه اسلام۔ الملل والنحل للشهرستاني على هامش ابن حزم ص ۲۱ ج ۱ وايضاً ذكر القادياني هذا العبارة في آخر تزيان القلوب مندرج خزائن ص ۵۸۱ ج ۱۵

تو صدیق اکبرؓ نے یہ سن کر رفع مسیح جو کہ مشبہ بہ تھا اس کی نفی نہیں فرمائی بلکہ صرف وفات رسول مکرمؐ کے تحقیق اور صحت کا اعلان فرما دیا کہ مسیح کے رفع کے ساتھ حضورؐ کا معاملہ وفات مطابق و موافق نہیں ہو سکتا کیونکہ مسیح تو بجدہ العنصری مرفوع ہوئے تھے ان کا جسد خاکی زمین پر نہیں ملتا لہذا انکا رفع تو متیقن اور مسلم ہے مگر سید المرسلینؐ کا رفع ایسا نہیں کیونکہ آپ کا جسد اطہر سب کے سامنے شہادۃ موجود ہے لہذا مشبہ اور مشبہ میں موافقت ثابت نہیں ہو سکتی باقی رہا سابقہ انبیاء کے پیش نظر آنحضورؐ کے لئے صرف دو ہی صورتوں کا ذکر کرنا (قتل یا موت) اور تیسری امکانی صورت کا عدم ذکر تو یہ اس بنا پر ہے کہ آپ کے حق میں صرف یہی دو صورتیں محتمل تھیں۔ تیسری کا امکان نہ تھا۔ افانن مات تو بقیہ علم الہی اور واقعہ کے مطابق تھا اور قتل کی نفی اس شہرت افزا کی بنا پر فرمائی اس وقت پھیل چکی تھی۔ تیسری رفع والی صورت درحق سید کائنات علم الہی کے خلاف مخفی اور مشاہدہ کے بھی خلاف تھی لہذا اس کا ذکر نہ فرمایا فافہم و تدبر وتشکر لله ولا تكن من الهالكين یعنی اس طرح نہ فرمایا کہ افانن مات او قتل او رفع۔ کیونکہ یہ تیسری صورت۔ عند اللہ محتمل نہ تھی۔ بلکہ صرف دو ہی

مختلف صورتوں کو ذکر فرما کر فیصلہ مکمل فرمادیا۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ قادیانی اشکال جو بقول ان کے افائن مات او قتل کی کی عدم موافقت کا تھا وہ اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ جب ۱۔ خلت کا معنی موت ہو۔ ۲۔ الرسل میں لام استغراق کے لئے ثابت ہو جائے گا۔ ۳۔ یا عند اللہ آنحضور کا دنیا سے رحلت فرمایا بصورت رفع الی السماء بھی مقدر ہو۔ لیکن ان تینوں شقوں میں ایک بھی ثابت ہو جائے تو قادیانی اشکال بتصامہ بیبا منشورا ہو جائے گا مگر الحمد للہ یہاں تو ہم نے تینوں شقوں کو منہدم کر دیا لہذا قادیانی اشکال بالکل ہی نابو ہو گیا۔

قاضی صاحب کی پیش کردہ آیت

آیت نمبر ۵

وعدلہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض
کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکن لہم دینہم الذری لرتضی لہم
ولیبدلنہم من بعد خوفہم امننا (الآیۃ ۲۴: ۵۶)

قادیانی استدلال

اس آیت کی رو سے خلافت نبوی کا شرف ان لوگوں کو ملے گا جو ایمان لا کر اس امت کے افراد بنیں گے پھر ایسے خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قبل از اسلام کے خلفاء کے مشابہ اور ان کا مثل ہو جیسے کہ کما استخلف کے الفاظ اس مشابہت اور مثلث پر دلالت کر رہے ہیں نہ یہ کہ سابقہ کوئی نبی آ کر عمدہ خلافت پر متمکن ہو جائے۔ ادھر حدیث میں آ رہا ہے الا انہ خلیفتی فی امتی کہ آنے والا مسیح موعود میری امت سے ہی میرا خلیفہ ہو گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ سابقہ مسیح اصالتاً آ کر اس امت کی اصلاح نہ فرمائیں گے بلکہ اس امت میں سے ان کی خوبی والا کوئی فرد ہی منصب خلافت پر فائز ہو گا۔ ورنہ پھر تو مشابہ

ہے (قبل از اسلام کے خلفاء) اور مشبہ (اس امت کے خلفاء) میں عینیت اور اتحاد ثابت ہو جائے گا جبکہ کما استخلف کا لفظ دونوں میں بتائیں پن چاہتا ہے۔ (پاکٹ بک)

۱۔ الجواب۔ جب دلائل قطعیہ یقینہ سے رفع و نزول مسیح ثابت ہو گیا ہے تو ایسی اختراعی اور من گھڑت دلیلوں سے یہ مسئلہ مخدوش نہیں ہو سکتا۔

۲۔ فرمائیے آیا یہ مفہوم خود تمہارے مسلمہ ملہم مجددین نے اس آیت سے اخذ کیا ہے؟ یا صرف تمہاری ذاتی اختراع ہے جب حتماً یہاں مطلق خلاف قبل بعثت

آخر الزمان اور بعد بعثت میں تشبیہ ہے نہ کہ افراد میں۔ پھر یہ اختلاف دور صحابہؓ میں مکمل ہو گیا خلفائے اربعہؓ ہی اس کے مصداق حقیقی تھے تھلائیے انہوں نے بھی

کبھی کسی کی مثلیت کا دعویٰ کیا تھا؟ جب نہیں کیا تو تمہیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ محض اپنا ابو سیدھا کرنے کے لئے ایسے وسوسے چھوڑ کر عوام الناس میں الحاد و

تشکیک کے جراثیم پھیلاتے پھرتے ہو فانتھوا خیر لکم پھر تمہارا الفاظ حدیث الا انه خلیفتی فی امتی سے استدلال بھی محض مغالطہ ہے کیونکہ ان الفاظ کا

سادہ ترجمہ یہ ہے کہ وہ میری امت میں میرا خلیفہ ہو گا۔ اس سے خود لن کا امت میں سے ہونا کہاں سے نکل آیا یہاں فی امتی ہے من امتی نہیں اور اگر بالفرض

تمہارا مفہوم ہی مان لیں تو بھی کوئی نقصان نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بقول مرزا صاحب اس امت میں شامل ہیں۔ بلکہ دیگر تمام انبیاء کرام بھی

آنحضور ﷺ کی امت میں داخل ہیں۔ دیکھئے (ضمیمہ براہین ص ۱۳۳ ج ۵ خزائن ص ۲۱۰ ج ۲۱ طبع ربوہ نیز ازالہ اوہام ص ۲۲۳ طبع لاہور ۱۹۵۱ء)

تو جب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب انجیل اس امت میں داخل ہیں تو پھر اس حدیث کی رو سے بھی وہی آپ کے خلیفہ ہوں گے دیگر کسی مثل کی

ضرورت لاحقہ نہ ہو گی لہذا تمہارے مرزا صاحب اب پھر خالی ہاتھ ہی رہ گئے گویا آیت کے نفس مفہوم سے تمہارا یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا حتیٰ کہ خود تمہارے

مسلمات سے بھی یہ مسئلہ ثابت نہ ہو سکا لہذا ہم بصد ادب یہی گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں نفس مسئلہ (حیات و نزول مسیح) ایک قطعی اور اجماعی حیثیت سے

ثابت شدہ حقیقت ہے جو کہ اس قسم کے وسوسوں اور شوشوں سے مخدوش نہیں ہو سکتی۔ لہذا تم ان حرکات سے باز آ جاؤ ہاں محض مرزا صاحب کے الہامات کے حوالہ سے نہ کہ قرآن و حدیث کے حوالہ سے جو مرضی ہو کہتے پھرے کیونکہ پھر بات کی پوزیشن بدل جائے گی۔ جیسے ایران کے بہائی اور ذکری اپنے گمراہ کن نظریات کی اشاعت کرتے پھرتے ہیں لیکن نہ وہ قرآن و سنت کا نام لیتے ہیں اور نہ ہی کسی اسلامی شعار کا استعمال کرتے ہیں۔ الگ تھلگ ان کا ایک سلسلہ ہے ایسے ہی تم بھی کر لو۔ کم از کم ہماری ایک طرف سے تو جان مطمئن ہو جائے گی۔

آخر میں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس آیت میں مذکور خلافت۔ خلافت علی منہاج البسوة ہے جو کہ خلفائے اربعہ تک از روئے حدیث رسول جاری رہی اس کے بعد عام خلافت اور اس کے بعد ملک عصوص ہو گا پھر آخر زمانہ میں خلافت قائم ہو گی جس کے نمایاں ارکان امام مہدیؑ اور حضرت مسیحؑ ہوں گے جو کہ پھر ابتدائی اور صحیح اور کمال دین کو دنیا میں غالب کر دیں گے وہ صرف احکام الہیہ کی ترویج کریں گے مرزا صاحب کی طرح اپنے من گھڑت نظریات اور طریقہ کار کو رائج کر کے باقی امت کو خارج از اسلام نہ قرار دیں گے وہ سابقہ اصولوں پر دین کو قائم فرمائیں گے مرزا صاحب کی طرح یہود انصاری کا کام یعنی ان کی خوشامدیں کرتے ہوئے وقت کا ضیاع نہ کریں گے۔

آیت نمبر ۶

اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب
 علیہم ولا الضالین
 ترجمہ (اے اللہ) تو دکھا ہم کو سیدھا راستہ۔ راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے
 انعام کیا نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔ (ترجمہ از قاضی
 نذیر صاحب)

قادیانی استدلال

یہ دعا اللہ نے آپ کو سکھلائی ہے یہ دعا آپ کے حق میں اور

امت کے حق میں قبول بھی ہوئی ہوگی۔ تو اگر یہودی منصوبہ کہ آپکو (مسیح کو) قتل کیا جائے یا صلیب پر چڑھایا جائے کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور آنحضور ﷺ کو (بوقت منصوبہ کفار اذیمکر بک الذین) بھی آسمان پر اٹھالیتا کیونکہ یہ مجال ہے کہ ایک دعا خود ہی نبی کو سکھائے اور پھر قبول نہ کرے۔ پس چونکہ آنحضور ﷺ سے یہ رفع کا معاملہ نہیں ہوا تو یہ معاملہ مسیح سے بھی نہیں ہوا گویا نہ تو مسیح دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ ہیں اور نہ ہی آنحضور ﷺ تیرہ سو سال سے آسمان پر موجود۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں سے بچا کر مدینہ میں عزت دی اسی طرح خدا نے مسیح کو بچا کر کشمیر میں عزت دی۔ بموجب آیت وجعلنا ابن مریم وامہ آیتہ واولینہما انی ربوہ ذات قرار ومعین۔ (المومنون۔ تعلیمی پاکٹ بک ص ۲۵)

الجواب یہ قادیانی مشابہت کم از کم ہمارے لئے تو ناقابل فہم ہے کہ اس دعا کے تقاضے میں مسیح ضرور کشمیر میں پناہ گزین ہوں۔ کیونکہ آنحضور ﷺ مدینہ میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ قاضی صاحب یہ تو اللہ کی مرضی اور حکمت ہے کہ بوقت یلغار کفار اس کا معاملہ مختلف رہا ہے نہ کہ یکساں دیکھئے حضرت صلح کو بوقت منصوبہ کفار بحفاظت زندہ رکھا اور تمام قوم کو تباہ کر دیا (النمل) حضرت موسیٰ کو فرعون کے مقابلہ میں بحفاظت دریائے پار کرایا اور فرعون کو بمع لشکر غرق کر دیا۔ حضرت عیسیٰ کو بوقت منصوبہ کفار بحفاظت تمام زندہ آسمان پر اٹھالیا اور قوم وہیں رہی سید دو عالم ﷺ کو ایسے وقت میں بحفاظت تمام اشاعت حق کے لئے مدینہ کی طرف ہجرت کرا دی اور اکثر دائرہ اسلام میں آگئے اور پھر خاتم الرسل ﷺ کو دوبارہ مکہ مکرمہ پر قابض کرا دیا۔ یہ تو اس کی مختلف حکمتیں ہیں۔ باقی کشمیر والی حکمت کو تو نہ عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی کہیں قرآن و حدیث میں مذکور ہے ہاں اگر صرف اس دعا کے نتیجہ میں مشابہت ارضی یا سماوی چاہئے اور سماوی تم مانتے نہیں لہذا مسیح کی طرح سید الرسل ﷺ کو بھی کشمیر کو ہجرت کرنا چاہئے تھی۔ تاکہ

مشابہت نامہ حاصل ہو جاتی یہ کمال کی بات ہے کہ ایک نبی کو مشرق کی طرف ہجرت کرا دی اور دوسرے کو مغرب کی طرف۔ یہ اختلاف جہمت کیوں؟ صراطِ مستقیم تو ایک ہی ہوتا ہے نہ وہ ٹیڑھا ہوتا اور نہ ہی معکوس۔ نیز بعد از ہجرت سیرتِ مسیحؑ مستور و منقطع لیکن سید دو عالم ﷺ کی روشن اور ترقی پذیر اور فزون تر۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہؓ تابعین۔ آئمہ مجددین مکملین اور اکابرین امت اور عام مسلمان بھی یہ دعا مانگتے آئے ہیں میرے خیال میں مرزا صاحب اور تمام مرزائی بھی یہ دعا مانگتے ہوں گے تو تھلائے کے کتنے صحابہؓ تابعین اور مجددین کشمیر کو ہجرت کر کے گئے۔ قادیانیوں۔ تم لوگ اس دعا کو بہت اہمیت دیتے ہو لہذا تمہیں تو بوجہ مشابہتِ مسیحؑ کشمیر کو اپنا دارالہجرت بنانا چاہئے نہ کہ لندن کو۔ آخر یہ کیا چکر ہے؟ یہ مشابہت کیوں تم نے برہلو کر دی قاضی صاحب اگر تم محمد رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہوتے اور آپ کی عظمت و توقیر آپ کے ذہن و قلب میں ہوتی تو ضرور آپ کے اس فرمان کو ملحوظ رکھتے کہ من قال فی القرآن بربایہ فلیتنبو مقعدہ من النار لو کما قال۔ اور ایسی حرکات بد کرنے پر تمہارے مرزائے بھی کہا ہے کہ من فسو القرآن برانہ تھولیس بمو من بل هواخ الشطین

قلویانی عجوبے

مرزا صاحب اور ان کے پیرو کار اکثر اس آیت سے اجرائے نبوت پر استدلال کرتے ہیں کہ منعم علیہم کی اتباع کرنے سے حسب آیت اولئک انعم اللہ علیہم من النبین ولصدیقین والشهداء والصلحین شہادتہ و صدیقیت کے علاوہ نبوت بھی مل سکتی ہے ورنہ دعا کا کیا فائدہ؟

مگر قاضی صاحب تو یہاں اجرائے نبوت کے استدلال سے دستبردار ہو کر وقتِ مسیح ثابت کر رہے ہیں جبکہ جناب مرزا صاحب ان تمام کوبیح اپنی ذات کے روندئے ہوئے صاف اعلان کر رہے ہیں کہ اس دعا کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ ان چاروں گروہوں میں سے جس کا زمانہ تم یاؤ اس کے سلیہ صحبت میں آ جاؤ اور اس

سے فیض حاصل کرو۔ (آئینہ کمالات ص ۶۱۲)

یہ لو۔ سارا جھگڑا ختم۔ نہ رہا ہانس اور نہ ہی بجے گی بانسری۔ قاضی صاحب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مرزا صاحب کی یہ تحریر پڑھو اور بتلاؤ کہ یہ تمہارا ملہم مجدد اور نبی کا کلام ہے جس سے تمہارا انحراف فسق و کفر ہو گا۔ اب بتاؤ کیسے رہے؟

آخر میں قادیانی قاضی صاحب نے ہجرت کشمیر کے لئے سورہ مومنون کی مندرجہ ذیل آیت پیش کی وجعلنا ابن مریم وامہ آیتہ و اوینہمالی ربوہ ذلت قرار و معین ○

ترجمہ اور ہم نے ابن مریم اور ان کی والدہ مریم کو ایک نشانی بنایا اور ان دونوں کو ایک ایسے ٹیلہ پر لٹکانہ دیا جو قاتل رہائش اور چشمہ طار جگہ تھی۔

قادیانی اس سے مراد خطہ کشمیر لیتے ہیں جو کہ سراسر الجلا ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ آج تک کسی ایک حدیث میں۔ یا کسی مفسر مجدد نے اس آیت سے یہ مفہوم لیا ہے؟ باتو ابر ہانکم ان کنتم صادقین

اگر کسی نے یہ مفہوم نہیں لیا بلکہ سب کے سب مسیح کے رفع آسمان کے ہی قائل ہیں تو آپ لوگ کیوں ان مجددین اور ملہمین سے منحرف و منکر ہو کر فسق و کفر کا طوق اپنے گلے میں ڈال رہے ہو۔ تمہارے لئے کوئی ضابطہ اور اصول نہیں ہے؟ یاد رکھو من یشاقق الرسول ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی و نصلہ جہنم پھر بصورت تسلیم حضرت مسیح کی طرح مریم کی قبر کی بھی نشاندہی کر سکتے ہو؟

کیا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جب موسیٰ کی قبر عند کیب احمر بتلا دی حالانکہ قبر موسیٰ کوئی متنازعہ بات نہ تھی تو اسی صلوٰۃ و امین نبی مکرم نے حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی قبر بھی کشمیر میں نشان زدہ فرمائی؟ ہرگز نہیں ہاں آپ کے لئے تو واضح فرمایا تھا کہ مسیح بعد از نزول چالیس یا پستالیس سال زمین پر زندہ رہ کر فوت ہوں گے اور میرے روضہ اطہر میں چوتھی قبر میں استراحت فرما ہوں گے آپ نے کہیں سری نگر یا خانیار کا نام بالکل نہیں لیا۔ پھر تم نے خاتم الانبیاء کی وضاحت تسلیم کرتے ہو اور نہ ہی صحابہ کرام اور آئمہ مجاہدین کی بات تسلیم کرتے ہو تو پھر تمہارا

اللہ رسول اور حقانیت کے ساتھ کیا تعلق رہ جاتا ہے؟ تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ خدا رسول اور قرآن کا نام ہرگز نہ استعمال کرو بلکہ دیگر ایسی فرقوں کی طرح اپنی وحی و الہام ہی کی سارے یہ سارے چکر چلاؤ۔ دیکھو یہاں اور گروہ مثلاً "بھائی بھائی اور ذکری بھی تو اپنی طرف سے سب کچھ پیش کرتے ہیں لہذا تم بھی ان کی اتباع کر لو۔ تاکہ ہمارا کچھ تو بوجھ ہلکا ہو جائے اور تمہیں بھی قدرے سکون مل جائے۔

قاضی صاحب قرآن مجید خدا تعالیٰ کی لاریب اور عظیم ترین دائمی کتاب ہے اس نے قیامت تک آنے والے تم جیسے وجہوں کی جڑ کاٹ رکھی ہے۔

دیکھئے تم جو سورہ نساء کی آیت ۶۹ اپنے مدعا میں پیش کرتے ہو وہاں صاف مذکور ہے۔ کہ اهدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم۔ منعم علیہ واقعی یہ چار جماعتیں ہیں لیکن ان کے راستہ کا اور اتباع کا سوال کرنا مطلوب ہے نہ کہ ان کے مقام کا حاصل کرنا۔ کہ ان کے راستہ پر چل کر خود بھی یہ چاروں قسم کے منصب حاصل کرینا۔ نبی صدیق۔ شہید اور صالح بن جائے یہ مقصود نہیں کیونکہ اس آیت کے آخر میں وضاحت ہے کہ حسن اولئک رفیقاً کہ ان لوگوں کی رفاقت اور معیت کتنی ہی عمدہ ہے۔ تو کسی نیک ہستی کی معیت اور رفاقت سے آدمی خود اس منصب کا اہل نہیں بن جاتا بلکہ صرف اس کی رفاقت مراد ہوتی ہے مثلاً حدیث شریف میں ہے کہ امرؤ مع من احب کہ آدمی قیامت کو اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت اور تعلق رکھتا ہو گا نیک نیکوں کے ساتھ اور برا برے کے ساتھ جیسے فرمایا التاجر الصدوق مع النبیین والصدیقین نیز قرآن مجید میں کئی مقامات پر صحابہؓ کو نبی معظم کے ساتھ فرمایا گیا ہے جیسے محمد رسول اللہ والذین معہ تو کیا یہ معہ کا مقام بالفعل پالینے والے خود نبی بن گئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ آپ کے جاٹار رفیق اور خادم ہی تھے فرمایا واضبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغدۃ والعشیٰ تو تمہارے ضابطہ کے مطابق آنحضرتؐ نبوت سے ہٹ کر صحابی بن گئے تھے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) فرمایا ان اللہ مع الصبرین تو کیا اللہ تعالیٰ اور صابرین ایک ہی ہو جائیں گے۔ قاضی صاحب یہاں

بننے کا مسئلہ نہیں صرف رفاقت اور رویہ کا ہے۔ ہاں اتباع نبوت سے کونسا مقام حاصل ہو سکتا ہے تو اس کا تذکرہ سورہ حدید آیت ۱۹ میں واضح فرمایا والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم یعنی اتباع کامل سے زیادہ سے زیادہ مقام ثلثہ اور صدیقیت حاصل ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں۔ نیز اگر اتباع نبوت سے یہ مقام ملنا ممکن ہوتا تو اس کے اولین مصداق اور مستحق والذین معہ تھے جب ان میں سے کسی کو یہ مقام نہ مل سکا تو باقی کسی بھی فرد امت کے لئے اس کا حصول ناممکن اور محال ہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض افراد کے متعلق واضح بھی فرمایا کہ لو کان بعدی نبی لکان عمر۔ ابو بکرؓ افضل هذا الامتہ ال ان یکون نبی تو جب ایسے کا ملین موجود تھے مگر باوجود کامل الاستعداد ہونے کے۔ ان کو یہ مقام نہ ملا۔ تو اور کسی کا کیا امکان۔

آیت نمبر ۱

وقالون لومن لک حتی تفجر لنا من الارض ينبوعا ۝ لو تکون لک جنتہ میں نخیل و عنب فتفجر الانہار خلا لها تفجیرا ۝ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا ۝ لو تاتی باللہ والمائکنہ قبیلا ۝ لو یکون لک بیت من زخرف لور ترقی فی السماء ولن نومن لر قیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ قل سبحان ربی بل کنت الا بشرا رسولا ۝ (بنی اسرائیل)

قادیانی استدلال۔ کفار نے آنحضرت ﷺ سے مندرجہ بالا خود تجویز کردہ معجزات طلب کئے آخری مطالبہ ان کا یہ تھا کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں سے ان پر ایک کتاب اتاریں۔ خدا تعالیٰ نے ان مطالبات کے جواب میں فرمایا قل سبحان ربی بل کنت الا بشرا رسولا اے رسول کہدے کہ خدا ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ میں تو صرف اک بشر رسول ہوں اس سے ظاہر ہے کہ کوئی بشر خاکی جسم کے ساتھ جیسا کہ کفار کا مطالبہ تھا آسمان پر نہیں چڑھ سکتا اور اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ کسی بشر کو خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر لے

جائے اور پھر اس کے ذریعے کتاب اتارے۔

حضرت مسیح بھی چونکہ بشر رسول تھے اس لئے انکا جسم خاکی کے

ساتھ آسمان پر جانا محال ہے۔ (ص ۳۷)

الجواب = قاضی صاحب نے حسب طبیعت و فطرت آیات کے ترجمہ میں کم از کم دو جگہ ذنڈی ماری ہے۔

۱۔ دو سری سطر میں ان کا لکھنا کہ آخر مطالبہ ان کا یہ تھا کہ دیکھئے کتنا دجل و فریب ہے۔ جناب من۔ کفار کا مطالبہ نمبر وار نہ تھا بلکہ علی وجہ التزید تھا۔ یا مجموعاً کہ یہ تمام معجزات دکھاؤ یا ان میں سے کوئی بعض۔ تو اللہ تعالیٰ نے صرف آخری بات کے جواب میں قل سبحان ربی نہیں فرمایا۔ بلکہ تمام کے جواب میں فرمایا ہے کہ قل سبحان ربی بل کنت الا بشرا رسولا کہ اے میرے حبیب آپ اپنے متعلق اعلان فرما دیں کہ یہ امور میرے ذاتی اختیار میں نہیں ہیں ہاں اللہ سب کچھ کر سکتا ہے کیوں کہ وہ سبحان ہے ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور منزہ ہے۔

۲۔ دوسرا دجل یہ ہے۔ سبحان ربی کا ترجمہ یہ کر دیا اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ کسی بشر کو خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر لے جائے۔
واہ رہے قادیانی۔ خوب کسی

پھر تو سبحان الذی اسری بعبدہ کا معنی یہ ہو گا۔ کہ تیرا رب اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندے کو اسے راتوں رات سیر کرائے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ قادیانی ذہنیت ایسی ہی ٹیڑھی واقع ہوئی ہے کہ اسے کسی چیز کا سیدھ اور الٹ بھی نہیں سوچتا کیونکہ انکے پیرو مرشد مرزا کو جوتے کی دائیں بائیں کی بھی تمیز نہ تھی۔ تو مرید کا کیا حال ہو گا۔

جناب من قل سبحان ربی کا مفہوم یہ ہے کہ

اے میرے حبیب! آپ ان کو فرما دیں کہ یہ تمہارے مطلوبہ معجزات میرے رب کی قدرت میں تو ہیں کیونکہ وہ ہر قسم کے نقص و عیب اور بے بسی سے منزہ

ہے۔ مگر میرے احاطہ اختیار میں نہیں کیونکہ میں قادر و مختار الہ نہیں بلکہ بشر رسول ہوں۔ میں اپنے اختیار سے تمہارے مطالبات پورے نہیں کر سکتا۔

تلائے اس میں رفع آسمان کا عدم امکان یہاں مذکور ہے۔ آخر آسمان پر ہر وقت فرشتے رہتے ہیں اور وہاں سے زمین پر بھی اترتے ہیں تو کیا جب آسمان کی مخلوق زمین پر آسکتی ہیں تو زمین والی مخلوق قدرت الہی سے آسمان پر کیوں نہیں جا سکتی؟ یہ کیسے غیر ممکن اور محال ہے؟ چنانچہ آج کے دور میں انسان چاند پر پہنچ گیا وہاں کی مٹی زمین پر لے آیا تو کیا خالق کائنات اس انسان خالی کو اپنی قدرت کاملہ سے آسمان پر نہیں لے جا سکتا آخر اس میں کیا استحالہ ہے؟ خود انسان نے سینکڑوں وزنوں کو لے کر جہاز اور طیارے فضا کی بلندیوں میں بھیج دیئے مگر خالق کائنات اس مشتمل خاک کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا حیرت ہے اس عقل و دانش پر پھر یہ بھی دیکھئے کہ اس آیت میں کفار کا مطالبہ مطلق رفع سما نہیں ہے بلکہ وہاں سے ایک کتاب کا مطالبہ ہے۔ معلوم ہوا کہ مکہ کا مشرک انسان کا آسمان پر جانا ممکن سمجھتا ہے مگر قلدیان کا ایک منغل بچہ اسے ناممکن سمجھتا ہے اور وہ بھی اس ایٹمی دور میں چنانچہ اس حقیقت کو چھپانے کیلئے چناب مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں یہ آیت نقل کرتے وقت لو ترقی فی السماء..... کے بعد نقطے ڈال دیئے اور ولن نومن لر قیك والے الفاظ حذف کر کے تحریف قرآن کے جرم کا ارتکاب کر لیا۔ (دیکھئے ازالہ ص ۶۳۵ طبع لاہور)

چنانچہ مرزا صاحب کی یہ قطع برید کی عادت عام ہے آنجناب اپنی کتاب حماۃ البشری میں نزول من السماء کی ایک روایت نقل کرنے وقت بنزل من السماء لفظ من السماء حذف کر جاتے ہیں تاکہ اپنا کھیل نہ خراب ہو جائے۔ (دیکھئے حماۃ البشری ص ۸۸ خزائن ص ۳۱۲ ج ۷ حدیث ابن عباسؓ)

ناظرین کرام قلوبانی قاعدہ کے مطابق منکرین کا آخری مطالبہ ترقی فی السماء نہ تھا بلکہ اس کو ممکن سمجھ کر آخری اور الگ مطالبہ انزال کتاب تھا۔ لو قاضی صاحب آپ جناب اپنے ہی ضابطہ میں پھنس گئے۔ اور رفع سماوی کا امکان بلکہ وقوع کا استلزام قبول کر لیا۔

قد صدق اللہ ولا یحییق المکر السینی الا باہلہ فلما الحمد والکبریاء
آیت نمبر ۸

واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتینکم من کتاب و حکمتہ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ء اقررتم و اخذتم علی ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشہدوا وانا معکم من الشاہدین (۸۱:۳)

ترجمہ از قاضی نذیر اور جب خدا نے نبیوں کا عہد لیا کہ جو بھی کتاب اور حکمت میں تمہیں دوں پھر تمہارے پاس کوئی ایسا رسول آئے جو اس کلام کو پورا کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا اور فرمایا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے ذمہ داری قبول کرتے ہو اور انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

قلدیانی استدلال

اس آیت کے دو معنی کئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ تمام نبیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا گیا۔ دوم یہ کہ ہر نبی سے پچھلے نبی پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا۔

یہ عہد انبیاء سے ان کی قوموں کے لئے لیا گیا کہ وہ اپنی قوموں کو ہدایت کر جائیں کہ آنحضرت ﷺ یا آئندہ آنے والے نبی پر ایمان لائیں اور نصرت کریں۔ کیونکہ نبی بوجہ امام ہونے کے قوم کا بھی نمائندہ ہوتا ہے اگر عہد کرنے والا نمائندہ خود موجود ہو تو اس کا اور اس کی قوم کا یہ اخلاقی اور شرعی فرض ہوتا ہے کہ اس عہد کی پابندی کریں۔ مندرجہ بالا دونوں معنوں کی رو سے یہ امر واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ سے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا ضرور عہد لیا گیا۔ پس اگر عیسیٰ زندہ ہو۔ تے تو اس عہد کی بنا پر ان کا فرض ہے کہ وہ

آنحضرت ﷺ کے غزوات میں شامل ہو کر آپ کی مدد کرتے اور خدا کے لئے بھی لازمی تھا کہ وہ آپ کو ہر موقعہ فراہم کرتا۔ تو جب آپ کسی بھی غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ زندہ نہیں بلکہ فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر الزام آتا ہے کہ اس نے آپ کو موقعہ نہیں دیا اور مسیح پر بھی عدم وفا کا الزام آئے گا۔ تو جب دیگر انبیاء تو بوجہ موت کے شامل نصرت نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ مسیح کی عدم شمولیت بھی بوجہ فوت ہونے کے ہے۔ (پاکٹ بک ص ۳۹-۴۰)

قاضی نذیر صاحب فیصل آبادی کا دوسرا عنوان

قاضی صاحب نے اپنی تعلیمی پاکٹ بک کے صفحہ ۴۰ تک مندرجہ بالا ۸ آیات وفات مسیح کے اثبات میں پیش کر کے آگے دوسرا پینترا بدل لیا ہے۔ جبکہ ان کے پیشرو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں پوری تیس آیات پیش کر کے اعلان کر دیا ہے کہ یہ تیس آیات وفات مسیح کے لئے نصوص قرآنیہ ہیں۔ پھر اپنی بعد کی تالیفات میں ان تیس آیات کا حوالہ بڑے زور شور سے پیش کرتے ہوئے علمائے اسلام کو للکارتے رہے ہیں۔ مگر یہ بڑی عجیب بات ہے کہ مرزا صاحب کے ایک لائق ترین مبلغ اپنے پیرو مرشد سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ وہ صرف ۸ ہی آیات پر وفات مسیح کا عنوان مکمل کر دیتے ہیں پھر اس کے بعد وہ ان پانچ آیات کو پیش کرتے ہیں جن سے ان کے زعم میں اہل اسلام نے حیات مسیح پر استدلال کیا ہے مگر قاضی صاحب ان پانچ آیات کو بھی اپنے الحلو و زندقہ کا مسالہ لگا کر اپنے ہی حق میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تو اس لحاظ سے بھی کل $۵ + ۸ =$ تیرہ آیات ہوئیں جب کہ مرزا صاحب نے پوری تیس آیات اپنے نظریہ کی حمایت میں پیش کر کے گویا یہ میدان اہل اسلام کے مقابلہ میں مار لیا ہے۔ اب خدا جانے باقی سترہ آیات قاضی صاحب نے کیوں ترک کر دیں جو کہ ان کے پیشوا مرزا غلام احمد صاحب نے بذریعہ وحی و الہام قطعی وفات مسیح کے حق میں پیش کی تھیں آخر اتنا عظیم نقصان کوئی عقل مند ٹھنڈے پیٹوں کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ پھر قاضی صاحب نے اپنی فہرست سے کئی ایسی اہم آیات کو نظر انداز کر دیا ہے جن کو مرزا صاحب نے بڑے اہتمام سے پیش کیا تھا جیسے آیت ما کان محمد ابا احد الخ اور آیت کل من علیہا فان وغیرہ۔ اب ظاہر ہے کہ جتنا اس مسئلہ اور اس کے دلائل میں مرزا صاحب کو شرح صدر اور انکشاف تھا اتنا قاضی صاحب کو کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اس اسفل نے اس قطعی الالہام کے بیشتر قوی استدلال کو یکسر نظر انداز کر کے دلائل نہایت ناقص اور محدود کر لیے۔ اچھا قاضی جانے اور قاضی کا گرد جانے۔ اس الجھن کا حل ہماری سروردی نہیں۔

اب ذیل میں اس دوسرے عنوان کے تحت قاضی صاحب کی پیش کردہ آیات اور ان کے اشکالات کی حقیقت سماعت فرمائیے۔

۱ وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفو فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما
 وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا (التساء آیت نمبر ۱۵۷، ۱۵۸)

ترجمہ از قاضی نذیر صاحب قادیانی۔

اور ان کے اس قول کے سبب (انہیں سزا ملی) کہ یقیناً ہم نے قتل کر دیا ہے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو حالانکہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر لٹکا کر مارا بلکہ وہ ان کے لئے مقتول و مصلوب کے مشابہ بنایا گیا اور جن لوگوں نے اس معاملہ میں اختلاف کیا ہے وہ ضرور اس معاملہ میں شک میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کے متعلق کوئی علم نہیں۔ مجرور ہم کی پیروی کے اور انہوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنے حضور رفعت دی ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اور اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہیں مگر وہ اس واقعہ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا رہے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہو گا۔
 (تعلیمی پاکٹ بک ص ۴۰، ۴۱)

ترجمہ از حکیم نور دین خلیفہ اول

اور کہنا یہودیوں کا کہ ہم نے عیسیٰ مسیح رسول اللہ مریم کے بیٹے کو قتل کیا۔ اور ان لوگوں نے نہ مارا اس کو اور نہ سولی پر چڑھایا اس کو لیکن قتل اور سولی کا شہ ہوا ان کو اور ہر آئینہ جن لوگوں نے اختلاف

کیا ہے اس میں وہ اس کے متعلق شک میں ہیں اور ان لوگوں کو اس کا کچھ بھی یقینی علم نہیں ہے مگر گمان کی پیروی اور نہ مارا اس کو ازراہ یقین بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہو گا اور ان کے گواہ۔ (فصل الخطاب حاشیہ ص ۳۱۳ و ۳۱۴ مطبوعہ ربوہ)

چند بنیادی اور اصولی باتیں

۱۔ مرزا قادیانی نے اس آیت کو ازالہ اوہام وغیرہ میں وفات مسیح کی تیس (۳۰) آیات میں سے نمبر ۲ پر درج کیا ہے۔ لیکن قادیانی قاضی کو شاید مرزا صاحب پر یقین نہیں اس لیے انہوں نے اس سے پہلے وفات مسیح کے اثبات کے لئے آٹھ آیات مع تلیت نقل کرتے کرتے اچانک اور خلاف توقع پہلا عنوان بدلا اور یہ عنوان قائم کیا کہ

ان آیات کی تفسیر جن سے حیات مسیح پر استدلال کیا جاتا ہے

پھر اس آیت کو پہلے نمبر پر مع ترجمہ نقل کیا جو کہ سراسر سلف صالحین۔ مفسرین و محدثین اور مجددین و مصلحین امت کے خلاف ہے بلکہ عقل و نقل کے بھی سو فیصد منافی ہے کیونکہ ہم جملہ اہل اسلام صرف ان آیات سے ہی نہیں بلکہ تمہاری کئی ذکر کردہ دیگر آیات سے بھی دربارہ حیات و نزول مسیح باتباع تمام سلف صالحین اپنے موقف برحق پر استدلال کرتے ہیں اور ہم ڈنگے کی چوٹ تمام قادیانیوں سمیت جملہ ملحدین اور منکرین حیات و نزول مسیح کو چیلنج کرتے ہیں کہ سابقہ کسی ایک فرد امت سے ہی تم اپنے موقف ناحق کی تائید و تصدیق دکھا دو تو ہم تمہاری تائید کر لیں گے۔ ورنہ تم ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی الخ کے تحت اپنا انجام سوچ لو۔

۲۔ بندہ خادم ابتداء میں ذکر کردہ مسلمہ اصولوں کی روشنی میں قاضی صاحب اور ان کے ہمنا دیگر مزارائیوں سے دریافت کرتا ہے۔ کہ آیا یہ تمہارا ذکر کردہ مفہوم

اس سے قبل کسی حدیث یا تفسیر وغیرہ میں منقول ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ

۱۔ قرآن مجید کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ (شہادۃ القرآن)
 ۲۔ تمہارے کسی مسلم مجدد یا ملہم نے ایسا مفہوم بیان فرمایا ہے؟ اگر ہے تو پیش کیجیے۔

۳۔ نیز بتلائیے کہ تمہارا یہ مفہوم درست ہے یا مرزا صاحب کے دست راست جناب حکیم نور دین صاحب بھیروی خلیفہ اول کا۔ کیونکہ دونوں تراجم میں زمین و آسمان کا فرق ہے پہلا تو بالکل من گھڑت اور اختراعی ہے اور جملہ مجددین و ملہمین کے خلاف جبکہ حکیم صاحب کا ان کے مطابق ہے اور قاضی صاحب کے مفہوم کے سراسر خلاف ہے لہذا فرمائیے کون سا صحیح اور قابل اتباع ہے۔ (دیکھیے حکیم صاحب کی کتاب فصل الخطاب ص ۳۱۳)

ہمارے نزدیک تو قاضی صاحب کا ترجمہ و مفہوم سراسر سو فیصد تحریف فی القرآن ہے کیونکہ یہ تمام ملہمین اور مجددین کے خلاف ہے اور بقول مرزا صاحب بھی سلف کا مفہوم الام الہی کے مطابق ہوتا ہے اور وہ بقول مرزا صاحب ہمارے لیے تسلیم کرنا لازمی ہے اور اس کا انکار کرنا سراسر فسق و کفر ہے۔
 اب ذیل میں امام سیوطی مجدد صدی نہم کا بیان کردہ مفہوم سماعت فرمائیے۔

ترجمہ و تفسیر از تفسیر جلالین

اور لعنت کی ہم نے یہود پر اس وجہ سے بھی کہ وہ فخرًا کہتے تھے کہ یقیناً ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ قتل کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اور نہ قتل کر سکے یہود حضرت عیسیٰ کو اور نہ ہی پھانسی پر لٹکا سکے ان کو۔ بلکہ بات یوں ہوئی کہ یہود کے لیے حضرت عیسیٰ کے ہمراہ۔ یعنی تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی صورت و شبہیہ یہود کے کسی آدمی پر ڈال دی اور یہود نے اس شبہیہ عیسیٰ کو عین عیسیٰ سمجھ کر مصلوب کر دیا اور تحقیق جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ کے بارہ میں اختلاف کیا وہ ان کے قتل کے بارہ میں شک میں مبتلا تھے کیونکہ ان میں سے بعض نے جب مقتول کو دیکھا

تو کہنے لگے کہ اس کا منہ تو بالکل عیسیٰ جیسا ہے اور باقی جسم اس کا وہ معلوم نہیں ہوتا اور باقی کہنے لگے کہ نہیں بالکل وہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو مسیح کے بارہ میں کوئی یقینی علم نہیں ہے بلکہ اس ظن و گمان کی پیروی کرنے لگے جو خود انہوں نے گھڑ لیا اور یقینی بات ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہی اور قدرت میں بڑا زبردست اور اپنے کاموں میں بڑا ہی حکمت والا ہے۔ (دیکھیے تفسیر جلالین زیر آیت مذکورہ بالا)

اسی طرح تمام معتبر تفسیرات میں سلف صالحین اسی مفہوم پر متفق ہیں اور تمام اکابرین امت۔ مجددین و ملہمین۔ مثل ابن جریر۔ امام رازی۔ ابن کثیر۔ ابن تیمیہ صاحب مدارک و معالم ابو سعور رحمہم اللہ۔ شاہ ولی اللہ اور ان کی اولاد و احفاد اور متبعین رحمہم اللہ اجماعاً اسی مفہوم پر متفق اللسان ہیں۔ ان میں سے ایک فرد بھی مختلف نہیں ہے حتیٰ کہ خود مرزا صاحب بھی پہلے اسی مفہوم کے قائل تھے۔

لذا آیت بالا اور دیگر ایسی متعدد آیات میں اعتراضات و اشکالات پیدا کرنا اجماع امت اور مجددین ملہمین سے انکار و انحراف اور صریح بغاوت ہے جو کہ بقول مرزا صاحب قدیانی کھلم کھلا فسق و کفر ہے اور از روئے فیصلہ قرآن مجید و بتبع غیر سبیل المومنین الخ کی خلاف ورزی اور نصلہ جہنم کا مصداق بنتا ہے۔

اس قسم کی من گھڑت تاویلات سے تو ہر ایک چیز ثابت کی جا سکتی ہے چنانچہ حکیم نور دین صاحب لکھتے ہیں کہ

الہی کلام میں تمثیلات و استعارات کا ہونا اسلامیوں کو مسلم ہے مگر ہر جگہ تاویلات۔ تمثیلات سے استعارات و کنایات سے اگر کام لیا جائے (جیسا کہ قدیانی لوگ کرتے ہیں ناقل) تو ہر ایک طہ منافق۔ بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الہی کلمات طیبات کو لا سکتا ہے ازالہ اوہام کے ساتھ ملحق حکیم صاحب کا بیان ص ۸۔

ایسے ہی جناب مرزا صاحب سرسید کو ان کی غیر معقول تاویلات کے پیش نظر خوب لٹاڑتے ہیں تفصیل کے لیے دیکھیے آئینہ کلمات ص ۲۲۷ تا ص ۲۷۳۔

علاوہ ازیں قادیانیوں کا زمانہ حال کے ماڈرن قسم کے عقلیت پرست مفسرین نہیں بلکہ مفسرین کے اقوال پیش کرنا اور ایسے ہی صحافی قسم کے شیوخ اور سکالرز کے بیانات اپنی حمایت میں پیش کرنا محض فضول اور عبث ہے کیونکہ از روئے قرآن و حدیث اور اصول قادیانی سلف خلف کے لئے وکیل اور پیشوا ہوتے ہیں ان کی شہادت پچھلوں کے لئے تسلیم کرنا فرض ہے نہ کہ ایسے لا اہل ماڈرن ذہن۔ جدیدیت پرست ناخلف مدعیان علم کے ذاتی ذہنی اختراعی تقولات کو سلف صالحین مخلصین پر مسلط کر کے الٹی گنگا چلانا۔

آیت کریمہ کا سادہ ترجمہ بمع اصل اجماعی مفہوم اور آیت کے سیاق و سباق کے مطابق یہ ہے کہ

(رب کائنات یہاں یہود کے چند اقوال اور کچھ اعمال و افعال خبیثہ کی ایک فہرست پیش کر رہے ہیں جن کی بنا پر وہ دنیا و آخرت میں مغضوب و ملعون ہوئے۔) فرمایا فیما نقضہم یعنی یہود کو جو سزا ملی تو وہ بوجہ (۱) ان کے وعدہ شکنی کے۔ (۲) خدائی آیات کے انکار کرنے (۳) انبیاء کو ناحق قتل کرنے اور (۴) اس کہنے پر کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں (یعنی وہ علم و معرفت سے پہلے ہی بھرپور ہیں اب ان میں کوئی مزید بات داخل نہیں ہو سکتی) فرمایا یہ بات نہیں بلکہ ان کے مسلسل کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اپنے قہر کی مہر لگا دی ہے اس لیے وہ قبول حق سے محجوب و محروم رہتے ہیں۔ اور (۵) ان کے مسلسل کفر و عناد کی بنا پر۔ اور (۶) مریم صدیقہ پر ایک عظیم بہتان لگانے کی بنا پر۔ اور (۷) ساتویں ان کے اس کہنے اور دعویٰ کی بنا پر ان پر غضب الہی ہوا کہ انا قتلنا المسیح کہ ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ نہ تو انہوں نے مسیح کو قتل کیا اور نہ ہی وہ اسے صلیب لٹکا سکے۔ مسیح کے ساتھ یہ کچھ بھی معاملہ نہیں ہوا اگرچہ یہ قتل و صلب کا واقعہ ضرور رونما ہوا مگر اس انسان پر جو

مسیح کی شبیہ و صورت بن گیا تھا۔ اور بلاشبہ جو لوگ آپ کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ وہ قتل ہوئے یا کوئی اور فرد۔ تو وہ سب کے سب شک و شبہ میں مبتلا ہیں ان کو سوائے ظن و تخمین کی پیروی کے کسی یقینی بات کا کوئی علم نہیں ہے پھر ان کی تحدی کے ساتھ دعویٰ قتل کے جواب میں پرزور انداز میں فرمایا کہ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ انہوں نے ہمارے مسیح کو ہرگز قتل نہیں کیا (اگرچہ فعل قتل ضرور واقع ہوا ہے مگر مقتول مسیح نہیں بلکہ اس کی کوئی شبیہ ہے) پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اس واقعہ کے بعد مسیح اس معاشرہ اور علاقہ میں حسب سابق چلتے پھرتے کہیں نظر نہیں آئے تو پھر وہ کدھر گئے؟ اگر وہ قتل نہیں؟ ہوئے تو وضاحت فرمادی کہ بل رفعہ اللہ الیہ کہ اللہ کریم نے ان کو یسود کے منصوبہ قتل و صلب سے محفوظ فرما کر اپنی حکمت و قدرت کے تحت زندہ ہی آسمان پر اٹھایا پھر اشکال پیدا ہوا کہ ایسا کیوں ہوا؟ جب کہ پہلے تاریخ عالم میں ایسے موقعہ پر کسی بھی نبی رسول کو زندہ آسمان پر نہیں اٹھایا گیا بلکہ کسی کو دوسرے علاقہ میں ہجرت کرا دی۔ اور کسی کی امت کو تباہ و برباد کر کے اپنے برگزیدہ محبوب نبی کو محفوظ فرما لیا۔ یہ خلاف معمول معاملہ کیوں ہوا؟ کیا وہ خدا قدر حسب سابق مسیح کو زمین پر رکھ کر بچانہ سکتا تھا تو جواباً فرمایا کہ یہ سب کچھ ہو سکتا تھا چنانچہ پہلے یہی کچھ ہوتا رہا ہے مگر وہ اس معاملہ میں موقعہ کی حکمتوں اور ہمیدوں کو خوب جاننے والا ہے یہ وہی معبود برحق جانتا ہے کہ اس نبی کے ساتھ کیا معاملہ کرنا ہے اور دوسرے کے ساتھ کونسا معاملہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ حال و مستقبل کے حالات اور تقاضوں کو خوب جانتا ہے نیز یہ شبہ کہ کوئی انسان اپنے خاکی اور مادی جسم کے ساتھ بوجہ کشش ثقل اور خلاف عادت یوں کیسے آسمان پر جا سکتا ہے تو ان تمام شبہات اور وسوسوں کا جواب نہایت ہی جامع اور مختصر طور پر ارشاد فرمایا کہ وکان اللہ عزیزاً "حکیمانہ" کہ وہ قادر مطلق خدا بڑا زبردست ہے وہ آسمان و زمین اور جمیع کائنات کا خالق اور مدبر ہے وہ طبع اور تاثیرات کا خالق و مالک ہے اور سب پر مکمل کنٹرول بھی رکھتا ہے وہ بڑا حکیم ہے اس کے راز اور حکمتوں کو کون جان سکتا ہے؟ لہذا اس کے ارادہ و قدرت کے سامنے تمام طبع اور قوانین طبعیہ عاجز

اور درماندہ ہو کر دست بستہ تسبیح کناں ہیں کوئی بھی ذرہ اس کی حکم عدولی کا تصور نہیں کر سکتا۔ وہ جس کے ساتھ جیسا چاہے اور جب چاہے معاملہ کر سکتا ہے (کل یوم ہو فی شان) اس کے تمام معاملات عین حکمت کے موافق ہوتے ہیں لہذا اس ذرہ خاک (انسان) کی کیا مجال ہے کہ وہ اس زبردست مدبر حکیم اور عزیز و قدیر کے افعال پر لب کشائی کر سکے گویا یہ لاحقہ وکان اللہ عزیزاً" حکیمانہ بل رفعہ اللہ الیہ کی قطعیت کے لیے برہن قاطع ہے اور اس کے متعلق جملہ شبہات و وساوس کی بیخ کنی کر کے اس میں مزید سے مزید قطعیت اور حقانیت پیدا کر رہا ہے جیسے واقعہ معراج جسمانی کے متعلق جملہ استبعادات کی جڑ لفظ سبحان الذی اسری سے کٹ دی اسی طرح یہاں رفع مسیح الی السماء کے متعلق جملہ طحین و منکرین کے تمام ذہنی۔ عقلی اور نفسانی وساوس کی جڑ جملہ وکان اللہ عزیزاً حکیمانہ سے کٹ دی ہے چونکہ تمام کائنات میں یہ دونوں واقعات ہی منفرد اور عجیب تھے دیگر کوئی واقعہ ایسا عجیب و غریب اور محیر العقول نہیں اس لیے ایسا ایک سابقہ معراج جسمانی سید الانبیاء سے متعلق فرما دیا کیونکہ آپ کی عظمت و شان تمام کائنات سے اعلیٰ و ارفع تھی اس لئے تمام امکانی اشکالات کی جڑ ذکر واقعہ سے پہلے ہی کٹ دی پھر واقعہ بیان فرمایا۔ اور دوسرا عجیب واقعہ رفع مسیح کا نہایت عجیب تر تھا مگر اس اعجاب العجائب سے نہایت کمتر تھا اس لئے اس کو پہلے بیان فرما کر اس کے متعلق پیدا شدہ امکانی وساوس کی جڑ کاٹنے کے لئے فرمایا۔ وکان اللہ عزیزاً حکیمانہ۔ تاکہ واقعہ اور صاحب واقعہ دونوں میں فرق مراتب بھی ملحوظ رہے۔

فسبحان ذی الجبروت والملكوت والکبریا والعظمہ

قلایانی شبہات و وساوس۔

عقیدہ حیات و نزول مسیح اگرچہ امت کا ایک اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ اور نظریہ ہے جس پر تمام آیات قرآنیہ متعلقہ مسئلہ ہذا کا باطلاق آئمہ مجددین ^{مؤمنین} و مفسرین و محدثین وہی مفہوم ہے جو اوپر مذکور ہوا اور وہ اس عقیدہ کی سو فیصد مثبت اور موید ہیں مگر قلایانی گروہ بمع مرزا صاحب کی فطرت ہی کچھ ایسی ٹیڑھی اور باغیانہ واقع ہوئی ہے جو کسی بھی ضابطہ و اصول کی پابندی قبول نہیں کرتی۔ بلکہ

خواہ مخواہ نصوص صریحہ میں بھی اشکالات اور دوسو سے ذال دیتے ہیں حتیٰ کہ با اوقات کوئی قادیانی مبلغ خود اپنے پیٹرو مرزا غلام احمد کو بھی روند جاتا ہے گویا ہر جگہ اور موقع پر تضاد و تناقض اور تخالف و تدافع ہی قادیانیت کا مزاج اور فطرت ہے چنانچہ زیر بحث آیت کریمہ بالکل واضح اور صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے مغضوب و ملعون ہونے کے اسباب میں سے کچھ ان کے افعال بتلائے اور کچھ اقوال۔ اور ان میں یہاں ساتویں نمبر پر ان کا ایک قول ذکر فرمایا ہے نہ کہ فعل۔ یعنی منجملہ وجوہات غضب و لعن کے ایک ان کا یہ کہنا ہے نہ کہ کرنا تو لہم فرمایا قتلہم یا صلیبہم نہیں فرمایا گویا یہ کہنا ہی باعث لعنت و غضب الہی ہے کہ مسیح مقتول یا مصلوب ہوئے یعنی جو شخص یا گروہ صرف یہ کہتا ہے۔ یہ قول اور دعویٰ کرتا ہے۔ کہ مسیح مقتول یا مصلوب ہو گئے وہ لعنتی ہے اگلی بحث کا تو کوئی موقع ہی نہیں رہتا۔ اب یہود کے بعد قادیانیوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہیے وہ خواہ مخواہ یہود کی ہمنوائی کرتے ہوئے اپنی عاقبت برباد نہ کر لیں۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اصل مسئلہ تو صرف آیت کے عنوان ہی سے حل ہو گیا۔ اب مزید کسی قیل وقل کی کوئی حاجت نہیں رہتی مگر مرزائی آں باشد کہ مثل ایلیس چپ نہ شود۔ لاناہ لم۔ سمت فی حصرۃ اللہ تعالیٰ ایضاً" اسی طرح قادیانیوں کی سرشت بھی ایسی ہی واقعہ ہوئی ہے کہ صریح سے صریح بات میں بھی بولنے سے نہ رہ سکیں گے۔ چنانچہ زیر بحث آیت میں صاف فرما بھی دیا گیا کہ وما قتلوه وما صلبوه۔ یعنی یہود اپنے دعویٰ قتل میں بالکل جھوٹے ہیں انہوں نے نہ تو مسیح کو قتل کیا اور نہ ہی صلیب پر لٹکایا یا چڑھایا مگر قادیانی کہتا ہے کہ انہوں نے مسیح کو صلیب پر چڑھا تو دیا تھا مگر آپ صلیب پر مرے نہ تھے، جان نہ نکلی تھی کیونکہ صلیب کا معنی صلیب پر چڑھا کر مارنا ہوتا ہے نہ کہ صرف چڑھانا۔

جواب یہ ہے کہ دنیا کی ہر لغت میں تو اس کا معنی صلیب پر چڑھانا ہی ہے۔ مارنا شرط نہیں بالفرض اگر اس کا معنی بقول شما صلیب پر چڑھا کر مارنا ہے۔ تو صرف صلیب پر لٹکانے کو کیا کہیں گے؟ صلیب کے معنی کے متعلق مرزا صاحب کی

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

خدا نے مسیح سے وعدہ کیا کہ میں تجھے صلیب سے بچاؤں گا۔ (ضمیمہ تحفہ گولڈویہ ص ۵ خزائن ص ۲۴ ج ۱۷)

ملاحظہ فرمائیے کہ یہاں بقول مرزا صاحب خدا نے مطلق صلیب سے بچانے کا وعدہ کیا ہے نہ کہ موت سے بچانے کا۔ اور سنئے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

انہوں نے اسی فکر کی وجہ سے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اتار لیا۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ وہ صلیب اس قسم کی نہ تھی جیسی کہ آجکل پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسہ ڈال کر ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے بلکہ اس قسم کا کوئی رسہ گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا۔ صرف بعض اعضاء میں کیلیں ٹھونکتے تھے اور پھر احتیاط کی غرض سے تین تین دن مصلوب بھوکے، پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے تھے۔ پھر بعد میں اس کی ہڈیاں توڑی جاتی تھیں اور پھر یقین کیا جاتا کہ اب مصلوب مر گیا۔ (ازالہ ص ۳۸۱)

ملاحظہ فرمائیے کہ اگر بقول قادیانی۔ صلیب کا معنی صلیب پر چڑھا کر مارنا ہی ہے۔ تو پھر مصلوب کا معنی یہی ہو گا کہ جو صلیب پر مرجائے یا صلیب پر مرا ہوا ہو (اسم مفعول) تو پھر مرزا صاحب کے اس جملہ کا مفہوم کیا ہو گا۔ کہ تینوں مصلوبوں کو صلیب سے اتار لیا۔ یعنی صلیب پر تینوں مرے ہوؤں کو نیچے اتار لیا۔ پھر مسیح بھی صلیب پر مر گئے ہوں گے؟ پھر یہ بچنا بچانا کیسا ہوا؟

مرزا صاحب کا کہنا۔ تین تین دن مصلوب بھوکے پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے تھے نیز ”اب مصلوب مر گیا“ یعنی صلیب سے مرے ہوئے بھوکے پیاسے صلیب پر رہتے تھے؟ اور پھر یقین ہو جاتا کہ اب صلیب پر مرا ہوا مر گیا یہ ڈبل موت کیسی؟ کیا مرے ہوؤں کو صلیب پر چڑھاتے تھے۔ قادیانیو۔ تمہاری عقلیں

کہاں گھاس چرنے چلی گئیں؟ جو تم صرف اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے مسلہ حقائق اور مشاہدات کا انکار کرنے سے بھی نہیں شرماتے جب تمام لغات میں صلیب کا معنی یہی درج ہے۔ کہ کسی کو صلیب پر لٹکانا۔ مرے یا نہ مرے یہ لازمی نہیں صرف چڑھانا مقصود ہے۔ اور یہی مفہوم مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریرات سے ثابت ہو رہا ہے۔ لہذا اب غور کرو۔ کہ خدائی فرمان و ماصلوہ کا معنی یہ کرنا۔ کہ نہ انہوں نے اسے صلیب پر چڑھا کر مارا۔ کہاں کی معقولیت ہے؟

ایک لطیفہ

مرزا صاحب لیکھرام کے واقعہ موت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے میرے قتل کے منصوبے بنائے۔ تو مجھے یہ الہام ہوا۔ یا عیسیٰ انی متوفیک۔ تو اس موقع پر اس کے خوب معنی کھلے کہ جب اس وقت مسیح کے خلاف یہود منصوبہ قتل بنا رہے تھے ایسے ہی یہاں ہنود میرے بارہ میں منصوبہ قتل بنا رہے تھے اس وقت اس الہام واقعہ براہین کے خوب معنی کھلے۔ کہ رب نے فرمایا۔ کہ میں تجھے ایسی ذلیل موتوں سے بچاؤں گا۔ تو اگر صلیب دینے کا معنی صلیب پر مارنا ہی ہے صرف چڑھانا نہیں تو پھر مرزا صاحب کو مسیح کی طرح پھانسی پر لٹکانا تو ضرور چاہیے تھا۔ اگرچہ اس پر ان کی موت نہ واقعہ ہوتی۔ تاکہ مشیت مسیح کا مل طور پر واضح ہو جاتی۔ مگر یہاں مرزا صاحب کو نہ صلیب پر لٹکایا گیا اور نہ قتل کیا گیا تو معلوم ہوا۔ کہ اصلی مسیح کو بھی نہ یہود نے قتل کیا اور نہ ہی گرفتار کر کے صلیب پر لٹکایا۔ بلکہ آپ کو بحفاظت تمام آسمان پر بلا لیا گیا۔ تاکہ کفار کی مصابحت سے پاک ہو جائیں۔

ناظرین کرام اب مندرجہ بالا تفصیل سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ قلوبانی قاضی اور ان کے پیرو مرشد مرزا صاحب یا ان کے ہمنواؤں نے عقیدہ رفع الی السماء۔ سے انحراف کرتے ہوئے نص قرآنی میں جو دخل و فریب کرنے کی کوشش کی تھی وہ باہک ہو گئی۔ اور یہ حقیقت ثابت ہو گئی۔ کہ واقعہ "جو شخص اس آیت کی رو سے حضرت عیسیٰ کو مقتول یا مصلوب کہے گا وہ یہودی سرشت ملعون و

مغضوب ہے۔ اسلام اور حقانیت کے ساتھ اس کا رتی بھر تعلق نہیں ہے۔

قرآنی فصاحت و بلاغت کا ایک عظیم شاہکار

قرآن مجید نے یہود کو ماعون اس بات پر کہا کہ انہوں نے حضرت مسیح کے قتل کا دعویٰ کیا تھا نہ کہ فعل قتل و صلب پر۔ اس لئے فرمایا۔ وما قتلوه وما صلبوه یعنی یہود نے حضرت مسیح کو قتل و صلب سے دوچار نہیں کیا۔ بلکہ اور کسی کو کیا ہے۔ گویا اس چیز کا بیان ہو رہا ہے کہ اس وقت عالم مشاہدہ میں فعل قتل و صلب تو ضرور واقع ہوا تھا مگر بقول یہود وہ مسیح پر واقع نہیں ہوا۔ بلکہ اور کسی پر ہوا تھا۔ جسے مسیح کے ہم شکل کر دیا گیا تھا۔ اسی لئے فرمایا ولکن شبہ لہم۔ یعنی انہوں نے مسیح کو قتل و صلب سے دوچار نہیں کیا بلکہ اسے کیا جو مسیح کا ہم شبہ اور ہم شکل بنا دیا گیا تھا۔ گویا مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا مثل مقتول و مصلوب ہوا۔ بالفاظ دیگر قتل و صلب کا فعل ضرور وقوع پذیر ہوا مگر اس کا متعلق اور مفعول بہ مسیح نہ تھے بلکہ شخصے دیگر تھا۔

قلدیانی شبہ

قاضی صاحب اور ان کے ہمنوا۔ اس جملہ کی تفسیری وضاحت میں پوری قوت اس بات پر صرف کر رہے ہیں۔ کہ یہاں اہل اسلام والا معنی غلط ثابت ہو جائے۔ اور ہمارے باطل نظریے کے مطابق یہ مفہوم تسلیم کر لیا جائے کہ۔ مسیح ان کے لئے مقتول و مصلوب کے مشابہ بن گیا یعنی آپ صلیب پر مرے نہیں بلکہ بے ہوش ہو گئے۔ پھر قاضی صاحب نے کچھ باطل قسم کی علمی موٹکائیاں ظاہر کی ہیں مگر وہ سب بے فائدہ ہیں کیونکہ اس جملہ کا صحیح مفہوم جملہ مجددین و ملہمین اور سلف صالحین اسی انداز میں بیان فرما چکے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص مسیح کا ہم شکل بنا دیا گیا جسے سولی پر چڑھایا گیا تھا۔ چنانچہ امام رازی۔ ابن تیمیہ ابن کثیر امام سیوطی وغیرہ تمام حضرات جو قادیانیوں کے ہاں بھی معتمد اور مجدد و ملہم تھے اور مجدد بلا بلائے نہیں بولتے تھے۔ ان کی بات ماننا فرض ہے اور ان سے انحراف فسق

و کفر ہے۔ یہی مفہوم بیان کرتے ہیں۔

تو جب ان تمام اکابرین امت نے یہی مفہوم مراد لیا ہے تو ہمیں یا کسی بھی حق پرست کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ وہ ایسے اکابر سے انکار و انحراف کر کے وبتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی و نصلہ جہنم کا مصداق بن کر اپنی دنیا و عاقبت برباد کر لے۔ مرزا قادیانی یا اس کے پیرو کار یا دیگر منجودین اور ملحدین الحاد کی لائن پر چلتے ہیں تو چلتے رہیں ہمیں ان سے کیا تعلق ہے۔ ہم پر تو ہمارے اسلاف کرام کی پیروی ضروری ہے۔

اب ہر کوئی اس مفہوم کی تصدیق کے لئے مجددین صالحین کی تفسیریں دیکھ سکتا ہے۔ بندہ حقیر بخوف طوالت ان کے اقتباسات نقل کرنے سے قاصر ہے۔ اگرچہ تمام مواد بالفصل میرے سامنے پڑا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

مندرجہ بالا قرآنی جملہ ولکن شبہ لہم کے تحت یہ معلوم ہو گیا کہ مسیح نہ قتل ہوئے نہ مصلوب، تو وہم پیدا ہوا کہ پھر مسیح گئے کدھر؟ کیونکہ اس کے بعد آپ اس ماحول میں نظر نہیں آئے۔ یہ وہم اس وقت کے یہود کو بھی پیدا ہوا تھا اور عیسائیوں کو بھی اور یہی وہم آج کل کے قادیانیوں کو بھی پریشان کر رہا تھا جس کے ازالہ کے لئے انہوں نے ولکنہ اخلد الی الارض کی طرح زمین پر ہی نظر رکھی ہے رفع الی السماء کا عظیم مفہوم ان کی کج طبعی قبول نہ کر سکی لہذا مالک حقیقی نے ان تمام کے اوہام کو دور کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ بل رفعہ اللہ الیہ کہ مسیح نہ تو یہود کی گرفت میں آئے کہ ان کو مقتول یا مصلوب کر سکیں اور نہ ہی وہ قادیانی باطل تخیلات کے مطابق کشمیر کو ہجرت گئے بلکہ ان کے رب نے انہیں اسی وقت نہایت عزت و احترام سے بحفاظت تمام و کمال زندہ ہی آسمان پر اٹھا کر نجس کفار کے ماحول سے نکال لیا اور انہیں عزت و شرف سے نوازا دیا۔ تاکہ مطہرک من الذین کفروا والا وعدہ بھی ایفاء ہو جائے جب کہ بصورت ہجرت الی کشمیر تو ایک مزید منفی ماحول میں پہنچ جاتے حالانکہ اس

سے نکلنے کا وعدہ تھا۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح کی ہجرت کشمیر کے قائلین اس جملہ قرآنی کے منکر اور مخالف ہیں۔ یاد رہے کہ و مضمک سے مراد ان پر الزامات کی تردید نہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہی ہو چکی تھی۔

مزید ایک قادیانی دجل و فریب

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیرو کار بے قاضی نذیر صاحب رفعہ اللہ الیہ کے معنی کرتے ہیں۔ عزت کی موت دی۔ آپ کی روح کو آسمان پر عزت کے ساتھ اٹھالیا۔ گویا ان کے ہاں ارشاد فرقانی بل رفعہ اللہ الیہ بغرض اعزاز و اکرام رفع جسمانی کے بارہ میں نہیں بلکہ محض روحانی ہے وہ آپ کے اس اعزاز رفیع کو پسند نہیں کرتے۔ اگرچہ دریں صورت انہیں یہود کے ساتھ ہی اشتراک کرنا پڑے۔ اہل حق سے بگڑتی ہے تو پرواہ نہیں انہوں نے ہمیشہ انگریزی خدا اور انگریزی فرشتہ کی ہی بات قبول کرنا ہے۔

(نوٹ) قادیانیوں کا لفظ رفع کی بحث کو میں نے آل عمران کی آیت ورافک الی میں مکمل کر دیا ہے لہذا وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ ویسے ایک آدھ بات یہاں مزید سن لیجئے کہ اس آیت کریمہ میں ترتیب کلام یوں رکھی گئی کہ اول اسم ظاہر۔ انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم الخ ذکر فرمایا۔ پھر اس کے بعد اس اسم ظاہر کے لیے کئی ضمیریں پے در پے ذکر فرمائیں۔ جیسے وما قتلوم وما صلبوم وما قتلوه یقیناً۔ بل رفعہ اللہ یہ کل چار ضمیریں ہیں جن کا مصداق وہی ابتدا میں ذکر کردہ اسم ظاہر عیسیٰ بن مریم ہے۔ جس کا مصداق جسم مع روح دونوں کا مجموعہ ہے تو جس چیز کو یہود قتل و صلب سے دوچار کرنا چاہتے تھے وہ ہی زندہ ذات مسیح۔ جسم بے روح ہی ان چار ضمیروں کا مصداق ہے گویا معنی یہ ہوا۔ کہ یہود جس زندہ ذات مسیح کو (جسم مع روح کے) قتل کرنا چاہتے تھے اسی کو وہ نہ قتل کر سکے اور نہ ہی اسے مصلوب کر سکے اور یقیناً وہ ایسا ہرگز نہ کر سکے تو پھر کیا ہوا؟ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی زندہ مسیح کو جو کہ مرکب جسم بے روح تھا جس کو یہود کچھ بھی نہ کر سکے اسی کو بجدہ العنصری خالق کائنات نے آسمان پر اٹھالیا۔

اب واضح ہے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ مسیح سے مراد تو واقعی جسم بوج روح ہو مگر ان ضمیروں کا مصداق صرف مسیح کی روح ہو۔ اسی صورت میں انتشار ضمائر لازم آئے گا جو کہ اہل علم کے ہاں محال ہے۔ اور پھر اس میں کمال کیا ہے کہ خدا کے مقرب نبی مسیح کو کفار یلغار کر کے مقتول و مصلوب کرنا چاہتے ہیں اور خدا وعدہ بھی دے کہ میں تجھے بچاؤں گا اور پھر فوراً اس کی روح نکال کر آسمان پر لے جائے۔ یہ کیا حماقت ہے۔ کفار منکرین تو آپ کے جسم کو قتل و صلب سے دوچار کرنا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کی تائید کرتے ہوئے مسیح کے جسم و روح کا تعلق منقطع کر کے ان کی روح کو آسمان پر اٹھالیا۔ حالانکہ خطرہ جسم کو تھا نہ کہ روح کو۔ یہ ہے قادیانی نظریہ اور اس کا فلسفہ جس پر ایک بچہ بھی قبضہ لگانے سے باز نہیں رہ سکتا۔

ہمارا قادیانیوں سے بوج قاضی صاحب کے ایک سوال۔

کہ اگر تمہارا نظریہ یہ ہے کہ یہود آپ کو مصلوب کر کے یعنی قتل بذریعہ صلیب کر کے آپ کو لعنتی موت مارنا چاہتے تھے جس کے رد میں خدا نے وعدہ دیا کہ یہ آپ کو مصلوب کر کے لعنتی موت نہیں مار سکتے بلکہ میں آپ کو طبعی موت دیکر آپ کی روح عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھالوں گا۔ تو پھر اس آیت سے پھمکی آیت میں جو قتلہم الانبیاء بغیر حق آیا ہے اور دیگر کئی مقامات پر یہ آیا ہے کہ یہود یقتلون الانبیاء بغیر حق کرتے تھے۔ تو ان انبیاء کے رفع روحانی کا کہاں تذکرہ ہے؟ آخر وہ بھی خدا کے برگزیدہ نبی تھے یہود نے ان کو بھی جھوٹا قرار دینے کے لئے قتل و صلب سے دوچار کیا تھا۔ تو بتلایئے اللہ تعالیٰ نے ان کے رفع اور اعزاز کو کہاں بیان کیا؟ اگر کہیں نہیں ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ امتیازی سلوک کیوں؟ کم از کم قرہبی شہید زکریاؑ کے رفع روحانی کا ہی حوالہ دے دیجئے؟

قادیانیوں یہ سب تمہارے ڈھکوسلے اور ابلیسی وسوسے ہیں کیونکہ

نہ تو یہ کوئی ضابطہ تھا کہ جو مصلوب ہوتا ہے وہ ملعون ہوتا ہے۔ کما قاتل

مرزا اور نہ ہی وہ مسیح کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کر سکے۔ بلکہ ہر مذہب و ملت میں مقتول فی سبیل اللہ خدا کے ہاں نہایت معزز و مکرم ہوتا ہے لہذا بقول شما ایسے رفع کے بیان کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ یہ رفع جسمانی کا بیان ہے جو تمہاری بد فطرتی تمہیں قبول نہیں کرنے دیتی۔

تورات میں تو لکھا ہے کہ جو مجرم واجب القتل ہو اسے مار کر درخت پر ٹانگ دے۔ (استثناء ص ۲۱ = ۲۳) یعنی واجب القتل مجرم کو پہلے قتل کرتے تھے پھر برائے عبرت اسے درخت پر یا کسی سولی مروجہ پر لٹکاتے چنانچہ یہ طریقہ اور دستور تورات میں کئی جگہ مذکور ہے جیسے کتاب پیدائش ۱۹:۲۰ اور کتاب یسوع ۲۶:۱۰۔ ایسے ہی قرآن مجید میں ہے لا قطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لا صلیبکم اجمعین۔

میرا چیلنج

میں مدت سے یہ چیلنج کر رہا ہوں کہ قادیانیو اپنے سرپرست عیسائیوں کو بھی ساتھ ملا لو جنہوں نے یہ من گھڑت انجیلی انسانہ گھڑا ہے۔ کہ مسیح کو چلتے پھرتے پہلے گرفتار کیا گیا پھر ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ ان کی زبردست توہین کی گئی پھر نہایت تحقیر آمیز انداز سے ان کو سولی پر لٹکایا گیا اس کے بعد عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اس پر مر گئے تھے اور قبر میں بھی رکھے گئے لیکن تیسرے دن زندہ ہو کر کئی لوگوں کو نظر آتے رہے پھر اسی دن یا چالیس دن یا ایک طویل مدت کے بعد آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اور مرزائی کہتے ہیں کہ صلیب پر چڑھائے ضرور گئے مگر اس پر مرے نہیں بلکہ مرنے کی طرح ہو گئے تھے پھر صلیب سے اتار کر کے ان کا علاج معالجہ کیا گیا اور پھر آپ کشمیر کو چلے گئے جہاں ۸۷ یا ۱۲۰ سال زندہ رہے پھر مر کر سری نگر کے محلہ خانیاں میں مدفون ہوئے۔

مگر قرآن پاک ان تمام امور کی نفی کرتا ہے۔ مثلاً

۱۔ ان کی گرفتاری ہی عمل میں نہ آسکی۔ فرمایا اذ کففت بنی اسرائیل

عنک۔ نیز یوحنا ۷: ۳۳، ۳۳: ۱۳

۲- ان کی کسی قسم کی توہین نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہاں وجیہا فی الدنیا
والآخرہ

۳- ان کو قتل یا صلب سے ہرگز سابقہ نہ پڑا۔ وما قتلوه وما صلبوه

۴- ان کی روح نہیں بلکہ ان کی مکمل ذات بابرکات کو بحفاظت تمام آسمان پر
پہنچایا گیا۔ بل رفعہ اللہ الیہ کیوں؟ اس لئے کہ وہاں اللہ عزیزاً
حکیماً

ایک اور قادیانی وسوسہ

مندرجہ بالا اشکال (کہ دیگر مقتول و شہید انبیاء کا رفع بھی دکھاؤ) کے پیش
نظر قادیانی وقتلہم الانبیاء کا ترجمہ ان کے ارادہ قتل کی وجہ سے کرتے ہیں۔
گویا قتل کا معنی فعل قتل نہیں بلکہ ابھی ارادہ قتل ہے دیکھیے تفسیر صغیر از بشیر
الدین محمود خلیفہ دوم۔

یہ ترجمہ غالباً ہمارے مندرجہ بالا اشکال کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ اب ہم
اس ترجمہ کے پیش نظر دریافت کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں کئی جگہ قتل انبیاء کا
تذکرہ ہوا ہے تو اگر ہر جگہ اس کا ترجمہ ارادہ قتل ہی کر لیں تو پھر آج تک راہ حق
میں تو ایک بھی نبی نہ مارا گیا ہو گا۔ نہ آل عمران ۲۱ میں مذکور انبیاء اور حق پرست
مبلغ ہی مارے گئے۔ اور نہ ہی سورہ توبہ میں مذکور یقانتلون فی سبیل
فیقتلون ویقتلون کے تحت کوئی صحابی ہی شہید ہوا ہو گا۔ اگرچہ کفار ان کا
ارادہ قتل ضرور کرتے رہے۔ مگر بالفعل قتل کوئی نہ ہوا۔ نہ کوئی نبی۔ نہ صحابی اور
نہ ہی دیگر کوئی مومن و صالح۔ بلکہ ان تمام کے متعلق ارادہ قتل ہی ہوتا رہا۔ نہ
کوئی بدر میں شہید ہوا نہ ہی احد و حنین میں نہ ہی موتہ اور یمامہ اور دیگر معرکہ
ہائے حق و باطل میں۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ یہ ہے قادیانی فہم و فراست
یا جہالت و حماقت۔

الغرض قادیانی قاضی نذیر نے اس آیت کریمہ کو اسلامی عقیدہ کی تائید و
حمایت سے خارج اور الگ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل شگوفے چھوڑے ہیں کہ

۱۔ رفع سے مراد رفع روحانی ہے۔

۲۔ وما صلبوه سے مراد صلیب پر چڑھا کر مارنا ہے۔ صرف چڑھانا نہیں۔

۳۔ ولکن شبه لهم سے مراد ہے کہ مسیح مقتول و مصلوب کے مشابہ ہو گیا تھا یعنی وہ صلیب پر مرے نہیں بلکہ اودھ موئے ہو گئے تھے بعد میں علاج معالجہ کرا کے کشمیر کو چلے گئے مگر آپ مندرجہ بالا تفصیل سے ان تمام شبہات کی صفائی اور ان کا حل بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ رفع سے مراد اگرچہ لغت میں رفع درجات بھی ہے مگر یہاں رفع جسمانی ہی مراد ہے روحانی نہیں۔ جس کی تائید و تصدیق سیاق کلام اور تمام اکابرین امت اور احادیث صحیحہ کر رہی ہیں۔ اس لئے کہ کسی لفظ کے معنی موضوع لہ اور مستعمل فیہ میں امتیاز لازمی ہے۔

صلب سے مراد از روئے لغت صرف اور صرف سولی پر چڑھانا اور لٹکانا ہوتا ہے۔ پھر چاہے مصلوب مرے یا نہ مرے۔ مرنا مفہوم صلب میں داخل نہیں ہے ورنہ صرف لٹکانے کے لئے کون سا لفظ ہو گا؟

اسی طرح شبہ لهم سے مراد مسیح کا ہم شکل اور ہم شبیہ مراد ہے جس کو تمام تر سلف صالحین نے بلا تعلق ذکر کیا ہے۔ قادیانی مفہوم کہ مسیح مقتول و مصلوب کے مشابہ ہو گیا یہ کسی ایک نے بھی مراد نہیں لیا۔ لہذا اصولاً ہمیں اپنے سلف صالحین۔ مجددین مسلمین کی شہادت کو تسلیم کرنا لازمی ہے ورنہ بقول مرزا صاحب ان کے انکار و انحراف سے فسق و کفر کا فتویٰ صادر ہو گا اور از روئے قرآن مجید و بتبع غیر سبیل المومنین کے نصلہ جہنم کے بھیانک اور تباہ کن انجام سے دوچار ہونا پڑے گا جو کہ کسی بھی ذی ہوش انسان کو قبول نہیں ہو سکتا۔

ناظرین کرام اگرچہ مندرجہ بالا تفصیل سے اس آیت کریمہ کے متعلق تمام تر شبہات اور وساوس کا بخوبی ازالہ ہو جاتا ہے مگر بندہ حقیر ذیل میں بالاستقلال اور نامزد قادیانی شبہات اور دجل و فریب کا پردہ بھی چاک کرنا چاہتا ہے تاکہ ہر سطح کے ناظرین کی مکمل تسلی اور شرح صدر ہو جائے وباللہ التوفیق وہ استعین۔

قادیانی قاضی نذیر صاحب لکھتے ہیں کہ

بعض یہودی یہ کہتے تھے کہ مسیح کو سنگسار کر کے بعد میں صلیب پر لٹکایا

گیا اور بعض یہ کہتے تھے کہ مسیح کو صلیب پر لٹکا کر مار دیا گیا ہے اور عیسائی بھی اسی دوسرے عقیدہ پر قائم ہیں اس لئے اللہ نے وما قتلوه وما صلبوه کہہ کر مطلق قتل کئے جانے کی بھی تردید کر دی اور صلیب پر مارا جانے کی بھی تردید کر دی اور فرمایا یہودیوں نے نہ مسیح کو قتل کیا نہ صلیب پر مارا ہے لیکن وہ ان کے لئے مقتول اور مصلوب کے مشابہ کئے گئے۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۴۲)

الجواب بعون الوهاب

ان اتوال یہود کا قاضی صاحب نے حوالہ نہیں دیا۔ کہ ان کی یہ باتیں کہاں مذکور ہیں۔ محض اپنا باطل نظریہ ثابت کرنے کے لئے متعدد شقیں لکھ دی ہیں۔ حالانکہ ان کا نظریہ قتل مسیح بذریعہ صلیب ہے پھر عیسائیوں کے ذمہ دوسرے نظریہ کو لگانا یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ عیسائیوں کے متعدد فرقے مطلقاً نفی صلیب کے بھی قائل ہیں جیسا کہ ہم اہل اسلام۔ اور پھر اگر موجودہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے بھی تو وہ بھی قادیانیوں کی طرح محض سینہ زوری ہے انجیل سے ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بندہ نے ”کسر صلیب“ نامی رسالہ میں اس کو واضح کر دیا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ قاضی صاحب نے صرف دونوں نظریے ذکر کئے ہیں۔ مگر یہ تیسرا نظریہ ذکر ہی نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ سراسر حق و دیانت کی خلاف ورزی ہے دیکھیے موجودہ انجیل برنہاس اور انجیل پطرس میں بھی اس نظریہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ عیسائیوں کے رسالہ ”ک“ میں بھی اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ تو عیسائیوں کی محض سینہ زوری ہے جو انہوں نے موروثی گناہ اور اثبات کفارہ کے لئے یہ نظریہ وضع کر لیا ہے ورنہ درحقیقت یہ نظریہ مروجہ انجیل سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا قاضی صاحب نے اس پیرا گراف کی بنیاد انہی اختراعی خیالات پر رکھی ہے کہ صلیب کا معنی۔ صلیب پر مارنا ہے اور شبہ لہم سے مراد ہے کہ وہ مصلوب و مقتول کے مشابہ کر دیے گئے۔ مگر ان شبہات کا جواب پہلے گزر چکا ہے لہذا یہ سارا تانا بانا تار تار ہو گیا اور قاضی صاحب خالی ہاتھ رہ گئے۔

شبه لہم میں مفعول مالم لیسیم قاعلہ کا معاملہ۔

جناب قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

واضح ہو کہ شبه لہم جملہ فعلیہ خبریہ ہے اس میں شبه لہم فعل ماضی مجہول ہے جس کا اسناد سیاق کلام کے لحاظ سے یا مسیح کی طرف ہو سکتا ہے یا قتل و صلب کے معاملہ کی طرف۔ یعنی شبہ کی ضمیر واحد غائب متستر یا حضرت مسیح کی طرف پھرتی ہے یا واقعہ قتل کی طرف۔ تیسرا کوئی امر یا شخص مذکور نہیں جو اس ضمیر کا مرجع بن سکے دونوں صورتوں میں مال (انجام و نتیجہ) یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے قتل کا معاملہ یہود پر مشتبہ ہو گیا۔ پہلی صورت میں تقدیر کلام ولکن شبهہ المسیح لہم ہو گی اور اس صورت میں مسیح مشبہ ہو گا اور مطلق مقتول و مصلوب نہ کہ کوئی معین مقتول و مصلوب مشبہ بہ اور دوسری صورت میں تقدیر کلام یوں ہو گی شبہ امر القتل والصلب لہم کہ قتل کئے جانے اور صلیب دیئے جانے کا معاملہ یہودیوں پر مشتبہ ہو گیا اور انہوں نے غیر مقتول اور غیر مصلوب کے مقتول و مصلوب ہونے کا گمان کر لیا۔ (پاکٹ بک ص ۴۲ و ۴۳)

الجواب بعون اللہ العالی

قاضی صاحب نے اتنی عمیق فنی مغز ماری میں محض ضائع کیا ہے۔ ان کو اس سے کچھ حاصل نہیں ہو سکا کیونکہ آخر میں انہوں نے اپنی بے شعوری میں اسی حقیقت کا اقرار و اعتراف بھی کر لیا ہے۔ جس سے بچنے کے لئے یہ ذہنی ورزش کرتے رہے ملاحظہ فرمائیے ان کی تحریر کے آخری خط کشیدہ الفاظ۔ پھر اس ذہنی کشمکش میں ان کی اس تقریر کے اول و آخر میں کیسا واضح اور نتیجہ خیز تضاد پیدا ہو گیا۔ ابتدا میں اہل حق کے ساتھ محاذ آرائی مگر آخر میں مکمل صلح و اتفاق سچ ہے۔ جاو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

ناظرین کرام! از روئے فن نحو و اتحدہ "امکانی طور پر مندرجہ بالا دونوں تقدیروں کا احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ شبہ کی ضمیر مستتر کا مرجع کیا ہے؟ یعنی اس فعل مجہول کا مفعول مالہ یسم فاعلہ کون ہے؟ آیا وہ ذات مسیح ہے یا امر قتل و صلب بایں طور کہ فعل قتل و صلب کا محل کون ہے؟ آیا مسیح یا کوئی فرد دیگر۔ کیونکہ مطلق فعل کا وقوع متصور نہیں ہو سکتا گویا قاضی صاحب کی اس باریک بینی اور عرق ریزی کا حاصل یہی نکلا کہ اشتباہ اس معاملہ میں ہے کہ فعل قتل و صلب کا محل اور متعلق کون ہے۔ مسیح یا کوئی اور ویسے مطلق وقوع فعل قتل و صلب میں کوئی اشتباہ نہیں کیونکہ اس کا وقوع تو علی روس الاشہاد عالم خارج میں ہوا ہے۔ مگر واقع کس پر ہوا مسیح پر یا کسی اور پر؟ یہ محل اشتباہ اور وہم ہے جس کا ازالہ حرف لکن سے کیا جا رہا ہے۔ تو اس بارہ میں ہم جملہ اہل اسلام بشمولہ نصوص قرآن و حدیث اور بائبل و اجماع جملہ اکابرین امت اس حقیقت پر متفق ہیں کہ اس فعل قتل و صلب کا محل اور متعلق ذات مسیح نہیں (لان اللہ قد شہد وما قتلوه وما صلبوه) بلکہ کوئی اور فرد انسانی ہے جس کا تعین مخصوص ضروری نہیں۔ کیونکہ مقصود یہاں صرف مسیح سے قتل و صلب کی نفی ہے جب کہ یہود و نصاریٰ اور ان کی اتباع میں قادیانی کہتے ہیں کہ اس فعل قتل و صلب کا متعلق ذات مسیح ہے۔ دوسرا کوئی فرد نہیں ہے اسی بنا پر ہم ولکن کے بعد تیسرے متعلق کے لئے ولکن قتلوا من شبہ لہم تقدیر کلام طے کرتے ہیں جس سے اصل مسئلہ حل۔ اور حقیقت متفق علیہ واضح ہو جاتی ہے پھر ان تینوں گروہوں میں متعلق فعل کے بارہ میں ضمنی اختلاف بھی ہے بعض کمال وقوع کے قائل ہیں جیسے یہود و نصاریٰ اور بعض ناقص کے جیسے قادیانی۔ ویسے مطلق وقوع فعل کے بارہ میں سب متفق ہیں مگر خدا کی قدرت ملاحظہ فرمائیے کہ ہمارے مخاطب قاضی نذیر صاحب نے لاشعوری میں آخر میں دوٹ ہمارے حق میں دیدیا۔ فلا شک ان الحق یعلوا ولا یعلیٰ فلہ الحمد والمنہ۔

حرف لکن کے بارہ میں قادیانی وسوسے

ولکن شبہ لہم کے متعلق حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ

نے اپنی کتاب لاجواب شہادۃ القرآن ص ۷۱ تا ۸۱ حصہ اول پر بہترین علمی بحث کر کے قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے مگر قاضی نذیر صاحب نے حسب فطرت مرزائیت اس بحث پر کافی بے مقصد لے دے کر کے اپنی جہالت کا مظاہرہ کیا ہے حالانکہ اس سے قبل وہ اصل حقیقت کا اقرار و اعتراف اپنی بے شعوری میں کر چکے ہیں لہذا اب ان کی میرسیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر بحث محض اپنی حماقت کا اظہار ہے۔

چنانچہ آنجناب شہادۃ القرآن کے متعلق یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ

ایک غلط توجیہ

بعض مفسرین نے جن میں مولوی محمد ابراہیم صاحب میرسیالکوٹی بھی شامل ہیں یہ توجیہ کی ہے کہ شبہ لہم کے یہ معنی ہیں کہ کوئی اور آدمی مسیح کا ہم شکل اور مشابہ بنا دیا گیا اور اسے مقتول و مصلوب کر دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے زندہ ہی آسمان پر اٹھالیا اس تفسیر کے درست ہونے کے متعلق ان کی دلیل یہ ہے کہ لکن سے پہلے اگر منفی جملہ آجائے تو پہلے جملے کا مثبت فعل و لکن کے بعد محذوف ماننا پڑے گا اور اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی۔

وما قتلوه وما صلبوه ولکن قتلوه من شبہ لہم

اس توجیہ کا ترجمہ مولوی صاحب نے یوں کیا ہے۔

لیکن انہوں نے اس شخص کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا جو ان کے لئے

مسیح کے مشابہ بنا گیا۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ

مولوی صاحب کی یہ توجیہ اور ان کے ساتھ بعض مفسرین کی اس قسم کی

توجیہات صرف اس وجہ سے ہیں کہ انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کر رکھا

ہے کہ نہ صرف یہ کہ مسیح کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ

صلیب پر چڑھائے بھی نہیں گئے اور اس روایت کو قبول کر لیا جو پرانے

معدوم عیسائیوں کے ایک حصے میں چلی آتی تھی کہ مسیح کی جگہ دوسرا

فحص شمعون قرنی یا یہود اسکریوٹی مسیح کا ہم شکل ہونے کی وجہ سے صلیب دیا گیا اور حضرت مسیح درمیان سے غائب ہو گئے یہ روایت جعلی معلوم ہوتی ہے۔ (پاکٹ بک ص ۴۴)

ناظرین کرام! مندرجہ بالا طویل اقتباس سے آپ کو قدیانی مقاصد واضح طور پر معلوم ہو سکتے ہیں جن کی بنا پر جناب قاضی صاحب نے یہ تمام پر بیچ بحث شروع کی ہے۔ جناب قاضی صاحب نے میرسیالکوٹی اور بعض مفسرین کو ہدف بنا کر جن نکات کو اٹھایا ہے کہ میرسیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی شبہ لہم کی توجیہ ان وجوہات کی بنا پر ہے اور پھر ان وجوہات کو بے وزن ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو آپ ملحوظ خاطر رکھیں کہ یہ توجیہات صرف میرصاحب کی ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ اور اکابر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ ولکن شبہ لہم کی تقدیر قتلوا من شبہ لہم ہی ہے تمام اکابرین امت مسیح کے مشابہ فرد کی مصلوبیت کو تسلیم کرتے ہیں کسی ایک مفسر نے بھی اس کے خلاف نہیں لکھا۔ جملہ تفاسیر ملاحظہ کر لیجئے۔

تمام امت نے بالا جماع حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر جانا تسلیم کیا ہوا ہے اور یہ کسی غیر اسلامی روایت کی بنا پر نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص قطعیہ کی بنا پر ہے۔

قاضی صاحب نے محض بات کو خفیف کرنے کے لیے شبہ لہم کی یہ مسلمہ توجیہ مولینا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر مفسرین کے ذمہ لگائی ہے تاکہ اصل حقیقت سے راہ فرار اختیار کرنے کی گنجائش نکل سکے مگر ان کی یہ تمام تگ و دو محض بے سود ہے۔ چنانچہ اسی اتفاقی عقیدہ کا خود قاضی صاحب نے بھی اپنی بے شعوری میں اعتراف کر لیا ہے لہذا اس کے بعد یہ واویلا محض فضول ہے۔

قاضی صاحب نے مسیح کے مشابہ دوسرے فرد کی مصلوبیت کو اپنے باطل نظریہ کے پیش نظر بعض معدوم عیسائیوں کے ذمہ لگا کر تمام امت مسلمہ اور تمام اکابر مفسرین مجددین ملمین کی توہین و تحقیر کا ارتکاب کیا ہے جو کہ ان کی فطرت اور طبیعت ہے۔ جب کہ یہ نظریہ جملہ مجددین ملمین امت کا ہے جس سے انحراف و انکار وینبع غیر سبیل المومنین کے تحت دخول نار ہی کا باعث

پھر قاضی صاحب نے حرف لکن کے متعلق محض اختراعی بحث چھیڑ کر اکابرین امت اور آئمہ فن کی توہین کا ارتکاب بھی کیا ہے اور خواہ مخواہ لکن کے متعلق من گھڑت قواعد کا اضافہ کر کے اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کیا ہے جیسے ان کے گرو مرزا قادیانی نے لفظ توفی کے بارہ میں محض اختراعی قواعد کا اضافہ کر کے جمع امت مسلمہ کے اتفاق نظریہ میں رخنہ اندازی کرنے کی مذموم سعی کی تھی۔ ورنہ ان دونوں گرو اور چیلے کی من گھڑت دفعات کا کوئی ثبوت نہیں۔

یہ حقیقت طوطا خاطر رہے کہ آیت کریمہ میں اصل بات صرف نفی قتل و صلب عن المسیح ہے۔ یعنی مطلق فعل قتل و صلب سے انکار نہیں بلکہ اعتراف وقوع کے بعد بطور قصر قلب کے مسیح سے قتل و صلب کی نفی اور دیگر کسی فرد غیر معین کے لئے اس کا اثبات ہے۔

بالفاظ دیگر بواسطہ حرف لکن جو کہ برائے استدراک آتا ہے فیصلہ کر دیا کہ مطلق فعل قتل و صلب ضرور وقوع پذیر ہوا تھا مگر فعل کے متعلق اور مسند کا مسند الیہ مسیح نہیں بلکہ شخصے دیگر ہے کیونکہ حرف لکن بنیادی طور پر استدراک یعنی ازالہ وہم کے لئے آتا ہے کہ حرف لکن کے پہلے جملہ کے متعلق فعل کے بارہ شبہ کا ازالہ کر دیا جائے کیونکہ کوئی بھی فعل بلا متعلق یا مسند الیہ کے وقوع پذیر نہیں ہو سکتا جب کہ فعل نحدی ہو مثلاً "ایک آدمی کہتا ہے کہ بشیر احمد نے کتاب پڑھی ہے دوسرا کہتا ہے کہ اس نے کتاب نہیں پڑھی۔ تو اب وہم ہوا کہ آیا کسی نے کچھ پڑھا ہے یا نہیں؟ یعنی کتاب پڑھنے کا فعل وقوع میں بھی آیا یا نہیں تو اس کے ازالہ کے لئے حرف لکن استعمال ہوتا ہے کہ بھائی پڑھنے کا فعل تو ضرور واقع ہوا ہے مگر وہ بشیر احمد نے نہیں پڑھی بلکہ کسی اور نے پڑھی ہے تو گویا نفس فعل کا انکار نہیں بلکہ متعلق فعل کے بارہ تھا کہ بشیر احمد نے نہیں بلکہ منیر احمد نے پڑھی ہے یا مفعول کے متعلق شبہ ہوا کہ بشیر احمد نے کچھ پڑھا ضرور ہے مگر کتاب نہیں بلکہ کوئی رقعہ یا تختی پڑھی ہے اسی طرح یہاں معاملہ ہے کہ یہود نے دعویٰ کیا کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ وما قتلوه وما صلبوه۔ کہ یہود کا مسیح کے متعلق دعویٰ قتل بذریعہ صلب بالکل غلط ہے۔ اب شبہ ہوا کہ آیا فعل قتل و صلب وقوع پذیر ہوا بھی ہے یا نہیں؟ تو اس شبہ کا ازالہ حرف لکن سے فرمایا کہ فعل قتل و صلب تو واقعہ "صادر ہوا مگر اس فعل کا متعلق اور مفعول بہ وہ نہیں جس کے متعلق تم دعویٰ کر رہے ہو بلکہ کوئی دوسرا فرد ہے جو مسیح کے ہم شکل بنا دیا گیا تھا۔

اس کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مسیح نہ قتل ہوئے اور نہ ہی مصلوب ہوئے تو وہ گئے کدھر؟ کیونکہ اس کے بعد انہیں اس ماحول میں دیکھا نہیں گیا ہے اور نہ ہی وہ اس علاقہ میں طبعی موت و فلت پا گئے کیونکہ یہ بات نہ درحقیقت واقع ہوئی اور نہ ہی اس کا کوئی قائل ہے نہ یہود نہ نصاریٰ ہاں موجودہ زمانہ میں صرف قادیانی نے طبعی و فلت کا شوشہ چھوڑا ہے اور کوئی بھی قائل نہیں تو پھر غیبت مسیح یعنی عدم موجودگی کی حقیقت اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ بل رفعہ اللہ الیہ۔ کہ اللہ کریم نے انہیں اپنی طرف (یعنی آسمان پر) بلا لیا آخر ایسا کیوں ہوا؟ حسب سابق کوئی بندوبست کیوں نہ فرمایا گیا؟ کہ آپ کے دشمنوں کو ختم کر کے آپ کو محفوظ کر لیا جاتا دوسرے علاقہ میں ہجرت کا حکم دیدیا جاتا جہاں آپ کے اعوان و انصار بکثرت مہیا کر دیئے جاتے جیسے خاتم الانبیاء ﷺ کا معاملہ ہوا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے حسب نصرت مسیح کے ساتھ سب سے الگ اور انوکھا معاملہ فرمایا کہ ان کو کسی محفوظ ذمہ ارضی کے بجائے آسمانوں پر اٹھالیا۔ انسانی اعوان و انصار مہیا فرمانے کی بجائے اپنی خصوصی حفاظت میں پہنچا دیا۔ کیونکہ وہ عزیزاً "حکیماً" ہوا۔ بڑا زبردست اور حکمتوں والا ہے۔ اس معاملہ کی وجوہات اور اغراض و مقاصد مندرجہ کو وہی خوب جانتا ہے لہذا اس نے انہی وجوہات کے پیش نظر ان سے ایسا منفرد اور عجیب معاملہ فرمایا ہے تمہیں اس پر ہمیں یا حیران و پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مالک و مدبر وہ ہے تم نہیں۔ چنانچہ اس نے مسیح کو آیۃ للناس بنایا ہے لہذا ان کے متعلق معاملہ بھی عام حالات سے الگ اور منفرد ہو گا۔

حرف لکن کی فنی بحث (لفظی و معنوی)

حرف لکن۔ یہ حرف ن کی جزم کے ساتھ ہمیشہ دو جملوں کے درمیان آتا ہے اور کبھی یہ عاطفہ ہوتا ہے اور کبھی ابتدائیہ۔ عاطفہ کی صورت میں مابعد کے جملہ میں ہمیشہ ایک جز جملہ محذوف ہوتا ہے جسے تقدیر کلام کے ذریعے واضح کیا جاتا ہے اور ابتدائیہ کی صورت میں دوسرا جملہ ہمیشہ اپنے اعراب میں مستقل ہو گا۔

مشترک امور

لکن ہمیشہ استدراک یعنی دفع وہم کے لئے آتا ہے عاطفہ ہو یا ابتدائیہ اور ہمیشہ اس کے بعد والا جملہ پہلے والے کے مخالف ہو گا لفظاً و معناً یا فقط معناً۔ یعنی اگر پہلا جملہ منفی یا مسمیٰ عنہ ہو گا تو بعد والا لازماً مثبت یا مامور بہ ہو گا عاطفہ کب ہو گا؟ جب کہ تین شرائط موجود ہوں۔

۱۔ لکن کے بعد والا حصہ یعنی معطوف بہ مفرد ہو جملہ نہ ہو جیسے ما اكلت خبز الکن الشمار

۲۔ اس کے پہلے حرف واؤ نہ ہو جیسے ملا قیت الفاجر لکن البلد اگر حرف واؤ بھی ہو تو وہاں لکن ابتدائیہ ہو گا اور اس صورت میں عطف جملہ کا سابقہ جملہ پر ہو گا اور پھر برابر ہے کہ یہ جملہ فعلیہ ہو جیسے مثل مذکور یا جملہ اسمیہ ہو جیسے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ

۳۔ تیسری شرط یہ ہے لکن سے پہلے نفی یا نہی ہو جیسے لا تاکل الفاکھہ الفجۃ لکن الناضجہ (النحو الدانی ص ۶۱۶ و ۶۱۷ ج ۳)

کتب فن میں حرف لکن کی بحث کا خلاصہ یہی ہے دیکھیے النحو الوافی۔ معنی الیسب اور توضیح تلویح وغیرہ۔

نکتہ عجیبہ

یہود کے دعویٰ قتل۔ انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ الخ پر غور فرمائیے کہ انہوں نے اپنے دعویٰ میں فعل قتل اور متعلق فعل (مفعولاً) دونوں کا ذکر کیا ہے مگر زیادہ صراحت متعلق فعل کی کی ہے۔ کہ اس میں علم۔

لقب اور وصف رسالت تینوں کا ذکر کیا تاکہ متعلق فعل خوب واضح ہو جائے مگر فعل کا صرف سادہ سا ذکر ہی کیا۔ اس ترکیب کلام سے صاف معلوم ہو گیا کہ اصل تنازعہ اور بحث فعل قتل کے وقوع میں نہیں کیونکہ وہ تو واقعہ "واقع ہوا ہی تھا اختلاف تو متعلق فعل میں ہے کہ قتل و صلب کا فعل واقع کس پر ہوا تو یہود نے تاکیداً مکمل صراحت کی کہ وہ مسیح تھے۔ جو عیسیٰ بن مریم کہلاتے ہیں اور جو مدعی رسالت بھی ہیں گویا علم۔ لقب اور وصف تینوں کا ذکر کر دیا تو ان کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے بھی تین بلکہ چار دفعہ ضمیر کو استعمال فرمایا۔

ما قتلوه وما صلبوه وما قتلوه یقیناً" بل رفعہ اللہ الیہ کہ یہود نے اس مسیح کو قتل نہیں کیا انہوں نے عیسیٰ بن مریم کو صلیب پر نہیں چڑھایا انہوں نے یقیناً" خدا کے رسول کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک پیغمبر کو بحفاظت تمام (حسب وعدہ انی متوفیک ورافعک الی) اور حسب اظہار شان (وجیہا فی الدنیا والآخرة) زندہ ہی آسمان پر اٹھالیا۔ گویا انہوں نے متعلق فعل کے بارہ میں ضد اور اصرار کیا کہ وہ مسیح ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ضد اور صراحت کو ذکر کرتے ہوئے بار بار تردید کی۔ یعنی فعل قتل و صلب کی نفی نہیں بلکہ متعلق فعل کی نفی فرمائی کہ وہ بزعم یہود ہرگز مسیح نہیں تھے بلکہ کوئی اور تھا۔ نکتہ دوم۔ اگر حضرت عیسیٰ کو قتل کے علاوہ ہر قسم کی تکلیف پہنچائی گئی ہوتی۔ کہ آپ کو گرفتار کر کے توہین و تحقیر کی گئی۔ آوزے بھی کئے حتیٰ کہ آپ کے ہاتھ پاؤں میں کیل ٹھونک کر بھوکا پیاسا صلیب پر لٹکا دیا گیا حتیٰ کہ آپ زخموں کی تاب نہ لا کر بے ہوش اور مرنے والے ہو گئے جیسا کہ مروجہ اناجیل میں ہے اور مرزا بھی یہی کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان افعال قبیحہ کی بنا پر یہود پر لعنت کرتے صرف قتل کا نام لے کر ان کو لعنت نہ کرتے ظاہر ہے کہ یہ تمام افعال بھی نہایت برے اور قابل غضب الہی تھے اگر واقعی یہ افعال سرزد ہوتے تو ان کا لازمی ذکر کیا جاتا صرف قتل کا ذکر کر کے ان کو ملعون قرار نہ دیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی فعل سرزد نہیں ہوا بلکہ حضرت مسیح کو حسب فرمان الہی کان وجیہاً" فی الدنیا بعزت و احترام اور بحفاظت کمال آسمان پر اٹھا کر ملائکہ کے ماحول میں

پہنچا دیئے گئے پھر اس حقیقت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی واضح طور پر ہو جاتی ہے۔ کہ جو سورۃ مائدۃ کے آخر میں روز قیامت اللہ تعالیٰ حضرت مسیح کو اپنے احسانات یاد کراتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ

واذ کففت بنی اسرائیل عنک کہ اے میرے مقدس نبی میرا وہ احسان بھی یاد کیجئے کہ جب یہود آپ کو گرفتار کر کے آپ کی توہین و تحقیر کرنے کے خواہاں تھے مگر میں نے ان کو آپ تک رسائی ہی نہ ہونے دی بلکہ بحفاظت تمام بلا خراش اوپر آسمان پر اٹھالیا۔ چنانچہ یہی مضمون انجیل یوحنا کے حوالہ سے بھی پہلے ذکر ہو چکا ہے اس تفصیل سے سو فیصد یہ حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ بقول مرزا اور نصاریٰ مسیح کے ساتھ کوئی توہین و تحقیر کا معاملہ نہیں ہوا۔ یہ محض یہود کی اور ان کی اتباع میں قادیانی کی خرافات ہیں اعزانا اللہ منصل۔

نیز دریں صورت خدا تعالیٰ کا فرمان ومکروا مکر اللہ واللہ خیر الماکرین میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا غلبہ ثابت نہیں ہو سکتا نیز اگلی آیت اذ قال اللہ یا عیسیٰ الخ کا تعلق و ربط اس آیت سے صحیح تسلیم نہیں کیا جاسکتا ہے از کا منظوف سابقہ آیت ہرگز نہیں بن سکتی گویا پھر تمام قرآنی تفصیلات ہی مخدوش ہو جاتی ہے جو ہرگز کسی بھی مومن بالقرآن کے لئے قابل تسلیم نہیں لہذا لازماً مروجہ انجیل کی تفصیل اور نظریہ قادیانی سے اجتناب لابدی ہے۔

قاضی نذیر کا ایک اختراعی ڈھکوسلہ

قاضی صاحب کو دراصل اہل اسلام کے نظریہ حق کے ساتھ قلبی عناد ہے وہ اس کو ہر صورت میں مخدوش کرنے کی فکر میں غلطاں ہیں چنانچہ آپ نے مندرجہ بالا بحث میں ملاحظہ فرمایا کہ جملہ ولکن شبہ لہم کا صحیح مفہوم واضح کرنے کے لیے اکابرین مفسرین کی اتباع میں میرسیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تقدیر کلام یوں واضح کی۔ کہ ولکن قتلوا وصلبوا من شبہ لہم یعنی وضاحت حق کے لیے ولکن کے بعد مسندالیہ کو لفظ من سے واضح کیا کیونکہ مسندالیہ کے بارہ ہی میں سارا نزاع ہے اور یہی تعبیر امت کی اجماعی تعبیر ہے چنانچہ اکابر مفسرین نے شبہ لہم کی تقدیر یوں ہی واضح کی ہے کسی نے بالصرحت اور کسی نے ذکر مفہوم کے ضمن میں حتیٰ کہ اس کے خلاف کسی ایک معتبر مفسر نے بھی نہیں لکھا۔ اور نہ ہی اس کی گنجائش ہے اس کے بعد بندہ نے لکن کی مکمل مستند بحث بھی ذکر کر دی جو ان اساطین فن کی کتب میں ہے کہ جن کے سامنے قلوبانیوں کی بیع مرزا قادیانی طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں ہے۔

حضرت العلام میرسیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب شہادہ القرآن میں من شبہ لہم کی پیش کردہ تقدیر کلام کی حملیت و تائید میں مزید کئی قرآنی آیات بھی ذکر کی ہیں مثلاً "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ (الاحزاب) کہ یہاں بھی لکن کے بعد کن مقدر ہے ماکان لبشر ان یوتیہ الكتاب والحکم والنبوہ ثم یقول للناس کونوا عبادالی ولکن کونوا ربانین میں تقدیر ولکن یقول کونوا ربانین۔ دیکھیے یہاں بھی لکن کے بعد فعل مثبت مقدر ہے۔ وغیرہ

اس کے جواب میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ لکن کے بعد والے جملہ کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ جب لکن کے بعد کلمہ مفرد یا مفرد کے حکم میں ہو تو پھر واقعی مثبت فعل مقدر ہوتا ہے مگر جب اس کے بعد جملہ خبریہ ہو تو پھر وہاں فعل مقدر ماننا جائز نہیں جیسے ماكنت تدري مالکتاب ولا الايمان ولكن

جعلنا نورا نهدی به من نشاء یا ولو شاء اللہ ما اقتل الذین من بعدہم
من بعد ما جاء نهم البینت ولكن اختلفو قاضی صاحب کہتے ہیں کہ دیکھیے
یہاں ولكن۔ بعد ما کنت ندری کے مقابلہ میں مثبت فعل مقدر نہیں اور ایسے
ہی ما اقتل کے مقابلہ میں ککن کے بعد مثبت فعل مقدر نہیں مانا گیا۔

ایسے ہی ولكن شبہ لہم کی مثل میں بھی چونکہ ککن کے بعد جملہ فعلیہ
ہے لہذا ہم من کا کلمہ مقدر ماننا تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ تو وہاں ہو گا جہاں
ولکن کے بعد مفرو یا ایسا مرکب ہو جو حکم مفرد میں ہو نہ کہ خود ہی جملہ خبریہ ہو
لہذا اگر مولوی ابراہیم والا حذف ہر جگہ جاری ہوتا تو مندرجہ بالا میری پیش کردہ
مثالوں میں بھی یہ قاعدہ چلتا۔ لیکن جب یہاں نہیں چلا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ
خاص ترکیب میں چلتا ہے نہ کہ ہر جگہ جیسے ولكن شبہ لہم والی ترکیب میں بھی
حسب وضاحت یہ نہیں چل سکتا۔

الجواب بعون اللہ الوہاب

قاضی صاحب چونکہ بنیادی طور پر نظریہ حیات مسیح کے مخالف ہیں لہذا
انہوں نے اس قسم کے من گھڑت قواعد کا اختراع کرنا ہی ہے ورنہ کسی بھی نحو کی
کتاب میں یہ قاعدہ مذکور نہیں۔ یہ مفرو یا جملہ کی تقسیم قدیانی اختراع کے مطابق
نہیں بلکہ حرف ککن کے بعد جب جملہ فعلیہ یا اسمیہ واقع ہوتا ہے۔ تو اس وقت
ککن سے پہلے واؤ عاطفہ آتا ہے اور حرف ککن برائے ابتدا واقع ہوتا ہے۔ نہ کہ
برائے عطف تو وہاں بذریعہ واؤ مستقل بالا عراب جملہ واقع ہو گا اور کسی مقدر لفظ
کی تلاش نہ ہوگی۔ بخلاف اس کے جب حرف ککن کے بعد مفرو یا مفرد کے حکم
میں کوئی کلمہ واقع ہو تو وہاں تکمیل مفوم کے لئے تکمیل جملہ بھی کرنا پڑتا ہے
کیونکہ عطف مفرد علی الجملہ تو جائز نہیں ہے لہذا تقدیر برائے تکمیل جملہ لازمی ہو

گا۔

ہاں زیر بحث ترکیب ولكن شبہ لہم میں چونکہ فعل ہی ہے جو کہ بلا اس
کے متعلق یا محل کے بے مقصد ہے لہذا اس کے اظہار کے لئے تقدیر کلمہ من

قتلوا لازمی ہوگا نیز اظہار حقیقت اور حل نزاع کے لئے بھی یہ تقدیر کلام لازمی تھی کیونکہ جہاں بھی کسی فعل یا اس کے متعلق کو مقدر مانا جاتا ہے تو اس کا مقصد وحید صرف یا ازالہ وہم ہوتا ہے یا کوئی حل نزاع۔ محض شوقیہ طور پر کسی کلمہ کو محذوف ماننا کون تسلیم کرتا ہے کیونکہ خطاب یا کلام ہوتا ہی اظہار مافی الضمیر کے لیے ہے اور جب کلام میں اختصار ہو یا کوئی وہم ہے تو اس کے ازالہ کے لئے ہی اس کلام میں کچھ اجزاء مقدر مانے جاتے ہیں یہ تقدیر نہ تو تحریف کلام ہوتی ہے اور نہ ہی بلا ضرورت تطویل۔ بلکہ صرف اظہار حقیقت ازالہ وہم اور تصفیہ نزاع کے لئے ہوتی ہے۔

اب ترکیب زیر بحث میں بھی یہی ضرورت ہے کہ شبہ لہم کا لفظی ترجمہ تو صرف یہی ہے کہ ان کو اشتباہ ہو گیا۔ اب ظاہر ہے کہ ان کا اشتباہ یا تو نفس فعل میں ہو سکتا ہے یا متعلق فعل میں۔ لہذا ہم نے نفس واقعہ اور سیاق کلام سے طے کیا کہ یہاں اشتباہ نفس فعل میں نہیں بلکہ متعلق فعل میں واقع ہوا ہے کیونکہ یہود کا دعویٰ تھا کہ ہم نے مسیح کو بذریعہ صلیب قتل کر دیا ہے۔ تو اب یہاں دو چیزیں ہیں ایک فعل قتل و صلب اور دوسری متعلق فعل یعنی مقتول و مصلوب۔ اب اس کے بعد اللہ نے ان کا رد فرمایا کہ وما قتلوه وما صلبوه کہ انہوں نے مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ ہی مسیح کو صلیب پر لٹکایا۔ تو پھر دونوں چیزوں کا تذکرہ ہو گیا نفس فعل قتل و صلب کا اور اس کے متعلق کا بھی لہذا اس کے بعد فرمایا کہ ولکن شبہ لہم کہ یہود کو اشتباہ ہو گیا۔ تو سوال پیدا ہوا کہ اشتباہ کس بات میں ہوا۔ آیا نفس فعل قتل و صلب میں یا اس کے متعلق مقتول و مصلوب میں تو امت مسلمہ نے اتفاقاً اور اجماعاً سیاق کلام اور دیگر نصوص قطعہ کی روشنی میں فیصلہ کیا کہ یہود کو نفس فعل میں اشتباہ نہیں ہوا بلکہ متعلق فعل میں اشتباہ ہو گیا تھا کہ آیا مسیح ہی مقتول و مصلوب ہوا ہے یا کوئی اور فرد۔ تو چونکہ وما قتلوه وما صلبوه خود اللہ کریم نے فیصلہ دیدیا کہ مقتول و مصلوب مسیح نہیں جب کہ نفس فعل کی نفی نہیں فرمائی تو واضح ہو گیا کہ فعل قتل و صلب تو ضرور وقوع پذیر ہوا مگر اس کا متعلق مسیح نہیں تھا۔ فیصلے دیگر تھا لہذا اسی حقیقت کو واضح کرنے کے

لیے ولکن شبہ لہم کی ترکیب کو ولکن قتلوا وصلبوا من شبہہ کی صورت میں ظاہر کیا گیا جو کہ قواعد نحو کے قطعاً منافی نہیں ہے کیونکہ تمام اصحاب تفسیر و آئمہ ہدیٰ نے سو فیصد اسی ترکیب کو استعمال کر کے اسکے مطابق مفہوم بیان فرمایا ہے۔ لہذا اب اس میں محض من گھڑت نحوی موشگافیاں نکالنا اور سلف صالحین کی تغلیظ کرنا محض حماقت و جہالت تو ہو سکتی ہے کوئی معقولیت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے محترم قاضی صاحب جتنی بھی طویل بحث کریں محض ضیاع وقت اور جہالت کا ہی اظہار ہو گا کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلے گا۔

کیونکہ اہل حق کی توجیہات اپنے نظریہ حق کی تائید پر مبنی ہیں اور قادیانی قاضی کی اپنے باطل نظریہ کی حمایت میں لہذا اصل بنیاد وہی نظریہ ہو گا جسے فریقین نے اختیار کیا ہوا ہے۔ جس کا نظریہ مبنی برحق ہے ان کی تمام توجیہات بھی برحق ہوں گی کیونکہ یہ قواعد فن تو مخلورہ زبان کے استقراء پر مبنی ہوتے ہیں منصوص من اللہ نہیں ہوتے اسی لئے جہاں کسی ترکیب میں قاعدہ کی فٹنگ نہ ہو سکے تو اس ترکیب کو شاذ کہہ کر گلو خلاصی کرا لی جاتی ہے ویسے بھی قواعد اکثری ہوتے ہیں لہذا اصل بنیاد نصوص قطعہ ہوتے ہیں نہ کہ قواعد فن بلکہ یہ تو محض حمایت و تائید کا فائدہ دیتے ہیں قطعیت کا نہیں۔

یاد رہے کہ یہ آخری بحث اس صورت میں ہو رہی ہے کہ جب قاضی صاحب اور ان کے ہمنوا اپنے اختزاعی قاعدہ پر ہی ڈٹے ہیں۔ ورنہ تو یہاں کوئی قادیانی قاعدہ نہ ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان کے اس باطل نظریے (وفات مسیح) کا ثبوت ممکن ہے۔

نوٹ! واضح رہے کہ قائلین حیات میں تمام مجددین و مفسرین نیز آئمہ لغت اور فن بھی شامل ہیں انہوں نے ہر بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس آیت اور دیگر آیات کی روشنی میں اس بحث کو مکمل و مدلل فرمایا ہے مثلاً علامہ زمخشری امام رازی اور ابن تیمیہ وغیرہ اکابرین علم و معرفت۔

شبہ لہم کے متعلق ایک مزید قادیانی ڈھکوسلہ

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اہل اسلام کے نظریہ کے مطابق کسی

دوسرے آدمی کو مسیح کے ہم شکل بنا کر مصلوب قرار دینے میں اللہ تعالیٰ پر التباس حق کا الزام آتا ہے۔ نیز اگر دوسرا شخص مسیح کا ہم شکل بنا کر مصلوب کر دیا جاتا تو وہ اور اس کے اقربا ضرور شور کرتے کہ وہ تو عیسیٰ نہیں۔ پھر وہ مارا بھی جاتا تو منظم رومی حکومت میں شور پڑ جاتا کہ اصل مجرم کی جگہ حکومت نے دوسرا آدمی مار ڈالا ہے اور مقتول و مصلوب کے ورثا حکومت سے اپیل کرتے اور تحقیقات پر حقیقت کھل جاتی کہ بے گناہ انسان مارا گیا ہے۔ حکومت کے کارندوں کو حکومت سزا دیتی اور وارثوں کو تلوان اور یہود کا یہ شبہ مٹا دیا جاتا کہ حضرت عیسیٰ مقتول و مصلوب ہو گئے۔ (پاکٹ بک ص ۴۵)

تبصرہ و تجزیہ

قاضی صاحب کی ایسی بے تکی اور اِکڑی اِکڑی بے مقصد باتیں محض ”ڈوبتے کو تنکے کا سہارا“ کا مصداق ہیں۔ قاضی صاحب عقائد و نظریہ ایسی گری پڑی دور از کار باتوں سے ثابت نہیں ہو سکتے۔ وہ تو واضح اور قطعی نصوص سے ثابت ہوتے ہیں۔ نصوص میں جب قلابانیت کچھ ثابت نہ کر سکی تو پھر ایسی دور از کار باتوں اور وسوسوں سے کیا بنے گا۔ جب شبہ لہم کی حقیقت ثابت ہو چکی تو اب تمہارے اس واویلہ سے کیا ہو سکتا ہے باقی رہا معاملہ کسی فرد کا مشابہ مسیح بنا دینا اور اقربا یا سرکاری کارندوں کا اس کی حقیقت کا منکشف نہ ہونا تو یہ کوئی بڑی ہلت نہیں ایسے اشتہار آئے روز پیش آتے رہتے ہیں اسی طرح کے معاملات میں عدالتیں شناخت پریڈ وغیرہ امور کا بندوبست کرتی ہیں۔ پھر جب قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ تمام لوگ اس بارہ میں شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے تھے تو پھر اس شک و شبہ کے متعلق تمہاری یہ گفتگو کس کھاتے میں جائے گی باقی رہا حکومت کا معاملہ تو وہ پہلے ہی اس مقدمہ میں اتنی دلچسپی نہ رکھتی تھی جیسے کہ اناجیل سے واضح ہو رہا ہے اس نے تو یہ کاروائی

محض یہود کے پرزور احتجاج کے پیش نظر کی تھی۔ ذرا انجیل متی کا آخری باب مطالعہ کر لیں تو اس اشتباہ اور خانہ پری کی کچھ تفصیل سامنے آجائے گی اس لئے تمہاری یہ تجویز مصلوب کے ورثا و اقربا یا سرکاری کارندوں کے متعلق محض بے معنی ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ آپ یا آپ کا کوئی نمائندہ وہاں ہوتا تو شاید اس کیس کی نوعیت کچھ دیگر ہوتی لہذا اب دو ہزار سال کے بعد تمہاری یہ تجویز محض بے کار ہیں اب جو کچھ ہو گیا اسی پر قناعت کیجئے خدا کی آخری لاریب کتاب نے اصل حقیقت امت مرحومہ پر واضح کر دی ہے جسے وہ اپنے آقائے نامدار ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں چودہ سو سال سے اپنائے ہوئے ہے اور وہ انشاء اللہ تم جیسے مجاہدین و مسلکین کی وسوسہ اندازیوں اور ویسہ کاریوں سے مخدوش نہیں ہو سکتی۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ اتنے کثیر عوام میں یہ اشتباہ کیوں صاف نہ ہو سکا تو اس کے جواب میں بندہ آپ کے ممدوح مفسر جناب احمد مصطفیٰ الراغی کی تفسیر سے ایک حوالہ نقل کرتا ہے جو آپ کے لئے اور آپ جیسے دیگر متردین کے لئے کافی ہو گا۔ چنانچہ مفسر مذکور اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

(وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم) یعنی واقعہ یوں ہوا کہ انہوں نے اسے (مسیح کو) قتل نہیں کیا جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے اور نہ ہی انہوں نے اسے سولی پر لٹکایا جیسا کہ ان کا گمان ہے اور عوام میں یہی مشہور ہو گیا۔ لیکن وقع لهم الشبه فظنوا انهم صلبو عیسیٰ وهم انما صلبوا غیرہ۔ یعنی ان کو اشتباہ پڑ گیا انہوں نے خیال کر لیا کہ ہم نے عیسیٰ کو سولی پر چڑھا دیا ہے حالانکہ انہوں نے کسی دوسرے فرد کو سولی دیدی تھی۔ اور اس جیسے اشتباہی واقعات ہر زمانہ میں پیش آتے رہے ہیں۔ عجیب عجیب واقعات منقول ہیں اور ایسے نہایت حیران کن واقعات وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

حتیٰ کہ بعض انگریز مصنفین نے ۱۵۳۹ء کا ایک پیش آنے والے واقعہ کا تذکرہ کیا ہے جو فرانس میں پیش آیا اس واقعہ میں ۱۵۰ آدمی طلب کئے گئے کہ وہ ایک شخص مارٹن کی شناخت کریں کہ آیا یہ وہی ہے تو ان میں سے صرف ۴۰ آدمیوں نے اعتماد ظاہر کیا کہ یہ وہی آدمی ہے اور پچاس نے یہ گواہی دی کہ یہ وہ نہیں ہے۔ اور باقی ساٹھ آدمی متردد رہے وہ کسی بھی رائے کا اظہار نہ کر سکے تو واضح ہوا کہ یہ شخص مارٹن نہیں ہے۔ بلکہ کوئی دوسرا آدمی ہے اور اس کے متعلق جن ۴۰ لوگوں نے وہی ہونے کی گواہی دی ہے انہوں نے دھوکا دیا ہے۔ (پھر وہ مارٹن صاحب تین سال تک اپنی بیوی کے ہمراہ بالکل پر امن طور پر اپنی عزیز و اقارب کے درمیان سکونت پذیر رہا) جو کہ تمام کے تمام اسی یقین پر تھے کہ یہ وہی مارٹن ہے۔ اس کے بعد جب عدالت نے اس کے خلاف جھوٹ ہونے کا فیصلہ کیا تو پھر اس کے متعلق ایک دوسرے محکمہ میں پھر سے تحقیقات ہوئیں جس میں تیس ۳۰ گواہ طلب کئے گئے۔ تو ان میں سے ۱۰ گواہوں نے حلفیہ بیان دیا کہ یہی مارٹن ہے اور سات نے گواہی دی کہ یہ مارٹن نہیں ہے۔ اور باقی ۱۳ آدمی پھر متردد رہے۔ تو جب اتنے لمبے چوڑے کیس اور طویل تفتیش میں بیسیوں گواہوں سے بھی معاملہ سو فیصد کلیئر نہ ہو سکا۔ تو حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ قتل و صلب کے بارہ میں اگر اشتباہ واقع ہو گیا تو کونسی بعید بات ہے۔ آخر مارٹن کے مسئلہ میں عزیز و اقارب بھی ہیں سرکاری افراد بھی ہیں پھر تفتیشی مدت بھی نہایت طویل ہے نیز کیس میں دلچسپی بھی لی جا رہی ہے۔ مگر پھر بھی معاملہ کلیئر نہ ہو سکا۔ تو ہمارے زیر بحث کیس میں تو یہ معاملہ اتنا طویل نہیں تھا۔ سرکاری دلچسپی بھی کوئی نہیں مدت تفتیش بھی نہایت مختصر ہے۔ تو دریں صورت اگر حکمت الہی کے تحت اصل واقعہ کلیئر نہ ہو سکے تو کونسی بعید بات ہے۔ لہذا قادیانی قاضی صاحب کو ایسے دور دراز کے دوسوں سے صرف نظر کر لینا چاہیے تھا۔ خواہ مخواہ ایسی نئی

بحث شروع کر کے اپنی خفت و ندامت کا سلمان فراہم نہ کیا کریں۔

آیت نمبر ۲ بل رفعہ اللہ الیہ

محترم قاضی صاحب ان آیات کے متعلق اپنی انمول تحقیقات سپرد قلم فرما رہے ہیں کہ جن کو مرزا قادیانی نے بزعم خود وقت مسیح کے عنوان سے پیش کیا ہے لیکن قاضی صاحب مرزا صاحب سے منحرف ہو کر ان آیات کو ایک نیا عنوان دے رہے ہیں کہ وہ آیت جن سے حیات مسیح پر استدلال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس عنوان کے تحت یہ پوری آیت اور اس کے متعلق اپنی تمام تر تلبیساتہ تحقیق پیش کرنے کے بعد پھر نہ رہ سکے تو انہوں نے اسی آیت کا ایک جملہ نمبر ۲ کے تحت ذکر کر کے دوبارہ قلم و قرطاس کا ضیاع کرتے ہوئے اپنے دل کی بھڑاس نکالنی شروع کر دی۔ لہذا بندہ خادم بھی مختصراً اس جملہ کے متعلق قادیانی و سوسہ نقل کر کے اس کا ازالہ کرنے کی توفیق علیم و خبیر ذات سے طلب کرتا ہے۔ لانہ ہو مولنا ونعم المولیٰ ونعم النصیر۔

قادیانی و سوسہ

قاضی نذیر صاحب بل رفعہ اللہ الیہ کے تحت کہتے ہیں

کہ یہودی انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم الخ کہہ کر یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے لہذا وہ حسب تورات مفتری تھے۔ اور قائلین مصلوبیت کا یہ بھی نظریہ تھا کہ مصلوب ہونے والا ملعون ہوتا ہے لہذا اس کے مرنے کے بعد اس کا رفع خدا کی طرف نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کی تردید کے لئے فعل قتل و صلب کی نفی فرمائی کہ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم کہ یہودی نہ مسیح کو قتل کر سکے اور نہ صلیب پر مار سکے بلکہ درحقیقت خود شبہ میں ہیں۔ مسیح کو خدا نے بچالیا مگر انہوں نے اسے مردہ خیال کر لیا۔

اس کے بعد ان کے قول اور دعویٰ قتل کی تردید کی کہ مسیح ملعون
 ہوا وہ کافر تھا گویا مومنوں کی طرح ان کا رفع نہیں ہوا یہ کہہ کر فرمایا بل
 رفعہ اللہ الیہ الخ (پاکٹ بک ص ۵۱ و ۵۲)

ازالہ وسوسہ

قلویانی قاضی محض جھوٹ بول رہے ہیں کہ یہود کا یہ نظریہ تھا کہ ہم نے
 مسیح کو قتل کر دیا ہے لہذا وہ بوجہ مفتری ہونے کے مرفوع الی اللہ نہیں ہوا
 بلکہ مسئلہ اتنا ہی ہے کہ انہوں نے قتل مسیح بذریعہ صلیب کا دعویٰ کیا تاکہ ان کو
 مفتری ثابت کر سکیں۔ رفع ہونے یا رفع نہ ہونے کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ
 نے ان کے دعویٰ کی تردید و تکذیب کر کے مسیح کی صداقت بیان فرمادی۔ اگلی
 شق کہ وہ مسیح کے رفع الی اللہ کی نفی کرنا چاہتے تھے جس کا اثبات اللہ نے بل
 رفعہ اللہ الیہ سے فرمایا۔ یہ محض قلویانی گپ اور گھڑنت ہے نہ یہود نے اس کا
 اظہار کیا اور نہ ہی اس کی تردید ہوئی ہے بلکہ صرف قتل بذریعہ صلیب کے دعویٰ
 کی تکذیب و تردید فرمانا مقصود ہے جس کے نتیجے میں آپ کی حقانیت خود بخود
 ثابت ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اگلا مرحلہ تو اس سے بھی واضح طور پر ثابت ہو
 جائے گا اس کے اظہار کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کا اہتمام فرمایا گیا
 ہے۔ یہ صرف قلویانی ڈھکوسلہ اور اختراع ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب کا ولکن شبہ لہم کا ترجمہ کہ مسیح کو خدا نے بچا
 لیا۔ مگر یہود نے انہیں مردہ سا خیال کر لیا۔ اس نظریہ سے تو ہم متفق ہیں۔ کہ
 واقعی خدا نے مسیح کو قتل و صلب سے بچا لیا اور یہود نے ان کی بجائے کسی
 دوسرے فرد کو مسیح کے مصلوب ہونے کی بنا پر مردہ خیال کر لیا۔ تو بات صاف ہو
 گئی یہود نے محض شبہ کی بنا پر مسیح کو مردہ خیال کر لیا تھا۔ لہذا اب جو طبقہ مسیح کو
 مردہ خیال کرے وہ یہود کا ہمنا نہ ہو گا؟ قاضی صاحب ذرا ذہن کے درپے کھول
 کر بات کریں۔ دیکھیں صحیح بات کیسے عجیب انداز سے تمہارے منہ سے نکل رہی
 ہے اسی طرح اللہ نے پہلے بھی ایک بات درست نکلوا دی تھی کہ جو تمہاری (پاکٹ

نے کتر بیونت کر کے پاٹ بک میں عبارت نقل کی ہے وہ اگرچہ قاضی صاحب کے موید ہو سکتی ہے مگر اکابرین امت کے مخالف ہے لہذا ہم وینبع غیر سبیل المومنین پر نہیں چل سکتے جن میں جملہ مجددین مہمین شامل ہیں جن کا انکار اور جن سے انحراف بقول مرزا صاحب بھی کفر و فسق ہے لہذا ہم جاہد حق چھوڑ کر کیونکر جاہد باطل کو اپنائیں۔ ہم میں یہ سکت نہیں یہ قادیانی ہی کو نصیب رہے۔ دراصل یہ مغرب زدہ کچھ اذہان اس فتنہ و الجاد کے زمانہ میں راہ حق سے منحرف ہوئے ہیں چنانچہ ہمارے برصغیر میں سرسید صاحب نے ان خیالات کا اظہار کیا (دیکھیے ان کی تفسیر)

چنانچہ مرزا صاحب نے سرسید کی جدت پسندی اور تعبیر دین میں معتذرانہ روش پر اپنی کتاب آئینہ کلمات میں بڑی طویل تنقید کی ہے (دیکھیے ص ۲۲۶ تا ۲۷۳) لہذا اہل حق سے منحرف ہو کر جس جدت پسندی کے نتیجے میں سرسید وغیرہ حضرات نے ان اجماعی نظریات میں الجاد انکار کا راستہ اختیار کیا ہے وہ امت مسلمہ پر کیسے ٹھوسا جا سکتا ہے۔ لہذا ہم قادیانیوں کے پیش کردہ ماڈرن قسم کے مغرب زدہ متفسرین کی تحریرات کو پرکھ کر گاہ کی حیثیت نہیں دے سکتے ہم تو اپنے اکابر آئمہ ہدی کے پیرو کار ہیں انہیں چاہتے ہیں کیونکہ ہمیں حکم ہے۔ واتبع سبیل من اناب الی۔ وہم کذالک۔

لفظ رفع کے متعلق مزید قادیانی ڈھکوسلہ

قاضی نذیر صاحب ایک بات کو بار بار مختلف انداز سے پیش کر کے ٹھوک و شبہات کی فضا پیدا کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف رہتے ہیں چنانچہ چند ماڈرن قسم کے متفسرین کے اقوال منحرفہ پیش کرنے کے بعد پھر لکھتے ہیں کہ

یہ ہم بھی واضح رہے کہ جب خدا تعالیٰ الرفع یعنی رفع دینے والا ہو تو اس سے ہمیشہ یہی مراد ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو سعادت عطا فرماتا ہے اور اپنے پیاروں کو اپنے قرب سے نوازتا ہے۔ پس خدا کے مقرب ہونے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ قرب پانے والا کوئی ملوی

رہے ہیں کہ یہود کا یہ نظریہ ہوتا تو خدا یہ فرماتا یہ ہوتا تو یہ فرماتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف یہود کی ہی تصدیق یا تکذیب کرنے کی فکر میں تھے۔ قاضی صاحب یہ قرآن کلام الہی ہے کوئی الجھاؤ یا مغالطہ آمیزی نہیں ہے اور یہ ہدی اللعالمین اور ہدی للمتقین ہے۔ ہدی للملحدین نہیں دیکھئے اس سے قبل آپ کے ہم سرشت لوگ آپ جیسی بے شمار موشگافیاں پیش کر چکے ہیں۔ واذا قيل لهم انفقوا مما رزقكم الله الخ کا جواب دیکھیے۔ قال الذين كفروا للذين امنوا انطعموا من لؤ يشاء الله اطعمه۔ (البین) ملاحظہ کیجئے اسی جیسے بیشتر مغالطے اور ٹیڑھے اقوال از جانب منکرین طہدین قرآن نے نقل کئے ہیں اب ان کی اتباع میں تم بھی یہی حرکات بد کر رہے ہو۔ کہ ایک طے شدہ نظریہ میں بیسیوں قسم کی ہیرا پھیری اور موشگافیاں لگانا محض سابقہ طہدین کی اتباع ہی تو ہے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ جب دربارہ دعویٰ یہود بات صاف ہو گئی کہ ان کے دعویٰ قتل کی تردید کر کے خدا نے اپنے پیغمبرؐ سے قتل و صلب کی نفی کر دی اور ان کے اعزاز و اکرام اور عزت و منزلت کو واضح کر دیا۔ تو اب اسے یہود کے ذمے رفع جسمی کے اعتقاد لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز تم جیسے طہدین کے فلسفہ کی کیا ضرورت تھی۔ مسیح کے رفع درجات کے اثبات کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی وہ تو ہر حالت میں سچے پیغمبرؐ کے لئے ہوتا ہی ہے۔ چاہے کوئی طبعی موت سے دوچار ہو یا شہادت سے۔ لہذا یہ رفعہ اللہ الیہ رفع درجات کے لئے نہیں بلکہ رفع جسم کے لئے ہی ہے جسے اللہ و رسول ﷺ نے اور ان کی اتباع میں تمام آئمہ امت نے واضح کر دیا ہے اور ابھی تک ان کی طبعی وفات کا ایک فرد بھی قائل نہیں ہوا ماسوائے آپ جیسے دیگر کچھ طہدین کے جن کا جمہور امت سے تفرد من شد شد فی النار کا مصداق ہے۔

ایک اور قلوبانی ڈھکوسلہ

قاضی صاحب مزید جاہد الخلو پر گامزن ہوتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
ماسوا اس کے واضح رہے کہ کسی شخص کا جسم خدا کی طرف اٹھایا جاتا محال

ہے کیونکہ اس طرح خدا تعالیٰ کو محدود فی المكان ماننا پڑتا ہے حالانکہ وہ زمان و مکان سے پاک ہے۔۔۔ بموجب آیت نحن اقرب الیہ من جبل الوریذ بندہ اور خدا کے درمیان کوئی بعد یا فاصلہ تجویز نہیں کیا جا سکتا۔ اور ادھر رفع بغیر اس کے متصور نہیں اس لئے یہ محال ہے اس لئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ

اعلم ان هذه الآیہ تدل علی ان الرفع فی رافعک الی هو رفع المنقبته والدرجات لافى المكان والجهته (تفسیر کبیر فخرالدین الرازی)

الجواب بعون العظام الوہاب

قاضی صاحب یا دیگر منکرین حیات مسیح کا رفع جسمانی کے متعلق محال ہونے کا دعویٰ محض بے بنیاد ہے خصوصاً جب کہ آج کل سائنسی ترقی ایسے مدعیوں کا بھرکس نکل چکی ہے تھلایئے آج سے سو سال قبل کون تسلیم کرتا تھا کہ ہزاروں ٹن لوہا فضا میں ہزاروں میل کی رفتار سے محو پرواز ہو سکتا ہے۔ مگر آج اس کا مشاہدہ سب قادیانی اور غیر قادیانی کر رہے ہیں۔ تو جب ایک صدی قبل کا محال ٹوٹ پھوٹ گیا اور وہ بھی انسانی ہنرمندی کی بنا پر۔ تو خود خدائے قادر اگر کسی جسم مادی کو آسمان پر لیجانا چاہے تو اس کو کون پاگل غیر ممکن اور محال کہے گا۔ اور ادھر خود مرزا قادیانی ایسے فلسفیوں پر فتویٰ کفر لگا چکے ہیں جو خدا کی قدرت کو اپنے قوانین میں محدود سمجھتے ہیں۔ لہذا قادیانی قاضی کی یہ فضول محالیت بالکل اظہار حماقت ہے۔

باقی رہا ان کا امام رازی کا قول نقل کرنا تو وہ بھی محض ایک فراڈ اور افترا ہے کیونکہ امام رازی بالصراحت اور بار بار ہر آیت متعلقہ کے تحت متعدد مرتبہ عقیدہ رفع جسمانی کا اظہار کر رہے ہیں بلکہ پیش آمدہ طہرین منکرین کے کئی شبہات کے جوابات بھی دے رہے ہیں۔ ان کو کہاں تک نقل کروں وہ تو ایک رتی بھی امت مسلمہ کے اجماعی موقف سے الگ نہیں۔

امام رازی آل عمران آیت ۵۵ کے مواعد اربعہ کی وضاحت کرتے ہوئے چوتھے وعدے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا کے تحت یہ مقولہ نقل فرما رہے ہیں کہ آیت ورافعک الی میں اصل رفعت مرتی ہی مقصود ہے نہ کہ مکانی اور جہتی جیسا اس جملہ میں فوقیہ سے مراد فوقیت مرتی ہے کہ ہم آپ کے پیرو کاروں کو مخالفوں پر برتری عطا فرمائیں گے۔ یہ اصل مقصد ہے۔ قلبیانی قاضی کو یہ جملہ ملا تو فوراً خوش ہو کر اہل حق کے خلاف استعمال کرنے کو دوڑ پڑے حالانکہ امام کا اصل مقصود یہی ہے جو میں نے عرض کیا ورنہ اگر یہ مقصد نہ ہو بلکہ قلبیانیوں والا ہو تو ان کی سابقہ بے شمار تصریحات کس کھلتے میں جائیں گی لہذا ان کا اصل مقصود یہی ہے کہ مسیح کو واقعہ آسمان پر بحمد لے جایا گیا جس سے مقصد رفع درجات اور اعزاز اکرام ہی ہے جیسے قصہ یوسف میں ورفع ابوہ علی العرش میں یہی اعزاز اکرام مقصود ہے کہ ماں باپ کو ظاہراً تحت پر بٹھایا جس سے مقصد اعزاز اکرام تھا نہ کہ صرف تحت پر بٹھانا۔ جیسے اگر کوئی کسی مہمان کو چارپائی یا کرسی پر بٹھاتا ہے، تو وہاں دو حقیقتیں ہوتی ہیں مہمان کے جسم ملوی کو مکرسی یا تخت وغیرہ پر ظاہراً بٹھانا اور دوسرا اس کا اصل مقصد وہ اعزاز اکرام ہے۔ گویا یہ ظاہری بٹھانا اس حقیقی اعزاز ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اسی طرح سید دو عالم ﷺ کو اگر بحمد ہفت الفلاک سے بھی اوپر لے جایا گیا تو اس جسمانی رفع سے اصل مقصود وہی حقیقی اعزاز اکرام تھا جس کو لئریہ من آیاتنا میں واضح فرمایا گیا ہے۔ یا جیسے کوئی بادشاہ۔ حاکم یا بڑا آدمی کسی کو اپنے دفتر یا گھر پر بلاتا ہے تو اس ظاہری جسمانی بلاوے سے مقصود اسے اپنے ساتھ ظاہراً مسند پر بٹھانے سے غرض وہی اعزاز اکرام حقیقی اور معنوی ہی ہوتا ہے۔ لہذا اگرچہ یہ دونوں ہی فعل مقصود ہیں مگر ظاہری فعل اصل مقصد کے ضمن میں آجاتا ہے اگرچہ وہ ظاہراً پوشیدہ اور مخفی ہے لیکن عقلاء کے نزدیک وہی اصل ہوتا ہے اور یہ ظاہری فعل ضمنی بن جاتا ہے ایسے ہی مسیح کے رفع جسمانی سے اصل غرض و غایت وہی حقیقی اور معنوی اعزاز اکرام ہی ہے اگرچہ ظاہری رفع واضح ہے مگر حقیقی طور پر یہ باطنی مقصد کے تابع ہو جائے گا فانبع فلا نکرن من الہا لکین اس وضاحت کے

پیش نظر لہذین کے پیش کردہ کوئی بھی اشکل و اعتراض لازم نہ آئے گا۔ دیکھیے خانہ کعبہ کو خدا کا گھر کہا جاتا ہے اور سب یہی کہتے ہیں حتیٰ کہ قادیانی بھی یہی مخلوہ استعمال کرتے ہیں مگر اس سے صرف اس مقام کا اعزاز و اکرام کا اظہار ہی مقصود ہوتا ہے۔ نہ کہ خدا کا اس مکان میں محدود و مقید ہو جانا مقصد ہے۔ یہی معاملہ بھت علویا آسمان کا ہے کہ وہ بھی بوجہ علو ظاہری کے علو حقیقی کو مستلزم ہے لہذا آسمانی بھت کو کسی کے اعزاز و اکرام کے اظہار کے لئے استعمال کر لیا جاتا ہے کیونکہ انسانی عقل و فکر میں ظاہری علو کو حقیقی علو مرتبت کے ساتھ نہایت مناسبت اور مطابقت ہوتی ہے چنانچہ مرزا قادیانی بھی زیر آیت ارجعی الی ربک کے تحت اسی حقیقت کو تسلیم کر رہے ہیں۔ دیکھیے ان کی کتاب تحفہ گولڈویہ ص ۱۳ خزائن ص ۱۰۸ ج ۱۷ نیز ایک جگہ صاف لکھتے ہیں کہ وہ خدا جو آسمان میں ہے (خزائن ص ۲۹۹ ج ۱۵) تو کیا اس سے مراد خدا کے لئے بھت اور مکان تسلیم کرنا ہے؟

اسی طرح متعدد قرآنی نصوص اس پر دل ہیں حدیث بھی اسی کی موید ہے جس کے حوالہ جات سابقہ مضامین میں مندرج ہو چکے ہیں۔ لہذا ایسے وسوسوں سے قادیانی قاضی صاحب بے بچہ بچہ اپنے لٹولے کے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے دیکھیے حوالہ کے لئے تفسیر کبیر ص ۵۹ ج ۲ طبع بیروت۔ لبنان۔

دوسرا حوالہ علامہ محمود شلتوت صاحب مصری

یاد رہے کہ اس سے قبل بندہ خلوم یہ حقیقت واضح کر چکا ہے کہ ہمارا نظریہ رفع جسدی اور حیات و نزول کی بنا نصوص قطعہ (قرآن و حدیث) پر ہے جس کی تصدیق و تائید تمام آئمہ مفسرین سابقین اور آئمہ مجددین مسلمین نے اتفاقاً فرمائی ہے چنانچہ ابن جریر رحمہ اللہ سے لے کر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تک تمام تقاسیر بالفعل بندہ کے سامنے ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی کوئی تفرق اختیار نہیں فرمایا۔ تو جب یہ جملہ اکابر امت مسلمہ مجددین و مسلمین ایک طرف ہوں تو ان کے بعد زمانہ حال کے کچھ ماڈرن قسم کے اور آزاد طبع مفسرین کی حمایت و تائید کی ہمیں کچھ

ضرورت نہیں ہے چاہے وہ کوئی مصری سکالر ہو یا ہندوستانی۔ کیونکہ بقول مرزا صاحب ہمارے لئے تو سلف خلف کے لئے وکیل ہوتے ہیں نہ خلف۔ (ازالہ اوہام ص ۷۴۳)

لذا اگر اس قسم کے بیسیوں حوالہ جات بھی آپ اپنی حمایت میں نقل کریں تو بھی وہ ہمارے لئے مضر نہیں ہوں گے۔ ہمارے لئے تو وبتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی۔ کا فرمان الہی موجود ہے۔ لہذا ہمارے ہاں کسی شکتوت وغیرہ ماڈرن قسم کے متفسر کی کوئی وقعت نہیں ہے ایسے ہی صاحب النار علامہ رشید رضا کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ہلتی رہا قاضی صاحب کا تفسیر مراغی کا حوالہ تو وہ قاضی صاحب کی نسبت ہمارا زیادہ موید ہے مطالعہ تفسیر شرط ہے۔ جو کہ بالفعل میرے پاس موجود ہے۔ دیکھیے علامہ مراغی لکھتے ہیں

(ومکروا ومکر اللہ) ای ومکر اولئک القوم الذین علم عیسیٰ کفرہم من الیہود بان وکلوا من یقتله غیلۃ
ومکر اللہ - فابطل مکرہم فلم ینجوا فیہ
ورفع علیہ اسلام الی السماء والقی شبہ علی من
قصدا غتیالہ حتی قتل۔ (تفسیر مذکور ص ۱۶۸ ج اول۔)

دیکھیے علامہ مراغی نے مکر اللہ اور ولکن شبہ لہم کی تفسیر بمع رفع جسدی کا واضح اعتراف کر لیا ہے۔ اس کے بعد وہ انی متوفیک ورافعک کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اس آیت کی تفسیر عند العلماء دو طرح پر ہے۔

ایک طرز میں وہی تقدیم و تاخیر والی۔ جس کو قادیانی تحریف و الحاد کا عنوان دیتے ہیں والاصل انی رافعک الی و متوفیک ای انی رافعک الان و ممینک بعدا لنزول من السماء فی الحین الذی قدر لکد وعلی هذا فهو قد رفع حیا" بجسمہ و روحہ وانہ سینزل آخر الزمان فیحکم بین الناس بشر یعتنا" ثم یتوفاه الغد ص ۱۶۹

اس کے بعد مفسر دوسری تاویل نقل کرتے ہیں جس میں سے قاضی صاحب

بک ص ۴۳) پر یوں درج ہے کہ
 شبه القتل والصلب لہم کہ قتل کئے جانے اور صلیب دیئے جانے کا
 معاملہ یہودیوں پر مشتبہ ہو گیا اور انہوں نے غیر مقتول اور غیر مصلوب کو
 مقتول و مصلوب ہونے کا گمان کر لیا۔

ان دونوں عبارتوں کو بار بار بغور پڑھو اور دیکھو کس طرح صحیح بات خدا نے
 تمہارے منہ سے نکلوا دی ہے تمہارے قلم سے لکھا دی ہے اور تمہیں شعور بھی
 نہ ہو سکا اب یہ بھی غور کرو کہ جب تم پر اصل حقیقت مشتبہ ہو گئی تو یہود پر مسیح
 کا معاملہ کیوں مشتبہ نہ ہو گیا ہو گا؟ قاضی صاحب بھلائی اسی میں تھی کہ آپ صحیح
 نظریہ کو اپنا لیتے محض ایسی تلبیات کے چکر میں نہ آتے اور نہ دوسرے کو ڈالتے
 اور پھنساتے۔ ہاں اگر قاضی صاحب یا کوئی دیگر قادیانی جیالا یہ واضح مفہوم تسلیم نہ
 کرے تو ہم پھر عرض کریں گے کہ تم اہل حق کی تقدیر کلام قتلوا وصلبوا من
 شبہ لہم پر تو بڑے چسپیں بچیں ہوئے تھے۔ مگر تمہارا یہ ترجمہ کس قاعدہ کی بنا پر
 ہے کہ

مسیح کو خدا نے بچا لیا مگر انہوں نے اسے مردہ خیال کر لیا۔ (ص ۵۲)

بتائیے مگر انہوں نے اسے مردہ خیال کر لیا۔ یہ کن الفاظ قرآنی کا ترجمہ ہے۔

پھر قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ یہود کا نظریہ تھا کہ مسیح درحقیقت ان کے علماء
 کے فتویٰ پر مارا گیا ہے اس لیے وہ رفع الی اللہ سے محروم رہ گیا پس خدا تعالیٰ
 نے مسیح کے مقتول و مصلوب ہونے کی نفی بھی فرمادی اور بل رفعہ اللہ الیہ
 کہہ کر یہودیوں کے مزعومہ نتیجہ کی تردید بھی فرمادی کہ وہ ملعون ہو گیا ہے
 یہودیوں کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ جو صلیبی موت سے بچ جاتا ہے اس کا جسم آسمان کی
 طرف اٹھایا جاتا ہے اگر ایسا خیال ہوتا تو پھر بل رفعہ اللہ الیہ کے یہ معنی قرار
 دینے کا امکان ہوتا کہ خدا نے مسیح کو آسمان پر اٹھالیا ہے۔ (پاکٹ بک ص ۵۳)

الجواب بعون اللہ العلام

ملاحظہ فرمائیے کہ جناب قاضی صاحب کیسی بڑے اور گری پڑی باتیں کر

بعضہم فوق بعض درجات۔ نرفع درجات من نشاء۔ رفیع الدرجات ذوالعرش۔

گویا اصل لغوی معنی رفع کا رفع جسمانی ہی ہے مگر مجازاً "رفع درجات کے لئے بھی آتا ہے مگر اس وقت لفظ درجہ۔ مکان وغیرہ قرینہ بھی مذکور ہو گا۔

قادیانی قاعدہ بالکل بے اصل ہے کہ جب خدا کی طرف رفع منسوب ہو تو وہاں صرف درجہ کی بلندی ہی ہوتی ہے۔ فرمائیے رفع السموات میں آسمانوں کی شان کی بلندی مراد ہے یا ان کے وجود ہی کو بلند کرنا مقصود ہے۔ رفعنا فوقکم الطور میں۔ کوہ طور کے درجات کی بلندی مراد ہے یا اس کے جرم و جسم ہی کو اوپر کیا گیا تھا۔ ایسے ہی قاضی صاحب نے اذا تواضع العبد رفعه اللہ وال روایت پیش کی ہے۔ مگر ان کے حواس ان کا ساتھ دیتے تو سمجھ لیتے کہ یہ رفع جسمانی تو ایک انتہائی اعزاز ہے یہ ہر ایک متواضع کو تو جسمانی طور پر نہیں مل جاتا بلکہ صرف خاص الخاص اعزاز ہے جو عالم وجود میں صرف چند ہی افراد کو میا ہوا ہے ورنہ یہ عزیزاً "حکیم" کا مصداق ہی نہیں رہتا۔ اصل بات یہ ہے کہ قادیانی نظریات کی بنیاد ہی امور عاد یہ مستمرہ پر رکھی گئی ہے کہنے کو تو مرزا صاحب قدرت الہیہ کو محدود ماننے والے فلسفیوں کی تکفیر کرتے ہیں مگر خود اس کفر کے گرداب میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں یہ عقل ناقص کی گرفت سے باہر نہیں جاتے اور یہ ان کی مجبوری ہے کیونکہ اسکے بغیر وہ اپنے باطل نظریات کو ثابت نہیں کر سکتے علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ رفع درجات بھی رفع جسمانی کے مثل نہیں کیونکہ بلندی درجات کا مصداق بھی جنت میں پورا ہو گا اور وہ اوپر ہی ہے نیچے کو نہیں گویا رفع درجات بھی بالآخر رفع جسمانی ہی کو مستلزم ہے۔

معراج جسمانی اور قادیانی گروہ

امتہ مسلمہ کا ہر فرد اس حقیقت و اقیعہ پر پختہ یقین رکھتا ہے کہ سید دو عالم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے اس جسد عنصری کے ساتھ رات کے ایک مخصوص حصہ میں بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر وہاں سے ہفت افلاک کے اوپر جہاں تک چاہا۔

بیداری کی حالت میں سیر کرائی ہے۔ اور اس مسئلہ میں قیامت تک جتنے بھی اشکالات۔ استبعادات اور وسوسے پیش آسکتے تھے ان سب کا رد لفظ سبحان سے پہلے ہی فرما دیا مگر قادیانی جو کہ سفلی الطبع فلسفیوں کے پیرو کار اور معتقد ہیں اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ معراج صرف ایک درجہ کی روحانی سیر تھی۔ جسمانی نہ تھی۔ اس لئے قاضی صاحب نے لفظ رفع کے متعلق شہادت پیش کرنے کے بعد مسئلہ معراج کے متعلق گفتگو شروع کر دی تو بندہ عرض کرتا ہے۔ کہ یہ قادیانیوں کی مجبوری ہے۔ کہ وہ خدا کی قدرتوں کے قائل نہیں ہوتے وہ صرف عام قواعد تکوین کے تحت ہی رہتے ہیں۔ اس لئے نہ تو وہ مسئلہ رفع مسح کے قائل ہیں اور نہ ہی آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی کے قائل۔ بالفرض اگر یہ ایک مسئلہ علی وجہ الحقیقہ تسلیم کر لیں تو دوسرا مسئلہ ان کو از خود تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ لہذا یہ طبقہ جب حیات مسح کے منکر ہوئے تو لازماً ان کو معراج جسمانی کے بھی منکر ہونا پڑے گا۔ جب کہ امت مسلمہ دونوں مسائل میں خدا کی قدرت نامہ کے تحت اصل حقیقت یعنی رفع جسمانی اور معراج جسمانی کے قائل ہے کیونکہ ان کے خالق و مالک نے دونوں کے وقوع کا امکان بلکہ بالفعل وقوع کی خبر دیدی ہے۔ کہ میں اپنے حبیب کو عین بیداری میں جسمانی طور پر ہفت افلاک کے اوپر لے گیا۔ اس لئے کہ میں ہر قسم کے نقص و عیب سے مبرا و منزہ ہوں۔ سبحان الذی اسری بعبدہ اور دوسرے موقع پر واضح فرمایا کہ میں اپنے مسح کو بھی یہود کے شر سے بچا کر زندہ ہی جسمانی طور پر آسمان پر لے گیا تھا کیونکہ میں عزیزاً حکیمان ہوں۔ میں سب کچھ کر سکتا ہوں میں چاہوں تو آسمانی مخلوق کو زمین پر بسا دوں اور چاہوں تو زمین والوں کو آسمان پر رہائش پذیر کر دوں۔ چنانچہ میں اس دار دنیا کے بعد اپنے کامیاب بندوں کو آسمانی جنت میں ہی جگہ دوں گا۔ میں تو سب کچھ کر سکتا ہوں دیکھو یہ کون کر رہا ہے۔ کسی بندہ نے اپنے وسائل سے ایسا نہیں کیا کہ تمہیں تعجب ہو۔ اور اب اے جاہل منکرو بات بہت آگے بڑھ گئی ہے کہ بندوں نے میری دی ہوئی عقل سے ہزاروں من وزنی لوہے کا جہاز بنا کر گھنٹوں فضا میں اڑا دیا ہے۔ کئی قسم کے طیارے وغیرہ فضا میں اڑا رہے ہیں اب

ان واقعات کے (رفع مسیح اور معراج مصطفیٰ) یہ کون سا تعجب ہو سکتا ہے۔ کیا خود میں ایسا نہیں کر سکتا؟ جبکہ تم سب کچھ کر رہے ہیں؟ وما قدرہ اللہ حق قدرہ ناظرین کرام مندرجہ بالا تفصیل سے رفع مسیح اور معراج جسمانی کے متعلق جملہ قادیانی شہادت ہبا"ء منشورا ہو جاتے ہیں۔ لہذا ہمیں اس بارہ میں مزید مغز ماری کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ کہ ہم تمہاری طرح الٹی سیدھی تو جیہات نکالتے ہی جائیں کبھی بحوالہ نحو کوئی ڈھکوسلہ اور کبھی کسی اور انداز سے کوئی شگوفہ چھوڑ دیا تو یہ سب کچھ ممکن تھا مگر اصل نظریہ ثابت ہو جانے کے بعد یہ موشگافیاں محض ضیاع اوقات کے زمرہ میں آجاتی ہیں مثلاً" یہ کہنا کہ رفع الی السماء کے ثابت ہو جانے پر بھی محض رفع روحانی ہی ہو گا نہ کہ جسمی کیونکہ رفعہ اللہ الیہ میں رفع کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے رفع دینے سے مراد رفع جسمی نہیں ہوتا بلکہ محض رفع درجات ہوتا ہے۔

اب بتائیے یہ قاعدہ کہاں لکھا ہے کہ رفع کا فاعل جب خدا ہو تو وہاں صرف رفع روحانی ہی ہو گا کیونکہ اس سے خدا کا محدود فی المکان والجمتہ ہونا لازم آتا ہے جو کہ محال ہے۔ فرمائیے اس استلزام کو کسی مجدد و ملہم نے سابقین میں سے تحریر فرمایا ہے یا صرف قادیانی ہی کو سوجھا ہے اور استلزام مکان و جہت کی بنا پر اس کو کس کس نے محال ہونا لکھا ہے؟ آخر سینکڑوں تفاسیر و کتب عقائد موجود ہیں کیا ان میں سے کسی نے رفع جسمانی کا انکار بوجہ استلزام جہت و مکان کے تحریر فرمایا ہے؟ میرا تمام قادیانیوں کو چیلنج ہے کہ ملت اسلامیہ کے کسی بھی معتبر مفسر یا فریقین کے مسلمہ مجدد و ملہم نے اگر کہیں بھی ایسا تحریر فرمایا ہو تو بتلائیے۔ یہ محال محض مرزا قادیانی اور اس کی ذریت باطلہ ہی کو سوجھا ہے۔ جب کہ اہل اسلام ایسے معاملہ میں محض اعزاز و تکریم ہی سمجھتے ہیں۔ دیکھیے اگر کوئی میزبان کسی معزز مہمان کو کرسی یا چار پائی پر بٹھائے گا تو اس سے مقصود مہمان کا اعزاز و اکرام ہی ہوتا ہے۔ یاد رکھیے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے۔ و رفع ابوہ علی العرش کے مطابق اپنے والدین کو تخت شاہی پر جسمانی طور پر بٹھایا تھا تو اس سے مقصود بھی ان کا اعزاز و تکریم ہی تھا۔ نہ کہ لفظ رفع سے مراد محض اعزاز و تکریم

ہے حسی و جسمانی رفع نہیں۔ چونکہ ہر فعل کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک حسی دوسرا معنوی۔ تو دریں صورت ایک پہلو سے صرف نظر نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی افسر کسی ملزم کو نیچے زمین پر بٹھاتا ہے تو اس سے مقصود اس کی توہین و تحقیر ہوگی۔ اور اگر انگریز گورنر مرزا قادیانی کو اپنے دربار میں کرسی پر بٹھاتا تھا تو اس سے مقصود بھی مرزا کی تکریم ہی تھی نہ کہ مطلق رفع جسمانی۔ تو گویا مرزا کو کرسی ملانا ان کی اعزاز و تکریم کے لیے تھا۔ تو اب اگر کوئی قادیانی اس واقعہ میں یہ کہنے لگے کہ مرزا کو حسی اور ظاہری طور پر کرسی نہیں ملتی تھی بلکہ اس سے مراد محض ان کی تعظیم و تکریم تھی۔ تو ایسے آدمی کو کون صحیح الدماغ کہے گا؟ اسی طرح رب کریم نے حضرت مسیح کو جسمانی طور پر آسمان پر اٹھالیا۔ تو کوئی محال بات نہیں بلکہ اس سے مقصود بھی ان کی رفعت منزلت ہی ہے۔ مگر اس سے رفع جسمانی کا انکار جو کہ پہلا حصہ اور پہلو ہے محض حماقت و جہالت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا محدود فی المكان والجمتہ ہونا بھی لازم نہیں آتا کہ جس کے نتیجے میں ہم رفع کو ہی محال کہنے لگیں۔ جیسے مسجد کو خانہ خدا کہتے ہیں۔ بیت اللہ کہنا کعبہ کی اظہار عظمت کے لئے ہے اسی طرح اللہ کے لیے الہ فی السماء والہ فی الارض سے بھی محال کے لزوم و استلزام کا خطرہ نہیں وامنتم فی السماء کی نصوص سے اگر اس کی محدودیت لازم نہیں آتی تو رفع اللہ الیہ سے بھی کسی محدودیت کا خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ قاضی صاحب اور ان کے ہم نوا بالکل بے فکر رہیں۔ آپ اءمنتم فی السماء کا ترجمہ مرزا محمود کی تفسیر صغیر میں ملاحظہ کر لیں۔

خود صاحب رسالت ﷺ نے جب ایک باندی سے دریافت فرمایا کہ این اللہ تو اس نے اشارہ کر کے بتایا فی السماء (مکھو) تو رفع اللہ الیہ سے خدا کی محدودیت جو کہ مستلزم محال ہے کیسے لازم آجائے گی۔ قاضی صاحب آخر کچھ تو خدا کا خوف کیا ہوتا آپ محض ایک لای عقل انسانی ڈھانچے کی حمایت و تائید کے لئے نصوص قطعہ سے انکار و انحراف کی روش اختیار کر رہے ہیں۔ یا للعجب۔ جناب مرزا صاحب گرونانک کے چولہ کا آسمان سے اترنا تو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ان کے ہاں سترہ سکھوں کا عقیدہ ہے مگر سوا رب مسلمانوں کا عقیدہ نزول مسیح

تسلیم کرنے سے شرماتے ہیں یا للعجب۔

قاضی صاحب کا میرسیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مزید اشکال

میرسیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب شہادہ القرآن میں ایک علمی نکتہ بیان فرمایا تھا۔ کہ دیکھیے آیت کریمہ وما قتلوه وما صلبوه وما قتلوه یقینا۔ بل رفعہ اللہ الیہ۔ میں چار ضمیریں مسلسل آئی ہیں جو کہ تمام کی تمام حضرت مسیح کی طرح ہی راجع ہوتی ہے جن کا ذکر اس سے قتل انا قتلنا المسیح میں ہے۔ تو جب ان کا مرجع ”مسیح“ جسم و روح دونوں کا مرکب ہے تو لازماً اس کی طرف راجع ہونے والی چار ضمائر بھی اس جسم و روح کے مجموعہ یعنی مسیح ہی کی طرف راجع ہوں گی لہذا واضح ہو گیا کہ جس مجموعہ جسم و روح کو یہود نے قتل کرنے کا دعویٰ کیا اللہ تعالیٰ نے اسی مجموعہ جسم و روح سے قتل و صلب کی نفی فرمائی اور اسی مجموعہ جسم و روح کو رفعہ اللہ الیہ کا مقام حاصل ہوا۔ اس وجہ سے قادیانیوں کا صرف رفع روحانی کا نظریہ سراسر باطل ہے۔ ورنہ انتشار ضمائر لازم آئے گا جو کہ سراسر ناجائز ہے۔

قاضی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہیں کہ

مولوی صاحب کی یہ دلیل نہایت کمزور ہے کیونکہ فعل قتل و صلب صرف جسم پر وارد نہیں ہوتا بلکہ اس سے روح بھی متاثر ہوتی ہے۔ لیکن جب رفع کی نسبت خدا کی طرف ہو تو پھر مراد رفع روح ہی ہوتا ہے۔ نیز جسم سے علیحدہ ہو جانے کے بعد روح کو ایک لطیف جسم دیدیا جاتا ہے۔ جس سے وہ نقل و حرکت کرتی رہتی ہے چنانچہ جن انبیاء کو آنحضرت نے آسمانوں پر دیکھا ان کی ارواح ایسے ہی نورانی اجسام میں تھیں نیز صرف روح کو انسانی نام نہیں دیا جاتا مگر جب وہ نورانی جسم سے متعلق ہو جاتی ہے تو اس کو ان کے نام سے موسوم کیا جاتا سکتا ہے۔ جیسے کہ انبیاء کرام واقعہ معراج میں۔ لہذا اس طور پر انتشار ضمائر بھی

لازم نہیں آتا کیونکہ آپ کی روح مبارک کو ایک نورانی جسم سے متعلق کر کے آسمان پر لے جایا گیا تھا۔ (پاکٹ بک ص ۶۳ تا ۶۵)

تبصرہ تجزیہ

قاضی صاحب کی یہ تمام فلسفیت محض بیکار ہے۔ کیونکہ جب رفع جسمانی کا امکان بلکہ وقوع دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا تو پھر ایسے ایچ پیج کا کیا فائدہ؟ پھر ہمارا استدلال صرف ضمائر کے قاعدہ پر مبنی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ پر ہے انجیل بھی اسی کی گواہی دے رہی ہے۔ اکابرین امت اور مجددین مہمین تمام کے تمام اسی رفع جسمانی پر انقل کلی رکھتے ہیں لہذا ہمارے یہ اسلاف ہمارے لئے بطور وکیل اور گواہ ہیں جن کی گواہی کو تسلیم کرنا ہمارے لئے از روئے قرآن و سنت ضروری ہے ورنہ وبتبع غیر سبیل المومنین کے بھیانک انجام کا خطرہ دامن گیر ہو گا ہم تو یونوں بالغیب کے زمرہ میں آنا چاہتے ہیں ہم صرف مشاہدہ کے پجاری نہیں ہم تو صدیق اکبر ﷺ کے کردار کو ملحوظ رکھتے ہیں کہ جب آپ کی زبان اقدس نے گواہی دیدی کہ میں راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور ہفت افلاک سے بھی اوپر ہو آیا ہوں تو پھر ایمان بالرسالت کا تقاضا محض سر تسلیم خم کرنا ہی ہوتا ہے حجت بازی اور من مانی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ ورنہ فلا وربک کا کوڑا برسنے کا زبردست خطرہ سامنے ہو گا۔ العیاذ باللہ۔ باقی انبیاء کرامؑ کے واقعتہ "معراج میں اجسام مثالیہ نوریہ تھے سوائے خاتم الانبیاء اور مسیحؑ کے واقعی سب اجسام ایسے ہی تھا۔ یہ اس لئے کہ ان کے اجسام ان کی قبور ارضی میں مدفون تھے مگر اس وقت باقی انبیاء کی طرح زمین پر نہ مسیح کی قبر تھی اور نہ ہی خاتم الانبیاءؑ کی اس لیے یہ دونوں حضرات بجدہ موجود تھے۔ نیز پھر بھی ان کے اسماء کے تحقق کے لئے ارواح کے ساتھ اجسام تو تھے نورانی ہی سہی تو بھی یہی بات صحیح ہوتی کہ نام صرف روح کا نہیں ہوتا بلکہ جسم اور روح دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ فافہم

قاضی صاحب کی پیش کردہ

تیسری آیت جس سے اہل اسلام حیات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔
 وان من اهل المکتب الا لیومنن به قبل موتہ ویوم القیامتہ یکون علیہم

شہیداً

قاضی صاحب اس کا ترجمہ یوں پیش کرتے ہیں۔

یہ آیت بل رفعہ اللہ الیمکے بعد آتی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اہل کتاب میں سے ہر ایک اس واقعہ قتل و صلب کو مانتا رہے گا۔ اپنی موت سے پہلے پہلے اور قیامت کے دن مسیح ایسا ماننے والوں پر گواہ ہو گا (کہ وہ نہ اس کو قتل کر سکے تھے نہ صلیب پر ہی مار سکے تھے بلکہ وہ طبعی وفات کے بعد مرفوع الی اللہ ہوئے تھے نہ جیسا کہ ان کا زعم تھا کہ وہ مارے گئے اور ملعون ہوئے)

اس آیت میں سیاق کلام کے لحاظ سے ضمیر بہ کا مرجع یہودیوں کا مزعوم واقعہ قتل و صلیب ہے اور موتہ کی ضمیر کا مرجع ہر اہل کتاب ہے جو موافقنہ و موصلبہ کے قرآنی اعلان سن لینے کے بعد بھی ضد سے اپنی زندگی میں یہی عقیدہ رکھے ہوئے ہیں کہ مسیح قتل ہو گیا ہے یا صلیب پر مارا گیا ہے اور یکون کا فاعل

ترجمہ از قادیانی قاضی

اور جب خدا نے نبیوں کا عہد لیا کہ جو بھی کتاب و حکمت میں

تمہیں دوں پھر تمہارے پاس کوئی ایسا رسول آئے جو اس کلام کو پورا کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا اور فرمایا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے ذمہ داری قبول کرتے ہو اور انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں

سے ہوں۔

اس آیت کے دو معنی کیے جاتے ہیں اول یہ کہ تمام نبیوں سے رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا گیا دوم یہ کہ ہر پہلے نبی سے پچھلے نبی پر ایمان لانے اور اسکی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا۔

یہ عہد انبیاء سے ان کی قوموں کے لیے لیا گیا کہ وہ اپنی قوموں کو ہدایت کر جائیں کہ آنحضرت ﷺ یا آئندہ آنے والے نبی پر ایمان لائیں اور اس کی نصرت کریں کیونکہ نبی بوجہ امام ہونے کے قوم کا بھی نمائندہ ہوتا ہے اگر عہد کرنے والا نمائندہ خود موجود ہو تو اس کا اور اس کی قوم کا یہ اخلاقی اور شرعی فرض ہوتا ہے کہ اس عہد کی پابندی کریں اوپر کے دونوں معنوں کے لحاظ سے یہ امر واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے بارہ میں ان پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کرنے کا ضرور عہد لیا گیا پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو اس عہد کے مطابق جو ان سے اللہ نے لیا تھا ان کا فرض تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے غزوات میں شامل ہو کر آپ کی مدد کرتے اور خدا کے لیے جس نے عہد لیا تھا یہ واجب تھا کہ وہ انہیں نصرت کے لیے ضرور بھجوا دیتا چونکہ وہ کسی غزوہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شامل نہیں ہوتے اس لیے یہ امر ان کے وقت یافتہ ہونے پر روشن دلیل ہے ورنہ معاذ اللہ انہیں بدعہد ماننا پڑے گا جو محال ہے اگر یہ کیا جائے کہ انہیں خدا تعالیٰ نے روک دیا تو پھر خدا پر الزام آتا ہے کہ نصرت کا عہد لینے کے بعد جب ضرورت حقہ موجود تھی اس نے مسیح کو کیوں روک دیا؟۔

دوسرے انبیاء تو غزوات نبویؐ میں اس لیے شریک نہ ہوئے کہ وہ وفات یافتہ تھے لہذا عیسیٰ علیہ السلام کی عدم شمولیت کی وجہ بھی لازماً ان کی وفات ہی کی۔ (پاکٹ بک ص ۳۸ تا ۴۰)

خلاصہ استدلال آیت کے دو مفہوم لیے گئے ہیں

- ۱- اول یہ عہد ہر سابق نبی سے لاحق نبی کی نصرت و تعاون کے لیے لیا گیا۔
- ۲- دوم یہ کہ تمام انبیاء و رسل سے خاتم الانبیاء ﷺ کی نصرت تعاون کے لیے عہدہ و میثاق لیا گیا۔

پھر لکھا۔ کہ دونوں معانی کی رو سے یہ بات واضح ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی نصرت و تعاون کا عہد لیا گیا۔ کیونکہ شق اول کے طور پر حضرت عیسیٰ نبی سابق ہیں تو ان سے نبی لاحق یعنی آنحضرت کے لیے نصرت و تعاون کا معاہدہ لیا گیا۔

اور شق ثانی کے لحاظ سے یعنی تمام انبیاء سے آخری رسول محمد رسول اللہ ﷺ کی نصرت و تعاون کا عہد لیا گیا ہے۔ بہر صورت ہر دو معنی کے لحاظ سے حضرت مسیح سے آنحضرت ﷺ کی نصرت و تعاون کا وعدہ مستحق ہو چکا ہے۔

میثاق النبیین پر قادیانی تضرع

قاضی نذیر صاحب مندرجہ بالا حقیقت تسلیم کرتے ہوئے اس پر یہ تضرع مرتب کرتے ہیں کہ حسب میثاق حضرت مسیح پر خاتم الانبیاء ﷺ کی نصرت و تعاون لازمی تھا جب کہ ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام اس میثاق کو عملی طور پر بوجہ وفات طبعی نبھانہ سکے مگر مسیح کو نبھانا لازمی تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ آپ غزوات نبویہ میں سے کسی میں بھی شریک ہو کر اس میثاق کو عملی جامہ نہ پہنا سکے تو ثابت ہوا کہ آپ کی عدم شمولیت بھی (جو کہ ایک امر مسلم ہے) بوجہ وفات طبعی کے ہوئی فثبت منه ان المسیح قد مات مثل المرسلین سواہ

قادیانی کی رگ اعتراف و الحاد

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ حسب میثاق خدا پر لازمی تھا کہ وہ مسیح کو غزوات نبویہ میں شمولیت کا موقعہ فراہم کرتا ورنہ آپ پر عدم ایفا کا الزام عائد ہوگا جو کہ شان انبیاء کے منافی ہے اسی طرح خدا نے موقعہ نصرت فراہم نہ کر کے بھی

من اصدق امن اللہ قبلا کی خلاف ورزی کر دی۔ کہ خود ہی میثاق لیا اور خود ہی شمولیت سے روک دیا۔ فثبت منه ان المسيح قدمات وهو المرام۔

ایک اصولی اور مسلم ضابطہ اور قادیانی خلاف ورزی

ناظرین کرام ابتدا میں آپ نے مسلم بین الفریقین اصول و ضوابط کے ضمن میں ملاحظہ فرمایا کہ مرزا کے نزدیک بھی قرآن مجید کی صحیح تفسیر وہی ہوگی جو کہ ۱ شواہد قرآنی سے موید ہوگی۔ ۲ یا حدیث نبوی سے ثابت ہوگی۔ ۳ یا تفسیر صحابہ سے ثابت ہوگی۔ ۴ نیز من قال فی القرآن برائہ فلیس ہو بعمو من بل اخ الشیطان الخ (اتمام حجہ ص ۴ خزائن ص ۲۷۶ ج ۸) نیز سلف خلف کے لیے بطور وکیل کے ہوتے ہیں۔ (ازالہ)

نتیجہ و انجام

اب ہم قاضی صاحب کی پیش کردہ آیت کے متعلق ذخیرہ تفاسیر سے کوئی تائید تلاش کرتے ہیں تو ہمیں نہ تو قاضی صاحب کی یہ تفسیر و تاویل۔ قرآنی شواہد سے ملنا ممکن ہو نہ ہی حدیث نبوی سے نہ ہی تفسیر صحابہ و سلف سے بلکہ یہ تمام امور اس قادیانی مفہوم کے سراسر خلاف اور برعکس ہیں۔ مثلاً "آئمہ ہدی نے اور مفسرین کرام نے واقعہ "احتمال طور پر حسب تحریر قادیانی اس آیت کے دونوں ہی مفہوم لیے ہیں مگر راجح اور مؤید بالحدیث مفہوم وہی ہے جو قادیانیوں کے خلاف ہے۔"

حتیٰ کہ مفسر عظیم علامہ آلوسی اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

واختار کثیر من العلماء القول الاول واخذوا لميثاق من النبيين له ﷺ على ما دل عليه كلام الامير كرم الله وجهه مع علمه سبحانه انه لا يدركون وقته لا يمنع ذلك لما فيه مع ما علمه الله تعالى من التعظيم له ﷺ والتفخيم ورفع الشان والتنويه بالذكر مالا ينبغي الا لذلك

الجناب (روح المعاني ص ۲۱۰ ج ۳ طبع ۱۹۰۷ء)

ترجمہ اکثر علماء نے یہ دوسرا مفہوم ہی مراد لیا ہے (کہ یہ عہد تمام نبیوں سے خاتم الانبیاء کے لیے ہے) اور نبیوں سے آپ کے لیے یہ عہد لینے پر امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان بھی دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ خدا کو معلوم تھا کہ تمام انبیاء آپ کے زمانہ کو بالفعل نہ پاسکیں گے مگر پھر بھی میثاق لے لیا یہ بوجہ آپ کی تعظیم کے لیے ہے اور عظمت شان علو شان اور بلندی درجہ کو بیان کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ اور یہ مقام اور رفعت شان سوائے آپ کے اور کسی کو بھی میسر نہ ہو سکتی تھی۔

قال ابن کثیر المجدد الملہم مائة الثامنة

قال علی ابن ابی طالب وابن عمہ بن عباس عنہما
 ما بعث اللہ نبیا من الانبیاء الا اخذ علیہ الميثاق لئن بعث
 محمد وهم احياء لیؤمنن به ولینصرنه وقال طاؤس وحسن
 البصری وقتاده اخذ اللہ ميثاقی النبین ان یصدق بعضهم
 بعضاً وهذا ما یضاد ما قاله علی وابن عباس ولا ینفیہ بل
 یستلزمه ویقتضیه ولهذا روی عبدالرزاق عن معمر عن ابن
 طاؤس عن ابیہ مثل قول علی وابن عباس رضی اللہ عنہما۔

ثم نقل الامام المفسر حدیث عبداللہ بن ثابت عن عمر انه
 جاء الی النبی ﷺ وقراء علیہ ورقا من التوراة فغضب
 الی آخر الروایة وفی آخره قال والذی نفسی بیده لو اصبح
 فیکم موسی علیہ السلام ثم اتبعتموه وترکتموننی اضللتکم
 انکم خطی من الامم وانا حظکم من النبین لاحظ فی

التفسیر ابن کثیر ص ۳۹۳، ۳۹۴ ج ۱

۲ وهکذا نقل السیوطی المجدد الملہم مائة التاسعة
 عند القادیانیة ایضاً فی تفسیر الدر المنثور ص ۸۳ ج ۱ طبع

ترجمہ مفسر ابن کثیر علی کرم اللہ وجہہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک نبی مبعوث سے یہ عہد و میثاق لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد ﷺ مبعوث ہو جائیں تو لازماً انہیں آپ پر ایمان لانا ہو گا اور آپ کی نصرت و تعاون کرنا ہو گا۔ اور ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی امت سے معاہدہ لے لیں کہ اگر ان کی زندگی میں محمد ﷺ تشریف لے آویں تو وہ بہر صورت ان پر ایمان لا کر ان کے معاون و انصار بن جائیں پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ حضرت طاؤس۔ حسن بصری اور قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ سے جو یہ معنی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی سے میثاق لیا کہ وہ ایک دوسرے پر ایمان لاویں اور ان کی نصرت و تعاون کرتے رہیں۔ بظاہر یہ مفہوم علی ابن عباس کے بیان کردہ مفہوم کے مخالف اور منافی ہے حالانکہ درحقیقت سے یہ مفہوم اس کے مخالفت نہیں بلکہ اس کا مقتضی اور مستلزم ہے۔

اسی بنا پر امام عبدالرزاق نے بواسطہ معمر حضرت ابن طاؤس سے وہ مفہوم بھی نقل کیا ہے جو کہ علی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ فلا تضاد ولا منافاة اس کے بعد امام جلیل نے عبداللہ بن ثابت عن عمر رضی اللہ عنہما نقل کیا کہ فاروق اعظم ایک دفعہ سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک ورقہ توراہ پڑھنے لگے تو آپ خفا ہونے لگے (مکمل روایت ذہن نشین کر لیں) جس کے آخر میں یہ مذکور ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا والذی نفسی بیدہ کہ مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں موسیٰ کلیم اللہ بھی آجائیں اور تم ان کے پیروکار بن جاؤ اور مجھے نظر انداز کر دو تو تم گمراہ ہو جاؤ کیونکہ تم میری قسمت کی امت ہو اور میں تمہاری قسمت اور حصہ کا نبی ہوں ملاحظہ کیجئے تفسیر ابن کثیر عربی مصری ص ۳۹۳، ۳۹۴ ج اول اسی طرح مندرجہ بالا روایات امام سیوطی مجدد صدی نہم نے بھی اپنی تفسیر در منشور میں باسناد نقل فرمائی ہیں۔

پھر اس مفہوم کی تائید کے لیے حدیث نبوی سے یہ فرمان نقل کیا۔ جو کہ سند ابو یعلیٰ میں حضرت جابر سے منقول ہے۔ کہ

قال رسول الله ﷺ لا تسئلوا اهل الكتاب عن شئى فانهم لن يهدوكم وقد ضلوا فاما ان تصدقوا بباطل واما ان تكذبوا بحق وانه والله لو كان موسى حيا بين اظهركم ما حل له الا ان يتبعنى وفى معناه اخبار كثيرة وهى توند بظاھرھا ما قلنا التفسیر ص ۲۱۰ ج ۳۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اس مفسر جلیل اور عالم ربانی نے ہمارے مفہوم کی کس طرح مدلل توثیق و تصدیق فرمادی۔ نیز محدث دوراں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کی علی وجہ الکمال تصدیق فرما کر قادیانی دجل کا ستیا ناس کر دیا ہے۔
(دیکھیے عقیدۃ الاسلام)

۴۔ تفسیر مدارک میں ہے

(واذ اخذ الله ميثاق النبيين) هو على ظاهره من اخذ الميثاق على النبيين بذلك او المراد ميثاق اولاد النبيين وهم بنو اسرائيل على حذف المضاف والسلام فيه (لما اتيتكم من كتاب وحكمة) الام التوطئه لان اخذ الميثاق فى معنى الاستحلاف وفى لتومنن لام جواب القسم وما يجوز ان تكون موصوله بمعنى الذى اتيتكم لتومنن به (ثم جاءكم) معطوف على الصلة والعائد منه الى ما محذوف والتقدير ثم جاءكم (رسول مصدق لما معكم) للكتاب الذى معكم لتومنن به) بالرسول (ولتنصرنه) اى الرسول وهو محمد ﷺ الخ (مدارك طبع مصر ص ۱۳۰ ج ۱)

ملاحظہ فرمائیے صاحب مدارک نے بھی وہی مفہوم لیا ہے یعنی یہ عمد و ميثاق تمام انبياء سے خاتم الانبياء کے لیے لیا گیا ہے۔

۵۔ قادیانی قاضی کے گھر کی گواہی

مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں کہ

واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتاب وحكمه ثم
 جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه
 ترجمہ از مرزا صاحب۔ اور یاد کر جب خدا تعالیٰ نے تمام رسولوں سے
 عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا اور پھر تمہارے پاس
 آخری زمانے میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے
 گا (کلام کو پورا نہیں کرے گا) تمہیں اس پر ایمان لانا ہو گا اور اس کی
 مدد کرنا ہوگی اور کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس عہد پر استوار ہو گئے۔
 انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کر لیا تب خدا نے فرمایا کہ اب اپنے اقرار
 کے گواہ رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کا گواہ ہوں۔
 (دیکھیے مرزا صاحب کی معروف کتاب حقیقتہ الوحی ص ۱۳۰ خزائن ص
 ۱۳۳ ج ۲۲)

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیے کہ ہمارے مخاطب قاضی نذیر لاپوری نے اس
 آیت کا ترجمہ اور مفہوم بیان کیا ہم نے اس کے جواب میں اصول کے مطابق
 حدیث رسول سے اس کا مفہوم بیان کیا۔ صحابہ اور آئمہ تفسیر سے اس کا مفہوم
 بیان کیا حتیٰ کہ ان کے گرو اور پیشوا مرزا کلویانی کا ترجمہ و مفہوم بھی سامنے رکھ دیا
 جو کہ سراسر قاضی صاحب کی تکذیب و تردید کر رہا ہے۔ لہذا احقاق حق میں اب
 کوئی اخفایا التوا نہیں رہنا چاہیے مگر افسوس صد افسوس کہ یہ کلویانی اپنے گھر کی
 اطلاع بھی نہیں رکھتے۔ بلکہ محض اپنی زبان و قلم سے کچھ نہ کچھ اگلنے پر ہی بیباک
 رہتے ہیں۔ یہ لوگ اسی کوفت اور ملبہ سمجھتے ہیں۔
 درمیان میں مصدق لما معکم کے ترجمہ کا بھی موازنہ کرتے جائیں

غزوات نبویہ میں حضرت مسیح کی شمولیت یا عدم شمولیت کا مسئلہ

قاضی صاحب نے یہ تسلیم کر کے کہ آیت کے دونوں معنوں کی رو سے
 حضرت مسیح پر آنحضرت ﷺ کی نصرت و تعاون ضروری تھا۔ مگر از روئے مشاہدہ یہ
 وقوع پذیر نہیں ہوا لہذا ان کی موت ثابت ہو گئی تو بندہ خادم عرض پرواز ہے۔ کہ

محکم سلم ہذا و لکن موقعہ نصرت اور کیفیت نصرت یہ بحوالہ حکمت و علم الہی ہے نہ کہ کلویانی ذہن و تخیل پر منحصر ہے۔

دیکھیے آپ کے دور حیات میں دونوں قسم کی نصرت کی ضرورت تھی مگر اس دور میں قدسی نفوس صحابہ کرام (مہاجرین و انصار) رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ فریضہ بطریق احسن و اکمل پورا کر دیا اگرچہ جمیع انبیاء سے وعدہ نصرت تھا مگر قانون طبعی کے لحاظ سے سب کا آپ کے دور مبارک میں زندہ موجود ہونا معذور و مشکل تھا لہذا ان سب کا ایک نمائندہ متعین و مقرر کر دیا کہ جو کہ باوجود بعد زہانی کے اپنی طرف سے اصالتاً اور دیگر مرسلین کی طرف سے وکالتاً یہ عہد و میثاق پورا کرے پھر اس بعد زمانی کو طے کرنے کے لیے نمائندہ انبیاء حضرت مسیح کو اس متغیر جہاں سے منتقل کر کے عالم بالا پر ملکوتی ماحول میں لے گیا جو کہ غیر متغیر ہے۔

بالآخر قرب قیامت وہ نمائندہ انبیاء ابن مریم حکمت الہی کے تحت نصرت و تعاون خاتم الانبیاء ﷺ کے لیے نازل ہوں گے اور اپنے تمام فرائض منصبی سے سبکدوش ہو کر اس رسول رحمت کے پہلو میں استراحت فرما ہوں گے اور روز حشر اس حالت میں اور اسی مصاحبت میں محشور ہوں گے جو کہ آپ کے قریبی اعوان صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما (جو کہ تمام صحابہ کے نمائندے ہیں کو حاصل ہوں گے) اور خود مسیح نمائندہ انبیاء ہیں تو بایں طور یہ عہد و میثاق کی عملی تصویریں اور نقشے اکٹھے ہی محشور ہوں گی۔

اور اسی طرح مبشر (مسیح) اور مبشر (محمد) کا عملی اجتماع بھی جلوہ افروز مشاہدہ ہو سکے گا۔

الحاصل۔ مندرجہ بالا تفصیل یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی کہ اس آیت سے کلویانی استدلال سو فیصد سے بھی بڑھ کر باطل اور بے اصل ہے کیونکہ ابتدا میں طے شدہ اصول مسلمہ کے تحت نہ اس کی تائید شواہد قرآنی سے ہو سکی نہ تفسیر نبوی سے نہ تفسیر صحابہ سے نہ ہی بعد کے مجددین مسلمین اور آئمہ تفسیر سے۔ حتیٰ کہ خود قاضی کے گرو مرزا غلام احمد کی شہادت بھی سو فیصد ہمارے حق میں بلکہ یہ تمام تائیدات و روایات کی طرف ہمارے ہی ہیں۔

ازاں بعد اس ابتدائی استدلال لایعنی پر مزید قادیانی تضریعات بھی بالکل ہباء مسورا ہو گئیں۔ فللہ الحمد۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی خاتم الانبیاء ﷺ کی نصرت و تعاون کی پہلو اوپر یہ بھی واضح ہو چکا ہے۔ کہ خاتم الانبیاء ﷺ کی نصرت و تعاون کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں جن کو خود قرآن مجید نے واضح کر دیا ہے چنانچہ فرمان الہی ہے۔

فالذین آمنوا بوعزروه و نصروه و اتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون

ترجمہ پس جو لوگ خاتم الانبیاء پر ایمان لائے۔ ان کی رفاقت اختیار کی ان کی عملی نصرت و تعاون (تبلیغ و اشاعت بذریعہ قول و عمل کی اور اس نور (قرآن مجید) کی پیروی کی جو آپ پر نازل ہوا۔ تو یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

چنانچہ صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تمام امور میں اپنے آپ کو کامل اور کامیاب ترین ثابت کر دکھایا اور مالک الملک نے ان کو کامیابی و کامرانی کا بہترین ایوارڈ بھی دیدیا۔

فرمایا اولئک ہم المفلحون۔ الفائزون۔ المنتقون۔ الراشدون۔ ہم المومنون حقا۔۔ المہتدون۔ وغیرہ اب انہی چار امور میں حضرت مسیح بھی کامیاب ترین ثابت ہوں گے ملاحظہ کیجیے آپ پر ایمان۔ لتوفن بہ سے متحقق ہے آپ کی رفاقت و محبت حسی طور پر یلتہ المعراج میں متحقق ہو چکی ہے عملی نصرت

و تعاون۔ تو اس کی احادیث میں مکمل تصریح ہے کہ یقتل الحنزیر و یکسر الصلیب وغیرہا نیز قال رسول اللہ ﷺ لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین علی من ناواہم حتی یقاتل آخرہم المسیح الدجال۔ (واہ ص ۲۳۸ ج ۲ ابوداؤد مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۱) لیجئے حضرت مسیح علیہ السلام کی نصرت و تعاون امور اربعہ میں آپ کے نزول کے بعد علی وجہ الکمال متحقق ہو جائے گا۔

قادیانی قاضی نذیر سے ایک سوال

قاضی صاحب آپ نے آیت کے دونوں معنوں کے لحاظ سے یہ بات تسلیم کر لی۔ کہ اس میں حضرت مسیح کی نصرت و تعاون کا تذکرہ ہے اور پھر آپ اس کو ابھی تک عملاً ثابت نہ ہو سکنے پر اپنی باطل تفسیرات سیٹ کرنے لگے اور آخر میں شور مچانے لگے۔ کہ دیکھو عملی نصرت و تعاون ثابت نہ ہوا لہذا آپ کی موت ثابت ہو گئی۔

صاحب بہادر ہم خادمان خاتم الانبیاء ﷺ عرض کرتے ہیں کہ

آپ نے اپنے گرو کی باطل تعلیمات کی روشنی میں موت مسیح ثابت کر لی۔ اور ان کی جگہ اور قائم مقام ایک مثل کو لاکھڑا کیا جو کہ قادیاں کا نہ نسلی ہے تو فرمائیے کہ جب مسیح کی آمد مسلم ہے اگرچہ تمہارے ہاں مثل ہی سہی مگر اس کے تمام فرائض منصبی تو وقوع پذیر ہونے کو تم تسلیم کرتے ہو اگرچہ وہ بھی تاویلی اور تمثیلی رنگ میں ہی سہی۔ تو پھر آپ کے ہاں بوجہ عدم شمولیت دربد واحد مسیح کی موت ثابت ہو گئی۔ تو فرمائیے پھر آپ کے مثل کا کیا بنا۔ آخر یہ بھی تو عملاً بدر واحد میں نصرت و تعاون نہ کر سکا۔ تو کیا یہ بھی قبل الوجود مرچکا ہے؟ بیو و توجروا

آخری گزارش۔ ناظرین کرام اب تک قاضی نذیر صاحب کی وفات مسیح پر پیش کردہ آٹھ آیات کا جواب مسکت سپرد قرطاس ہو چکا ہے آگے بقیہ پیش رفت بھی ہو گی انشاء اللہ۔

توجہ فرمائیے اور یقین کیجئے کہ قادیانیت من اول الی آخرہ سراسر دجل و فریب کا نام ہے کذب و افتراء اور حماقت و جہالت کا غلیظ ترین پلندہ ہے۔ اس میں کہیں بھی اصول پسندی۔ حق پرستی ملحوظ خاطر نہیں رکھی جاتی۔ یہ لوگ یات و احادیث میں ہر طرح کا دجل و فریب اور قطع و برید کرنے سے رتی بھر نہیں جھکے یا شرماتے کہیں لغت کا احتمالی سہارا کہیں تفسیر کی احتمالی توجیحات کہیں مجاز و استعارہ کہیں پنجابی محاورے اور کہیں غلط اور بے بنیاد اقتباسات تحریرات سے باطل کی گاڑی چلانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس سلسلہ میں رحمت کائنات نے امت

مرحومہ کی مکمل رہنمائی فرمادی ہے توجہ فرمائیے۔

۲۔ دوسری جگہ مذکور ہے (قلویانی کردار کی مکمل ترجمانی)

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انه قال سیائی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوہم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ سنن و رومی ص ۴۷ ج ۱ و فی الكنز ص ۳۷۳ وعن نحہ کما فی الكنز ص ۳۷۸

ترجمہ حضرت امیر المومنین الخلیفۃ الثانی عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو قرآن (کی غلط تعبیر و مفہوم) سے دین میں شبہات پیدا کر کے تمہیں سے بحث و تکرار کریں گے (جیسے کلویانی ٹولہ) سو تم ان کو احادیث سے قابو کرو کیونکہ سنت و احادیث سے واقف لوگ کتاب اللہ کے صحیح مفہوم کو خوب جانتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ جب خارجی فتنہ نمودار ہوا تو ان کو بہت سمجھایا گیا مگر وہ لوگ قرآن کی غلط تعبیر سے ناجائز مفاد اٹھاتے تھے مثلاً "واقعہ تحکیم پر انہوں نے حکمین مقرر کرنے پر ان الحکم الا للہ سے استدلال کیا اور نعرہ تحکیم لگانا شروع کر دیا تو حضرت علی نے فرمایا کہ کلمتہ حق ارید بھا الباطل۔

پھر ایک موقع پر آپ نے ان کو سمجھا کر راہ راست پر لانے کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو تیار کیا اور فرمایا کہ ان لوگوں سے قرآن سے بحث نہ کرنا کیونکہ وہ قرآنی الفاظ کا غلط مفہوم و معنی لے کر مجلولہ و مکابر کریں گے لہذا ان سے از روئے احادیث گفتگو کرنا۔ (منقول الکامل للبرد باب الخوارج)

اس طرح کلویانیوں اور دیگر تمام گمراہ اور طغہ ٹولیوں کا وطیرہ ہے کہ وہ قرآنی الفاظ کو مجلولہ اور لغت کے سارے غلط مفہوم پہنا کر اپنی ویسہ کاریاں اور دجل و فریب رانج کرتے ہیں اور اسی طغرانہ طریقہ سے بحث و مباحثہ کرتے ہیں لہذا ایسے زندیقوں سے احادیث کے ذریعے گفتگو کرنی چاہیے تاکہ ان کا منہ بند ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ سب کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عنایت فرماوے۔ (آمین)

ارشادِ علی ہے

۱- من غش فلیس منا۔

ترجمہ جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی مسلمان ہی نہیں۔

۲- فرمایا ملعون من ضار مون اور مکر بہ۔

ترجمہ وہ آدمی ملعون ہے جو دوسرے مومن کو ضرر پہنچائے یا اسے فریب دے۔
تو عقائد میں تھکیک پیدا کرنے سے بڑھ کر اور کیا دھوکا فریب ہو گا۔

۳- نہی عن الاغلو طات۔ یعنی آپ نے پہلی دار اور مغالطہ آمیز باتوں سے منع فرمایا (جو کہ قادیانیت کا خمیر اور بنیاد ہے)

یہ تو خورد و نوش کی چیزوں میں ملاوٹ سے بدترین جرم ہو گا۔ کہ اس کا نقصان صرف دنیا تک رہے گا مگر مسلمان کو عقائد میں دھوکا دینا یا مغالطہ دینا اس کی آخرت تباہ کرنے کے مترادف ہے لہذا یہ جرم دنیاوی دھوکا سے لاکھوں گناہ بڑھ کر ہو گا۔ چنانچہ اللہ فرماتے ہیں۔ ان الذین یکتبون ما انزل اللہ من الکتب ویشترون بہ ثمنا قلیلا۔ اولئک ما یاکلون فی بطونہم الا النار۔ وما واہم جہنم ونس المصیر۔ اور فرمایا ان الذین یکتبون ما انزلنا من البینت والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم الا عنون (۵۹:۲) و (۳:۷۷ و ۳۳۰۹) وغیرہ

ان آیات میں کسمان حق۔ اور تلیس حق کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے پھر ایسے مجرموں کی ایک سزایہ بھی ہے کہ

ان الذین فتنوا المؤمنین والمومنات ثم لم یتوبوا فلہم عذاب جہنم ولہم عذاب الحریق

کہ بلاشبہ جن لوگوں نے (اپنی دسیہ کاریوں اور مکر و فریب سے) اہل ایمان کو آزمائش میں ڈال دیا (ان کے عقائد و اعمال میں گڑ بڑ کرید راہ حق سے براگشتہ کر دیا) پھر انہوں نے اس بد عملی سے توبہ نہ کی تو ان کے لیے عذاب جہنم ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہو گا۔

آخر میں ایسے مکاروں کے متعلق فرمانِ رسول ﷺ نے بھی فرمایا۔

يكون في آخر الزمان دجالون ياتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا
انتم ولا آباءكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم (والا مسلم ص ۱۰
ج ۱ عن ابى هريرة)

مسیح علیہ السلام ہیں جو قیامت کے دن ان منکرین کے خلاف مندرجہ بالا شہادت
دیں گے۔

اس کے بعد اسلامی مفسرین کے نظریہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
بعض مفسرین نے لیومنن بہ میں بہ اور موتہ کی دونوں ضمیروں کا مرجع
حضرت مسیح قرار دیکر اس آیت کی یہ معنی لئے ہیں کہ حضرت مسیح کی موت اس
وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک سب اہل کتب ان پر ایمان نہ لے آئیں.....
اور چونکہ ابھی کئی اہل کتب ان پر ایمان نہیں لائے لہذا ابھی مسیح کی موت بھی
واقع نہیں ہوئی۔ (پاکٹ بک ص ۶۸ و ۶۹)

الجواب بحون العلام الوہاب

ناظرین کرام مندرجہ بالا طویل قدیانی اقتباس ایک بار پھر بغور مطالعہ فرمائیں
اور پھر اس پر تنقید و تبصرہ سے پہلے اہل اسلام کی اجماعی اور اتفاقی تفسیر بھی سماعت
فرمائیں۔

سابقہ تفصیلات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس آیت کی مربوط تشریح یوں ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے دعویٰ قتل و صلیب مسیح کے متعلق یہود کی تردید فرما کر
اعلان فرمایا کہ ہمارے مسیح مکر یہود کے تحت نہ گرفتار ہو سکے اور نہ ہی وہ اگلے
مراحل سے دوچار ہوئے بلکہ ان کو تو اس کریم نے بحفاظت تمام بحسدہ العصری
زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور حکمتوں والا ہے ازل
بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مسیح تو ایک بزرگ انسان تھے لہذا انہوں نے موت سے
بھی ہم کنار ہونا ہے تو کیا وہ آسمان پر ہی وفات پائیں گے یا موت سے مستثنیٰ ہی
رہ گئے؟ یا وہ کسی وقت زمین پر آکر یہ مرحلہ پورا کریں گے۔ کیونکہ نوع بشر کے
متعلق عام ضابطہ یہ ہے کہ انہوں نے زمین پر ہی رہنا ہے اور زمین پر ہی مرنا ہے۔

نیز یہود نے ان کے قتل کا بھی دعویٰ کر رکھا تھا کہ وہ تو مار دیئے گئے لہذا دونوں چیزوں کی وضاحت کے لئے ایک جامع جملہ ارشاد فرمادیا۔ کہ جس سے انکی موت علی الارض کی وضاحت بھی ہو جائے اور نظریہ یہود کا رد بھی ہو جائے۔ تو فرمایا تو فرمایا کہ ولان من لہل الکتب الالیومنن بہ قبل موتہ۔

یعنی اگرچہ مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا تھا اور یہ بھی مسلم ہے کہ اللہ کریم کسی فرد انسانی کو عام ضابطہ موت و دفن فی الارض سے مستثنیٰ بھی کر سکتے ہیں۔ خاص کر کے مسیح کو کیونکہ ان کی پیدائش اور دیگر کئی کوائف عام انسانوں سے امتیازی حیثیت کے ہیں مگر اس ضابطہ عام سے مسیح مستثنیٰ نہیں بلکہ لازماً وہ بھی ان حالات سے دوچار ہونے والے ہیں وہ۔ یوں کہ وہ ایک مدت بعد زمین پر نازل ہوں گے اور اپنی امت دعوت و اجابت سے برسر پیکار ہوں گے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کو پہلے دور کے خلاف عملی غلبہ سے نوازیں گے کہ اصل حقیقت واضح ہو جانے کے بعد تمام کی تمام بقیہ موجودہ امت اسرائیل آپ پر ایمان لے آئے گی کوئی بھی فرد انکے خلاف ہاتھ یا آواز اٹھانے والا باقی نہ رہے گا حتیٰ کہ روئے زمین پر ایک ہی دین باقی رہ جائے گا بقیہ تمام نظریات و ادیان ختم ہو جائے گے اس کے بعد مسیح ضابطہ موت سے دوچار ہوں گے مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کر کے ان کو بصد عزت و احترام روضہ رسولؐ میں سپردِ راحت کریں گے اور پھر یہی مسیح برحق روز حشر باطل پرست یہود و نصاریٰ کے متعلق کہ اے اللہ تعالیٰ میں نے حسب سابق دوبارہ ان کو دعوت حق دی تھی اور انکی خوب نگرانی کی تھی جیسا کہ پہلی دفعہ کے متعلق فرمائیں گے کہ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم تو اب دوبارہ آمد کے متعلق فرمایا گیا کہ ویوم القیامہ یکون علیہم شہیدا کیونکہ شہادۃ علی الامت۔ بلا موجودگی در امت صحیح نہیں ہوتی۔ لہذا یہ شہادت دیں گے یہ تشریح اہل اسلام کے ہاں اجماعی اور متفق علیہ ہے جس سے ایک فرد مسلم بھی منحرف نہیں تمام صحابہ کرامؓ تمام مفسرین و محدثین متکلمین و فقہاء اور جمیع مجددین مسلمین اسی حقیقت پر متفق اللسان و القلب ہیں۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ سے لے کر تاہنوز تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ لیومنن بہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف لوٹتی ہے کہ تمام اہل کتاب حضرت مسیح پر ایمان لے آئیں گے ہاں ایک آدھ مفسر نے بہ کی ضمیر کا مرجع قرآن مجید قرار دیا ہے ایک آدھ نے اس کا مرجع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے مگر اس مرجع کو کسی نے قبول نہیں فرمایا محض ایک مرجع اور شاذ قول کی حیثیت سے طبری وغیرہ سے نقل ضرور کیا گیا ہے مگر قول مختار نہیں جب کہ ان چودہ صدیوں میں اس ضمیر سے مراد واقعہ قتل و صلیب کسی ایک نے بھی مراد نہیں لیا۔ جیسے ہمارے مہربان قاضی صاحب اسے بڑے دھڑلے سے نقل کر رہے ہیں لہذا واضح ہو گیا کہ تقلیدیانہ ٹولہ تمام امت سے اس مسئلہ میں منفرد اور الگ ہے (یہ لوگ من قل فی القرآن برایم سے ذرا بھی نہیں ڈرتے قبل موتہ۔ اس کی موت سے پہلے) ہاں موتہ کی ضمیر میں کچھ اختلاف ضرور ہے مگر اس ضمیر کا مرجع معتبر مفسرین نے راجح قول کے مطابق حضرت مسیح ہی مراد لیا ہے کہ مسیح کی موت سے قبل تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے چنانچہ مفسر ابن جریر جو کہ چوتھی صدی کے مسلمہ مجدد ہیں انہوں نے اسی تفسیر کو نقل کر کے صحیح ترین قرار دیا ہے دیکھئے آپ لکھتے ہیں کہ (وان من اهل کتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ) اختلف اہل التاویل فی معنی ذالک فقال بعضهم معنی ذالک وان من اہل کتاب الا لیومنن بہ یعنی بعیسی قبل موتہ یعنی قبل موت عیسیٰ یوجہ ذالک الی ان جمیعہم یرصدقون بہ اذ نزل لقتل الدجال فتصیر الملل کلہا واحدة وہی ملتہ الاسلام الحنیفیہ دین ابراہیم علیہ السلام ثم ذکر ہذا عن ابن عباس وابی مالک و عن الحسن وقتادہ وابن زید ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن جریر (ص ۱۳ ج ۶) پھر اسی ضمن میں حضرت حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ وان من اہل کتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قل قبل موت عیسیٰ واللہ لان لہی عند اللہ ولكن لاذنزل لمنوابہ اجمعون حوالہ ہلا۔ اس کے بعد پھر امام ابن جریر نے ص ۱۴ پر اسی تفسیر کو صحیح ترین قرار دیا ہے پھر ان کے اس فیصلہ کو دیگر تمام مفسرین نے بھی نقل کیا ہے۔

چنانچہ امام قرطبی نقل کرتے ہیں کہ

قیل ان الہائین جمیعا لعیسیٰ علیہ السلام کہ یہ دونوں ضمیر ہیں بہ اور قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ کی طرف ہی لوٹتی ہیں۔ اور معنی یہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اتریں گے تو اس وقت کے موجود تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے قالہ قتادہ وابن زید وغیرہ واختارہ الطبری وروی عن الحسن فی قولہ تعالیٰ وان من اہل لکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قل قبل موت عیسیٰ واللہ انہ لحدی عند اللہ الان ولکن لاذنزل آمنوا برہ اجمعون ونحوہ عن الضحاک وسعید بن جبیر (تفسیر قرطبی ص ۱۱۳ تحت حدیث)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ لیومنن بہ کی ضمیر کے متعلق تو تمام مفسرین متفق ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ہاں بعض نے اس سے مراد قرآن اور بعض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیا ہے مگر وہ تفسیر غیر معتبر اور غیر مقبول ہے۔ جب کہ دوسری ضمیر یعنی قبل موتہ کے متعلق بھی مفسرین نے معمولی اختلاف کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ نہیں بلکہ کتابی ہے مگر معتبر اور راجح پہلی بات ہی قرار دی گئی ہے (ابن جریر وغیرہ) حتیٰ کہ یہی ترجمہ جناب حکیم نور دین خلیفہ اول نے بھی کیا ہے دیکھئے ان کی کتاب لعل الکتاب ص ۳۱۳ حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ

اور نہیں کوئی لعل کتاب سے مگر البتہ ایمان لالوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اسکی کے اور دن قیامت کے ہو گا اوپر ان کے گواہ۔ بلفظہ

ملاحظہ فرمائیے جناب خلیفہ صاحب نے سو فیصد ترجمہ ہمارے مطابق کر کے قاضی صاحب کی خلاف ڈگری کر دی ہے اب بھی کوئی قاضی یا مرہبی یا عام مرزائی اپنے اختزاعی مفہوم پر اڑا رہے تو وہ منکرین حق اور منکرین خلافت میں سے ہی شمار ہو گا جب کہ اس سے پہلے وہ جملہ مجددین مصلحین سے منحرف ہو کر فسق و کفر کا تمغہ بھی حاصل کر چکا ہے اس پر امت مسلمہ کے انتقال نظریہ سے منحرف ہو کر نولہ مانولی اور و نصلہ جہنم کا ایوارڈ بھی حاصل کر چکا ہے۔ (العیاذ باللہ)

ایک قابل توجہ بات یہ ہے کہ

اگرچہ نقلی طور پر قبل موتہ کی ضمیر یا تفسیر میں بعض مفسرین نے ہمارے خلاف بھی توجیہ کی ہے مگر اصل راجح اور مقبول تفسیر وہی قرار پائے گی جس کو ابن جریر وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے حتیٰ کہ کئی مفسرین نے اسکی تائید اور ترجیح میں حدیث بخاری بھی نقل کی ہے کہ جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ نزول مسیح نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ سورۃ من اہل الکتاب (از بخاری ص ۳۹۰ ج ۱) تو جب حضرت ابو ہریرہ نے یہ تائید قرآنی پیش فرمائی اور کسی بھی صحابی نے اس سے اختلاف نہیں فرمایا لہذا یہ نزول مسیح پر اجماع صحابہ کا انعقاد ثابت ہو گیا۔ جو کہ مرزا صاحب کے ہاں بھی حجت ہے۔ نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو نزول مسیح کے باب میں درج کرنا واضح کر رہا ہے کہ وہ بھی اسی نظریہ امت کے ہمنوا ہیں۔ نیز وہ بھی قبل موتہ کی ضمیر کے متعلق اسی حقیقت پر متفق ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ ہی ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اس تفسیر کی تائید اصح لکنتب بعد کتابلہ بخاری شریف سے بھی ہو رہی ہے جس کے مرزا صاحب بھی قائل ہیں (ازالہ اوہام) وغیرہ پھر تمام مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں حدیث بخاری لا کر اس اجماع صحابہ میں منسلک ہو رہے ہیں۔

جناب مرزا صاحب بحوالہ بخاری اس کی مسندات سے نہیں بلکہ تعلیقات سے متوفیک مٹیک نقل کرتے ہوئے خوشی سے پھولے نہیں سماتے کہ ہمارے معنی کی تائید بخاری سے ہو رہی ہے حالانکہ یہ حوالہ ان کو کچھ مفید نہیں کیونکہ اس میں تقدیم و تاخیر بھی ملحوظ ہے یا وقتی موت (ثلاث سلالت یا سبع سلالت) مراد لی گئی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے اصل تفاسیر سلف۔ مگر اس موقعہ پر تو کوئی ابہام یا اضمار نہیں بلکہ بالوضاحت اس آیت کا مفہوم ہمارے حق میں ثابت ہو رہا ہے۔ نیز بخاری نے اس مہتک کو نزول مسیح کے باب میں ذکر بھی نہیں فرمایا اور نہ فلما تو فیئینی کے تحت۔ بلکہ ایک اور ہی باب کے تحت درج فرمایا ہے ما جعل اللہ من بحیرة ولا سائبنة اور ذکر بھی ترجمہ الباب کے تحت فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے

یہ تفسیر اس لئے بھی راجح ہے کہ اس کی تصدیق جناب حکیم نور دین صاحب مرزا صاحب کے دست راست کر رہے ہیں ملاحظہ کیجئے (ان کی کتاب لاجواب۔ فصل الخطاب ص ۳۱۳)

یہ تفسیر اس بنا پر بھی راجح ہے کہ یہ سیاق کلام کے نہایت موافق ہے کیونکہ اس سے قبل حضرت مسیح کا ہی تذکرہ ہے اور متعدد ضمیریں انہی کی طرف راجح ہو رہی ہیں مثلاً وما قتلوه وما صلبوه وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وغیرہ اسی طرح یہاں بھی لیومن بہ اور قبل موتہ میں بھی انہی کی طرف راجح ہوں گی پھر اس کے بعد ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیداً۔ میں یوں کی ضمیر بھی مسیح ہی کی طرف راجح ہو رہی ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ یہ ضمیری اختلاف ہمارے لئے رتی برابر مضر نہیں ہے کیونکہ ضمیر کے مرجع میں اختلاف کرنے والے مفسرین میں سے کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں جو رفع و نزول جسمانی کے نظریہ میں اختلاف رکھتا ہو بلکہ تمام کے تمام اس نظریہ حق پر متفق اللسان و القلب ہیں یہ اختلاف صرف جزوی اور تو جیسی ہے نفس مسئلہ میں مطلق اختلاف نہیں ہے۔ اس بنا پر قادیانیوں کو یہ معمولی تو جیسی اختلاف رتی بھرا مفید نہیں ہے۔

کما فی التفسیر السالغہ طبری سے لے کر روح المعانی تک بلکہ اس کے بعد کی بھی۔ تو جب اس نقل اختلاف سے بنیادی طور پر ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچا تو پھر اس معمولی سی الگ توجیہ سے ان کو کیا فائدہ ہوا؟ لہذا قاضی صاحب محض اس نقل اختلاف سے خوش نہ ہوں۔ بلکہ اصل مسئلہ کو دیکھیں ہاں قاضی صاحب کے لئے برج ان کے ہمنواؤں کے یہ بات ضرور فکر مندی کے لائق ہے کہ تمام مفسرین لیومن بہ کی ضمیر کے متعلق متفق ہیں کہ اس سے مراد محض ذات مسیح ہے اور کچھ نہیں نہ واقعہ قتل و صلیب جو قاضی صاحب مراد لے رہے ہیں جس کی تو کوئی شاذ نقل بھی نہیں لہذا تمام قادیانی اس نکتہ میں سے تمام اہل حق سے کٹ گئے اور

یتبع غیر سبیل المومنین کے مصداق قرار پا کر نولہ مانولی و نصلہ جہنم کا ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔

قادیانی قاضی کے مندرجہ بالا آیت سے اہل اسلام کے استدلال پر تنقید

پہلا اشکال اور مغالطہ

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

یہ استدلال بدیں وجوہ باطل ہے

اول۔ اگر مسیح کی موت سے پہلے ہر اہل کتاب کے متعلق اس آیت میں حضرت مسیح پر ایمان لانے کی پیشگوئی کی گئی ہے تو پھر اس آیت کے نزول کے بعد کیوں اب تک لاکھوں یہودی حضرت مسیح پر ایمان لائے بغیر مر رہے ہیں۔ اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ اس پیشگوئی کا وقوع مسیح کے آخری زمانہ میں نزول ثانی کے وقت ہو گا اور اس وقت سب یہود بلا استثناء آپ پر ایمان لے آئیں گے تو یہ معنی بھی دیکر نص قرآنی کے خلاف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں۔

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ

ترجمہ یعنی اے مسیح میں تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں۔

پس آیت کی رو سے مسیح کے منکرین کا وجوہ قیامت تک موجود رہنا موعود ہونے کی وجہ سے ضروری ہوا تو یہ بات باطل ہوئی کہ ان کے نزول کے وقت آخری زمانہ میں سب یہودی ان پر ایمان لے آئیں گے۔ (پاکٹ بک ص ۶۹۔ ۷۰)

الجواب بعون العلام الوہاب

جملہ اہل اسلام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ کی صحیح تفسیر جملہ مفسرین کی طرف سے بمع اختلاف توجیہ در ضمیر قبل موتہ نقل کر دی گئی ہے جس سے صاف واضح ہے کہ ہمارے تمام اسلاف کرام اصل بنیادی نظریہ حیات و نزول جسمانی مسیح پر متفق اللسان ہیں۔ اگرچہ بعض مقالات پر انہوں

نے کسی لفظ یا ترکیب کے متعلق جزوی اختلاف کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً لفظ تونی کے متعلق یا اس موقع پر قبل موتہ کی ضمیر کے مرجع کے متعلق۔ لہذا ان کا یہ جزوی اختلاف ہمارے لئے قطعاً "مضر نہیں اور قادیانیوں کے لئے رتی بھر مفید نہیں ہے اگر ایک آدھ توجیہ ان کے موافق ہے تو اس پر اترانے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ قادیانیوں کو یہ اختلاف اس وقت مفید ہو گا جبکہ یہ لوگ اس توجیہ کا اصل منشاء یا نتیجہ ہمارے سامنے ثابت کریں۔ اسی طرح یہ لوگ اور بھی کچھ مسائل میں کسی مفسر یا مجدد کی صحیح یا کوئی مغالطہ آمیز عبارت نقل کر کے ان کا وٹ اپنے حق میں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ صرف اتنی سی بات سے انہیں کچھ فائدہ نہیں۔ جب تک ان حضرات سے ان کا اصل نظریہ اپنے حق میں ثابت نہ کریں۔ آخر ڈوبنے والے کو ایک تنکے کا سہارا کہاں تک مفید ہو سکتا ہے؟ لہذا جب ہم نے جملہ اکابرین سے اصل نظریہ حیات و نزول جسمانی مسیح بنقل صریح مدلل طور پر سامنے ثابت کر دیا ہے کہ ان میں سے ایک بھی ہمارے نظریہ کے مخالف نہیں تو پھر لفظی موشگافیوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ یہی روش زیر بحث آیت کے متعلق بھی قادیانیوں نے اختیار کی ہے کہ بعض اکابر کی طرف سے قبل موتہ کا مرجع مسیح نہیں بلکہ کتابی ہے نقل کیا ہے لہذا اصل اسلامی نظریہ اس آیت سے استدلال کی بنا پر باطل ہوا حالانکہ ہمارے نظریہ برحق پر رتی بھر اثر نہیں پڑا۔

قادیانیوں کی یہ منطق نہایت جہالت و حماقت کا مظہر ہے کیونکہ ہمارا استدلال صرف یہی آیت نہیں کہ اس کے استدلال نہ بننے سے ہمارا دعویٰ ہی سرے سے ختم ہو جائے گا۔ بلکہ اس کے لئے مزید بے شمار دلائل ہیں جب تک ان سب کو ہمارے موقف سے غیر متعلق ثابت نہ کیا جائے اس وقت تک ہمارا دعویٰ اور موقف قائم دائم رہے گا پھر یہ علی سبیل التنزل ہے ورنہ ہمارا یہ استدلال بالکل درست اور صحیح ہے اور اس کے خلاف کسی نظریہ کا ثبوت فمن دونہ خرط القناد والا معاملہ ہے یہ تو آخری درجہ کی بات ہے اب اس قادیانی اعتراض کی حقیقت سنئے کہ

اگر اس آیت میں وفات مسیح سے قبل ہر ایک اہل کتاب کے ایمان کی

پیشگوئی ہے تو پھر اب تک کیوں لاکھوں یہود نصاریٰ بلا ایمان مر رہے ہیں۔
 جواب یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے قبل موت کا مرجع کتابی تسلیم کیا ہے ان کے نزدیک کتابی ایمان غیر دائمی اور غیر معلوم ہے یعنی ان کے ہاں ایسا نہیں کہ سارے کتابی ایمان لا کر عوام کو یا قلدیانیوں کو بتلا بھی دین کہ ہم واقعی مسیح پر یا واقعہ قتل و صلیب پر ایمان لے آئیں ہیں لہذا مسلمانوں کا نظریہ غلط ہو گیا بلکہ اس سے مراد آمد ثانی میں مسیح پر ایمان لانا مراد ہے تو جب ان کے ہاں مفہوم یہ ہے تو قاضی صاحب کا یہ ڈھکوسلہ کس کام آیا۔ کہ اب تک کیوں بلا ایمان مر رہے ہیں؟ اور اس سے اہل اسلام کا استدلال کیسے باطل ہوا؟ ہاں ہمارا نظریہ ہے کہ جب حضرت مسیح دوبارہ تشریف لائیں گے تو از روئے احادیث نبویہ آپ اہل حق کے مخالف محاذ جو کہ یہود پر مشتمل ہو گا ان کے ساتھ آپ جملہ کریں گے اور اپنی صحیح پوزیشن واضح فرمائیں گے کہ اے یہود میں خدا کا سچا مسیح تھا تم نے مجھے محض اپنی بد بختی اور عناد کی بنا پر تسلیم نہ کیا اور پھر تم سے ویسے ہی میرے قتل و صلیب کی افواہ اڑادی۔ دیکھو میں تمہارے سامنے زندہ موجود ہوں۔ اور عیسائیوں کو فرمائیں گے کہ اے میرے نام لیواؤ تم نے بھی میرے خلاف غلط طوفان باندھا تھا کہ میں خدا اور اس کا بیٹا ہوں یہ بھی محض گمراہی اور کفر عظیم تھا دیکھو میں نے تمہارے سامنے اصل حقیقت واضح کر رہا ہوں کہ میں مریم صدیقہ کا فرزند ہوں نوع انسان سے ہوں نہ میں خدا ہوں نہ اس کا بیٹا لہذا تم میری صحیح حیثیت کو تسلیم کر کے پھر میری دعوت پر ایمان لاؤ۔ کہ میرے بعد محمد رسول ﷺ خاتم الانبیاء تشریف لانے پر ان پر ایمان لائے بغیر کسی کی بھی نجات نہیں ہو سکتی دیکھو میں بھی آپ کی عظمت شان اور ختم نبوت پر ایمان لا کر آپ کے مشن کی اشاعت و ترویج میں مصروف ہوں۔ پھر قلدیانیوں کو فرمائیں گے (اگر کوئی اس وقت باقی ہو گا) فرمائیں گے کہ اے گروہ دجال تمہاری منطق سب سے زالی اور گمراہانہ ہے کہ میں مصلوب ہوا پھر تندرست ہو کر کشمیر کو چلا گیا وہاں فوت ہو کر مدفن ہوا۔ ظالموں! تمہیں کس خبیث شیطان نے یہ القاء کیا تھا دیکھو میں مریم کا بیٹا نہ میں مصلوب ہوا اور نہ میں کشمیر گیا اور نہ میں طبعی موت مرا میں تو تمہارے سامنے موجود

ہوں۔ لہذا تم بھی اصل حقیقت پر ایمان لا کر اپنے آپ کو محفوظ کر لو۔ تو پھر اس جہاد کے بعد اور صحیح حقیقت منکشف ہو جانے پر جو اہل کتب سے بقی افراد ہوں گے وہ سب آپ پر ایمان لا کر امت محمدؐ کے فرد بن جائیں گے یہی حقیقت ہمارا نظریہ ہے۔ نیز یہ بات بھی خوب ذہن نشین کر لیں کہ قاضی صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے ہر ایک اہل کتب اس واقعہ قتل و صلیب کو مانتا رہے گا (ص ۶۸)

فرمائیے یہ ترجمہ سابقہ کسی مفسر یا مجدد نے کیا ہے؟

کیا یہ ترجمہ قواعد فن کے تحت درست ہے؟

قاضی صاحب۔ ایک دن مرکر تم نے قبر کے ہولناک گڑھے میں پڑنا ہے۔ کچھ تو خدا کا خوف کیا ہوتا؟ ہر جگہ نفس پرستی اور طاغوت پرستی مناسب نہیں ہوتی۔ نہ آپ نقل میں کچھ باک کرتے ہیں نہ عقل میں۔ نہ تمہیں من قتل فی المقدر آن براہے فلیبتوا مقعدہ من النار ملحوظ ہے صاحب بہادر تمہارا یہ ترجمہ کسی بھی سطح پر درست نہیں۔ کیونکہ

یہ قاعدہ نہایت واضح اور بچہ بچہ پر منکشف ہے کہ جب مضارع پر ن ثقلیہ آ جائے تو وہ ہمیشہ زمانہ مستقبل کا معنی دیتا ہے بالخصوص جبکہ اس کے ابتدا میں لام تاکید بھی ہو لہذا ایومن کا واضح ترجمہ یوں ہی ہو گا۔ اہل کتب کا ہر ایک فرد مستقبل میں لازماً "مسح پر ایمان لے آئے گا۔ اس کو کون پاگل تسلیم نہ کرے گا۔

قاضی صاحب کیا یہ یہود اور عیسائی اس کے علاوہ ہی واقعہ قتل و صلیب کے قائل نہیں؟ کیا یہود نے تاکیداً "لما قتلنا المسیح نہیں کہا تھا؟ لہذا آپ ان کا ایمان کسی واقعہ قتل و صلیب پر ثابت کرنے چلے ہیں وہ تو پہلے ہی اسے تسلیم نہیں بلکہ ان کا پختہ دعویٰ ہے کہ مسح قتل و صلیب سے دوچار ہوئے تھے اور کہتے ہیں کہ مسح سچے نبی نہ تھے لہذا ان کو ہم نے مصلوب کر دیا اور عیسائی قوم کا بنیادی عقیدہ ہی مصلوبیت مسح ہے۔ لہذا یہ دونوں گروہ تو پہلے ہی اس واقعہ قتل و صلیب پر یقین رکھتے ہیں اب نئے سرے سے آپ ان کو کس جدید واقعہ قتل و صلیب پر ایمان لانے والا قرار دے رہے ہیں قاضی صاحب آپ بھی مرزا صاحب کی طرح

مراقی بن گئے یہ آپکی بے بیباکانہ باتیں منظر عام پر آنا زیب نہیں دیتیں لہذا کچھ تو شعور سے کام لیں۔ جناب مرزا صاحب تو بوجہ مراق و ہسٹریا کے معذور تھے نیز ان کے ملہم ہی پٹی اور مٹھن لال وغیرہ جیسے جلال تھے۔ انہوں نے تو مرزا کو ایسے ہی اٹے سیدھے قواعد القاء کرنے تھے آپ تو کچھ ہوش و حواس درست کر کے بات کریں۔

۲۔ قاضی صاحب کا مزید ایک اشکل

کہتے ہیں کہ اگر اہل اسلام کا یہ نظریہ تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح کی آمد ثانی کے وقت تمام یہود و نصاریٰ مسلمان ہو جائیں گے تو یہ بات دیگر دلائل کے علاوہ اس نص قرآنی کے بھی خلاف ہے کہ جو قرآن مجید میں حضرت مسیح سے وعدہ فرمایا گیا تھا کہ

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ
یعنی تمہارے متبعین کو مخالفین پر قیامت تک غالب رکھوں گا

تو اگر تمام یہود و نصاریٰ کا مومن ہونا تسلیم کر لیا جائے تو یہ غالبیت کہاں رہے گی۔ کیونکہ اس طرح یہ غلبہ اس چیز کا متقاضی ہے کہ یہ دونوں فریق قیامت تک باقی بھی رہیں۔ لہذا اس آیت کا اسلامی مفہوم درست نہیں ہے۔ کیونکہ دریں صورت صحت آیت کی تغلیط لازم آتی ہے

الجواب بعون العلام الوہاب یہ ہے

یہ مخلوہ قرآنی تفریحی ہے یعنی اس کا مفہوم اتنا ہی ہے کہ آپ کے متبعین مخالفین پر ہمیشہ غالب رہیں گے تو جب تک ان کا وجود باقی ہے مخالفت باقی رہے گی اور جب بوجہ مومن ہو جانے کے ان کا اپنا تشخص ہی قائم نہ رہا تو پھر مخالفت کیسی پھر دیکھئے ایسا مخلوہ طویل مدت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ بھئی میری تمہارے ساتھ قیامت تک مخالفت رہے گی یعنی ہمیشہ تک دوام حقیقی نہیں بلکہ تفریحی مراد ہوتا ہے۔

اس زمانہ کے متعلق خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ مسیح موعود کے وقت تمام ملتیں ختم ہو کر محض ملت اسلام ہی باقی رہے گی اسلام کا عملاً غلبہ کامل ظاہر ہو گا۔ دیکھئے (چشمہ معرفت ص ۸۳ خزائن ص ۹۱ ج ۲۳) وغیرہ حوالہ جات کثیرہ۔

ادھر احادیث نبویہ میں بھی اس حقیقت کی صراحت موجود ہے کہ تمام مذاہب ختم ہو کر محض اسلام ہی باقی رہ جائے گا تمام قسم کے بغض و عداوت ختم ہو جائیں گی۔ لہذا قاضی صاحب کا مغالطہ محض فضول ہے۔ کیونکہ قاضی صاحب کے ذہن میں جو اشکل ہمارے عقیدے کے مطالعہ سے پیش آیا وہی اشکل احادیث نبویہ اور خود مرزا صاحب کی تحریر سے بھی سامنے آ رہا ہے۔ اور سنئے

مرزا صاحب کی مزید تائید

آنجملی لکھتے ہیں کہ

کیونکہ اس بات پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا پر کثرت سے پھیل جائے گا اور نطل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور راستبازی ترقی کرے گی۔ (دیکھئے مرزا صاحب کی مشہور کتاب ایام الصلح ص ۱۳۶ خزائن ص ۳۸۱ ج ۱۳)

مرزا بشیر الدین محمود کی گواہی

حضرت مسیح کی آمد ثانی کے حالات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ کو ترک کر دے گا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دے گا اس کے زمانہ میں سب مذاہب ہلاک ہو جائیں گے اور صرف اسلام ہی رہ جائے گا۔ (حقیقتہ النبوة ص ۱۲۵)

قاضی صاحب اور ان کے ہمناؤ۔ بولو۔ جب مسیح کے زمانہ میں تمام لوگ مسلمان ہو جائیں گے دیگر تمام مذاہب (یہودیت۔ نصرانیت قلوینیت وغیرہ) ختم ہو جائیں گے۔ تو پھر یہود و نصاریٰ کی باہمی عداوت کہاں رہے گی؟ فرمائیے کچھ دماغ

شریف سیدھا ہوا کہ نہیں یہ تمہارے گھر کی گواہیاں پیش کر رہا ہوں۔ اب کرو
دین اسلام پر اعتراض۔

ناظرین کرام۔ آپ یقین کیجئے قادیانیت محض دجل و فریب۔ حماقت و
جہالت اور تضاد و تناقض کا پلندہ ہے۔ خود مرزا صاحب نہیں دیکھتے کہ میری یہ بات
کہیں میری دوسری بات کے الٹ نہ ہو جائے اور نہ ہی خلیفہ صاحب دیکھتے ہیں کہ
میری یہ تحریر ہانی سلسلہ دجل و فریب کے مخالف نہ ہو۔ اور نہ کوئی قادیانی مبلغ
اور جیالا ہی یہ بات ذہن نشین رکھتا ہے۔ کہ ہماری یہ تحریر یا تحقیق ہمارے بنوں
کے خلاف واقع نہ ہو گئی ہو۔ بلکہ ان کو محض لکھنے یا بولنے سے ہی سرو کار ہوتا
ہے آگے پیچھے کا کچھ ہوش نہیں رہتا تمام قادیانی لڑ پھڑکی یہی پوزیشن ہے۔

اب فرمائیے محترم قاضی صاحب چلے تھے اہل اسلام پر اعتراض کرنے اور
کلام الہی کو معصوم بنانے۔ مگر نتیجہ یہ نکلا کہ ولا یحقیق المکر السبئی الا باہلہ
یعنی خود اس تعارض اور تناقض کے چکر میں پھنس گئے اور وہ بھی اپنے ہانی تحریک
کے ساتھ لہذا یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یہود و نصاریٰ کا باہمی بغض و عداوت ایک
خاص وقت تک ہے اس بنا پر اہل اسلام کا مفہوم صحیح ثابت ہوا۔ اور قاضی
صاحب کا یہ مغالطہ محض مکر و فریب ہی نکلا۔ بلکہ ان کے اپنے اکابر کے لئے بھی
خطرناک ثابت ہوا۔

۳۔ قاضی صاحب کا تیسرا مغالطہ

اس اسلامی استدلال کے خلاف قاضی صاحب نے دوسرا شکل یہ پیش کیا
ہے کہ اس آیت کی دوسری قرآت قبل موتہم بھی مروی ہے ملاحظہ ہو تفسیر ثنائی
از حضرت قاضی پانی پتی وغیرہ۔ اس لئے انہوں نے اور دیگر مفسرین نے قرآت
ثانیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے قبل موتہ کی ضمیر کا مرجع ہر اہل کتاب کو قرار دیا ہے تو
جب یہ مفہوم لے لیا جائے تو لہل اسلام کا استدلال باطل ہوا۔ اور ویسے بھی کس
نبی پر ایمان لانے کے لئے اس کی جسمانی زندگی بوقت ایمان ضروری نہیں۔ (پاکت
بک ص ۷۰-۷۱)

یہ اختلاف قرآت کا مسئلہ مسلم ہے مگر یہ حقیقت بھی ملحوظ خاطر رہے کہ متواتر قرآت کو ترک کر کے ایک روایتی اور شاذ قرآت پر انحصار کرنا کوئی معقول بات نہیں ہے بالخصوص جبکہ وہ قرآت عام اجماعی نظریہ کے بھی مخالف ہو۔ لہذا جب یہ بات سو فیصد ثابت ہو چکی کہ اہل اسلام از روئے قرآن و حدیث صحیح اور اتفاق طور پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح دوبارہ تشریف لائیں گے۔ (دیکھئے ملفوظات ص ۳۰۰-۱۰ ازالہ ص ۵۵۷ شلہ القرآن ص ۴ و ۹) وغیرہ۔ تو پھر نحوی تو جہلت غیر متواتر قرآت اور شاذ اقوال وغیرہ سے اس حقیقت ثابتہ قطعہ کے خلاف محاذ قائم کرنا کون سی دینی و علمی خدمت ہو سکتی ہے؟

پھر قاضی صاحب کی خدمت میں یہ بھی گزارش ہے کہ آپ کے مرزا صاحب تو مسیح برحق کے متعلق اپنے پیش کردہ معیار پر بھی پورے نہیں اتر سکے آپ پھر کسی غرض سے اس مردہ لاش میں ہوا بھر رہے ہیں صاحب اس غریق کو تمہارے تنکوں کا سہارا کچھ بھی مفید نہیں ہو رہا۔

۴۔ قاضی صاحب کا چوتھا معارضہ یا مغالطہ

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

و یوم القیامہ یكون علیہم شہید اس بات پر نص صریح ہے کہ حضرت مسیح اب اس دنیا میں دوبارہ آکر اہل کتاب کے ان خیالات کو باطل نہیں کریں گے بلکہ وہ قیامت کو ہی ان پر گواہی دیں گے کہ ان کے خیالات باطل تھے پس جب حضرت مسیح کی آمد ثانی کی اس آیت سی نفی ثابت ہوئی تو ان کی زندگی اور اصالتاً "آمد ثانی کا خیال ہی باطل ثابت ہوا (پاکٹ بک ص ۷۱)

الجواب بعون اللہ الوہاب

واہ جی قاضی صاحب۔ آپ اہل اسلام کے خلاف پاکٹ بک لکھنے بیٹھے اور طہیت یہ ہے کہ نصوص قرآنیہ سے بھی جہالت۔ بندہ خدا کیسی کچی باتیں کرتے ہو۔ کہ مسیح اصالتاً "آکر ان کے خیالات کو باطل قرار نہ دیں گے بلکہ قیامت کے

دن ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ (سبحان اللہ)

فرمائیے کیا ان دونوں جملوں میں کوئی ربط ہے؟

صاحب بہادر سنئے۔ تردید خیالات اور شبہ ہے اور کسی کے خلاف گواہی دینا اور بات ہے قاضی صاحب حضرت مسیح کے خلاف منفی معقولات کا صرف رد ہی مقصود نہیں بلکہ ان کو عملاً تسلیم کرانا بھی مقصود ہے چونکہ دار دنیا دار امتحان ہے۔ یہاں جبرو اکراہ سے تسلیم نہیں کرایا جاتا۔

ہاں روز حشر ہر طرح سے ان کو قائل کیا جائے گا کیونکہ وہاں انسانی اختیار مسلوب ہو کر للہ الواحد القہار کی فضا قائم ہوگی۔ تکوینی طور پر ہر فرد اصل حقیقت کو تسلیم کر لے گا۔ تو یہاں مسیح سے لے کر آج تک بلکہ آمد ثانی تک کروڑوں اربوں عیسائی اور یہودی کفر و ضلالت پر مر رہے ہیں حالانکہ ان کے خیالات کی تردید قرآن مجید چودہ سو سال سے کر رہا ہے مگر جب آمد ثانی میں مسیح آجائیں گے تو جنگ و قتل سے باقی ماندہ افراد ضرور ایمان لے آئیں گے مگر پہلے فوت شدہ تو باقی رہ جائیں گے گویا عملی اور مکمل تسلیم یہاں بھی نہیں بلکہ جزوی ہے لہذا مکمل اظہار حقیقت کہ جس کے سامنے سب کے سب سر تسلیم خم کر دیں وہ قیامت ہی کو ہو گا۔ اس سے پہلے ممکن نہیں تو حضرت مسیح یہود و نصاریٰ کے غلط عقائد و اعمال اور طرز عمل کے خلاف گواہی دیں گے۔ جس سے انکار کی کوئی گنجائش اور موقعہ نہ رہے گا اور ان کو مجرم قرار دیکر جہنم رسید کر دیا جائے گا لہذا ہمارے اصل موقف سے اس آیت کی کچھ بھی مخالفت نہیں ہے۔ آپ بلاوجہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں بڑے بڑے اکابر صحابہ مفسرین مجددین مہتممین نے تمام دلائل براہین کو چھان پھٹک کر اس نظریہ حق پر مر تصدیق مثبت کی ہے جس میں رتی بھر تضاد نہیں۔ لہذا اب صرف وہ من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولى و نصلہ جہنم کا مرحلہ ہی باقی ہے کسی مزید تحقیق کا نہیں۔

۵۔ قاضی صاحب کا آیت ان من اهل الكتاب کے متعلق پانچواں

قاضی صاحب اسلامی استدلال پر یہ اشکل پیش کر رہے ہیں کہ مفسرین کرام اس بات پر پریشان ہیں کہ لیومن بہ کا مرجع مسیح کو کیسے قرار دیا جائے اس کے اصل مرجع واقعہ قتل و صلیب کی طرف ان کا ذہن نہیں پھرا اس لئے انہوں نے یہ تاویل کی کہ اس وقت تک انکی جان نہیں نکلتی جب تک ان سے ایمان با مسیح کا اقرار نہیں لے لیا جاتا۔ (پاکٹ بک ۷۱)

الجواب بعون اللہ الوہاب

ناظرین کرام آپ نے مندرجہ بالا بحث سے صاف معلوم کر لیا ہے کہ مفسرین ہرگز بہ کی ضمیر کے متعلق پریشان نہیں بلکہ تمام اکابر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس کا مرجع مسیح ہی ہیں جس کو تمام معتبر تفاسیر سے نقل کیا جا چکا ہے۔ ہاں بطور شہد ذ کے بعض نے اس کا مرجع محمد ﷺ اور ایک آدھ نے قرآن مجید قرار دیا مگر باوجود اس کے جمہور مفسرین مجددین پہلی بات پر ہی متفق ہیں کیونکہ اس سے قبل حضرت مسیح کا ذکر خیر ہی چلا آ رہا ہے لہذا آپ کی ذات مقدسہ کو مرجع قرار دینے میں کوئی تکلف یا پریشانی کی بات پیش نہیں آتی ہاں تمہاری من گھڑت بات ضرور باعث پریشانی ہے کہ تم نے خواہ مخواہ من شد فی النار کا مظاہرہ کر کے الخلو و تھلیک کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جبکہ ہمارے مفسرین اس معمولی سے ضمیری اختلاف کے باوجود بھی اس نظریہ رفع و نزول جسمانی پر دل و جان سے یقین رکھتے ہیں ہذا ہوا الحق الصریح قد اجمع واتفق علیہ جمیع الائمة والامة من اولہ الی آخرہ فماذا بعد الحق الا الضلال المبین

اہل اسلام کی پانچویں دلیل و نہ لعلم اللساعتہ پر قلوبانی اشکل

جناب قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

اس آیت میں انہ کی ضمیر کا مرجع بعض لوگوں نے حضرت مسیح کو قرار دیکر یہ معنی کیا ہے کہ حضرت مسیح قیامت کی نشانی ہیں یعنی وہ زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے دوبارہ آئیں گے یہ معنی بدیں وجہ باطل ہیں۔ (پاکٹ بک ص ۷۱)

الجواب بعون اللطام الوهاب

قاضی صاحب نے اپنی بنیادی کج فطرتی کے مطابق بات کو ہلکا کرنے کے لئے اور اپنی من گھڑت تلویل کو موثر بنانے کے لئے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے انہ کی ضمیر کا مرجع حضرت مسیح کو قرار دیا ہے۔

یا اخوة الاسلام۔ ان لوگوں کا یہ دجل و فریب ہے کہ جب یہ اپنے اللہ و زندقہ کے چکر کی تائید میں لکھتے یا بولتے ہیں تو پھر یہ کسی بھی ہستی کی پرداہ نہیں کرتے بلکہ بلاجھک ہر حقیقت کو نظر انداز کر جاتے ہیں ان کی یہ کج فطرتی اور بد مزاجی ہر جگہ عیاں ہے۔ چنانچہ زیر بحث آیت میں بھی قاضی صاحب نے یہی وطیرہ اختیار کیا ہے کہ ایک مدلل و مبرہن حقیقت کو غیر اہم قرار دینے کے لئے اتنی بیباکی کا اظہار کیا ہے کہ جس تفسیر کو بڑے اکابر صحابہ اور تابعین بیان کریں حتیٰ کہ حدیث صحیح مرفوع بھی اسکی موید ہو اسے بعض لوگوں کا عنوان دے کر غیر اہم اور غلط قرار دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

حالانکہ ام التفسیر طبری میں فریقین کے مسلم مجدد امام ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نزول عیسیٰ کا واقعہ ہے اسی طرح ابو مالک۔ حسن۔ مجاہد۔ قتادہ۔ ضحاک۔ اور ابن زید وغیرہ اکابر مفسرین سے یہی تفسیر منقول ہے۔ (دیکھئے تفسیر طبری ص ۵۴ ج ۲۵)

ایسے ہی تفسیر در منشور لیسوٹی میں ہے۔ جو کہ مرزا صاحب کے ہاں دسویں صدی کے مسلمہ مجدد و ملہم ہیں نیز تفسیر ابن کثیر وغیرہ اور تفسیر مظہری میں بھی یہی مذکور ہے کہ ولفہ لعلم للساعۃ یعنی عیسیٰ علیہ السلام لی نزولہ من اشراط الساعۃ یعلم بہ قومہا۔ نظر و اتحت هذا لاینہ اس کے بعد قاضی صاحب نے اس مرجع کی تائید میں صحیحین کی مشہور حدیث پاک نقل فرمائی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

انہالین تقوم حتیٰ ترو قبلہا عشر آیت فز کر لدخان والدجل ولاینہ وطلوع الشمس من مغربہا ونزول عیسیٰ بن مریم
یہ حدیث پاک مسلم (ص ۳۹۳ ج ۲) اور بخاری شریف اور دیگر کتب

حدیث میں بھی مذکور و مسطور ہے اب حسب قواعد مسلمہ جو شروع میں نقل ہو چکے ہیں کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے ہوگی پھر فرمان رسول سے تو اب یہ واضح لعلم للساعۃ کی تفسیر و تشریح فرمان رسول سے واضح ہو رہی ہے لہذا کسی بھی مدعی ایمان بالرسالت کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے تسلیم نہ کرے ورنہ بصورت دیگر ومن یشاقق الرسول کی زد میں آئے گا۔

اس کے علاوہ مزید احادیث بھی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نزول مسیح قیامت کی نشانی ہے لہذا ہم تو اسی حقیقت کے پابند ہیں اور رہیں گے۔ قلابانیوں کی اپنی قسمت وہ جس طرف مرضی ہو لڑھک جائیں۔

نیز اس بات میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ بعض مفسرین کرام نے انہ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف بھی راجع کی ہے اگرچہ وہ بھی محتمل ہے مگر سیاق کلام اور تائید احادیث سے یہی حقیقت قابل قبول ہوگی کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ ہی ہیں۔ ہاں اگر تم دوسرے مفسرین ہی کی توجیہ پر اصرار کرو تو پھر بھی تمہیں کچھ فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ وہ حضرات اگرچہ اس ضمیر کے مرجع کے بارہ میں ذاتی طور پر اختلاف رائے رکھتے ہوں گے مگر نفس مسئلہ نزول و حیات میں تو وہ ہمارے موقف سے ہل برابر بھی مختلف نہیں لہذا قاضی صاحب اور ان کے ہممنوا صرف ایک جزئی کو ہم سے الگ کرنے پر خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ انہوں نے میدان مار لیا ہے کیونکہ یہ صرف ایک توجیہ کا اختلاف ہے جس میں وہ اپنی توجیہ کو محض احتمالی قرار دیتے ہیں حصروہ بھی نہیں کرتے کہ اس کا مرجع صرف یہی ممکن ہے اور اس کے خلاف بالکل غلط ہے اور پھر اس بنا پر قلابانیوں کی طرح مسئلہ حیات مسیح بھی مندوش قرار دیتے ہوں۔ اس تمام منطق کا کوئی ایک فرد بھی قائل نہیں ہے۔ تو بتائیے اس معمولی سے اختلاف سے قلابانیوں کو کیا فائدہ ہو؟

ناظرین کرام اس تفصیل سے قلابانی اشکال کی جڑ تکمیل طور پر اکھر جاتی ہے اور ان کی باقی ماندہ وجوہ تملیط بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔ مگر آپ ذرا تفصیلی طور پر بھی ان کا خون خرابہ ملاحظہ فرمائیں تو مزید سلمان فرحت و انبساط فراہم ہو جائے گا۔ وہو ہذا

۱- قادیانی وجہ اول-

اہل اسلام نے علم کے معنی نشانی کے لئے ہیں حالانکہ اس کے لئے علم آتا ہے تو جواب یہ ہے کہ جناب من اس کی دوسری قرات علم نجی ہے اور علم کی صورت میں بھی معنی یہی ہے جو قاضی صاحب نے کیا ہے۔ علم۔ یعلم بہ قربہا۔ (دیکھئے تفسیر مظہری) اور تفسیر

روح المعانی میں ہے۔

(وأنه) لی یعیسیٰ علیہ السلام (لعلم للساعته) لی نہ بنزوله شرط ومن شروط الساعته لو بحدوثه بغير اب لوبا حیاء الموتی دلیل علی صحته البعث الذی هو معظم ما ینکر الکفرۃ من الامور الواقعہ ویاما ما کان فعلم الساعته مجاز عما تعلم بہ والتعبیر بہ للمبالغتہ ص ۹۵ ج ۲۵)

پھر انہوں نے اسکی ضمیر کا مرجع قرآن قرار دینے والوں کا ذکر فرما کر اس توجیہ کی ضعیف بھی کی ہے کیونکہ اس سے قبل قرآن کو کوئی تذکرہ نہیں لہذا سیاق کلام کی بنا پ اور تائید احادیث کی بنا پر یہ توجیہ راجح ترین ہوگی کیونکہ اس سے قبل ان ہو۔ ام ہو وغیرہ ضماہر بالاتفاق مسیح کی طرف راجح ہو رہی ہیں لہذا انہ کی ضمیر بھی آپ کی طرف ہی راجح ہوگی۔ (دیکھئے تفسیر روح المعانی ص ۹۶ ج ۲۵)

طبع لاہور

ایسے ہی تفسیر مدارک وغیرہ میں بھی مندرج ہے کہ (انہ ای عیسیٰ) اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ مرجع ضمیر میں کچھ اختلاف ہے مگر راجح ترین بات یہی ہے کہ انہ کا مرجع حضرت مسیح ہی ہیں کیونکہ سیاق کلام اسی چیز کا متقاضی ہے باقی اقوال محض مرجوع اور احتمالی ہیں لہذا قادیانی اور دیگر منکرین حیات و نزول مسیح کو ان امور سے کچھ فائدہ نہیں۔

۲- دوم یہ بیان فرماتے ہیں

اگر علم کو مجاز علم ہی قرار دے لیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مسیح کے نزول کو قیامت کی نشانی قرار دیکر فرمایا گیا ہے کہ فلا نمترن بہا کہ مسیح

قیامت کی نشانی ہے لہذا تم اس میں شک نہ کرو۔ تو یہ عجیب بات ہے کہ نشانی تو ابھی واقع نہیں ہوئی مگر اسے ماننے کا پہلے ہی زور دیا جا رہا ہے۔ یہ تحکم (جبر) ہے جو نشان الہی کے خلاف ہے۔

جواب یہ ہے کہ

صرف نزول مسیح ہی وقوع قیامت کی نشانی نہیں بلکہ اور بھی بے شمار نشانات ہیں جن میں سے بعض وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔ بعض کچھ دیر بعد واقع ہوں گی اور بعض بالکل قرب قیامت ظاہر ہوں گی تو وقوع قیامت ایک ہی نشانی پر مبنی نہیں آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ لا تقوم الساعة حتی نروا عشر آیات (مسلم)۔ دیکھئے یہ مختلف اوقات میں واقع ہوئے والی نشانیاں ہیں۔ تو کیا طلوع شمس من مغرب یا خروج دابہ کے متعلق بھی یہی بات کہو گے کہ حضرت نے عجیب بات فرمادی کہ یہ قیامت کی نشانیاں ہیں۔ یہ قبل از وقوع منوانا تو محض تحکم ہے پھر صاحب یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ مفسرین کرام نے ضمیر کا مرجع عیسیٰ کو قرار دیکر وجہ علمیت کئی امور کو بیان فرمایا ہے صرف آمد ثانی ہی کو قرار نہیں دیا کہ تمہارا یہ اشکال پیش آئے بلکہ آپ کی ولادت عجیبہ کو بھی بیان فرمایا ہے اور بعض نے آپ کے معجزہ احياء موتی کو وجہ علمیت بیان فرمایا ہے۔ لہذا تمہارا یہ اشکال محض ایک فضول اور لچر سی بات ہے۔ (دیکھئے تفاسیر سلف صالحین۔)

پھر عجیب تر بات ہے کہ اول تو ہر مفسرانہ ای عیسیٰ ہی کہتے ہیں لیکن اگر کسی نے انہ کی ضمیر کا مرجع قرآن یا کچھ اور بھی بیان فرمایا ہے تو بھی نابار ایک احتمالی توجیہ کے بیان کیا ہے نفس مسئلہ حیات و نزول میں کوئی بھی اختلاف نہیں کرتا اسی لئے آگے نزول مسیح کی احادیث بھی ذکر کر دی ہیں تاکہ اس مسئلہ پر کوئی آج نہ آنے پائے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ کہ جس مسئلہ کو اصدق الخلق صلی اللہ علیہ وسلم بار بار موکدہ بمسم بیان فرمائیں اس میں کسی مومن کو کیسے تردد ہو سکتا ہے یہ تو قادیانیوں جیسے ملحدین ہی کا کام ہے۔ کہ محض اپنا الو سیدھا کرنے کے پیش نظر ہر حقیقت کو نظر انداز کرتے جاتے ہیں نہ خدا کی شرم نہ رسول اللہ ﷺ کی حیا اور نہ ہی بعد کے مجددین مخلصین اور اکابر ائمہ ہدیٰ کا پاس۔ گویا یہ لوگ

روحانی ایڈز کے شکار ہو چکے ہیں اچھا اب مرزا صاحب کا ذاتی ترجمہ سماعت فرمائیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

اور پھر فرمایا کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لاوے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا۔ (ازالہ اوہام ص ۳۷۲ طبع لاہور)

ناظرین کرام کیا یہ قرآن مجید کا ترجمہ ہے۔ یہ کس لغت اور اصول کے مطابق ہے فرمائیے آنجناب نے کونسی الحاد و زندقہ میں کس بھائی چھوڑی ہے کیا مرزائی اسی لیاقت پر دوسروں کو دعوت دیتے پھرتے ہیں۔ فرمائیے کیا ایسا لچر ترجمہ اس سر سید کے فرشتوں کو بھی سوجھا ہو جس پر خود مرزا ان کی الحادی تلویحات پر زبردست تنقید کرتے ہوئے فتویٰ الحاد لگا رہا ہے۔ (آئینہ کمالات ص ۲۲۷ تا ص ۲۷۳)

مگر مرزا نے باوجود تمام تر پھرتوں کے انہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ ہی بتایا یا اخوة الاسلام سچ ہے جو شخص راہ حق سے بھٹک گیا وہ ایسے ہی کھنڈوں میں گرتا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ سے منحرف ہو گیا اس کا انجام یہی ہوتا ہے۔ دیکھئے محمد رسول اللہ ﷺ کتنی زبردست تاکیدات سے اس مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم بن مریم (بخاری ص ۳۹۰ ج ۱)
نیز فرمایا والذی نفسی بیدہ لیہلن بن مریم بفتح الروحاء (مسلم ص ۳۰۸ ج ۱)

نیز فرمایا واللہ لینزلن ابن مریم حکما عدلا فیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة ولیترکن لقلاص فلا یسعی علیہا ولتذہبن المشحناء ولتباغض ولتحاسد ولیدعون الی امل فلا یقبلہ احد (رواہ مسلم ص ۸۷ ج ۱) ایک موقع پر فرمایا والذی نفسی بیدہ لیقتلہ ببلب لدیاننداری سے فرمائیے کہ جس مسئلہ کو اصدق الخلق اتنی قسموں اور تاکیدات سے بیان فرمائیں تو کیا کسی باہوش انسان کو اس میں کچھ شک یا تردد رہ سکتا ہے انکارو

انحراف تو دور کی بات ہے۔ خدا کی قسم صادق و امین محمد ﷺ کے ارشاد پر تو کفار بھی یقین کر لیتے تھے۔ کہ یہ بات ضرور سچی ہے مومن کیوں شک کرے گا۔ مگر یہ قلوبانی اتنے سکہ بند کافر اور زندیق ہیں کہ ان کو کوئی بھی سچی بات راس نہیں آتی۔ یہ دنیا میں زالی ٹولی ہے کہ جو باوجود اوعائے ایمان کے بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان موکد بحلف پر یقین نہیں کرتے بالخصوص جب کہ مرزا قلوبانی نے خود ایک ضابطہ بھی طے کر دیا ہے کہ جو بات موکد بحلف کی جائے اس میں کوئی استثناء یا تلویل نہیں ہوتی بلکہ وہ ظاہری صورت میں ہی تسلیم کی جاتی ہے۔ (حماتہ البشری ص ۱۳)

مگر اس مسئلہ میں ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے کتنی ٹاکیڈا اور قسموں سے بیان فرمایا ہے۔ آخر ہم مرزا صاحب کا ہی ایک دوسری ضابطہ پیش کرتے ہیں کہ

کیوں تم چھوڑتے ہو نبی کی حدیث کو
چھوڑ دو جو چھوڑتا ہے تم اس خبیث کو

(تحفہ گولڑا یہ ص ۲۷) اب خدا لگتی کہئے کہ اس میں کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے کس کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس نظریہ میں اختلاف کرے یا تلویلات باطلہ کا سہارا لے۔

یا اخوة اسلام۔ توجہ فرمائیں۔ یہ منکرین حیات قلوبانی نہ سمجھیں تو جائیں جنم میں تم اپنی فکر کرو۔ کہ جس ذات اقدس پر آپ کا ایمان کامل کا دعویٰ ہے کم از کم آپ تو اس مسئلہ میں پختہ اور پر یقین ہو جائیں کوئی فرد مسلم کسی قلوبانی و سوسے سے ہرگز متاثر نہ ہو۔ بلکہ ان کو آقائے تبار صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور مکذب سمجھ کر ان کے قلع قمع کرنے کی موثر جدوجہد کرے ورنہ اس کا ایمان کے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ جی حضرات گرامی جاتے جاتے زیر بحث آیت میں انہ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ معلوم کر لیجئے جناب قلوبانی کا ایک اور اعتراف ملاحظہ فرمائیے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ نہ لعلم للساعة فلا تمنرن بهالمنی لے یہود و عیسٰی کے ساتھ ہمیں پتہ لگ جائے گا کہ قیامت کیا چیز ہے..... اس میں شک نہ

کرو (اعجاز احمدی ص ۲۱ از مرزا قلوبانی خزائن ص ۱۳۰ ج ۱۹)

قاضی صاحب اور ان کے ہمنوا مرزاؤں دیکھو آپ کے گرو مرزا صاحب انہ کی ضمیر کا مرجع کیا بتلا رہے ہیں کاش کہ قاضی صاحب پہلے گھر کو دیکھ بھال کر قلم اٹھاتے تاکہ یہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑتی۔

۳۔ تیسرا قادیانی اشکل یہ ہے کہ

اگر بالفرض ضمیر کا مرجع مسیح ہی ہوں تو بھی تمہارا نظریہ حیات مسیح ثابت نہیں ہوتا کیونکہ پھر بطور مبالغہ زید عدل کی طرح معنی یہ ہوگا کہ آپ کی تعلیم آپ کے زمانہ اول کے لوگوں کے لئے موجب علم قیامت ہوگی اور اس طرح بعد والے لوگوں کے لئے بھی آنحضرت ﷺ کے ذریعہ لوگوں کو تلقین کی گئی ہے کہ دیکھو مجھ سے پہلانی بھی قیامت کی تعلیم دیتا ہے اور میں بھی دے رہا ہوں لہذا تم اس میں کوئی شبہ نہ کرو اس میں آپ کا مطلق نزول موجب علم قیامت کہاں مذکور ہے۔

(پاکٹ بک)

جواب یہ ہے کہ جب سابقہ تمام مفسرین کرام نے از روئے سیاق کلام اور احادیث رسول ﷺ اس کا مفہوم واضح کر دیا ہے تو تمہیں اس سے انحراف و انکار کی کونسی مصیبت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ نئی نئی پرالحوہ توجیہات نکل کر ونبیع غیر سبیل المومنین کا مصداق بنتے پھرو اور بقول مرزا صاحب سابقہ مجددین سے انحراف موجب فسق و کفر کا طوق گلے میں لٹکاتے پھرتے ہو لہذا سلامتی انہی کے نظریہ کے اختیار کرنے میں ہے کیونکہ حکم ہے (وانبع سبیل من اذاب الی بالخصوص جب کہ خود مرزا صاحب نے بھی اس ضمیر کا مرجع عیسیٰ ہی بیان کر دیا ہے تو تمہیں اب اقرار میں کیا چیز مانع ہے؟

۴۔ چوتھا قادیانی اشکل یہ ہے کہ

لساعہ سے مراد قیامت نہیں بلکہ عذاب کی گھڑی مراد ہو۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ ولادت مسیح بنی اسرائیل کے لئے موعود عذاب کی

نشانی تھی اور اسی طرح رسول کریم ﷺ کا ظہور بھی آپ کے منکرین کے لئے موعود عذاب کا نشان ہو گا اس لئے آپ کے منکرین کو اپنے زمانہ میں آنے والے عذاب کی گھڑی پر یقین رکھنا چاہئے اور اس میں کسی قسم کا شک و تردد ہرگز نہ ہونا چاہئے (کیا یہ قبل از وقت تلقین نہیں تھی ناقل) اس توجیہ پر بھی مسیح کی حیات جسمانی پر استدلال باطل قرار پاتا ہے لہذا انہ کی ضمیر کا مرجع وہی صحیح ہونا چاہئے جو حسن بصری سے منقول ہے کہ انہ سے مراد قرآن کریم ہے جس میں قیامت کے علمی دلائل مذکور ہیں لہذا آنحضرت ﷺ کے منکرین کو ساعت موعود میں کوئی شک نہ کرنا چاہئے بلکہ سچے دل سے آپ کی پیروی کرنی چاہئے۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۷۸)

الجواب الاخر قاضی صاحب جب تمام معتبر مفسرین اور مسلمہ مجددین نے اس آیت کے راجح معنی بیان کرتے ہوئے اسی سے مراد نزول مسیح ہی لیا ہے جو کہ دوسرے متعدد دلائل و براہین سے ثابت ہے تو پھر آپ کو ان سے منحرف ہونے کی کیا مصیبت پڑی ہے کیا آپ امام ابن جریر ابن کثیر صاحب روح المعانی علامہ سنی سے علم و عقد میں بڑھ گئے کہ ان کو تو یہ اشکالات نہ سوجھے ہوں اور تمہیں اور تمہارے گرو کو سوجھ گئے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ قاضی صاحب جو توجیہ بھی اجماعی نظریہ کے مخالف ہو گی وہ ناقابل قبول ہو گی اور مردود ہو گی۔ لہذا آپ اتنی فضول محنت نہ کریں۔ آپ کی سلامتی اسی میں تھی کہ آپ جمہور امت کے ساتھ ہی رہتے محض ماڈرن قسم کے منکرین کی پیروی کر کے جاوہ حق سے نہ بھٹکتے۔ کیا تمہیں فرمان الہی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولى ذہن نشین نہ تھا۔

ناظرین کرام یہاں تک اس مسئلہ حیات و نزول جسمانی کے متعلق اہل اسلام کے دلائل اور قادیانیوں کے تلیسی اشکالات کے جوابات تھے جس سے آپ نے اچھی طرح سے اندازہ کر لیا ہو گا۔ کہ اہل حق کا نظریہ ہی اصول و ضابطہ کے موافق ہے سلف صالحین کے مطابق ہے یہی امت مسلمہ کا اجماعی اور اتفاق عقیدہ

ہے اس کے خلاف قلوبانیوں کا نظریہ سراسر بے دلیل اور محض سفہ اور الحلا
 و زندقہ کا ملغوبہ ہے۔ جو حقیقت سے سراسر الگ تھلگ فزینہ ضلالت ہے۔ محض
 و جل فریب ہے لہذا اللہ تعالیٰ جملہ اہل اسلام کو اسی نظریہ حق پر قائم دائم رکھے
 بلکہ گم کردہ راہ لوگوں کو بھی اسی سچائی کو اپنانے کی توفیق عنایت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین
 خدام انسانیت احقر عبد اللطیف مسعود

مسئلہ حیات مسیح از روئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسَّلَام

یا اخوة الاسلام۔ مسئلہ حیات و نزول مسیح امت مسلمہ کا از روئے
نصوص (قرآن و حدیث) ایک اتفاقی اور اجماعی مسئلہ ہے جس کی پوزیشن
حسب تحریر مرزا غلام احمد قادیانی آنجمنی سماعت فرمائیے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

- ۱۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریمؑ کے آنے کی پیش گوئی ایک
اول درجہ کی پیش گوئی ہے۔
- ۲۔ جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے
- ۳۔ اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی
اس کے ہم پہلو اور ہموزن ثابت نہیں ہوتی۔
- ۴۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔
- ۵۔ انجیل بھی اسی مصداق ہے۔

(نتیجہ) اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام
حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے۔

۱۔ جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخبر
اور حصہ نہیں دیا۔

۲۔ اور بہاعت اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال
الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی۔ (ازالہ اوہام ص ۵۵۷)

ناظرین کرام مندرجہ بالا اقتباس بالکل صاف، واضح اور مفہوم میں بالکل کلیہ
ہے۔ ایک ان پڑھ اور پرائمری کلاس کا بچہ بھی اس کا مفہوم آسانی سے سمجھ سکتا
ہے چنانچہ اس میں بندہ نے مزید سہولت کے لئے ایسے جملوں پر نمبر شمار لگا دیئے
ہیں۔

جناب مرزا صاحب نے مندرجہ بالا اقتباس میں مندرجہ ذیل حقائق کا اعتراف کیا

ہے کہ

۱- حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ مریم صدیقہ کے فرزند تھے ان کے آنے کی پیشگوئی ہے نہ کہ کسی مثل مسیح کی۔

۲- اس پیشگوئی کو بوجہ ثبوت کامل کے تمام آئمہ دین اور عوام الناس نے بیک زبان و قلب قبول کر لیا ہے۔

۳- واقعہً اب ہم اگر اسلامی لٹریچر ملاحظہ کریں تو اس میں بالکل عیاں طور پر یہ عقیدہ حضرت عیسیٰ جو صاحب انجیل اور رسول نبی اسرائیل اور مریم صدیقہ کے فرزند تھے کے متعلق مذکور ملتا ہے نہ کہ کسی مثل مسیح کے متعلق۔

۴- اور بھی صحیح احادیث میں بے شمار پیشگوئیاں ہیں جیسے خروج دجال۔ آمد مہدی۔ مختلف عملی اور اعتقادی فتنوں کا ظہور۔ مگر یہ پیشگوئی سب سے بڑھ کر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

۵- یہ پیشگوئی صرف قرآن و حدیث کی رو سے اور صرف اہل اسلام تک ہی محدود نہیں جیسے دیگر پیشگوئیاں ہیں بلکہ اس کا تذکرہ موجودہ انجیل میں بھی موجود ہے۔ مثلاً (متی ۲۴ لوقا وغیرہ)

۶- اس پیشگوئی کو تو اتر کا اول درجہ حاصل ہے جو کہ ایک حجت شرعیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۷- آمد مسیح بن مریم کے انکار کا نتیجہ اور انجام

لہذا جب یہ پیشگوئی ایک زبان زد اور مشہور و معروف حقیقت ہے تو اس سے انکار و انحراف کرنا کوئی شرافت نہیں ہوگی کیونکہ پھر اس بنا پر اس کی تائید کرنے والی بے شمار احادیث رسول کا انکار لازم آتا ہے جو کہ سراسر بد قسمتی اور بے نصیبی کی بات ہے کیونکہ یہ تو انکار رسالت کی بات ہو جاتی ہے لہذا ایسی حقیقت سے انحراف یا انکار سراسر بد قسمتی اور محرومی کی بات ہے۔

۸- جو لوگ اس مرض انکار و انحراف کا شکار ہو گئے تو وہ محض اسی بنا پر ہوئے کہ ان کے ذہن و قلب میں خدا و رسول کی عظمت باقی نہیں رہی اور ظاہر ہے کہ جس کے قلب و ذہن میں خدا رسول کی عظمت نہ رہے وہ مسلمان کیسے رہ سکتا

ہے؟

قارئین کرام میرے خیال میں اس نظریہ کی اہمیت و عظمت اس سے بڑھ کر بیان کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے لہذا آپ ان حقائق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصل حقیقت کو پا سکتے ہیں کہ اس نظریے کے قائلین کا مقام کیا ہے اور اس کے منکرین کا مقام و انجام کیا ہے۔ علاوہ ازیں اسی مشیل دجال مرزا غلام احمد قادیانی کی مزید متعدد واضح اور ٹھوس تحریرات پیش کی جا سکتی ہیں جو کہ نظریہ اسلامی کی اہمیت و عظمت اور حقانیت کو مزید سے مزید واضح کر کے اصل حقیقت اور اس میں اختلاف کرنے والوں کی پوزیشن واضح کر دیتی ہیں۔ مثلاً ان کی کتاب شہادۃ القرآن (ص ۲ و ۶ خزائن ص ۲۹۸ و ۳۰۴ ج ۶ ملفوظات ص ۳۰۰ ج ۱۰)۔

نیز مرزا صاحب نے اس جاہد حق سے انحراف کر کے اپنا ایک الگ اختراعی نظریہ وضع کیا ہے اس کے متعلق مرزا صاحب کے دلائل نہیں بلکہ نفس مسئلہ کو جس متضاد و متناقض انداز اور دجل و فریب سے انہوں نے پیش کیا ہے وہ انداز بھی ہماری حقانیت اور ان کی بد مذہبیت اور باطل پرستی کا واضح ترین برہان ہے۔ اس کے بعد تمام حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ جب کسی آدمی کے ایک نظریہ پیش کرنے کا انداز اتنا متضاد اور پر فریب ہو تو اس کے دلائل کس پوزیشن کے ہو سکتے ہیں۔ یہی کہ ہر جگہ من گھڑت مفہوم، غلط حوالجات، غلط اور مرجوح توجیہات، باطل اور من گھڑت تلیسانہ تاویلات، فنی قواعد و ضوابط میں بھی من گھڑت قواعد اور شدوذ و تفرود کا سہارا کہ اکابر آئمہ اور قدیم یا غیر معروف کتب اسلامیہ کے من گھڑت حوالہ جات، نیز عموماً سے استدلال۔ غرضیکہ ایک شق بھی معقول یا اصول کے مطابق نہیں ہوگی۔ بلکہ جیسے ان کا نظریہ باطل ویسے ہی اس کے دلائل اور تائیدات بھی بیکار۔ یہ قادیانیت کی تمام تر حقیقت اور بنیاد ہے۔ جس سے وہ کبھی بھی علیحدہ نہیں ہو سکتے۔

ازاں بعد سماعت فرمائیے کہ اس تحریر میں میرے مخاطب جناب قاضی نذیر صاحب آف لائپور مسئلہ حیات و نزول مسیح کی قرآنی بحث کے بعد احادیث کے متعلق کچھ خامہ فرسائی فرماتے ہوئے چند روایات نقل کرتے ہیں۔

سب سے پہلے آنجناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب ایک روایت بایں الفاظ نقل کرتے ہیں۔ کہ

آنحضرت ﷺ نے مرض الوفات میں حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جبرائیل امین ہر سال میرے ساتھ قرآن مجید دہراتے تھے اور اس سال انہوں نے دو دفعہ میرے ساتھ قرآن دہرایا ہے اور انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر تک ضرور زندہ رہا ہے اور انہوں نے مجھے یہ بھی خبر دی کہ عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے اور میں اپنے آپ کو نہیں سمجھتا مگر صرف ساٹھ سال کی عمر کے سرے پر جانے والا۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۷۹ و ۸۰)

اس سے گویا قاضی صاحب کشمیر والا مسئلہ ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ان کی یہ آرزو پورا ہونا محال ہے۔ کیونکہ

۱۔ اول تو اس روایت کی سند ذکر نہیں کی گئی جو کہ روایات کے سلسلہ میں ضروری ہے۔ دوم یہ روایت بخاری مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں بھی نہیں بلکہ یہ حدیث صحاح ستہ کی احادیث کے سراسر خلاف ہے لہذا معتبر نہیں چنانچہ مرزا صاحب خود ایک ضابطہ تحریر کرتے ہیں کہ

پس حدیث کی قدر نہ کرنا۔ گویا ایک عضو اسلام کا کٹ دینا ہے ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنت کی نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً "ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہ ہوگی۔ (کشتی نوح ص ۵۸)

ایسے ہی مرزا صاحب نے کئی کتب میں بخاری شریف کو اصح الکتب تسلیم کیا ہے مثلاً "ازالہ اور شہادۃ القرآن وغیرہ نیز خزائن ص ۳۱۳ ج ۷) وغیرہ۔

لہذا اس قاعدہ قادیانی کے مطابق کہ جو حدیث صحیح بخاری کے منافق ہو وہ

بھی لائق قبول نہیں تو بخاری میں اتنا ہی ہے کہ مرض الوفات کے سال آپ پر دو مرتبہ قرآن پیش کیا گیا (اگلی عبارت وہاں مذکور نہیں ہے۔ لہذا بقول شامیہ غیر معتبر ہوگی) بخاری بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۸۳ باب الاعتکاف۔

پس اس روایت کا پیش کرنا اور اس سے مسیح کی عمر ۱۲۰ سال ثابت کر کے ان کی طبعی وفات ثابت کرنا محض بیکار اور باطل ٹھہرا۔ وہ تو کسی بھی آیت یا صحیح حدیث میں مذکور نہیں۔

سوم اس روایت میں مندرج ہے کہ ہر نبی سابقہ نبی کی عمر سے نصف عمر پاتا ہے سراسر مشاہدہ اور تاریخ کے بھی خلاف ہے۔ یہ ضابطہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا دیکھیے حضرت سے قبل زکریا اور یحییٰ نبی برحق تھے تو کیا ان کی عمر ۲۴۰ سال ثابت کی جاسکتی ہے۔ اس طرح تو حضرت آدم کی عمر مبارک لاکھوں کروڑوں سال تسلیم کرنا پڑیگی اگر اولوالعزم انبیاء کا تقابل بھی کریں تو بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ مسیح سے قبل حضرت موسیٰ کی عمر مبارک از روئے توراہ ۱۲۰ سال ہوئی ہے۔ اس کے قبل حضرت ابراہیم کی عمر مبارک ۲۴۰ کی بجائے صرف ۱۷۵ سال ہوئی ہے فرمائیے اس روایت کا مضمون کسی بھی طرح صحیح ثابت کیا جاسکتا ہے؟ مرزا صاحب تو محض مراق و ہسٹریا کے دباؤ میں آکر افسانوی اور دیو مالائی باتوں کے عادی ہیں ان کو حقیقت اور مشاہدہ سے کیا تعلق ہے؟ قاضی صاحب تم کس پاگل کے پیچھے لگ کر اپنی عاقبت برباد کر رہے ہو؟

نیز اگر یہی ضابطہ ہے تو پھر مرزا صاحب کی عمر صرف ۳۰ سال ہونی چاہیے تھی مگر مرزا صاحب تو اسی (۸۰) کے قریب پنچنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ بالفرض اگر یہ مدعی ظلیت بھی ہیں تو بھی عمر ۶۳ سال چاہیے تھی آگے کیوں بڑھ گئی۔ واقعی سچ ہے۔ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔

الغرض جب سندى بحث کے علاوہ بھی اس روایت کا متن صرف روایت صحیح کے ہی نہیں بلکہ مشاہدہ اور تاریخ کے بھی مخالف ہے لہذا دوبارہ اس بات کا نام نہ لینا۔

یا اخوة الاسلام جب عقیدہ حیات و نزول جسمانی مسیح نصوص قطعاً

سے ثابت ہے اور بقول مرزا بھی یہ حقیقت ہر فرد مسلم کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے تو پھر تم کسی خوشی میں محض تنکوں کے سہارے اس حقیقت کے منکر ہو کر مسلمانوں سے خارج ہو رہے ہو۔

اے بندگان طاغوت و ضلالت۔ بتائیے ایک طرف اصیق الخلق اور زبان زد عوام و خواص کے امین و صادق کا ارشاد اور وہ بھی موکد بقسم۔ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا“ (بخاری ص ۴۹۰ ج ۱) اور ارشاد گرامی۔ والذی نفسی بیدہ لیهلن ابن مریم بفتح الروحاء (مسلم ص ۴۰۸ ج ۱)

اور دوسری طرف محض عموماً یا غیر مستند اور غیر معتبر عبارات و روایات تو کیا ایک مومن باللہ والرسول فرد مسلم اس پہلی حقیقت قطعیہ و واقعہ کو نظر انداز کر سکتا ہے اور اس کے مقابلہ میں امر ثانی جو کہ بالکل بے وزن اور محض اضغاث احلام کی سطح والی چیز ہے اسے اپنا سکتا ہے؟ فشتان بینہما۔ ہیہات۔ ہیہات۔ مایختارون۔ کلا ثم کلا۔ بل المومن العاقل الحازم لا یلتفت الیہ لحظتہ بل لا یخطر بیالہ هذا طرفتہ عین۔ اللهم اجنبنا من هذه الخرافات۔ رب اعوذ بک من همزات الشیطن واعوذ بک رب ان یحضرون۔

روایت نمبر ۲

قاضی صاحب نے دوسری روایت یہ پیش کی ہے کہ

حضرت ﷺ نے مرض الموت میں دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آکر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

انکم تخافون موت نبیکم هل خلد بنی قبلی فیمن بعث الیہ فاخذ فیکم۔ (الواہب اللدنیہ ص ۳۶۸ ج ۲ پاٹ بک ص

(۸۰)

ترجمہ اے لوگو مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے

ڈرتے ہو ہٹاؤ کیا مجھ سے پہلے کسی نبی نے ہمیشہ کی زندگی اپنی امت کے لوگوں کے درمیان پائی ہے جن کی طرف وہ مبعوث ہوئے تھے کہ میں تم میں ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ یعنی پہلا کوئی بھی نبی اپنی امت کے درمیان ہمیشہ نہیں رہا تو میں ہمیشہ تم میں کیسے رہ سکتا ہوں۔

الجواب۔ یہ روایت بلا سند مذکور ہے لہذا ایک طے شدہ عقیدہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

۲۔ پھر اس میں بات صاف ہے کہ کوئی نبی اپنی امت کے درمیان ہمیشہ نہیں رہا۔ تو قاضی صاحب ہم کب یہ کہتے ہیں کہ مسیح ہمیشہ اپنی امت میں زندہ ہیں یا ان میں زندہ رہیں گے بلکہ ہمیشہ کی زندگی کے تو ہم کسی کے متعلق بھی قائل نہیں۔ ہاں حضرت مسیح کے متعلق دنیاوی لحاظ سے ایک مدت خاص تک از روئے قرآن و حدیث زندہ رہنے کے قائل ہیں ہمیشہ کے لئے نہیں۔ لہذا تمہارا اس روایت سے استدلال محض بیکار ہے۔ کیونکہ اول تو وہ اپنی امت کے اندر زندہ نہیں بلکہ آسمان پر ہیں دوم یہ کہ ان کی زندگی وہاں بھی ایک خاص مدت تک ہے ہمیشہ کے لئے نہیں۔

۳۔ اگر پھر بھی اصرار کرو تو سن لو کہ یہ دلیل عام ہے جس سے کوئی امر خاص ثابت نہیں ہو سکتا خاص کر جبکہ وہ امر الگ دلائل خصوصی سے ثابت ہو چکا ہے۔

جیسے سورۃ دہر میں ہے کہ ہم نے انسانوں کو نطفہ سے پیدا کیا تو اس سے آدم کی پیدائش نطفہ سے ثابت نہ ہو گی کیونکہ ان کا الگ دلیل خاص سے مٹی سے پیدا ہونا ثابت ہو چکا ہے ایسے ہی اس عموم سے حوا کی پیدائش بھی ثابت نہ ہو گی کیونکہ ان کا بھی ایک دلیل خاص سے جسم آدم سے پیدا ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ ایسے ہی خلقت مسیح بھی اس عموم سے بدلیل خاص مستثنیٰ ہو گی ایسے ہی مندرجہ بالا روایت (اگر اس کی سند صحیح بھی ثابت ہو جائے) کے عموم سے حیات مسیح جسمانی بھی مستثنیٰ اور خارج ہو گی کیونکہ یہ بھی الگ دلائل خاص سے ثابت ہو چکی ہے۔

علاوہ ازیں صاحب موابب اللدنیہ الشیخ یوسف بن اسمعیل البہائیؒ اس کتاب میں صاف وضاحت فرماتے ہیں کہ

فالنبی محمد ﷺ نبی الانبیاء ولهذا ظهر ذالک فی الآخرہ جمیع الانبیاء تحت لوائہ وفی الدنیا کذا لک لیلئہ الاسراء صلی بہم ولو وافق مجیہ فی زمن آدم و نوح و ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ و جب علیہم و علی اممہم اتباعہ و الایمان بہ و نصرتہ و بذالک اخذ اللہ الہیثاق علیہم فنبوئہ علیہم و رسالتہم الیہم معنی حاصل لہ و انما امرہ یتوقف علی اجتماعہم معہ فناخر ذالک الامر راجع الی وجودہم لا الی عدم اتصافہم بما یقتضیہ و فرق بین توقف الفعل علی قبول المحل و توقفہ علی اہلیہ الفاعل فہنا لا توقف من جہۃ الفاعل ولا من ذاتہ الشریفۃ ﷺ و انما ہو من جہتہ وجود العصر المشتمل علیہ فلو وجد فی عصرہم لزمہم اتباعہ بلا شک و لذا یاتی عیسیٰ فی آخر الزمان علی شریعتہ ﷺ و هو نبی کریم علی حالہ الخ (ص ۲۳۰ طبع مصر سنہ ۱۳۲۰)

لذا جب مصنف کتاب بالوضاحت اصل مسئلہ نزول مسیحؑ جمہور امت کے موافق مستقل طور پر بیان فرما رہے ہیں تو ان کے کسی بھی دوسرے حوالہ سے اس کے خلاف پر استدلال کرنا کیسے معقول ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب کی طرح اس مرض تناقض و تضاد کا کوئی بھی مریض ہمارے اسلاف کرامؑ میں موجود نہیں ہے۔ لہذا ہمارے اکابر کے من گھڑت اور مغالطہ آمیز حوالہ جات پیش کر کے آپ عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ آپ خود تو داوی ضلالت میں کھو چکے ہیں خدا باقی خلق خدا پر شفقت فرمائیے۔ ان کو اس دلدل کی طرف دعوت نہ دیجئے۔

روایت نمبر ۳

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ

لوکان موسیٰ وعیسیٰ حسین لما وسعہما الا

اتباعی۔ الیواقیت والجواہر۔

ترجمہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ دونوں زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا اس روایت کو ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر ص ۲۳۶ ج ۲ پر نقل کیا ہے اور اسی حدیث کے پیش نظر امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

لوکان موسیٰ وعیسیٰ حسین لکان من اتباعہ (مدارج

الساکین از ابن قیم قلمی ص ۲۱۳ ج ۲)

کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو وہ آنحضرت ﷺ کے متبعین میں سے ہوتے اس حدیث کو علمائے اہل سنت کے علاوہ علمائے شیعہ نے بھی نقل کیا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ

نیز خود آنحضرت ﷺ فرمواست لوکان موسیٰ وعیسیٰ فی حیاتہما ما وسعہما الا اتباعی۔ یعنی اگر موسیٰ و عیسیٰ دار دنیا جی بودند ممکن نمی بود ایشان را مگر آنکہ متابعت من کردند (رسالہ بشارات احمدیہ مصنفہ علی حارّی ص ۲۴)

اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر ص ۱۱۲ حاشیہ (مطبوعہ ۱۹۵۵) پر یہ حدیث یوں لکھی ہے لوکان عیسیٰ حیا کما وسعہ الا اتباعی

پہلی دونوں حدیثوں میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ دونوں کے زندہ نہ ہونے کا ذکر ہے اور شرح فقہ اکبر طبع مصر کی حدیث میں صرف عیسیٰ کا زندہ نہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔

علی حارّی کا فی حیاتہما کا ترجمہ دار دنیا سے بودند درست نہیں بلکہ صحیح ترجمہ یہ کہ کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ دونوں حیات میں یعنی زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری اطاعت کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ (منقول از تعلیمی پاکٹ بک بالفاؤد ص ۸۱ تا ۸۳)

الجواب۔ تفصیلی جواب سے قبل مکمل الفاظ حدیث اصل کتب سے ملاحظہ فرما لیجئے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہو کر عرض کرنے لگے

انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا۔ افتری ان نکتب بعضها۔ فقال امنهوکون انتم کما تهوکت الیهود والنصاری لقد جتکم بها بیضاء نقیتہ ولوکان موسی حیا" ما وسعہ الا اتباعی (رواہ احمد والبعثی فی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۰)

ترجمہ ہم کچھ باتیں یہود سے سنتے ہیں جو ہمیں بہت اچھی لگتی ہیں تو کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان میں سے کچھ لکھ لیا کریں فقال کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح متردد ہونے لگے میں تو تمہارے پاس بالکل صاف ستھرے احکام و شرائع لے کر آیا ہوں اور اگر موسیٰ بھی زمین پر زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

دوسری حدیث میں یوں ہے کہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ توراہ کا ایک ورقہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھنے لگے تو آپ خاموش رہے تو عمر رضی اللہ عنہ پھر اور پڑھنے لگے (کہ شاید اجازت ہے) مگر آپ کا چہرہ مبارک خفگی سے بدلنے لگا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ تمہارا بھلا ہو کیا تم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو محسوس نہیں کر رہے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھ کر فوراً "کہنا شروع کر دیا اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربنا" و بالا سلام دینا و محمد نبیا" تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والذی نفس محمد بیدہ لو بدالکم موسی فاتبعوه و ترکتمونی ضللتم عن سواء السبیل ولوکان حیا" و ادرك نبوتی لا تبعنی (داری ص ۹۵ ج ۱ مشکوٰۃ ص ۳۲)

یعنی خدا کی قسم اگر اس وقت تمہارے سامنے موسیٰ نبی بھی آجائیں اور تم ان کی پیروی کر لو اور مجھے چھوڑ دو تو تم صریحاً "گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پالیتے تو لازماً" وہ میری ہی پیروی کرتے۔ داری" کے محقق نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو مسند احمد اور ابن حبان میں بھی روایت کیا گیا ہے۔

ناظرین اصل حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کا پس منظر تلاوت توراہ ہے جو کہ حضرت موسیٰ پر اتری تھی نہ کہ حضرت مسیحؑ پر۔ لہذا روایت میں اصل لفظ لوکان موسیٰ ہی ہے۔ عیسیٰ یا دونوں کا مجموعی ذکر نہیں۔ باقی کاتب کی غلطی کا احتمال ایک عام بات ہے۔ تو جب اصل کتب میں موسیٰ کا اسم گرامی ہے تو حوالجاتی کتب پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان میں سہو کاتب کا احتمال ہے۔

۲- حیات و وفات مسیحؑ کا معاملہ ایک عقیدہ اور نظریہ کا معاملہ ہے۔ جو کہ صحیح خبر واحد سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا جب کہ یہ روایت ویسے ہی ضعیف ہے (ملاحظہ کیجئے مرقاة شرح مشکوٰۃ ص ۲۵۱ ج ۱)

۳- نیز اس کا متن نہایت مضطرب ہے۔ بعض میں موسیٰ اور عیسیٰ دونوں کا تذکرہ ہے بعض میں صرف عیسیٰ کا اور بعض میں موسیٰ علیہ السلام کا۔ تو ایسے مضطرب متن سے ایک نظریہ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

۴- یہ روایت نہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں اور نہ ہی دیگر صحاح ستہ کی کسی کتاب میں لہذا حسب ضابطہ مرزا صاحب (مذکورہ کشتی نوح ص ۵۸) قابل حجت نہ ہوگی۔

۵- جب صحیحین اور دیگر بے شمار مرفوع متصل احادیث بشمول نصوص قرآنیہ کے صریحاً "حیات و نزول مسیحؑ پر بہان قاطع ہیں تو اس ایک ضعیف اور مضطرب الممن روایت سے طے شدہ اجماعی نظریہ کیسے مجروح ہو سکتا ہے؟

۶- اس روایت میں لازماً" لفظ حضرت موسیٰ ہی ہونا چاہیے کیونکہ اولوالعزم رسولوں اور صاحب شریعت تامہ میں دو ہی رسول مبعوث ہوئے ہیں ایک حضرت موسیٰ دوسرے خاتم الانبیاء ﷺ اسی طرح اکثر قرآن و توراہ کا بھی موازنہ " اور

مماثلتہ" تذکرہ پایا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما ورحمة
وغیرہ ایسے ہی توراہ و قرآن میں مقابلتہ" تذکرہ صاحب قرآن و صاحب توراہ کا ہی
ہے جیسے انا ارسلنا الیکم الخ لہذا اس روایت میں تذکرہ صاحب توراہ کا ہی ہونا
ضروری ہے بالخصوص جب کہ اس واقعہ کے ابتدا میں تلاوت بھی تورات کی ہی
مذکور ہے۔ جو موسیٰ کی کتاب ہے۔

۷۔ قاضی صاحب نے لوکان عیسیٰ حیا" الخ کا حوالہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر
۱۹۵۵ء دیا ہے مگر یہ سراسر مغالطہ ہے کیونکہ اصل حدیث سند داری میں مذکور ہے
اس میں لوکان موسیٰ حیا" ہی منقول ہے ایسے ہی حاشیہ پر مسند احمد اور صحیح ابن
حبیب کا بھی حوالہ دیا ہے جن میں موسیٰ ہی کا تذکرہ ہے مصری نسخہ میں غلطی کا
احتمال واضح ہے اس لئے کہ اصل کتاب میں جب موسیٰ کا تذکرہ ہے تو منقول فیہ
میں کس طرح عیسیٰ کا تذکرہ ہو سکتا ہے اصل اعتبار تو منقول عنہ اور ماخذ کا ہی ہو
گا لہذا یہ سب قادیانی مغالطہ ہے۔ پھر یہ شرح فقہ اکبر حضرت ملا علی قاریؒ کی ہے
جنہوں نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ بھی تحریر فرمائی ہے اب مشکوٰۃ میں بھی یہی لفظ
موسیٰ ہے اور اس کی شرح میں بھی یہی مذکور ہے اور شرح آج سے چار سو سال
قبل مرتب ہوئی اور مشکوٰۃ شریف اس سے بھی قدیم ۷۳۷ھ میں یعنی آٹھویں
صدی کی مرتب شدہ ہے اور اسی طرح ملا علی قاریؒ کی شرح شفا میں بھی یہی
حدیث بلفظ موسیٰ ہے تو جب یہ تمام قدیمی ماخذ سب اس بات پر اتفاقاً شاہد ہیں
کہ اصل ذکر موسیٰ کا ہی ہے عیسیٰ کا نہیں تو پھر صرف ۱۹۵۵ء کی ایک مصری
مطبوعہ نسخہ کا حوالہ کہاں تک معتبر ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اسی شرح فقہ اکبر کے تمام
قدیمی اور جدید انڈین نسخے حضرت موسیٰ کا ہی ذکر کر رہے ہیں لہذا متن حدیث کا
اصل لفظ حضرت موسیٰ ہی صحیح اور حقیقت کے مطابق ہے نہ عیسیٰ درست ہے
اور نہ ہی موسیٰ و عیسیٰ کیونکہ پس منظر کے پیش نظر ان کا تذکرہ مطابقت نہیں
کرتا۔

اور سنئے

کلویانی قاضی صاحب نے ایواقت، والجواہر کا حوالہ دیا ہے کہ اس کے فلاں

صفحہ پر یہ حدیث ہے تو جب ہم نے یوایت کا ذکر صفحہ دیکھا تو وہاں صاحب یوایت نے اس کا ماخذ فتوحات مکیہ کا باب العاشر لکھا ہے۔ اور جب ہم نے فتوحات مکیہ کا مذکور مقام نکالا تو وہاں یہ لکھا ہوا پایا۔

قوله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا " ماوسعہ الا ان يتبعنی۔ (فتوحات مکیہ طبع مصر ۱۳۵ ج اول)۔

اب فرمائیے کہ اصل ماخذ کی تحقیق پہلے آپ کے سامنے ہو چکی ہے اور اب یوایت کے حوالہ کی حقیقت بھی آپ کے سامنے واضح ہو گئی۔ تو پھر تمہارے حوالہ کا کیا وزن رہ گیا۔ اسی طرح دیگر حوالجات کا معاملہ ہے۔ کہ وہ بھی سھو کاتب کے شکار ہیں اصل الفاظ حدیث وہی ہیں جو ہم نے بحوالہ اصل کتب درج کئے ہیں باقی سب مغالطہ در مغالطہ والا معاملہ ہے قادیانیوں کو اس سے کچھ بھی تائید نہیں مل سکتی۔

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیے قادیانی عیاری کہ صرف کتابت کی غلطی کا سہارا لیتے ہوئے اپنا نظریہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جب کہ دوسری طرف متعدد نصوص قطعہ واضح الدلالۃ حیات و نزول مسیح پر متعارف اور معروف ہیں سینکڑوں ہزاروں کتب اسلامیہ بر ملا گواہی دے رہی ہیں کہ حضرت مسیح فرزند مریم اسرائیل اور صاحب انجیل ہی دوبارہ تشریف لائیں گے دوسرا کوئی نہیں۔ کیونکہ اصدق الخلق خاتم الانبیاء ﷺ نے آپ کی آمد کو متعدد بار حلف اٹھا کر بیان فرمایا ہے آپ کی زبان سے تو ویسے بھی کوئی خلاف واقع بات صادر نہیں ہو سکتی جس کے منکر بھی قائل ہیں تو آپ کی موکد بقسم بات کیسے خلاف واقع ہو گی؟

فصحا و بلغاء کے ہاں ان زیدا "لقائم رفع تردد کے لئے نہیں بلکہ نفی انکار کے لئے آتا ہے اور یہ آخری درجہ کا تاکید کلام ہے مگر یہاں تو اصدق الخلق چار مرتبہ قسم کھا کر وضاحت فرما رہے ہیں کہ نزول مسیح جسمانی کا کوئی منکر نہ ہو دیکھو میں صادق و امین سچا نبی محمد رسول اللہ ﷺ قسم اٹھا کر اعلان اور بیان کرتا ہوں کہ مریم بتول کا فرزند صاحب انجیل عیسیٰ خود بنفس نفیس ہی لتومنن بہ ولتنصرنہ کا عہد اپنی طرف سے اصالتاً و دیگر انبیاء کی طرف سے وکالتاً نبھانے کے لئے

آئیں گے لہذا اس کے خلاف سب کچھ ترک کر دو۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

اس حدیث کا پس منظر تلاوت توراہ ہے نہ کہ انجیل جو حضرت عیسیٰ کی ہے۔ لہذا بات صرف لوکان موسیٰ حیا ہی درست ہے۔ نہ عیسیٰ والی اور نہ ہی موسیٰ و عیسیٰ والی کیونکہ یہ اصل بنیاد کے غیر مطابق ہے۔ نیز مشہور ترین اور سب سے بڑے احادیث کے انڈکس اطراف الحدیث میں بھی لفظ موسیٰ ہی نقل کیا گیا ہے دیکھیے ج ۶ تحت لفظ لوباتی شرح فقہ اکبر ایک عام اور متداول کتاب ہے اس میں بھی موسیٰ کا ہی ذکر ہے اور اس کے خلاف ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ اصل کتب میں موسیٰ کا تذکرہ ہے۔ پھر قادیانی کے ماخذ یواقیت کے متعلق بھی وضاحت ہو چکی کہ اس کے ماخذ اور منقول عنہ میں لوکان موسیٰ ہی ہے دیگر کوئی لفظ مذکور نہیں۔

لہذا قادیانی قاضی جو ۱۹۵۵ء کے کسی مصری نسخے کا حوالہ دے رہے ہیں یہ محض دجل و فراڈ ہے یا تو اس نسخہ میں کتابت کی غلطی ہوگی جو عین ممکن ہے یا پھر قادیانیوں نے اپنی منصوبہ بندی کے تحت کوئی ایسا نسخہ طبع کرایا ہو گا۔ کیونکہ ہمارے ہاں شرح فقہ اکبر کے کئی ایڈیشن موجود ہیں ان سب میں لفظ موسیٰ ہی ہے نیز ہمارے ہاں مشکوٰۃ شریف کی شرح جو آج سے چار سو سال قبل کی مرتب شدہ ہے اور اب تک کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے ان تمام نسخوں میں بھی یہ لفظ موسیٰ ہی ہے حتیٰ کہ صاحب مرقاۃ نے اپنی شرح میں کسی اختلافی لفظ کا تذکرہ بھی نہیں کیا کہ بعض نسخوں میں یہ لفظ بھی مندرج ہے نیز آج تک مشکوٰۃ شریف جو کہ آٹھویں صدی کی مرتب شدہ ہے اس کے تمام نسخوں میں یہی لفظ موسیٰ ہی مذکور ہے تو اتنی وضاحت کے بعد قادیانیوں کے اس مصری نسخہ کا شوشہ کیا وقعت رکھتا ہے دراصل قادیانی ایسے ہی بے پر کی اڑانے کے عادی ہیں چونکہ ان کے پاس حقیقت نامی کوئی چیز نہیں ہے لہذا وہ اس قسم کے وسوسے چھوڑتے رہتے ہیں کہ فلاں نسخہ میں یہ ہے فلاں میں یہ مذکور ہے۔ چاہے اس میں نہ ہی ہو۔ یا کتابت

کی غلطی سے ایسا ہو گیا ہو پھر قادیانی جو کہ قلمی نسخوں کا بھی حوالہ دھر لیا کرتے ہیں جس میں ان کی ذاتی وسیعہ کاری کا واضح دخل ہو سکتا ہے مگر ان کو کیا اثر۔ ان کا تو سارا معاملہ ہی محض چکر بازی پر مبنی ہے۔ یہ ظالم تو قرآن و حدیث کے غلط حوالے دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ حتیٰ کہ خود مرزا قادیانی سے لے کر آخری مرزائی تک اسی خوائے بد کا عادی ہے۔ غیر معروف کتب کے غلط حوالے نایاب کتب کے بے بنیاد حوالجات دے کر الحاد و تشکیک کے جرائم پھیلانا ان کا عام وطیرہ ہے۔ لہذا میری درد مندانه اپیل ہے کہ کوئی بھی مسلمان یا کوئی حق جو چاہے غیر مسلم ہو قادیانی کے پیش کردہ کسی بھی حوالہ پر قطعاً اعتماد نہ کرے جب تک کہ خود چیک نہ کر لے۔

ایک مزید قادیانی فراڈ

قاضی صاحب نے امام ابن القیم کی کتاب مدارج السالکین کا حوالہ نقل کرنے میں اپنی روایتی بددیانتی کا خوب مظاہرہ کیا ہے کہ ان کی عبارت کو کاٹ کر صرف آدمی پیش کر دی ہے۔

اصل پوری عبارت یوں ہے کہ

جو انہوں نے یہ عبارت بطور روایت کے پیش نہیں کی بلکہ محض قضیہ فرضیہ کے طور پر لکھا ہے کہ

ومحمد ﷺ مبعوث الی جمیع الثقلین فرسالته
 عامۃ لجمیع الجن والانس فی کل زمان ولوکان
 موسیٰ وعیسیٰ حبیبین لکان من اتباعه واذا نزل عیسیٰ
 بن مریم فانما یحکم لبشریۃ محمد ﷺ - (مدارج
 السالکین ص ۳۱۳ مصر)

فرمائیے اس عبارت میں کہاں حدیث کا حوالہ ہے؟ اور کہاں نزول مسیح کا انکار ہے بلکہ وہ تو بالوضاحت نزول مسیح کو نقل فرما رہے ہیں اور لوکان موسیٰ

و عیسیٰ الخ کی عبارت بطور تاکید ختم رسالت بیان کر رہے ہیں کہ بالفرض اگر یہ دونوں اولوالعزم رسول بھی آجاتے تو ان کو بھی آپ کی پیروی کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو وہ اپنی شریعت نہیں بلکہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کی شریعت پر عمل درآمد کریں گے اور کرائیں گے تو یہاں مقصود سید دو عالم ﷺ کی ختم نبوت کا بیان ہے نہ کہ حیات موسیٰ و عیسیٰ کا لیکن جب ہر جملہ میں حضرت عیسیٰ کے متعلق ایک اشکال سطحی طور پر پیدا ہونے کا احتمال ہوا تو ساتھ ہی نزول مسیح کا بیان کر کے اس اشکال کی جڑ کاٹ دی۔ تاکہ کوئی فنکار کسی سازش کو اس پر استوار نہ کر سکے۔ یہ تمام حقیقت ہے مدارج السالکین کے حوالہ کی دیگر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے۔ کہ اگر یہ لفظ تسلیم بھی کر لیا کہ ”موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے“ تو اس سے مراد ان کا زمین پر موجود ہونا مراد ہے کیونکہ امر رسالت و نبوت اور اتباع و متبوعیت کا معاملہ زمین سے ہی متعلق ہے۔ لہذا پھر بھی قادیانیوں کو کوئی سہارا نہیں مل سکتا بنا بریں شیعہ رسالہ کا حوالہ بھی ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ علی حائری نے جو مفہوم اس جملہ (فی حیاتہما) کا بیان کیا ہے کہ دار دنیا سے بودند بالکل درست ہے کیونکہ رسالت و نبوت اور اتباعیت و متبوعیت کا مسئلہ دار دنیا کا ہی ہے آخرت یا آسمان کا نہیں ہے۔ مکلفین اسی سطح ارضی پر بستے ہیں۔ لہذا اس مفہوم پر قاضی صاحب کا بھنا اٹھنا محض ایک احمقانہ حرکت ہے۔

۴۔ اختلاف حلیتین

قاضی صاحب اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ

صحیح بخاری میں دو احادیث ایسی ہیں جن میں عیسیٰ کا حلیہ آنحضرت ﷺ سے مختلف بیان فرمایا ہے۔ یعنی ایک حدیث ایک طرح ہے اور دوسری میں اس سے مختلف ہے۔ ایک حدیث تو وہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انبیاء گزشتہ کو کشفی رنگ میں دیکھا اس میں حضور فرماتے ہیں۔

رأیت عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم فاما عیسیٰ

ناحمر جعد عربیض الصبر واما موسیٰ قادم جسیم سبط
الشعر کانه من رجال الزط واما ابراہیم فانظروا الی
صاحبکم (دیکھیے صحیح بخاری کتاب بد الخلق)

ترجمہ فرمایا میں نے عیسیٰ۔ موسیٰ اور ابراہیمؑ وغیرہ کئی نبیوں کو دیکھا۔
حضرت عیسیٰؑ تو سرخ رنگ اور گھنگھریالے بالوں والے اور چوڑے سینے
والے تھے اور حضرت موسیٰؑ گندم گوں۔ جسیم اور سیدھے بالوں والے
تھے گویا کہ زط قبیلہ کے لوگوں میں سے ہوں اور اگر ابراہیمؑ دیکھنا ہو تو
اپنے ساتھی یعنی مجھے دیکھ لو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کشف میں آنحضرت ﷺ نے گزشتہ فوت شدہ
نبیوں کو دیکھا جن میں عیسیٰؑ بھی تھے اور ان کا حلیہ مبارک یوں تھا۔
دوسری حدیث میں ایسے کشف کا بیان ہے کہ جس میں آپ نے آئندہ کے
حالات کو ملاحظہ فرمایا اور آپ نے دجال کو بھی دیکھا۔ اس میں آنحضرت ﷺ نے
امت میں سے آئیوالے مسیح موعود کو بھی دیکھا اور اس میں جو حلیہ بیان فرمایا وہ
پہلے حلیہ سے الگ ہے لہذا معلوم ہوا کہ آنے والے مسیح موعود کو عیسیٰؑ کا نام
شدید مشابہت کی بنا پر دیا گیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا

بینما انا نائم اطوف بالبيت فاذا رجل آدم سبط
الشعر فقلت من هذا قالوا هذا مسیح بن مریم - (صحیح
بخاری باب ذکر الدجال)

اس دوسری روایت سے معلوم ہوا۔ کہ اس میں آنے والے مسیح
موعود کے حلیہ کا بیان ہے جیسا کہ واقعات نے بھی ثابت کر دیا۔ (پاکٹ
بک ص ۸۳ تا ۸۵)

ناظرین کرام قادیانی قاضی صاحب کا استدلال یوں ہے کہ

ان دونوں روایتوں میں حضرت عیسیٰؑ کا تذکرہ ہے مگر پہلی میں آپ کا حلیہ اور بیان ہوا ہے اور دوسری میں اور۔ یعنی پہلی روایت میں آپ کو احمر جعد۔ یعنی سرخ رنگ اور گھنگھریالے بالوں والے۔ اور دوسری میں آدم یعنی گندمی رنگ اور سبط اشعر فرمایا گیا ہے۔ یعنی دونوں حدیثوں میں آپ کے دو مختلف وصف بیان ہوئے ہیں پہلی میں سرخ رنگت اور گھنگھریالے بال اور دوسری میں رنگت گندمی مگر بال سیدھے۔

الجواب۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ

الجواب دونوں احادیث میں قطعاً "کوئی فرق نہیں یہ صرف قادیانی دھوکہ ہے محض مرزائی دجل و فریب اور شعبہ بازی ہے۔ کیونکہ

احمر اور گندمی رنگت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ گندم بھی سرخی مائل ہی ہوتی ہے کلی نہیں ہوتی۔ گویا آپ کی رنگت کی دو تعبیریں ہیں مگر معبر عنہ ایک ہی ہے۔

اسی طرح بالوں کی کیفیت میں بھی قادیانی دھوکا دیتے ہیں اس لئے کہ اگرچہ لفظ جعد اور سبط میں فرق ہے مگر اس وقت کہ جب یہ دونوں لفظ شعر کی طرف مضاف ہوں۔ ورنہ عدم اضافت کی صورت میں دونوں کا مفہوم الگ الگ ہو گا چنانچہ ملاحظہ فرمائیے پہلی حدیث میں صرف لفظ جعد ہے اضافت لی اشعر نہیں لہذا اس کا معنی گھنگھریالے بالوں والے نہ ہو گا بلکہ جمودۃ کا معنی گھٹیلے جسم والا مراد ہوتا ہے تو گویا اس حدیث میں بالوں کی کیفیت کا بیان نہیں بلکہ جسمانی ساخت کا بیان ہے۔ اور دوسری میں سبط کی اضافت شعر کی طرف ہے لہذا یہاں واقعی آپ کے بالوں کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ وہ گھنگھریالے نہیں تھے بلکہ سیدھے ہی تھے۔ لہذا آپ کے بالوں کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ ان کی ایک ہی کیفیت یعنی سیدھے ہونا بیان ہوا ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ معمولی توجہ کرنے سے قادیانی فراڈ کھل جاتا ہے کہ

بعد بغیر اضافت کے مذکور ہے لہذا معنی گھٹیلے اور مضبوط جسم والے مراد ہو گا اور سبط کا ذکر شعر کی طرف اضافت کیساتھ ہوا ہے لہذا اس سے مراد بالوں کی کیفیت ہے گویا قاضی صاحب اس وقت اپنے موقف میں سچے ہوں گے جب کہ بعد کی اضافت الی الشعر بھی دکھائیں جیسا کہ دوسری حدیث میں سبط بمع اضافت الی الشعر مذکور ہے لیکن جب بعد کی اضافت نہیں دکھا سکتے تو ان کا موقف اور استدلال بھی غلط ہو گا محض وجل و فریب ہو گا جو کہ قادیانیت کی بنیادی بات اور طبیعت ثانیہ ہے۔

اجماع امت

اس عنوان کے تحت قادیانی قاضی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اہل اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم۔ سنت نبوی اور حدیث کے بعد چوتھے درجہ پر اجماع ایک شرعی حجت ہے جس کا ماننا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ (بالکل درست ہے)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

آنحضور ﷺ کی وفات صحابہ کرامؓ کے لئے اک ناقابل برداشت صدمہ تھا چنانچہ (واقعہ احد کی افواہ کے سلسلہ میں) بعض صحابہؓ فرط غم میں آکر اس حقیقت کو تسلیم ہی نہ کرتے تھے جیسے عمر فاروقؓ بڑھو ان ہی صحابہؓ میں سے تھے جیسا کہ منقول ہے کہ

عمر فاروقؓ فرماتے تھے کہ

مامات رسول اللہ ﷺ ولا يموت حتى يقنل الله

المنافقين۔

اس نازک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو کھڑا کیا آپ نے تمام غمزدہ صحابہؓ کو ایک جگہ جمع فرما کر برسر منبر یہ خطبہ ارشاد

فرمایا

ایہا الرجل اربع علی نفسک فان رسول اللہ ﷺ
 قدمات الم تسمع انک میت وانہم میتون۔ وقال
 ماجعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فہم الخالدون
 ثم تلا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان
 مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الخ

بخاری شریف میں آپ کا خطاب یوں مذکور ہے

اما بعد من کان یعبد محمدا (ﷺ) فان محمدا
 قدمات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔
 قال اللہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔
 (آیت وما محمد الا رسول الخ) سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ
 آپ سے پہلے تمام رسول فوت ہو گئے بمع عیسیٰ۔ لیکن اگر عیسیٰ
 واقعی اس وقت زندہ ہوتے تو یہ آیت محل استدلال نہ ہوتی۔ اگر
 صدیق اکبر ﷺ نے اس سے استدلال کر لیا تو صحابہؓ "لازما" بول اٹھتے
 کہ سب رسول نہیں مرے بلکہ حضرت عیسیٰ تو زندہ آسمان پر
 موجود ہیں لہذا آپ کا استدلال اس آیت سے درست نہیں۔ یا ان
 کی صراحت فرمائیے تو گویا صحابہؓ "کا کوئی اعتراض نہ کرنا اس استدلال
 پر اجماع و اتفاق کر لینے کے مترادف ہے چنانچہ خود مرزا قادیانی
 صاحب بھی لکھتے ہیں۔

یہ دلیل جو صدیق اکبر نے تمام گزشتہ نبیوں کی وفات پر پیش کی
 اس سے کسی ایک صحابیؓ کا انکار ثابت نہیں بلکہ وہ سب کے سب یہ
 استدلال سن کر چپ ہو گئے اس سے ثابت ہو گیا کہ اس حقیقت (وفات
 مسیح) پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہو چکا ہے اور صحابہ کا اجماع حجت ہے جو
 کبھی ضلالت پر نہیں ہو سکتا۔ (تریاق القلوب از مرزا صاحب ص ۲۸۵

بحوالہ پاکٹ بک ص ۸۹)

گویا مرزائیوں کے خیال میں یہ واقعہ (اجماع بر موت مسیح) صحابہؓ کا پہلا اجماع ہے جو کہ تمام گزشتہ نبیوں کی موت پر ہوا۔ تو اگر مسیح واقعی آسمان پر زندہ موجود ہوتے تو صحابہ خاموش کیوں رہتے۔

الجواب بعون اللہ العالی

اس موقع پر زیر بحث بات رحلت سید دو عالم ﷺ ہی تھی لہذا اس سے موت و حیات مسیحؑ کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس لئے یہاں پر اس مسئلہ کے مثبت یا منفی پہلو کے متعلق کچھ ثابت کرنا محض عبث ہو گا۔

اگر کوئی سر پھرا یہاں وفات مسیحؑ کا مسئلہ لے کر بیٹھ جائے تو وہ صرف اسی کا مصداق ہو گا کہ اس نے دلیل عام سے امر خاص کو ثابت کرنے کی حماقت کا ارتکاب کیا ہے حالانکہ یہ طریقہ سراسر خلاف اصول و ضابطہ ہے خصوصاً جب کہ امر خاص بے شمار نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہو۔ جس کی مثال خلق آدمؑ کے ضمن میں پیش کر چکا ہوں۔

علاوہ ازیں اگر واقعی صورت واقعہ یہی ہے کہ اس موقع پر وفات مسیحؑ پر اجماع صحابہؓ منعقد ہو گیا تھا تو ہم تمام قادیانیت سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس اجماع کی نقل کسی ایک مفسر محدث اور کسی ایک ہی مجدد و ملہم سے نقل کریں کیونکہ صحابہؓ کے تمام مسائل، فیصلے اور اجماع بعد میں مسلسل نقل ہوتے آ رہے ہیں جیسے فاروقی دور میں ہیں ترواحیح پر اجماع صحابہؓ منعقد ہو گیا تو اس کو ہر زمانہ میں تاہنوز نقل کیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ یہ حقیقت ہر خاص و عام کے سامنے عیاں ہے۔

جمعہ کی اذان اول پر تمام صحابہؓ کا دور عثمانیؓ میں اتفاق رائے ہو گیا تو اس کی نقل تواتر سے چلی آرہی ہے بلکہ اس پر عمل درآمد بھی ہو رہا ہے۔ شرب خمر پر اسی دروں کی سزا دور فاروقی میں طے ہوئی تو آج تک مسلسل منقول آرہی ہے اور تمام امت اسے زیر عمل لا رہی ہے۔

حرمت متعہ پر بھی دور فاروقیؓ میں اجماع منعقد ہوا تو آج تک وہ متواتر

نقل ہو رہا ہے۔ اس سے کوئی مسلم بھی گریزاں نہیں۔

مجلس واحد کی تین مجموعی طلاوتوں کے نافذ ہونے پر دور فاروقیؓ میں اتفاق صحابہؓ منعقد ہو گیا تو آج تک تمام آئمہ اسلام اس کو نقل کرتے اور زیر عمل لا رہے ہیں۔

ایسے ہی دور صدیقی میں منکرین زکوٰۃ اور منکر ختم نبوت کے ارتداد اور ان کے خلاف جہاد و قتال پر اجماع منعقد ہوا تو آج تک وہ مسلسل نقل اور معمول بھا چلا آ رہا ہے۔

اسی طرح اگر دور صدیقیؓ میں وفات مسیحؑ پر بھی اجماع منعقد ہوا ہوتا تو بعد میں اس کی نقل مسلسل ہوتی رہتی۔ مگر آج سینکڑوں کتب تفاسیر و احادیث بلکہ سیرت و تواریخ موجود ہیں ہمارا دعویٰ اور چیلنج ہے کہ کسی ایک معتبر مفسر یا محدث یا مورخ ہی سے کوئی نقل پیش کرو کہ اس وقت وفات مسیحؑ پر اجماع صحابہؓ منعقد ہو گیا تھا۔ نہیں بلکہ دس بیس صحابہؓ ہی نے یہ مسلک اپنایا ہوا ہے۔

جب کہ خود مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

قرآن مجید کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں برابر موجود رہا ہے۔ (شہادۃ القرآن ص ۳۵ و ۴۵)

اور یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ

کہ دین کی مدار ایمان باتیں ہر زمانہ میں مسلسل موجود و معروف رہی ہیں۔ (خزائن ص ۴۱۲ ج ۲۰)

تو اگر واقعی اس مسئلہ پر دور صحابہؓ میں اجماع منعقد ہو چکا ہوتا تو دیگر بے شمار اجماعی مسائل کی طرح اس کی نقل مسلسل بھی جاری ہوتی۔ جب وہ نقل مسلسل چھوڑ کر مشہور یا خبر افرازی بھی نہیں تو تمہارا یہ سارا معاملہ محض دجل و فریب اور چکر بازی ہی ٹھہرا۔

اجماع صحابہؓ حیات مسیحؑ پر ہوا

دیکھیے اصح اللکلب بعد کتاب اللہ یعنی صحیح بخاری میں اجماع صحابہؓ پر حیات کا تذکرہ موجود ہے۔ کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ ایک جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں جن کی نقل کردہ حدیث مجدد پر جناب مرزا صاحب نے اپنی مجددیت کی بنیاد استوار کی ہوئی ہے وہ نزول مسیح کی حدیث رسول ﷺ نقل کر کے بیان فرماتے ہیں کہ

فاقرؤا ان شتم۔ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (ص ۳۹۰ ج ۱)

یعنی میری بیان کردہ حدیث رسول ﷺ کی تصدیق اگر قرآن مجید سے طلب کرنے کے خواہاں ہو تو دیکھو رب کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسیحؑ آخر زمانہ میں جب نازل ہوں گے تو تمام موجودہ یهود و نصاریٰ ان پر ایمان لے آئیں گے تو یہ بیان سن کر تمام صحابہؓ بالکل برضا و رغبت خاموش اور مصدق رہے کسی ایک کا اعتراض یا انکار کسی بھی کونے کھرنے سے نہیں مل سکتا لہذا یہ ہے اجماع صحابہؓ بر حیات و نزول مسیحؑ، حقانی جو تصماً واقع ہوا ہے اب اس اجماع کی نقل مسلسل اور متواتر آئمہ امت اور مجددین ملہمین ذکر کرتے آرہے ہیں صدیاں گزر گئیں کسی ایک محدث یا مفسر نے اس حدیث کی سند یا متن پر ایک لفظ یا حرف کا اعتراض نہیں فرمایا گویا یہ اجماع کلی دور صحابہؓ سے مسلسل زبان زد اور معروف و مشہور چلا آرہا ہے اور جسے بقول مرزا صاحب ہر فرد مسلم اپنا عقیدہ بنائے ہوئے ہیں اور یہ پیشگوئی تمام صحیح ترین پیشگوئیوں سے بڑھ کر اہم اور وزن دار ہے جس کا انکار یا شک و شبہ بے عیسیٰ کی بات ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۵۷)

ناظرین ذرا انصاف فرماتے کہ اجماع سے کسی کا موقف برحق ثابت ہے اہل اسلام کا یا منکرین کا؟ یہ ہے قادیانیوں کے دعویٰ اجماع کی حقیقت اب اس عنوان

کی آخری بات یہ ہے

کہ محترم قاضی صاحب احادیث میں سے چند روایات یا نقول ہی پیش کر سکے جن کی حقیقت آپ کے سامنے واضح کر دی گئی ہے حالانکہ اس مسئلہ میں ایک صد سے زائد احادیث رسول ﷺ مذکور ہیں جو کہ سب کی سب اہل حق کے موقف کی علی وجہ الصراحت اور بطور عبارة النص کے تائید و تصدیق کر رہی ہیں محض عمومی طور پر نہیں بلکہ دلیل خاص کے طور پر اس موقف کی مصدق ہیں۔ لہذا اس عنوان میں بھی قادیانیوں کا پلہ بالکل خالی ہے۔ اور ہم اہل حق ہر طرح کے ثبوت اور تصدیق سے مالا مال ہیں۔ فَلَلهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّه

اکابرین امت اور مسئلہ حیات و نزول مسیح

قادیانی قاضی صاحب نے اجماع امت کے بعد اس مسئلہ کے متعلق بزرگان امت کا عنوان قائم کر کے متحد اکابرین امت کے ذمے وفات مسیح کے قائل ہونے کا الزام لگایا ہے جو کہ سراسر دھوکہ اور دجل و فریب ہے اس لئے کہ جن اکابر کا نام وہ لے رہے ہیں ان کی اس مسئلہ میں اہل اسلام کے حق میں بے شمار تصریحات سابقہ بطور پر درج ہو چکی ہیں مگر قاضی صاحب محض مکر و فریب سے کام لے کر کچھ من گھڑت اور کچھ مغالطہ آمیز عبارات نقل کر کے ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور متردد کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے نمبر پر قاضی صاحب امام حسن کے ذمے یہ بات لگاتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

ایہا الناس قد قبض اللیلة رجل لم یسبقہ الاولون ولا

یدرکہ الآخرون ولقد قبض فی اللیلة التی عرج فیہا

بروح عیسیٰ بن مریم لیلۃ سبع و عشرين من رمضان۔

(طبقات کبیر ص ۲۶ ج ۳ دیکھیے ان کی پاٹ بک ص ۹۰ و ۹۱)

۱۔ الجواب۔ اس سے قبل آپ کے سامنے مستند ترین کتب تفسیر و حدیث سے اصل مسئلہ اور اس کے جملہ کوائف و متعلقات نقل ہو چکے ہیں جن میں اصح الکتب صحیح بخاری بھی ہے نیز مسلم و دیگر کتب صحاح بھی ہیں۔ تفسیر ابن جریر سے

لے کر آخر تک ہر معتبر تفسیر کے حوالجات بھی نقل ہو چکے ہیں جن سے مسئلہ کی صحیح پوزیشن اسی طرح واضح اور مستح ہو چکی ہے کہ اس کے خلاف چند متضاد اور شاذ حوالہ جات موثر نہیں ہو سکتے بھلا صحیحین کے بعد طبقات کبریٰ کی کیا پوزیشن ہے جیسے مرزا صاحب بخاری شریف کو قرآن کے بعد اولین حیثیت دیتے ہیں اور اس کے خلاف کسی بھی روایت کو تسلیم نہیں کرتے حتیٰ کہ مسلم کو بھی بخاری کے مقابلہ میں نظر انداز کر دیتے ہیں تو ایمانداری سے فرمائیے کہ جب بخاری کے مقابلہ میں مسلم معتبر نہیں تو اس طبقات کی کیا پوزیشن ہو سکتی ہے لہذا اس مفرد روایت کا اصل طے شدہ مسئلہ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہو سکتا۔

۲- پھر یہ طبقات کوئی مستقل حدیث کی کتاب نہیں۔

۳- اس روایت کی سند بھی ذکر نہیں ہوئی کہ جس کو چیک کیا جاسکے۔

۴- اس کتاب کے مصنف نے اسی کتاب کی جلد اول میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ

وانه رفع بجسده وانه حبی الآن وسیر جمع الی الدنيا

فیکون فیہا ملکائهم یموت کما یموت الناس (ص ۲۶ ج ۱ بحوالہ

محمدیہ پاکت بک ص ۲۰۲)

اب فرمائیے کہ اس صدقہ روایت کے مقابلہ میں اس مبہم روایت کی کیا پوزیشن ہو سکتی ہے کیونکہ یہ روایت فرمان رسول ﷺ کے مطابق ہے کہ ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة (در مشورہ۔ ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ)

۵- پھر تمہاری نقل کردہ روایت کے الفاظ میں لغزش کتابت بھی ممکن ہے کہ۔
عرج نیھا بروح عیسیٰ کی بجائے اصل میں بروح اللہ عیسیٰ ہو۔ اور یہ بات عین ممکن ہے کیونکہ آپ کا لقب گرامی عیسیٰ روح اللہ معروف و مشہور ہے۔
ایسے اغلاط کئی کتب اور روایات میں پائے بھی جاتے ہیں جیسے متدرک

حاکم ص ۱۲۳ ج ۳ میں یہ روایت ہائیں الفاظ منقول ہے کہ

سمعت الحسن بن علیٰ يقول قتل ليلة انزل القرآن وليلة اسرى
بعيسى وليلة قبض موسى (۱۱ مسور ص ۳۵ ج ۲)

اب دیکھیے اس روایت میں رفع بروح اللہ کو اسری بعیسی سے تعبیر فرمایا گیا
ہے جس کا معنی جسمانی طور پر کس کو لیجانا اور سیر کرانا ہوتا ہے جیسے
۱- حضرت موسیٰ کے متعلق قرآن میں ہے۔ فاسر بعبادی لیلًا انکم
متبعون (الدخان) واسر باہلک (الہود)

۲- سبحات الذی اسرى بعبده وغيره من التصوص
القرآنیہ

سبحان اللہ ملاحظہ فرمائیے قاضی صاحب نے جس روایت کو اپنے حق میں
پیش کیا تھا وہ الٹ ان کے خلاف اور ہمارے حق میں ثابت ہو رہی ہے قاضی
صاحب نے تو محض فضول وقت ضائع کر دیا کہ انہیں النالینے کے دینے پڑ گئے۔

۲- ابن عباس رضی اللہ عنہما

آیت انی متوفیک ورافک الی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ
قال ابن عباس معناه انی میتک۔ (تفسیر خازن ص ۲۸۵ ج ۱)
نیز بخاری کتاب التفسیر میں لکھا ہے کہ متوفیک میتک وغیرہ
الجواب یہ بھی محض قاضی صاحب کا فراڈ ہے کیونکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بے شمار فرامین ہر معتبر تفسیر مثل ابن جریر و ابن
کثیر وغیرہ کے زینت بنے ہوئے ہیں جن میں ایک تو اس سے پہلے ایک پیرا گراف
میں نقل بھی ہو چکا ہے باقی رہا ان کا متوفیک میتک فرمانا تو یہ ایک لغوی بحث
ہے جس کا قاضی صاحب کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ کتب لغت و تفسیر میں توفی کی
تین صورتیں ذکر کی گئی ہیں توفی . معنی موت ، نیند اور اصعاد لی السماء ، اور تینوں
حضرت مسیح کے حق میں صحیح بھی ہو جاتی ہیں کیونکہ ایک تو تقدیم و تاخیر کے طور
پر چنانچہ تفاسیر میں اس کا تذکرہ بھی بکثرت ہے اور جس صورت میں اس کا معنی
موت بغیر تقدیم و تاخیر لیا گیا ہے تو پھر مفسرین نے یہ صورت ذکر کی ہے کہ بحالت

رفع آپ پر نیند طاری کر دی گئی تھی اور موت . معنی نیند تو قرآن و حدیث میں مذکور ہے بلکہ مرزا صاحب بھی اس کے قائل ہیں (دیکھیے ان کی کتاب ازالہ اوہام ص ۶۱۵ و ۹۳۲ وغیرہ) اور حقیقی موت بھی مراد ل جا سکتی ہے۔ کیونکہ کئی مفسرین کے مطابق آپ کو تین گھڑی یا سبع ساعات یا بعض کے ہاں تین دن تک موت طاری رہی پھر زندہ کر کے آسمان پر لیجایا گیا۔ (دیکھیے کتب تفسیر)

تو جن لوگوں نے اس کا معنی حقیقی موت بھی لیا ہے وہ صرف تین یا ساعات گھڑیوں تک یا تین دن تک طریان موت کے قائل ہیں اس کے بعد لازماً "رفع الی السماء کے قائل ہیں لہذا لکنہ" اس کے تمام امکانی معانی ہمیں قابل قبول ہیں لیکن اصل نظریہ پھر بھی مخدوش نہیں ہوتا۔ چنانچہ قاضی صاحب کے اسی عنوان کے نمبر ۶ و ۷ کے تحت مزید وضاحت ہوگی۔

۳۔ امام مالک اور مسئلہ حیات مسیح

قاضی صاحب آپ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ
والاکثر ان عیسیٰ لم یمت وقال مالک مات (مجمع البحار)
نیز دیگر قادیانی یہ عبارت بھی نقل کرتے ہیں
وفی العتبیۃ قال مالک مات۔

الجواب یہی ہے کہ جب اصل عقیدہ حیات بے شمار نصوص قطعہ سے ثابت اور مبرہن ہو چکا ہے تو ایسی شاذ اور مبہم نقول سے کیا فائدہ؟
پھر اصل یہی ہے کہ بعض اہل علم حضرت مسیح کا رفع الی السماء بدون عروض نیند و موت کے قائل ہیں اور بعض بحالت نیند یا موت۔ تو اس عبارت میں اس کیفیت کو بیان کیا گیا ہے نہ کہ اصل مسئلہ کو۔ کیونکہ اصل مسئلہ میں جمع آئمہ و اکابر ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ چنانچہ خود اس عتبہ میں یہ عبارت بھی منقول ہے۔

قال مالک بینا الناس قیام یستمعون الاقامة للصلاة فتغشاهم
غمامة فاذا نزل عیسیٰ (عتبہ ص ۲۶۶ ج ۱)

ملاحظہ فرمائیے حضرت امام مالک "کیا فرما رہے ہیں؟ موت یا حیات؟ پھر امام

زر قانی مالکی خود اپنے مسلک کا ذکر کرتے ہیں کہ
رفع عیسیٰ وهو حی علی الصحیح (شرح مواہب اللدنیہ)
لہذا یہ قادیانی مغالطہ بالکل فضول اور غیر مفید ہو گا۔ فاجتنبوہ

۴۔ امام ابن حزم اندلسی کا مذہب

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

تمسک ابن حزم بظاہر الآیة وقال بموتہ (حاشیہ جلالین تحت آیت فلما تو فیتنی)
پاکت بک ص ۹۲

الجواب۔ قاضی صاحب کے پاس کوئی غیر معروف یا غیر مطبوعہ نسخہ جلالین ہو گا
جس کا یہ حاشیہ نقل کر رہے ہیں موجودہ جلالین میں یہ حاشیہ قطعاً نہیں ہے نہ ال
عمران کے حاشیہ میں اور نہ فلما تو فیتنی کے تحت

ہاں۔ آل عمران کی آیت انی متوفیک پر یہ حاشیہ ضرور درج ہے کہ
قال شیخ الاسلام ابن حجر قد اختلف فی موت عیسی
علیہ السلام قبل رفعہ فقیل علی ظاہر الآیة انه مات قبل
رفعہ ثم يموت ثانيا بعد النزول و قيل المعنى متوفیک
فی الارض فعلى هذا لا يموت الا فی آخر الزمان بعد
نزوله وقال متوفی نفسک بالنوم افتری انه رفع نائما
ک۔ (جلالین ص ۵۲ تحت هذه الآیة حاشیہ ۸)

لو صاحب ساری حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ اصل میں تمام آئمہ امت
مسیح کے رفع جسمانی کے قطعاً قائل ہیں لیکن کیفیت رفع میں معمولی سا اختلاف
ہے۔ کہ آیا وہ بحالت بیداری مرفوع ہوئے یا آپ کو بحالت نیند اٹھایا گیا یا اٹھانے
سے قبل چند گھنٹیاں نیند یا موت سے دو چار کیا گیا۔ یہ کل تین قول منقول ہیں
اب قادیانی حضرات اسی مشتبہ عبارت سے لفظ موت قبل الرفع کو لئے پھرتے ہیں
اور گمراہی پھیلاتے رہتے ہیں ہمارے مسلمان بھی ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں
کہ توفی کا معنی واقعی فلاں صاحب نے موت کیا ہے لہذا مرزائیوں کا موقف

درست یا وزن دار معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ سب چکر ہے جس کی حقیقت وہی ہے جو بندہ نے اوپر ذکر کر دی ہے۔ کہ

رفع جسمانی اور نزول ثانی جسمانی کے سب آئمہ قائل ہیں صرف کیفیت رفع الی السماء میں (توجیہاً) معمولی سا اختلاف کرتے ہیں جس کی مذکورہ بالا تین صورتیں بطور تفسیری روایت کے سلف سے منقول ہیں۔ نص قرآنی یا حدیثی کوئی نہیں لہذا وہ سب قابل نظر انداز

۵۔ حافظ ابن قیم حنبلیؒ کے متعلق قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

واما ما یذکر عن المسیح انه رفع الی السماء وله
ثلاثة وثلاثون سنة فهذا لا یعرف له اثر متصل یجب
المصیر الیه۔ (زاد المعاد ص ۲۰ ج ۱)

نیز امام صاحب لکھتے ہیں کہ

لما کان رسول اللہ ﷺ فی مقام خرق العوائد
حتی شق بطنه وهو حی لا ینال بذالک عرج بذات روحه
المقدسة حقیقة من غیر امامته ومن سواه لا ینال
بذات روحه الصعود الی السماء الا بعد الموت
والمفارقة فالانبياء انما استقرت ارواحهم هناك بعد
مفارقة الابدان وروح رسول اللہ ﷺ صعدت الی
هناک فی حال الحیاة ثم عادت و بعد وفاته استقرت
فی الرفیق الاعلی مع ارواح الانبياء (زاد المعاد ص ۳۰۳ ج ۱)

الجواب۔ قادیانی قاضی نے حسب فطرت اس پہلی عبارت کے نقل کرنے میں عجیب چکر دینے کی کوشش کی ہے آپ ذرا پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں وہ یوں ہے۔

(فصل فی مبعثہ ﷺ واول ما نزل علیہ) بعثہ اللہ
علی راس اربعین وہی راس الکمال قیل ولها تبعث

الرسال۔ واما ما يذكر عن المسيح انه رفع الى السماء
وله ثلاث وثلثون فهذا لا يعرف له اثر متصل يجب
الميسر اليم (زاد العاد ص ۱۹ ج ۱)

مطلب یہ ہے کہ امام ابن قیمؒ یہاں آنحضور ﷺ کی سیرت طیبہ بیان فرماتے ہوئے آپ کی عمر بعثت کا ذکر کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اربعین یعنی چالیس سال کی عمر مبارک میں مبعوث فرمایا اور کہتے ہیں کہ یہ عمر کمال کی بنیاد و ابتدا ہے لہذا اسی عمر میں نبی مبعوث ہوتے ہیں پھر ذہن میں خیال آیا کہ یہ ضابطہ تو صحیح نظر نہیں آتا کیونکہ آپ سے قبل حضرت عیسیٰ کو تو دور نبوت ختم کر کے تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں آسمان پر اٹھایا گیا لہذا لازماً آپ چالیس کی بجائے تیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے ہوں گے جیسے کہ موجودہ اناجیل میں بھی یہ مدت مذکور ہے۔ تو امام صاحب اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ کے متعلق جو یہ نقل کیا جاتا ہے کہ آپ تیس سال کی عمر میں اٹھائے گئے اس کی سند متصل نہیں ملتی۔ تو گویا امام صاحب عمر مسیح عند الرفع کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ اس کی سند متصل نہیں ہے نہ یہ کہ آپ آسمان پر اٹھائے بھی گئے یا نہیں۔ یہ تو بحث ہی نہیں۔ کیونکہ یہ بحث تو وقت مبعوث ہونے نبیؐ کی عمر کی ہے نہ کہ مسئلہ رفع یا عدم رفع کی۔ الحاصل یہ کہ یہاں مسیح کی عمر بعثت کا تذکرہ ہے نہ کہ رفع الی السماء کا۔ قاضی صاحب اور دیگر قادیانیوں کی فطرت یہ ہے کہ جہاں کوئی ایسا لفظ مثل توفی، معنی موت یا رفع وغیرہ کا نظر آیا تو فوراً بھوکے والا حساب کہ جب کہ اس سے پوچھا گیا کہ دو اور دو کتنے؟ تو فوراً کہہ اٹھا کہ چار روٹیاں۔ حالانکہ یہاں روٹیوں کا سوال ہی نہیں ہوا۔ بھوکے نے صرف اپنی غرض میں غرق ہونے کی بنا پر یہ کہہ دیا۔ ایسے ہی قادیانیوں کا معاملہ ہے کہ جہاں اپنے باطل نظریے کے متعلق کوئی اشارہ مل گیا چاہے عبارت کا سیاق و سباق کچھ ہو متکلم کی غرض کچھ ہو انہوں نے فوراً اسے اپنے کھاتے میں ڈالنے کی جلدی کر لینا ہے۔ لہذا ہر فرد مسلم ان کے کسی بھی نقل کردہ حوالے کا قطعاً اعتماد نہ کرے جب تک کہ وہ خود چیک نہ کر سکے کیونکہ یہ لوگ دجل و فریب اور جملہ ازلی سے باز نہیں رہ سکتے۔

اب یہ تو اس عبارت کے متعلق عرض ہوئی اب مزید اسی امام ابن قیمؒ جو آٹھویں صدی کے مجدد ہیں اور مجددین بقول مرزا صاحب خدا کی وحی سے بولتے ہیں وہ دین کو قائم کرنے کے لئے آتے ہیں وہ اس میں ذرہ کی بیشی نہیں کرتے۔ لہذا آپ انہی کی کتب سے اسی مسئلہ حیات و نزول کے متعلق چند اقتباسات سماعت فرمائیے۔

امام صاحب لکھتے ہیں کہ

وراموا قتلہ وصلبہ فصانہ اللہ من ذالک ورفعه الیہ
 وطہرہ منہم فاقوعوا القتل والصلب علی شبہہ وہم
 یظنون انہ رسول اللہ عیسیٰ ﷺ ---
 فلم یقم لہم بعد ذالک ملک الی ان بعث اللہ محمداً
 ﷺ فکفرو بہ وکذبوہ فاتم علیہم غضبہ ودمرہم غایۃ
 التدمیر والزمہم ذلاً وصغاراً لا یرفع عنہم الی ان ینزل
 اخوہ المسیح من السماء فیستاصل شافتہم
 ویطہر الارض منہم وعباد الصلیب (دیکھیے ان کی مشہور کتاب
 اغاثتہ اللہفان ص ۳۱۲ بحوالہ عقیدہ حیات و نزول اکابر کی نظر میں از
 حضرت لدھیانویؒ ص ۱۶۰)

۲- یہی امام ابن القیمؒ اپنی مشہور کتاب ہدایۃ الحیاری میں حضرت مسیحؑ کے قول۔ کہ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مردگار بخشے گا کہ جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ (یوحنا ۱۴:۱۶) کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
 واما المسیحؑ فانما سالہ بعد رفعہ وصعودہ الی السماء (ص ۵۳۱)
 ازال بعد مسیحؑ کے ایک اور قول کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

وتامل قول المسیح انی لست ادعکم ایتاماً لانہ
 ساتیکم عن قریب کیف ہو مطابق لقول اخیه محمد
 ﷺ۔ ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً واما ما

مقسطاً" فيقتل الخنزير ويكسر الصليب ويضع
الجزيه

واوصى امنه بان يقرئه السلام منه من لقيه منهم۔ وفي
حديث آخر كيف تهلك امة انا في اولها وعيسى في
آخرها۔ (ص ۵۴۵)

۳۔ یہود کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

یہی لوگ دجال کا لشکر ہوں گے اور سب سے زیادہ اس کی پیروی کریں گے
دجال کے زمانہ میں یہود کو حکومت و شوکت نصیب ہوگی۔

الی ان ينزل مسيح الهدى ابن مريم فيقتل منتظرهم
ويضع هو واصحابه فيهم السيوف حتى يخبى
اليهودى واما الحجر والشجر فيقولان يا مسلم هذا
يهودى ورائى تعال فاقتله فاذا نظف الارض منهم ومن
عباد الصليب - - - الی قوله هكذا اخبره شعيا" فى
نبوته ويطابق خبره ما اخبره النبى ﷺ فى الحديث
الصحيح فى خروج الدجال وقتل المسيح ابن مريم له
(ص ۵۸۵)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ

وان ربه تعالى اكرم عبده ورسوله ونزهه وصانه ان ينال
اخوان القرده منه ما زعمته النصرارى انهم نالوه منه بل
رفعه الله اليه مويدا منصورا لم يشكه اعداء بشوكة ولا
نالتهم ايدهم باذى فزفعه الله اليه واسكنه سماء ه
وسيعيده الى الارض فينتقم به من مسيح الضلالة
واتباعه ثم يكسر به الصليب ويقتل به الخنزير ويعلى به

الاسلام وينصر به ملة اخيه واولى الناس به محمد صلى
الله عليها افضل الصلوة والتسليم (ص ۶۳۱ بحوالہ عقیدہ حیات و
نزول مسیح اکابرین امت کی نظر میں از حضرت لدھیانوی، امت برکاتم)

۵- مزید اپنی دوسری کتاب میں تحریر فرماتے ہیں

ومحمد ﷺ مبعوث الى جميع الثقليين فرسالته
عامة لجميع الجن والانس في كل زمان ولو كان موسى
وعيسى حيين لكانا من اتباعه واذا نزل عيسى بن مريم
فانها يحكم بشريعته محمد ﷺ (مدارج السالكين
ص ۳۱۳ ج ۲)

۶ وهذا المسيح بن مريم حي لم يموت وغذاءه من جنس
غذاء الملائكة (البیان از ابن قیم ص ۱۳۹) نیز اسی کتاب
میں لکھا کہ۔ وانه رفع المسيح اليه (ص ۲۲)
نیز لکھا کہ

وهو نازل من السماء فيحكم بكتاب الله (بداية
الحيارى مع ذيل الفارق ص ۲۳ مطبوعه مصر بحوالہ
محمدیہ پاکٹ بک ص ۶۰۹)

ناظرین کرام مندرجہ بالا چھ صریح اقتباسات سے آپ بخوبی
یقین کر لیں گے کہ امام ابن القیمؒ مجدد صدی ہشتم مسئلہ حیات و
نزول جسمانی کے متعلق امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ سے منسلک
ہیں بلکہ اس کے پرزور داعی اور مبلغ ہیں لہذا قادیانیوں کا ان کے
کسی بھی اقتباس کو پیش کرنا سراسر دجل و فریب اور کذب و افتراء
ہو گا۔

اسی طرح اکابرین سلف صالحین سے صحیح حوالہ ایک بھی نہیں
دکھایا جا سکتا جو کوئی پیش کرے گا وہ محض مغالطہ آمیزی اور دجل و

فریب ہی ہو گا۔ حقیقت سے اسے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔
حضرات گرامی یہ ہیں امام ابن قیم جن کے واضح ترین ارشادات
آپ ملاحظہ فرما چکے کہ وہ نہایت شرح صدر سے علی الاعلان فرما
رہے ہیں کہ حضرت مسیحؑ صاحب انجیل فرزند مریم بتول زندہ بحدہ
العصری آسمان پر اٹھائے گئے اور پھر بمطابق فرامین خاتم الانبیاء
ﷺ قرب قیامت نازل ہو کر اصلاح امت کا فریضہ بجالا کر پھر طبعی
وفات سے دوچار ہوں گے۔ حضرات یہی ہیں وہ امام ابن قیم جن
کے متعلق جناب مرزا صاحب نے بھی لکھا ہے کہ

ایسا ہی فاضل و محدث و مفسر ابن تیمیہ و ابن قیم جو اپنے اپنے
وقت کے امام ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے قائل ہیں۔ دیکھئے مرزائی
کتاب۔ کتاب البریہ ص ۱۸۸ خزائن ص ۲۲۱ ج ۱۳ ج۔ فرمائیے اس سے
بڑا کذاب۔ مفتری۔ بہتان باز اور مکار و دجال کہیں دیکھنے میں آیا ہے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

قیل هذا يدل على ان الله سبحانه توفاه قبل ان يرفعه (فتح القدير تلمی ص ۴)
۷۔ مفسر قرآن ابو عبید اللہ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے
ہیں کہ

قال يدل على انه توفاه وفات الموت قبل ان يرفعه (البحر محیط ص ۶)
ج ۳)

۸۔ علامہ جبائی مشہور شیعہ مفسر زیر آیت فلما توفيتني لکھتے
ہیں کہ

وفي هذه الآية دلالة انه امات عيسى وتوفاه ثم رفعه اليه (تفسير مجمع البيان)
ترجمہ نمبر۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کا رفع
کرنے سے پہلے انہیں وفات دیدی تھی۔

۲- انہوں نے کہا کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھانے سے پیشتر توفیٰ . معنی موت سے دوچار کیا تھا (پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا)

۳- اس آیت میں یہ دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو موت دی اور پھر زندہ کر کے ان کا رفع اپنی طرف کر لیا۔ اب ان تینوں اقتباسات کے متعلق عرض خادم سماعت فرمائیے بلکہ ان جیسے دیگر حوالہ جات کا بھی یہی جواب ہے۔

الجواب۔ ناظرین کرام یہ تینوں حوالہ جات محض دھوکہ دہی کے مظہر ہیں کیونکہ یہ تو سب ہمارے حق میں ہیں قادیانیوں کو اس سے ذرا بھی فائدہ نہیں قاضی صاحب نے محض خانہ پری کرتے ہوئے اور نمبر بدھانے کے لئے ان کو نقل کر دیا ہے ورنہ شاید اصل حقیقت سے وہ بھی واقف ہوں گے۔

اس لئے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ لفظ توفیٰ کے سلسلہ میں باعتبار لغت عربی تین صورتیں ہیں یعنی اس لفظ کے تین معنی ہیں۔ نمبراً توفیٰ . معنی موت حقیقی۔ نمبراً ۲ نیند نمبراً ۳ اور قبضہ میں کرنا یعنی اصعد الی السماء۔ تو آئمہ مفسرین نے تینوں معنوں کو لیتے ہوئے آیت انی متوفیک کی تفسیر کر دی ہے۔ مگر اصل عقیدہ رفع جسمانی اور پھر نزول جسمانی کا کوئی بھی انکاری نہیں صرف تو جہات میں اختلاف کرتے ہیں بعض نے کہا۔ کہ حضرت مسیحؑ پر تین یا سات گھڑیاں عارضی طور پر موت طاری ہوئی پھر زندہ کر کے بجد عنصری آسمان پر اٹھایا گیا یہ معنی ہوا کہ جب توفیٰ . معنی حقیقی موت مراد لیں۔

۲- بعض نے فرمایا کہ توفیٰ . معنی نیند ہے۔ وهو الذی یتوفاکم باللیل۔ کے مطابق یعنی مسیحؑ پر نیند طاری کر کے آسمان پر اٹھایا گیا۔

۳- تیسرے فریق نے فرمایا۔ کہ آپ کو اسی طرح بحالت بیداری ہی بجد عنصری آسمان پر اٹھایا گیا۔ یہ معنی ہوا توفیٰ . معنی قبض کل یا اصعد الی السماء کا۔

پھر جس فریق نے توفیٰ . معنی موت لیا ہے وہ دو فریق ہیں ایک کا کہنا ہے کہ توفیٰ . معنی موت حقیقی ہی لیں تو آیت میں تقدیم و تاخیر ہوگی جو کہ کلام عرب بلکہ قرآن مجید میں کئی دیگر مقالات پر بھی موجود ہے۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے اپنی

الاتقان میں اس مسئلہ پر مستقل فصل کا انعقاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے
یعنی پہلے آپ کو آسمان پر اٹھایا گیا پھر آخر زمان میں نازل ہوں گے تو آخر
میں طبعی وفات سے دوچار ہوں گے۔

اور توفی . معنی موت لینے والوں کا دوسرا طبقہ یہ کہتا ہے کہ

توفی . معنی موت ہے مگر مسیح کے متعلق صرف عارضی موت کا معاملہ ہوا
کہ آپ کو تین یا سات گھنٹوں تک موت سے وابستہ رکھا پھر زندہ کر کے آسمان پر
اٹھایا گیا۔

الغرض لفظ توفی میں صرف باعتبار لغت عرب کے توجیحات میں معمولی سا
اختلاف ہے اصل مسئلہ رفع و نزول جسمانی میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے یہ
قلویانی مکار ویسے ہی ایلیس کی طرح ایک آدھ لفظ اچک لیتے ہیں اور شور مچا دیتے
ہیں کہ دیکھو جی امام بخاری نے توفی . معنی موت لکھا ہے لہذا وہ بھی وفات مسیح
کے قائل ہو گئے جی فلاں لغت میں اس کا یہ معنی لکھا ہے فلاں تفسیر میں توفی
معنی وفات لکھا ہے لہذا وہ بھی وفات مسیح کے قائل ہیں مگر اصل حقیقت وہی
ہے جو میں اس تحریر میں ابتدا ہی سے واضح کر رہا ہوں کہ یہ محض ان کا دجل و
فریب ہے جس کی صورت مذکورہ بالا ہے ورنہ ان کے ساتھ ایک تنفس بھی متفق
نہیں خوب ہوشیار رہئے ان نوسر بازوں سے۔ جن کا گرو پچاس کا پانچ بنا لیتا ہے
ان کے چیلوں کی کیا شان ہو گی۔ جن کا گرو نقل قرآنی میں مکاری سے نہیں
جھمکتا اس کے چیلے کیا کچھ نہ کر سکتے ہوں گے اور کیا کچھ نہیں کر سکتے ہوں گے
ان کو نہ خدا سے شرم نہ رسولؐ کا حیا۔ نہ عوام الناس سے ندامت و خفت کا
احساس۔ یہ تو اذا فانک الحیا فافعل ما شئت کے تحت روحانی ایڈز کے
مریض ہیں۔

۹۔ شیخ ابن عربی اور مسئلہ حیات مسیح
قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ آیت بل رفعہ اللہ الیر کے تحت لکھتے ہیں کہ

رفع عیسیٰ اتصال روحہ عند المفارقة من العالم السفلی بالعالم العلوی وكونه فی السماء الرابعة إشارة ان مصدر فیضان روحہ روحانیة فلك الشمس هو بمثابة قلب العالم و مرجعه الیه وتلك الروحانیة نور یحرك ذالك الفلك بمعشوقیتہ و اشراق اشعته علی نفسه المباشرة لتحریكه ولما كان مرجعه الی مقره الاصلی ولم یصل الی الكمال الحقیقی و جب نزوله فی آخر الزمان بتعلقه ببدن آخر (تفسیر ابن عربی ص ۶۵ بحوالہ تلمیسی پاكٹ بک ص ۹۱ و ۹۷)

الجواب۔ دوسرے حضرات کرام کی طرح قاضی صاحب اور ان کی پارٹی ابن عربی پر بھی یہ بہتان لگا رہی ہے کہ وہ وفات مسیح کے قائل تھے ورنہ ان کی کتاب فتوحات مکیہ وغیرہ میں متعدد تصریحات موجود ہیں جن سے صراحتاً ان کا عقیدہ عام اہل اسلام کے بالکل موافق ہے۔

چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے

فلم ۶ دخل (النبي في السماء التي فيها عيسى في وقعتہ المعراج) اذا بعيسى عليه السلام بجسده وعينه فانه لم يمت الى الآن۔ بل رفعه الله الى هذه السماء واسكنه بها۔ (فتوحات مکیہ باب ۳۶ الیواقیت الجواہر ص ۳۳ ج ۲)

۲ ۶ عيسى بن مريم بنی ورسول انه لا خلاف انه ينزل في آخر الزمان حكما مقسطا عدلا بشرعنا (فتوحات مکیہ باب ۷۳ بحوالہ الیواقیت والجواہر از امام الوهاب الشعرانی)

نیز تحریر فرمایا

۳ فہی اللہ بعد رسول اللہ ﷺ من الرسل
 الاحیاء باجسادہم فی هذه الدار الدنیا ثلاثة وهم
 ادريس عليه السلام بقى حيا" بجسده واسكند اللہ فی
 السماء الرابعہ والسّموات السبع هن من عالم الدنیا--
 وابقى فی الارض ايضا" الیاس و عیسیٰ كلاهما من
 المرسلین (ص ۵ ج ۲)

نیز باب ۳۵۳ میں لکھتے ہیں کہ

۴ وقد جاء الخبر الصحيح فی عیسیٰ علیه السلام
 وكان ممن اوحى اليه قبل رسول اللہ ﷺ انه اذا نزل
 فی آخر الزمان لا يومنا الا ابنا ای بشریعتنا و سنتنا
 مع انه له الكشف التام اذا نزل زیادة علی الالهام الذی
 يكون له كما لخواص هذه الامة (اليواقیت ص ۸۴ ج ۲)
 ۵ دل دلیل علی نزول عیسیٰ بن مریم هو قوله منه وان
 من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته فالمعتزله
 والقلاسه والیهود والنصارى الذین ینکرون الرفع
 الجسمانى یؤمنون به والدلیل الثانی قوله تعالى وانه
 لعلم للساعة والظاہر ان الضمیر بعیس ابن مریم
 اذا المذكور هو لا غیر وفى الحدیث اذا المسلمون فی
 الصلوة اذا بعیسیٰ ینزل عند المنارة البیضاء شرقی
 دمشق وعلیه بردان ویده علی الملكین فالحق ان
 عیسیٰ بن مریم رفع الی السماء بالجسم العنصرى
 والایمان به واجب لقوله بل رفعه اللہ الیه (فتوات یمہ باب
 ۳۶۹ بحوالہ الکافی علی القادری)

ترجمہ سو اگر تو سوال کرے کہ عیسیٰ کے نزول کی کیا دلیل ہے تو

جواب یہ ہے کہ وہ دلیل یہ ہے قول خداوندی (وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته یعنی حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آویگئے) معتزلہ فلاسفر۔ اور تمام یہودی اور عیسائی جو حضرت مسیحؑ کے رفع جسمانی کے منکر ہیں وہ سب ان پر ایمان لے آویگئے اور دوسری دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ (وانه لعلم الساعة یعنی حضرت عیسیٰؑ قیامت کی نشانی ہیں) ظاہر ہے کہ انہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے کیونکہ یہاں ذکر ہی انہی کا ہے۔ دوسرے کسی فرد کا نہیں اور حدیث صحیح میں بھی ہے کہ مسلمان نماز پڑھ رہے ہوں گے کہ اچانک عیسیٰؑ جامع دمشق کے شرقی سفید مینارہ کے پاس نزول فرمائیں گے اور اس وقت ان پر دو چادریں ہوں گی۔ اور ان کے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہوں گے۔ اور حق بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور اس کی (نظریہ) صداقت و حقانیت پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بل رفعه الله اليه یعنی اٹھالیا اللہ نے ان کو اپنی طرف۔

حضرات گرامی یہ ہے حضرت ابن عربی کا عقیدہ جو ان کی ذاتی کتب سے بیان کر دیا گیا ہے اب ایمانداری سے فرمائیے کہ دنیا میں کوئی ایسا صحیح الدماغ فرد پایا جا سکتا ہے کہ جو ایک طرف تو اتنی صراحت سے ایک نظریہ بیان کرتا ہو اور پھر دوسرے موقعہ پر بالکل اس کے برعکس بیان کر دے۔ ایسا ہونا ناممکن ہے ہاں گورداسپور کی بستی قادیان کے ایک باشندہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاں ایسے حادثات بکثرت پائے جاتے ہیں کہ آنجناب ایک موقعہ پر ضمنی یا مبہم طور پر بلکہ عین صراحت کے ساتھ ایک بات بیان کرتا ہے مگر دوسرے موقعہ پر اسی صراحت کے ساتھ سو فیصد اس کے برعکس بیان کرنے سے ذرا بھی نہیں شرماتا۔ حتیٰ کہ اس کی تمام کتب و تحریرات ایسے تضاد و تناقض کا پلندہ بن کر رہ گیا ہے۔ کہ اس کی کسی بھی بات کی صحیح حقیقت تلاش کرنا ناممکنات سے ہے۔ سوائے ایک

بات کے کہ وہ انگریز کا خود کاٹتہ پودا ہے۔ اور جہاد حرام ہے۔
 اچھا حضرات یہ تو حضرت ابن عربیؒ کی تحریرات دیگر کتب سے مذکور ہوئیں
 آئے اب اسی تفسیر سے بھی کچھ تصریحات سماعت فرمائیے کہ جس کے حوالہ سے
 قادیانی قاضی نے مندرجہ بالا ایک مبہم سا اقتباس پیش کر کے دجل و فریب کا جال
 پھیلایا ہے۔

نوٹ۔ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ تفسیر محولہ یقیناً "ان کی نہیں صرف ان کی
 طرف منسوب کی جاتی ہے اعتماد نہیں ہے کہ ان کی ہی ہو لیکن پھر بھی سنئے حضرت
 صاحب آل عمران کی آیت انی متوفیک کے تحت لکھتے ہیں کہ

انی متوفیک ---- ای قابضک من بینہم ورافعک

الی۔ ای الی السماء الرابع فی جواری۔ (تفسیر ابن عربی ص ۱۱۳

ج ۱)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ

یہود نے حضرت مسیح کی گرفتاری کے لئے ایک شخص کو بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے
 مسیح کی شبابت اس پر ڈال دی۔
 انہوں نے اسے عیسیٰؑ سمجھ کر قتل کر دیا اور صلیب دیدی۔

واللہ رفع عیسیٰ الی السماء الرابعة (ص ۱۱۵ ج ۱)

۲۔ اسی تفسیر میں آپ وان من اهل الكتاب کے تحت لکھتے ہیں کہ

رفع عیسیٰؑ اتصال روحہ عند المفاارقة عن العالم
 السفلی بالعالم العلوی --- ولما کان مرجعہ الی مقرہ
 الاصلی ولم یصل الی الکمال الحقیقی وجب نزولہ فی
 آخر الزمان بتعلقہ ببدن آخر وحينئذ بعرف کل احد
 فیومن بہ اهل الكتاب ای اهل العلم العارفين بالمبدء
 والمعاد کلہم عن آخرہم قبل موت عیسیٰؑ بالفناء فی

اللہ (ص ۱۱۵ ج ۱)

حضرات گرامی یہ وہ عبارت کامل ہے جس میں گڑبڑ کر کے قاضی نذیر صاحب نے اقتباس نقل کیا ہے لہذا آپ ان لوگوں کی ہوشیاری ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے کانٹ چھانٹ کر اقتباس پیش کر کے لوگوں کو الحلو و تشلیک کا انجکشن دینے کی کوشش نامراد کی ہے۔

جب کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ تفسیر ظاہر سے ہٹ کر عارفانہ انداز میں لکھی گئی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ لكل آية ظهر و بطن ولكل حد مطلع۔ تو شیخ نے اس تفسیر میں دوسرا پہلو ملحوظ رکھا ہے چونکہ ایسے کلام کا فہم و ادراک ہر ایرے غیرے کے بس کی بات نہ تھی اس لئے شیخ نے صراحت بھی کر دی کہ میری تفسیر کو حامی کے لئے دیکھنا حرام ہے جو اس مقام تک درک نہ رکھتا ہو۔

لہذا قادیانی اور اس کی امت ضلہ کا فہم ایسی باتوں کی طرف کیسے جاسکتا ہے اور یہ لوگ نہ ہی اصل حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں ان کو تو محض تنکوں کے سہاروں کی تلاش ہے شیاطین کی طرح جہاں سے کوئی حرف یا لفظ اپنے مطلب کا نظر آیا فوراً اسے لے اڑے۔ اور اس کو عوام میں پھیلاتا شروع کر دیا۔ ان کو اصل حقیقت اور سیاق و سباق کا ذرا خیال نہیں ہوتا۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اگرچہ یہ اقتباس عارفانہ ہے مگر پھر بھی مکمل مطالعہ کرنے سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت شیخ اسی نظریہ کے قائل ہیں جو کہ عام اہل اسلام کا ہے جس کی صراحت وہ دوسرے متعدد مقالات پر الگ بتصریح بھی کر رہے ہیں تو اب اتنی تصریحات کی موجودگی میں ایک غیر واضح اقتباس کو بنیاد بنا کر ان کے ذمہ وفات مسیح کا بہتان باندھنا الحلو و زندقہ نہیں تو اور کیا ہے۔

اچھا ایک مزید اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ اور جناب قاضی صاحب کو وجل و فریب کا ایورلڈ پیش کیجئے۔

ابن عربی اسی تفسیر میں سورہ زخرف کی آیت ۶۱ وانہ لعلم للساعة کے تحت لکھتے ہیں کہ

ترجمہ۔ اذہ بیشک وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے قیامت کبریٰ کے قرب کا علم ہو جائے گا کیونکہ آپ کا نزول (بحکم احادیث صحیحہ) قیامت کی علامات میں سے ہے

ناظرین کرام یہ بات سو فیصد ذہن و قلب میں راسخ کر لیجئے کہ ہمارے اسلاف میں کوئی ایک فرد بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں رکھتا بلکہ سب کے سب اس نظریہ حیات و نزول مسیح کی صراحت ہی کر رہے ہیں انہوں نے اس نظریہ کو دوسرے مسائل کے تقابل میں نہایت اہمیت اور اہتمام سے بیان فرمایا ہے۔

ناظرین کرام بندہ خادم قدم قدم پر یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ قادیانیت نام ہے چھ امور کا۔

کذب و افتراء۔ دجل و فریب اور حماقت و جھالت کا۔ یہ قادیانیت کی جھالت ستہ ہیں یہ قادیانیت کا خمیر۔ ضمیر۔ فطرت اور نیچر ہے۔ یہ ان کی طبیعت ثانیہ اور اساس و بنیاد ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا نقشہ پہلے ہی مہیا فرمایا دیا ہے آپ سورہ انعام کی آیت ۹۳ تلاوت کر لیجئے یہ ان کی مکمل ترجمانی اور عکاسی ہے۔
نقطہ

مرزا غلام احمد سے لے کر آخری قادیانی فرد کی طبیعت اور کردار یہی ہے کہ اپنے باطل نظریہ کی حمایت و تصدیق میں بولتے ہی چلے جاؤ۔ حوالہ غلط ہو تو ہوتا رہے۔ کوئی دیگر دلیل سامنے ہو یا نہ تم نے بولتے ہی جانا ہے۔ کسی قسم کی ندامت۔ خفت۔ شرم و عار کو ہرگز نزدیک پھٹکنے نہیں دینا۔ بلکہ بہر صورت اپنی پیش قدمی پوری ڈھٹائی کے ساتھ جاری رکھنا ہے اسی سے تمہاری کامیابی اور غلبہ ہو سکتا ہے۔ اصول پرستی اور حقیقت پسندی ان کے ہاں کوئی شے نہیں یہ تو چند موہوم امور کا نام ہے۔

حضرت گرامی آپ نے اس تمام تحریر میں تمام دلائل و براہین۔ اعتراضات و اشکالات کے حل کے نورانی جلوے ملاحظہ فرمائے۔

اب اس دجال اعظم کا ایک مزید اقتباس پھر ملاحظہ فرما کر اپنے ضمیر سے

چنانچہ آنجہانی مرزائے کادیانی بڑے طمطراق اور جوش و جذبے کے ساتھ لکھتے ہیں کہ

تو اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود نصوص صریح کے جو حضرت عیسیٰؑ کی وفات اور آنیوالے مسیح کے امتی ہونے پر دلالت کرتے ہیں پھر کیوں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰؑ آخری زمانہ میں آسمان سے اتر آئیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر میں جو شخص اجماع کا دعویٰ کرتا ہے وہ سخت نادان یا سخت خیانت پیشہ اور دروغ گو ہے کیونکہ صحابہ کو اس پیش گوئی کی تفصیل کی ضرورت نہ تھی وہ بلاشبہ بموجب اس آیت فلما توفیتنی اس بات پر ایمان لائے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں تبھی تو حضرت ابو بکرؓ نے جناب رسالت مآب ﷺ کی وفات کے وقت اس بات کا احساس کر کے کہ بعض لوگ آنحضرت ﷺ کی وفات میں شک رکھتے ہیں زور سے یہ بیان کیا کہ کوئی بھی نبی زندہ نہیں ہے سب فوت گئے اور یہ آیت پڑھی کہ قد خلت من قبلہ الرسل اور کسی نے ان کے اس بیان پر انکار نہ کیا پھر ماسوا اس کے امام مالک جیسا امام عالم حدیث و قرآن و متقی اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں ایسا ہی امام ابن حزم جن کی جلالت شان محتاج بیان نہیں قائل وفات مسیح ہیں اس طرح امام بخاری جن کی کتاب بعد کتاب اللہ اصح الکتب مع وفات مسیح کے قائل ہیں ایسا ہی فاضل محدث و مفسر ابن تیمیہ و ابن تیم جو اپنے اپنے وقت کے امام ہیں حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے قائل ہیں ایسا ہی رئیس المصوفین شیخ محی الدین ابن العربیؒ صریح اور صاف لفظوں میں اپنی تفسیر میں وفات حضرت عیسیٰؑ کی تصریح کرتے آرہے ہیں اور فرقہ معتزلہ کے تمام اکابر اور امام یہی مذہب رکھتے ہیں پھر کس قدر افتراء ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا اجماعی عقیدہ قرار دیا

جائے الخ (دیکھیے کتاب البریہ ص ۱۸۸ ح و خزائن ص ۲۲۰ تا ۲۲۲ حاشیہ طبع ربوہ)

یا اخوة الاسلام۔ ان اکابر کی تصریحات بحوالہ آپ کے سامنے آچکی ہیں اور ادھر اس دجال اعظم کا یہ بہتان اور ڈھکوسلہ بھی آپ کے سامنے ہے فیصلہ آپ خود کر لیں۔ کہ اصل حقیقت کیا ہے بندہ دوبارہ حوالہ پیش کرنا ضیاع وقت سمجھتا ہے۔

ایہا الناس ایاکم و الدجال الاعظم یحفظکم اللہ منہ
برحمته و فضلہ لعنة اللہ و اکبر والیہ اللہ فی نار جہنم
خالدا فیہا ابدا

ایک خاص عرض خادم

بروران اسلام خدا تعالیٰ کی ذات بڑی بے نیاز ہے ہدایت و اضلال اس کے قبضہ قدرت میں ہے کسی انسان کے بس کی بات نہیں لہذا ہر فرد مسلم ہمہ وقت استقامت علی الحق کی دعا کرتا رہے دیکھیے قلدیانی دجال کو باوجود صراحت کے کس طرح اندھا بن کر اس ہستی کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ وقت مسیح کے قائل ہیں جس نے یہ لکھا ہے۔

ان عیسیٰ۔۔۔ ینزل فی هذه الامة فی آخر الزمان و یحکم
بشریعة محمد ﷺ (نومات یکہ ص ۱۳۵ ج ۲)

نیز لکھا کہ

انه لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی هذه السماء واسک
فیہا (باب ۳۶۷ ص ۳۳۱ ج ۱ و کذاک ص ۱۳۵-۱۳۴ ج ۱- ص ۱۸۵ ج ۱ و
۲۲۲ ج ۱) ج دوم کے صفحات ۳ و ۴۹ و ۱۳۵ اور جلد سوم ص ۵۱۳ میں حیات
مسیح کی صراحت ہے مگر مرزا کتنا ڈھیٹ ہے لہذا اس سے اپنے
آپ کو اور دوسروں کو بھی بچاؤ۔

وفقکم اللہ خیرا و جعلکم سیداء فی الدنیا و الاخرة

جناب قاضی نذیر صاحب آف فیصل آباد نے اس مسئلہ میں سلسلہ وار اور نمبر وار کئی ابواب منعقد فرمائے ہیں مثلاً وفات مسیح از روئے قرآن مجید (۲) از روئے حدیث نبوی (۳) از روئے اقوال بزرگان جن پر تبصرہ اور جوابات پہلے مکمل ہو چکے ہیں۔

اب قاضی صاحب چوتھا عنوان۔ علمائے مصر کے نام سے قائم کر کے یہاں سات جدید ذہن کے علماء کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً
۱۔ علامہ رشید رضا مفتی محمد عبدہ الاستاذ عبدالکریم شریف۔ الاستاذ محمود شلتوت
الاستاذ احمد العجز الاستاذ مصطفیٰ المراغی صاحب التفسیر الاستاذ عبدالوہاب۔

حالانکہ یہ تمام افراد علماء نہیں بلکہ ماڈرن قسم کے لیکچرار اور پروفیسر سطح کے افراد ہیں یہ جدید قسم کے صحافی یا سکالر طرز کے لوگ ہیں جن میں صرف ظاہر داری اور لفاظی تو ضرور ہوگی مگر للہیت تقویٰ اور سلف صالحین سے ربط و انسلاک اور ان کی عقیدت و متابعت کا جذبہ ہرگز نہ تھا جو کہ علم دین کے لئے لازم ہیں۔ اس لئے یہ حضرات محض ظاہری لفاظی تک ہی رہے دین کی روح (للہیت تقویٰ و خشیت الہی) تک ان کی پرواز نہ ہو سکی۔ لہذا ایسے حضرات کے یہ ذاتی نظریات و خیالات ہم پر قطعاً "حجت نہیں ہیں کیونکہ دین کا منبع و مبداء اور ماخذ ہمارے اکابر اسلاف عظام ہیں جن کا سلسلہ علم و تحقیق بحکم فرمان رسول یحمل هذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالبین۔ وانتھال المطبین و تحریف الجاہلین لو کما قال النبی۔ (مشکوہ) منبع وحی تک منتہی ہوتا ہے چنانچہ خود جناب مرزا غلام احمد قلیاंनी آنجہلانی بھی اقرار کرتے ہیں کہ سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادت آنے والی ذریت کو مانی پڑتی ہیں۔ (دیکھئے مرزا صاحب کی ذاتی کتاب ازالہ اوہام طبع لاہور ص ۳۷۴ و ۳۷۵)

تو صاف ظاہر ہو گیا کہ کسی صحیح نظریہ اور حقیقت کی تلاش کے لئے سلف

صالحین کا دامن تھامنا اصول کے مطابق لازمی ہے نہ کہ بعد کے آزاد خیال مدعیان علم و تحقیق کا جو خود متقدمین سے تعلق ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ جدت پسند اور انانیت پسند لوگ از خود تحقیق کے مدعی ہوتے ہیں۔ لہذا جب ہم نے اپنے سلف صالحین کا ذخیرہ تحقیق علی وجہ البصیرہ سامنے پیش کر دیا ہے جس کا تسلیم کرنا ضروری ہے تو پھر ایسے مخالفین سلف کے خود ساختہ اقوال کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ چاہے آپ لوگ چھ سات نہیں بلکہ ایسے سینکڑوں ہزاروں حوالہ جات پیش کریں وہ سب فضول ہیں۔

۲۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی واضح ہے کہ جس وقت شلتوت جیسے ماڈرن قسم کے سکالروں کی یہ ہفوات سامنے آئیں تو ان کے تعاقب میں کئی محقق مصری علمائے ربانی نے مستقل رسائل اور فتاوی جات شائع فرمادیئے جیسے علامہ زاہد الکوثری اور مفتی اعظم مصر مشہور عالم دین الاستاذ محمد مخلوف وغیرہ علامہ کوثری کا تو مستقل رسالہ شائع ہو چکا ہے۔

اور الاستاذ محمد مخلوف کا عقیدہ اور تحقیق دریں مسئلہ ان کی کتاب صفوة البیان البیان القرآن سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

علامہ صاحب لکھتے ہیں تحت آیت انی متوفیک ورافعک الی۔ واعلم ان عیسیٰ علیہ السلام لم یقتل ولم یصلب کما قال تعالیٰ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وقال وما قتلوه یقینا۔ فاعتقاد النصری القتل والصلب کفر لاریب فیہ وقد أخبر اللہ انہ رفع الیہ عیسیٰ کما قال ورافعک الی وقال بل رفعہ اللہ الیہ۔ فیجب الایمان بہ والجمہور علی انہ رفع حیا من غیر موت ولا غفرة بجسده وروجه الی السماء والخصوصیة له علیہ السلام ہی فی رفعہ بجسده وبقائه فیہا الی الامدالمقدر له واما التوفی المذکور فی هذا الایتہ وفی قوله تعالیٰ فلما توفیتنی فالمراد منه ما ذکرنا علی الروایة الصحیحہ عن ابن عباس والصحیح من الاقوال کما قالہ القرطبی وهو اختیار الطبری وغیرہ وان من اهل الكتاب الیوم من بہ قل موته ہی حالہ من اہل الكتاب

الموجودین عند نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر الزمان الیومنن بانہ
 عبداللہ ورسولہ وکلمتہ قبل ان یموت عیسیٰ علیہ اسلام فتکون الادیان
 کلہا دینا واحدا ھودین الاسلام الحنیف دین ابراہیم علیہ اسلام ونزول
 عیسیٰ علیہ اسلام ثابت فی الصحیحین ھو ما من اشرط الساعة صفوة
 البیان لمعان القرآن ص ۱۰۹ و ۱۱۰ بحوالہ فتویٰ مفتی اعظم مصر مرتبہ مولانا منظور
 احمد چینیٹی۔

ترجمہ جاننا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ نہ تو قتل ہوئے اور نہ مصلوب۔ جیسا کہ اللہ
 تعالیٰ نے اعلان فرمایا وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم اور وما قتلوه یقینا
 (انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کی سامنے کسی کو عیسیٰ
 کا ہم شکل بنا دیا گیا۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے مسیح کو ہرگز قتل نہیں
 کیا۔ لہذا عیسائیوں کا اعتقاد قتل و صلیب مسیح بلاشبہ کفریہ نظریہ ہے حالانکہ اللہ
 نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے جیسا کہ فرمایا اور افعک الی
 بل رفعہ اللہ لیمس اس حقیقت (رفع الی السماء جسمانی) پر ایمان لانا واجب ہے
 اور جمہور اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ بغیر موت اور نیند طاری ہونے
 کے زندہ ہی جسد مع روح آسمان پر اٹھائے گئے اور مسیح کی خصوصیت یہی ہے کہ
 ان کو آسمان پر زندہ اور جسمانی طور پر اٹھایا گیا اور وہ وہاں زندہ محفوظ ہیں اس مدت
 تک وہاں رہیں گے جو خدا نے مقرر کر رکھی ہے۔ اور لفظ توئی کا معنی اس آیت
 اور سورۃ مائدہ کی آیت فلما توفیتنی میں صحیح روایات کے مطابق یہ ہے کہ
 جیسا کہ ہم نے نقل کیا اور صحیح ترین اقوال کے مطابق یہی رفع آسمانی ہے جیسا کہ
 امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے اور اس کو امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں
 اختیار فرمایا ہے۔

اور آیت کریمہ وان من اہل کتاب کی تفسیر میں مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ
 آخری زمانہ میں بوقت نزول مسیح جو اہل کتاب موجود ہوں گے وہ آپ کی
 موت سے پہلے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے کہ وہ واقعی خدا کے بندے اور
 رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔ نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے اور پھر تمام مذاہب مٹ

کر ایک ہی دین یعنی دین اسلام باقی رہ جائے گا جو کہ دین ابراہیم ہے نیز نزول عیسیٰ بخاری و مسلم کی صحیح روایات سے بھی ثابت ہے اور یہ نزول من السماء قیامت کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی ہے۔

قاضی صاحب فرمائیے کہ یہ مفتی مصر علمائے مصر میں سے نہ تھے جن کو آپ نے اہل اسلام کے موافق اور اپنے مخالف سمجھ کر ترک کر دیا ہے صاحب بہادر کسی نظریہ کا اثبات ہمیشہ الٹرا آرا اور تحقیقات سے ہوتا ہے آپ کو لازم تھا کہ تمام علماء مصر کے حوالہ جلت پیش کرتے تاکہ اصل حقیقت الم نشرح ہو جاتی آپ نے چند ماڈرن قسم کے لیکچرار پروفیسروں کے اختراعی حوالہ جلت نقل کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش فرمائی ہے جو کہ محض فضول ہے برصغیر کا مصر کے ساتھ نہایت مضبوط تعلق ہے وہاں کی مطبوعات یہاں بکثرت متداول ہیں لہذا آپ کا یہ چکر چل نہیں سکتا تھا آپ نے محض اپنی حمایت کا اظہار کرتے ہوئے علماء مصر کا نام لے دیا جیسا کہ چند علمائے ہند کا نام لے کر جگ ہنسائی کا سامان فراہم کیا اسی طرح علماء مصر کے اقوال نقل کر کے بھی آپ نے یہی کمائی کمائی ہے

فخسرتم خسرنا مبینا

۳۔ تیسرے نمبر پر آپ کو مندرجہ بالا اقوال نقل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ تمہیں ہندوستان کے ذکر کردہ اہل الحاد سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا کیونکہ جیسے آپ کے ہندوستان کے علماء بلوجود وقت مسیح کے قائل ہونے کے بھی وہ آپ کے ہم نوا نہیں ہیں بلکہ اہل اسلام کی طرح وہ بھی آپ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اسی طرح آپ اپنے مقصری علماء کو بھی اپنے حق میں گواہ نہیں پیش کر سکتے کیونکہ وہ بلوجود حیات مسیح کے منکر ہونے کے پھر بھی تمہیں غیر مسلم ہی سمجھتے ہیں تو پھر اسی تک دود سے آپ کو کیا فائدہ ہوا۔ آخر یہی ثابت ہوا کہ کسی ملک کا کوئی محقق چاہے وہ حیات مسیح کا قائل ہو یا منکر ہو آپ کو وہ کافر ہی سمجھتا ہے۔ جیسا کہ ہندو پاک کے اہل علم حضرات۔

لجئے ذیل میں مفتی اعظم مصر علامہ محمد مخلوف کا فتویٰ اپنے بارہ میں ملاحظہ فرمائیں وہ فرماتے ہیں کہ

والمراد علی القرانین (الخاتم و الخاتم) نہ ~~مکتبہ~~ آخر الانبیاء و رسالہ
 فلا نبی و لا رسول بعدہ لی قیام الساعہ فمن زعم لنبوہ بعدہ فهو کافر
 بکتب اللہ و سنتہ رسولہ ولذا ائمتنا بکفر طائفته لقادیانیہ اتباع
 المفتون غلام احمد قیادنی لزاعم هو واتباعه نہ نبی یوحی لیه وانه لا
 تجوز منا کحتهم ولا دفنهم فی مقابر المسلمین۔ (صفوۃ البیان لبحان
 القرآن ص ۱۸۶ طبع اولی ۱۳۷۰ھ

ترجمہ علامہ زیر آیت و خاتم النبیین لکھتے ہیں کہ

لفظ خاتم یا خاتم دونوں قرآٹوں کی بنا پر اس کا معنی یہی ہے کہ آنحضور ﷺ آخری
 نبی اور رسول ہیں آپ کے بعد قیامت تک نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ کوئی رسول لہذا
 آنحضرت ﷺ کی بعد جو کوئی دعویٰ نبوت کرے وہ کذاب مفتری اور کتاب و سنت
 کا منکر ہے اس بنا پر ہم علماء حق نے قادیانیوں کو جو کہ اس پاگل غلام احمد قادیانی
 مدعی نبوت کے پیروکار ہیں سب کے بارہ میں کفر کا فتویٰ دیدیا ہے اور ہم یہ بھی
 فتویٰ دیتے ہیں کہ ان سے نہ کوئی رشتہ ہو سکتا ہے اور نہ ان کو مسلمانوں کے
 قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے۔ (منقول از رسالہ فتویٰ مصر مفتی اعظم مصر) علامہ
 حسنین محمد مخلوف الاستاذ العلماء و سابق مفتی اعظم مصر۔

قاضی صاحب ملاحظہ فرمائیے آپکو علمائے مصر کے فتویٰ سے یہ تمغہ حاصل
 ہوا ہے فخذہا بقوہ

مسئلہ وفات مسیح اور علمائے ہند و پاکستان

جناب قاضی نذیر صاحب آف فیصل آباد نے پانچویں نمبر پر برصغیر (ہندو
 پاکستان) کے اپنے حامی علماء کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے انہوں نے صرف نو علماء
 کا ذکر کیا ہے جو کہ ان کے خیال میں وفات مسیح کے قائل ہیں۔

اس کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان جویریؒ ۲۔ مولانا عبید اللہ سندھی

۳۔ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب ۴۔ سر سید احمد خاں

۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد ۶۔ علامہ عنایت المشرقی

۷۔ غلام احمد صاحب پرویز ایڈیٹر ماہنامہ طلوع اسلام ۸۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

۹۔ شاعر مشرق علامہ اقبال۔

تبصرہ و تجزیہ

محترم قاضی صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا محمد بن قاسم سے لے کر ظہور قادیانی تک ہندوستان میں بس یہی علمائے کرام پیدا ہوئے ہیں اور بس۔ خدا رکھ تو حیا کیا ہوتا۔

نیز یہ بھی فرمائیے کہ حضرت علی ہجویری جو پانچویں صدی میں ہوئے ہیں۔ ان سے قبل کوئی بھی عالم دین برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ یہ چار صدیاں برصغیر اہل علم سے خالی ہی رہا۔ نیز حضرت ہجویری کے بعد مولانا سندھی یا آزاد کے سوا اور کوئی عالم۔ محدث۔ مفسر یا مجدد و ملہم اس خطہ بند میں پیدا نہیں ہوا۔ پس یہی دو تین حاملین علم و معرفت پیدا ہوئے۔

پھر فرمائیے ان میں سے کون کون سے مجدد و ملہم افراد ہیں۔ تاکہ اس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔ اگر ان میں سے کوئی نہیں ہوا۔ تو فرمائیے برصغیر میں کوئی مجدد ہوا بھی ہے یا نہیں۔؟

بندہ خدا جب تمہاری تحقیق کے مطابق (مذکورہ عمل مصنفی) کے مطابق بیسیوں مجددین ہوئے ہیں جن میں سے کئی برصغیر میں بھی ہوئے۔ جیسے صاحب مجمع البحار۔ مجدد الف ثانی اور خاندان ولی اللہی تو فرمائیے اس مسئلہ میں ان کا نظریہ کیا تھا آیا تمہارے اور تمہارے ممدوح علماء کے موافق یا مخالف؟

پھر یہ بھی فرمائیے کہ کیا حضرت علی ہجویری اور دوسرے علماء سب ہم مشرب تھے؟ اگر وہ تمہارے علمائے کے موافق ہیں تو فرمائیے کہ ان کی موجودگی میں ان کی تائید کی کیا حاجت تھی۔ آپ صرف ان کی شہادت ہی پیش کر دیں۔ سارا معاملہ سیدھا ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ آپ کے علماء ممدوحین کے مخالف ہیں تو پھر سوچئے کہ ان مجددین کے خلاف نظریہ اپنانے کی صورت میں آپ کون ہوں گے؟ کیونکہ خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ مجددین کی مخالف فتنی و کفر ہے۔ کیونکہ وہ

خدا کی وحی سے بولتے ہیں۔ وہ دین کو صحیح طور پر قائم کرنے کے لئے آتے ہیں۔ وہ ہمارے اسلاف ہیں جن کی گواہی تسلیم کرنا ہمیں نہایت ضروری ہے۔ لہذا اس بات کی وضاحت کر کے اس نظریہ کا دو ٹوک فیصلہ کر لیجئے۔

فرمائیے مجدد الف ثانی جن کو مرزا قادیانی نے اپنی تائید میں کئی جگہ پیش کیا ہے وہ اس نظریہ میں آپ کے موافق ہیں یا مخالف؟ ان کی کوئی شہادت باصراحت پیش کیجئے۔ جناب من اگر پہلی صدی سے چودھویں صدی تک ہزار ہا علمائے حق۔ مفسر۔ محدث۔ مجدد و ملہم۔ اور اولیائے کرام ہوئے ہیں۔ اور اس نظریہ میں اہل اسلام کے موافق ہیں تو پھر اتنے کثیر افراد اور جماعت حقہ کے مقابلہ میں چند ماڈرن قسم کے اور صحافی طرز کے افراد کا پیش کرنا کہاں کی عقلمندی اور شرعی ضابطہ ہے؟

کیا آپ کو النادر کا الموعوم کا ضابطہ مسلمہ معلوم نہیں؟ لہذا سوچئے کہ ان کا والد کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ مرزا نے مجددین کی مخالفت کو فسق و کفر فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کی وحی سے بولتے تھے اور دین کو قائم کرنے کے لئے ہی تشریف لائے تھے لہذا ان کی مخالفت فسق و کفر ہے وہ ہمارے اسلاف ہیں جن کی گواہی تسلیم کرنا نہایت ضروری ہے لہذا اس بات کی وضاحت فرما کر اس نظریہ کا دو ٹوک فیصلہ کر لیجئے۔ فرمائیے مجدد الف ثانی جن کو مرزا صاحب نے بھی اپنی تائید میں کئی جگہ پیش کیا ہے وہ اس مسئلہ میں آپ کے موافق ہیں یا مخالف؟

جناب من اگر پہلی صدی سے چودھویں صدی تک ہزار ہا علمائے حق مفسر محدث مجدد ملہم اولیائے کرام ہوئے ہیں اور وہ اس نظریہ میں اہل اسلام کے حق میں ہیں تو پھر اتنے کثیر افراد اور جماعت حقہ کے مقابلہ میں چند ماڈرن قسم کے اور صحافی طرز کے افراد کا پیش کرنا کہاں کی عقلمندی اور شرعی ضابطہ ہے کیا النادر کا الموعوم نہیں جانتے ویسے اصل حقیقت یہی ہے کہ برصغیر کے سینکڑوں نہیں ہزار ہا علمائے دین اور اولیائے کرام کی شہادت اہل حق کے موافق ہیں ان میں سے ایک فرد بھی اس سے مختلف نہیں چنانچہ آپ کے ہی ذکر کردہ پہلے نمبر پر حضرت علی ہجویری بھی ہمارے موافق ہیں جیسا کہ آپ اپنی کتاب کشف المحجوب میں ذکر کرتے ہیں کہ اندر اثار صحیح وارد است کہ عیسیٰ بن مریم علیہ اسلام مرقعہ داشت کہ وے رابر

آسمان برونڈ- (ص ۴۲) شائع کردہ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور۔

ترجمہ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک گدڑی پہنے ہوئے تھے کہ ان کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔ فرمائیے آپ کا پہلا نمبر آپ کے موافق نکلا یا ہمارے موافق؟ خدارا کچھ تو حیا کی ہوتی۔ کس طرح دجل و فریب سے اہل حق کے موافق کو ان کے مخالف پیش کیا جا رہا ہے۔ قاضی صاحب فرمائیے کہ آپ کے ممدوح فرد حضرت علیؑ جویری کیا فرما رہے ہیں کہ صحیح احادیث کی رو سے عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور اس وقت ان کا لباس گدڑی تھا۔ لیجئے قاضی صاحب آپ کا پہلا گواہ تو آپ کے مخالف نکل آیا۔ باقی کیا رہ گیا۔ فرمائیے داتا صاحب رفع اور آسمان کا لفظ ذکر فرما رہے ہیں یا نہیں۔ قاضی صاحب نظر آیا آسمان کہ نہیں۔ داتا صاحب صحیح احادیث کی رو سے نظریہ اہل حق کی موافقت فرما رہے ہیں یا نہیں؟ بھلے مانس آپ نے خواہ مخواہ ان کو اپنی حمایت میں کیوں شمار کر لیا؟ جب کہ وہ آپ کے مخالف اور ہمارے موافق ہیں باقی جو عبارت آپ نے نقل فرمائی ہے وہ تو بعض روحانی امور کے بیان سے اخذ کی گئی ہے وہاں پر اس مسئلہ کا عنوان بھی یہ نہیں تھا آپ نے محض عموم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ الفاظ نقل کر دیئے جو تقریباً کتاب کے وسط سے نقل کئے گئے ہیں حالانکہ اسی کتاب کے شروع میں بڑی صراحت کے ساتھ حضرت صاحب نے رفع و نزول مسیح کا مسئلہ تحریر فرما رکھا ہے وہ نقل کیوں نہ کیا؟ ایک عمومی عبارت کے نقل کا آپ کو کچھ مفاد نہیں۔

ناظرین کرام یہ ہے قادیانی سرشت کہ ایک آدھ بات بے محل اور موقعہ دیکھ کر شور مچا دیتے ہیں کہ دیکھو فلاح حضرت صاحب نے یہ لکھا ہے؟ حالانکہ وہ حضرت صاحب اس مسئلہ میں قادیانیوں کے ہرگز موافق نہیں ہوتے بلکہ انہوں نے اس مسئلہ کی اپنے موقعہ پر وضاحت کر دی ہوتی ہے مگر باطل پرست ہمیشہ تشابہات کی پیروی میں خود بھی الحاد و تکلیک کا شکار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی راستہ پر چلانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے شبہات اور دسوس سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

پھر یہ بڑی عجب بات ہے کہ قاضی صاحب نے جن لوگوں کی یہاں فرسنت

پیش کی ہے ان میں حضرت علی ہجویری کے اندارج کا کیا جواز اور موقعہ ہے؟ یہ بزرگ تو اصحاب تصوف کے ایک نمایاں فرد ہیں اور دوسرے پیش کردہ حضرات دوسرے مزاج کے لوگ ہیں۔ پھر ان کو ایسے افراد میں کیوں شامل کیا گیا؟

اچھا جی یہ بھی سن لیں کہ اس مسئلہ میں آپ کے ساتھ ایک بھی صاحب الہام و کشف نہیں ہے آپ نے یہاں حضرت علی ہجویری کا نام لے کر نہایت نامعقولیت کا اظہار کیا ہے پھر اگر آپ کا نام نامی درج کیا ہی تھا تو اکیلے کا کیوں درج کیا ہے دوچار تو مزید اولیائے کرام کے اسم گرامی لئے ہوتے مگر آپ کا موقف کچھ تو جاندار ہو جاتا۔ مگر آپ کی بد قسمتی سے آپ کو ایک نام بھی میسر نہیں ہو سکتا ان کا اسم گرامی بھی آپ نے محض دجل و فریب سے لے لیا ہے کیونکہ یہ بھی ہمارے بزرگ ہیں اور اس مسئلہ میں سو فیصد ہمارے ہی ساتھ متحد اور متفق ہیں۔

ناظرین کرام۔ جناب قاضی صاحب نے برصغیر کے علماء میں صرف حضرت علی ہجویری کا نام لیا ہے اور وہ بھی دجل و فریب کرتے ہوئے مگر آپ ذیل میں اسی برصغیر کے چند نامور اولیائے کرام کے اسمائے گرامی بمع ان کے عقیدہ کے ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی احمد اللہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ

ترجمہ از اصل فارسی متن سب سے پہلے نبی حضرت آدم اور سب سے آخری خاتم الانبیاء محمد رسول ﷺ ہیں۔ ان تمام پر ایمان لانا اور ان کو معصوم اور سچے سمجھنا چاہئے ان میں سے ایک کا انکار بھی سب کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ سب کا حکم کلمہ اور اصول دین متحد تھے اور پھر فرمایا کہ

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پیروی کریں گے۔ مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۷ ص ۲۶ طبع نول کشور کانپور۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ

۲۔ پس سنت خدا در حق پیغمبر ماعلیہ و علی الہ و جمیع الانبیاء والمرسلین الصیلت والتیمات ناسخ باشد مرست سابق اولاً علیہ و علی الہ الصلوے والسلام و حضرت عیسیٰ

علیٰ نینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول کہ متابعت اس شریعت خواہد نمود
 واتباع سنت ان سرور علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام خواہد کرد (مکتوبات ص ۱۰۸ ج ۳
 مکتوب ۵۰ مطبوعہ) مطبوعہ در مطبع نامی فنی نول کشور واقع کانپور

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیے کہ برصغیر کے نامور مسلم مجدد ولی کامل عارف
 باللہ صاحب کشف وکرامات اور مہم جو قادیانی کیسی وضاحت سے مسئلہ نزول مسیح
 جسمانی بیان فرما رہے ہیں اب مقام غور یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب مجدد خدا کی
 وحی سے بولتے ہیں وہ دین کو صحیح سطح پر قائم کرنے کے لئے آتے ہیں وہ صرف
 استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ حقیقت رسا ہوتے ہیں لہذا آپ کا فرمان اور عقیدہ
 سو فیصد درست ہوا اور جناب مرزا صاحب کا یہ نظریہ جو کہ اکابرین امت کے
 خلاف ہے وہ باطل و مردود ہوا اسی طرح سابقہ کسی ایک مجدد سے بھی یہ لوگ
 اپنے نظریہ کی تصدیق نہیں کرا سکتے حالانکہ بقول مرزا صاحب مجدد کی بات سے
 انکار فسق اور کفر ہے۔ من یشاقق الرسول من بعد ما تبیین لہ الہدیٰ ویتبع
 غیر سبیل المومنین نولہ ماتولیٰ ونصلہ جہنم

امام خواجہ محمد پارسا کا عقیدہ

در کتاب فصول ستہ نقل معتمدے آرد کہ حضرت عیسیٰ بعد از نزول عمل
 مذہب امام ابی حنیفہ خواہد کرد۔ مکتوبات امام ربانی مکتوبات ۱۷ دفتر سوم۔ مطلب یہ
 ہے کہ حضرت کا اجتہاد توارد کے طور پر امام اعظم کے اجتہاد کے مطابق ہو گا۔
 ۳۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی و حضرت خواجہ معین الدین اجیری رحمۃ اللہ علیہما کا عقیدہ
 محمد بن عبداللہ یعنی امام مہدی بیرون آید از شرق تا غرب عدل وے بگیرد
 و حضرت عیسیٰ علیہ السلام از آسمان فردو آید۔ (انیس الارواح ص ۹ مطبوعہ لکھنؤء۔)

۴۔ شیخ محمد اکرم صابری کا عقیدہ

در اکثر احادیث صحیحہ و متواترہ از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ورود یافتہ کہ
 مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسیٰ باو اقتدا کردہ نماز خواہد گزارد دی و جمع عازمان
 صاحب تمکین براس متفق اند۔ (انتہاس الانوارہ ص ۷۲) نورث۔ بہ وہی شیخ صابری

صاحب ہیں جن کے متعلق مرزا نے جھوٹ لکھ دیا ہے کہ وہ حدیث لا مہدی الا عیسیٰ کے قائل تھے۔ مگر آنجنابی نے ان کا اگلا جملہ کہ اس مقدمہ بغایت ضیعت است چھوڑ دیا۔۔۔ تاکہ لوگوں کو دجل و فریب سے گمراہ کیا جاسکے۔

۵۔ شیخ فرید الدین عطار کا عقیدہ

عشق عیسیٰ را بگردوں مے برد۔ مثنوی عطار ص ۲۰

اس طرح تمام اولیائے ہند اسی عقیدہ پر متفق ہیں نیز تمام علمائے ربانی اور مجددین مخلصین اور تمام اولیائے کرام اسی عقیدہ حق پر قائم تھے ان میں سے ایک کو بھی قادیانی تا قیامت اپنی تائید میں پیش نہیں کر سکتے۔ هل من مبارز؟ حتی کہ خود جناب قادیانی نے یہ بصرحت لکھا ہے کہ تمام امت نے بالاتفاق اس نظریہ کو اپنایا ہے۔ (ازالہ ص ۵۵۷ شاہد القرآن ص ۲-۸ خزائن ص ۲۹۸ و ۳۰۴ ج ۶)

۳۔ قاضی صاحب نے دوسرے نمبر پر مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا نام گرامی درج کیا ہے کہ وہ بھی ہمارے موافق ہیں۔ مگر

یاد رہے کہ جس کتاب سے ان کی طرف یہ خیال منسوب کیا گیا ہے وہ ان کی ذاتی تحریر نہیں ہے لہذا یہ معتبر نہیں بالخصوص ہزارہا علمائے سلف و خلف کے مقابلہ میں۔ علاوہ ازیں ان کا ایک ذاتی رسالہ ”محمودیہ“ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس میں انہوں نے اس عقیدہ کی وضاحت اہل اسلام کے حق میں فرمادی ہے لہذا معاملہ ختم ہوا۔

۳۔ تیسرے اور چوتھے نمبر پر قاضی صاحب نے دو ایسی شخصیتوں کا نام درج فرمایا ہے کہ جو کہ جدید تعلیم یافتہ تھے اور جدید ذہن کے مالک تھے دونوں ہی انگریز سرکار کے منظور نظر اور ان سے خطاب حاصل کرنے والے تھے لہذا ان کی گواہی قبول نہیں نہ مولوی چراغ علی صاحب کی اور نہ ہی سرسید کی کیونکہ یہ دونوں کوئی علمائے راغبین میں سے نہ تھے بلکہ آزاد خیال اور انگریز کے حامی لوگوں سے تھے لہذا انکے نظریہ اور تحقیقات از روئے ضابطہ معتبر نہیں چنانچہ خود مرزا صاحب نے مولوی چراغ علی سے براہین کے لئے علمی تعاون بھی حاصل کیا ہے۔ (قادیانی

سر سید صاحب جو کہ وفات مسیح اور دیگر نئے نظریات کے حامی تھے ان کے متعلق تو خود مرزا صاحب کی زبردست تنقید مندرج (آئینہ کمالات ص ۲۲۶ سے ۲۷۳) تک ہی کافی ہے جس میں انہوں نے سر سید صاحب پر سخت تنقید فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ سر سید صاحب نے قرآن کی ایسی دور ازکار تاویلات کی ہیں جس سے اصل قرآنی تعلیمات کا ہی انکار لازم آجاتا ہے گویا ایک دوسرا قرآن پیش کیا جا رہا ہے تو ایسی شخصیت کو اپنی تائید میں پیش کرنا محض فضول اور ناقابل حجت ہے۔

نمبر ۵-۶ پر قاضی صاحب نے دو ایسے افراد کو اپنی حمایت میں پیش کیا ہے جن کو امتہ مسلمہ ان کے منفی خیالات کے پیش نظر پہلے ہی گمراہ اور خارج از اسلام قرار دے چکی ہے اور خود مرزا صاحب بھی ان کے من گھڑت خیالات کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی انکی جماعت۔ نیز ان لوگوں نے خود قادیانیت کے خلاف کافی کچھ لکھا ہے۔ لہذا انکی تائید بھی قادیانیوں کو مفید نہیں ہو سکتی لہذا ایسے افراد کو اپنی حمایت میں پیش کرنا اور ان کو برصغیر کے علماء کہنا کس قدر زیادتی اور بے اصولی ہے۔ بھلا کون سا ایسا مرزائی ہے جو غلام احمد پرویز کو مسلم علماء کی صف میں جگہ دے کر انکے نظریات کی تصدیق کر سکے؟ اگر کوئی ایسا جیالا ہے تو پیش کیجئے۔ ورنہ اپنے حمایتیوں سے انہیں خارج قرار دیجئے۔ افسوس قاضی صاحب کو اپنی تائید میں زمانہ کی ملحدین ہی مل سکے کوئی ایک صحیح العقیدہ مسلم نہ مل سکا۔ فرمائیے تمہارے خیال میں وہ وفات مسیح کے تو قائل ہوں گے مگر کیا انہوں نے مرزا کو مسیح موعود بھی مان لیا ہے کیا وہ مرزا صاحب کو نعلی نبی اور مجدد اور مہدی وغیرہ تسلیم کرتے ہیں؟ جب وہ کچھ بھی تسلیم نہیں کرتے تو ایسے بے دین کی حمایت کا (اور وہ بھی ایک ابتدائی جزئی میں) آپ کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ نیز ایسے حمایتی تو آپ کو بکثرت مل سکتے ہیں چنانچہ آپ نے ان ہی سے کسی کی کتاب کو اردو جامہ پہنا کر ”مسیح ہندوستان میں“ نامی کتاب شائع کر دی ہے لہذا آپ ان میں دس بیس کا نام مزید بھی لکھ دیتے تو آپ کا نظریہ مزید وزنی ہو جاتا؟

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا عقیدہ

وہ نہیں جس کی تائید میں تم نے ان کا نام درج کر دیا ہے چنانچہ خود ہی لکھ دیا ہے کہ وہ وفات مسیح کے صراحتاً قائل نہیں۔ تو جب وہ قائل نہیں تو آپ کو ان کا ووٹ لینے کا کیا فائدہ جب انہوں نے مسئلہ وفات میں آپ کی واضح ہمنوائی نہیں فرمائی اور نہ ہی وہ ایسا کر سکتے تھے اور نہ ہی انہوں نے مرزا صاحب کی کسی ایک جزئی میں تصدیق فرمائی ہے۔ تو صرف نام درج کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ صرف نمبر شماری سے تو کوئی نظریہ ثابت نہیں ہوتا۔ قاضی صاحب مورودی صاحب کی تفہیم القرآن عام مل جاتی ہے اس کے حوالہ سے کچھ لکھیں محض ہوائی گپ سے کوئی نظریہ کیسے ثابت ہوگا؟

مولانا مورودی صاحب اور عقیدہ رفع و نزول مسیح

(تفہیم القرآن کی روشنی میں)

جناب مولانا ابوالاعلیٰ مورودی صاحب اگر جدت پسند ذہن کے مالک ہیں۔ جس کی بنا پر انہوں نے کئی نظریات میں آزادی کا پہلو بھی اختیار کیا ہے اور علمائے امت کو کئی مسائل میں ان سے شدید اختلاف بھی ہے۔ مگر اسلامی ماحول میں ہر قدم پر دیانت و امانت کا لحاظ ایک اہم ضابطہ ہے۔

فرمان الہی ہے

لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعادلوا

بنا بریں زیر بحث مسئلہ میں بندہ خادم مورودی صاحب کی تفہیم القرآن سے ذیل میں چند اہم اقتباس پیش کر کے حقیقت حال واضح کرنا چاہتا ہے تاکہ قاضی صاحب کا ردِ حل واضح ہو سکے۔

۱۔ مورودی صاحب ال عمران کی آیت

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین اور اگلی آیت اذ قال یا عیسیٰ

انی متوفیک ورافعک الی کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

پھر بنی اسرائیل (مسیح کے خلاف) خفیہ تدبیریں کرنے لگے۔ جواب میں اللہ

تعالیٰ نے بھی اپنی خفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر

ہے۔ (وہ اللہ کی خفیہ تدبیر ہی تھی) جب اس نے کہا کہ اے عیسیٰ انی متوفیک اب میں تجھے واپس لے لوں گا۔ اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور جنہوں نے بڑا انکار کیا ہے ان سے (یعنی ان کی معیت سے اور ان کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے) تجھے پاک کر دوں گا۔ اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بلا دست رکھوں گا جنہوں نے بڑا انکار کیا ہے۔ (عیسیٰ ص القرآن ص ۲۵۷ و ۲۵۸ ج ۱) اس کے بعد حواشی میں لکھتے ہیں کہ توفی کے اصل معنی لینے اور وصول کرنے کے ہیں۔ روح قبض کرنا اس لفظ کا مجازی استعمال ہے (جس طرح علامہ زحشری۔ علامہ زبیدی اور امام راغب نے لکھا ہے) نہ کہ اصل اخوی معنی۔ یہاں یہ لفظ انگریزی لفظ (TORECALL) کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی کسی عہد دور کو اس کے منصب سے واپس بلا لینا۔

پھر لکھتے ہیں کہ

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن مجید کی یہ پوری تقریر دراصل عیسائیوں کے عقیدہ الوحیت مسیح کا تردید اور اصلاح کے لئے ہے۔ عیسائیوں کے اس عقیدہ کے پیدا ہونے کے اہم اسباب تین تھے۔

- ۱۔ آپ کی معجزانہ ولادت
- ۲۔ ان کے صریح اور عجیب و غریب معجزات
- ۳۔ اور ان کا رفع الی السماء جس کا صاف تذکرہ ان کی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔

تو قرآن مجید نے ان کی معجزانہ ولادت کو تسلیم کرتے ہوئے وضاحت فرمادی کہ یہ مسیح کی الوحیت کی دلیل نہیں بلکہ محض قدرت الہی کا کرشمہ ہے اللہ کریم جیسے چاہے کسی مخلوق کو پیدا کر دے۔ (انجیل لوقا میں بھی ولادت مسیح کو قدرت الہی کا کرشمہ بتایا گیا ہے۔ ۳۵:۱)

- ۲۔ دوم۔ مسیح کے عجیب و غریب معجزات قرآن مجید نے خود بار بار گنوائے ہیں مگر ان کا صدور و اظہار بحکم الہی بتا کر ان کو نبوت کی دلیل قرار دیا ہے۔ اور اثبات الوحیت کی نفی فرمائی ہے۔

۳۔ سوئم۔ رفع الی السماء کے متعلق لکھتے ہیں کہ

اگر یہ بات سرے سے غلط ہوتی تو ان کے اس عقیدہ کی تردید کے لئے ضروری تھا کہ صاف کہہ دیا جاتا کہ جسے تم رفع الی السماء کی بنا پر الہ بنا رہے ہو وہ تو مرکز قبر میں مدفون ہے۔ دیکھو فلاں مقام پر ان کی قبر موجود ہے لیکن ایسا کرنے کی بجائے حسب سابق اعلان فرمایا کہ اصل بات تو صحیح ہے مگر تمہارا اس سے اخذ کردہ نتیجہ غلط ہے۔ یعنی جیسے تم نے ان کی بے پر ولادت سے انکی الوہیت ثابت کر لی۔ تو اصل بات یعنی ولادت بلا پر تو درست ہے مگر اس کا نتیجہ جو تم نے آپ نکالا وہ غلط ہے۔ اس طرح ان کے معجزات برحق مگر ان سے تمہارا اخذ کردہ نتیجہ غلط۔ اسی طرح تم نے مسیح کے متعلق جو صلیب کا نظریہ قائم کر کے عقیدہ کفارہ اور الوہیت مرتب کر لیا ہے تو سنو کہ وما قتلوه وما صلبوه کہ ہمارے مسیح ان مراحل سے بھی دو چار نہیں ہوئے تم نے کہاں سے صلیب اور کفارہ گھڑ لیا۔ ہاں ان کو اللہ نے آسمان پر واقعی اٹھایا مگر اس سے ان کی خدائی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آسمان پر تو بہت سے ملائکہ مقربین بھی ہیں۔ تو کیا وہ بھی خدا ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) تو اس تیسری شق میں بھی اصل بات یعنی رفع الی السماء تسلیم کر کے ان کے غلط نتیجہ کی تردید فرمادی۔ (دیکھئے تفسیر القرآن کا حاشیہ ص ۵۱ صفحہ ص مذکور بالا)

قاضی صاحب فرمائیے تم نے مودودی صاحب کو کیسے منکرین حیات مسیح میں شامل کر لیا؟ کچھ تو خدا کا خوف اور لوگوں سے حیا کیا ہوتا۔ ہر قدم پر دجل و فریب سے کام نہیں چلتا

۲۔

وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وما قتلوه وما صلبوه

ترجمہ اور خود کہا کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔

اور جن لوگوں نے اس کے بارہ میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے۔ محض گمان کی پیروی ہے۔ انہوں نے مسیح کو یقین کے ساتھ قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے۔

اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہو گا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دے گا۔ (انساء آیت ۱۵۸ و ۱۵۹)

آگے حواشی میں لکھتے ہیں کہ

یہ آیت تصریح کرتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے ہی اٹھائے گئے تھے۔ اور یہ یہودیوں اور عیسائیوں کا خیال کہ مسیح نے صلیب پر جان دی محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ قرآن اور بائبل کے متقابل مطالعہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ غالباً پیلطس کے دربارہ میں پیشی تو آپ کی ہی ہوتی تھی۔ مگر جب وہ موت کا فیصلہ سنا چکا۔ تب اللہ تعالیٰ نے کسی وقت آنجناب کو اٹھالیا اور بعد میں یہود نے جس شخص کو صلیب پر چڑھایا وہ آپ کی ذات مقدس نہ تھی۔ بلکہ کوئی اور شخص تھا جس کو نہ معلوم کسی وجہ سے یہودیوں نے عیسیٰ بن مریم سمجھ لیا۔ (یہ پیشی والا معاملہ بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ واذ کففت بنی اسرائیل عنک کے خلاف ہے)

بل رفعہ للہ ایسیہ اس معاملہ کی اصل حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے اس میں جزم اور صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہودی حضرت مسیح کو قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ (وما قتلوه یقینا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ قاضی صاحب دیکھئے مودودی صاحب ہر شق بلکہ ہر لفظ میں آپ کی مخالفت اور اہل اسلام کی تائید کر رہے ہیں۔ پھر تم نے انہیں کسی طرح اپنے کھاتے میں ڈال لیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اٹھالینے کی کیفیت کیا تھی تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی۔

قرآن نہ اسکی تصریح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جسم و روح کے ساتھ کہ

زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ ہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف انکی روح اٹھائی گئی۔ اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات (یہ مورودی کا وہم ہے کیونکہ بل رفعہ اللہ الیہ میں ان کی رفع الی السماء کی تصریح ہے کما ذکرہ المحققون و علماء التفسیر وغیرہ وغیرہ۔ نیز یہ جملے مورودی صاحب کی سابقہ ولاحقہ تصریحات کے بھی منافی ہیں اور اس لئے منکرین حیات ان سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں ناقل)

اسی لئے آگے پھر وضاحت کر دی گئی۔ کہ

لیکن قرآن کے انداز بیان پر غور کرنے سے یہ بات نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے کہ اٹھائے جانے کی نوعیت و کیفیت خواہ کچھ بھی ہو بہر حال مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے۔ جو غیر معمولی نوعیت کا ہے۔ جسکا اظہار تین امور سے ہوتا ہے۔ (یعنی رفع الی السماء طے شدہ حقیقت ہے ہاں رفع کی کیفیت غیر واضح ہے)

۱۔ نصاریٰ کا جسم روح سمیت اٹھائے جانے کا عقیدہ پہلے کا تھا۔ اور یہ منجملہ ان اسباب کے ایک سبب تھا کہ جس کی بنا پر انہوں نے آپ کی الوہیت کا نظریہ گھڑ لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود قرآن نے اس کی صاف نفی نہیں فرمائی بلکہ بعینہ وہی رفع کا لفظ صراحتاً استعمال فرمایا جو خود عیسائی استعمال کرتے ہیں۔ کتاب مبین کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کسی چیز کی تردید بھی کرتی ہو لیکن پھر ایسی زبان استعمال کرے جس سے اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہو۔

۲۔ اگر مسیح کا اٹھایا جانا ویسے ہی ہوتا جیسے ہر مرنے والا دنیا سے اٹھایا جاتا ہے یا رفع سے مراد مثل اور یس علیہ السلام کے رفع درجات مراد ہوتا تو اسکے بیان کے لئے یہ اندازہ نہ ہوتا جو ہم یہاں دیکھ رہے ہیں بلکہ اس کے لئے زیادہ مناسب انداز یہ تھا کہ انہوں نے یقیناً "مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے زندہ بچا لیا اور پھر طبعی موت دی۔ یہود نے اس کو ذلیل کرنا چاہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند درجہ عطا فرمایا۔"

۳۔ اگر یہ رفع ایسے ہی عام ہوتا جیسے ہم کسی مرنے والے کے متعلق کہتے ہیں کہ اللہ نے اسے اٹھالیا تو اس کے لئے اگلا جملہ وکان اللہ عزیزا حکیمیا نہایت غیر موزوں تھا کیونکہ یہ تو اسی جگہ موزوں ہو سکتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ اور اس کی حکمت غیر معمولی نوعیت پر ظاہر ہوئی۔

الغرض مندرجہ بالا تفہیم القرآن کے مفصل حواشی سو فیصد وضاحت کر رہے ہیں کہ جناب مودودی صاحب من وعن امت مسلمہ کے ہمنوا ہیں وہی نظریہ وہی استدلال اور وہی آیات کا مفہوم لیا جا رہا ہے۔ لہذا قاضی صاحب کا ان کو اپنا حمایتی بنانا زبردست دجل و فریب فراڈ اور بہتان ہے۔ جس کی کسی بھی صحیح الدماغ انسان سے توقع نہیں ہو سکتی۔ ہاں آنجناب کی جدت طبع نے چند مشتبہ ڈھیلے اور آزاد جملوں کا اظہار کر دیا ہے مگر وہ سابقہ ولاحقہ اظہار حقائق میں ملکر بالکل ہباً منشورا ہو گئے ہیں۔

یا انہوں نے محض ایک عمومی عقلی اور غیر جانبدارانہ اظہار کے طور پر یہ جملے لکھے ہوں تاکہ روایتی طریقے سے الگ ہو کر بھی اصل حقائق کا اثبات کیا جائے اور منکرین کا رد قرآن کے سیاق و سباق کی روشنی میں بھی ہو جائے۔ تاکہ مکمل طور پر ان کا ناطفہ بند ہو جائے۔ چنانچہ اسی لئے مودودی صاحب اصل حقیقت کے اثبات کے علاوہ منکرین حیات کا رد بھی علیحدہ طور پر کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے منکرین حیات کا نام لے کر کئی مقالات پر ان کی تنبیہ کی ہے۔ (دیکھئے ص ۲۵۸ حاشیہ ص ۵۲) سے قبل کی دو سطریں اس طرح (ص ۴۲۱ حاشیہ ص ۱۹۵) کے آخر میں۔

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں کہ

تفسیر سورة احزاب کے ضمیمہ میں ہم نے ان احادیث کو نقل کر دیا ہے ان سے حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی قطعی طور پر ثابت ہے۔ (ضمیمہ القرآن ص ۴۲۱ ج اول)

قاضی صاحب اب فرمائیے کیسے رہے۔ کیا مودودی صاحب امت مسلمہ سے کٹ کر تمہارے ہمنوا ہیں یا ہمارے آپ کو تو ویسے نمبر بنانے کی لرت پڑی ہوئی

آپ ان برصغیر کے علمائے کرام کا تذکرہ کرنے لگے تو آپ ان سینکڑوں ہزاروں علماء و صلحاء کرام سے کچھ افراد کا نام لیتے جن کی جد جمد سے یہاں شیعہ ایمان فروزاں ہوئی تھی۔ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی کا تذکرہ کرتے خاندان ولی اللہی کا تذکرہ کرتے ان کے سینکڑوں فیض یافتہ نامور علمائے راغبین کا تذکرہ کرتے۔ علمائے دہلی اور مراد آباد کا ذکر کرتے ان کا سرین صلیب کا ذکر کرتے جن کے دم قدم سے عیسائیت کو اپنا دام تزویر سمیٹنا پڑا۔ ان تیرہ ہزار علمائے حق کا تذکرہ کرتے جن کو انگریز مکار نے دین کی حمایت کے جرم میں تختہ دار پر لٹکا دیا تھا ان فرزند ان ولی اللہ کا تذکرہ کرتے جنہوں نے آپ کی تعلیمات کو دیوبند کے مرکز سے دنیا عالم میں پھیلا کر بقائے دین و ایمان کا فریضہ ادا فرمایا بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کو ان چند افراد کے سوا چودہ سو سال میں کوئی برصغیر کا مستند عالم ہی نظر نہ آیا۔ آخر آتا بھی کیسے یہ فرزند ان دین حق تو دامن مصطفیٰ سے وابستہ تھے یہ تو يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله کے مصداق تھے یہ تو لانزل طائفتہ من امتی ظاہرین علی الحق کے جیتے جاگتے پیکر تھے یہ اپنے بنیادی نظریہ حیات و نزول سے کیسے منحرف ہو سکتے تھے لہذا ان میں سے آپ ایک فرد بھی اپنی حمایت میں پیش نہ کر سکے۔ اور یہ آپ کا عدم وجدان ہی اس مسئلہ حق کے متفق علیہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ اور آپ کے اختزاعی دعوے کی حمایت کا دور دور تک نام و نشان نہیں مل سکتا۔ لہذا آپ کے لئے اب بھی وقت اور موقعہ ہے کہ اپنے آپ کو اپنے سلف صالحین علمائے حقانی اور عارفان حق کے ساتھ وابستہ کر کے قبر و حشر اور نارِ جہیم و سعیر سے بچنے کی فکر کیجئے۔ ورنہ پھر کوئی تلافی و تدارک کا موقعہ نہ ہو گا۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه بحرمت حبيب الكريم الروف الرحيم عليه وعلى اله الصلوة والسلام الى يوم القيام والحساب

آخری نزول مسیح و ظہور مہدی

اس عنوان کے تحت جناب قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

احادیث نبویہ میں ابن مریم کے نزول کی جو پیشگوئی وارد ہے ہمارے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ امت محمدیہ کا امام مہدی آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ میں رنگین ہو کر دنیا کی اصلاح کے لئے آنے والا تھا۔ گویا ابن مریم کا لفظ احادیث نبویہ میں اس بات کے لئے ایک استعارہ تھا کہ ایک شخص امت محمدیہ میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم صفت اور مثیل ہو کر ظاہر ہو گا کسی لفظ کے بطور استعارہ استعمال کے اگر ضروری قرائن موجود ہوں تو اس لفظ کو مستعار سمجھا جائے گا اور اگر قرائن موجود نہ ہوں تو اس کا استعمال بطور حقیقت ہو گا۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے پانچ احادیث بیان کیں جن میں آپ کے نزول در آخر زمان کا ذکر صریحاً ہے اور چھٹی حدیث وہ بیان کی جس میں ولا المہدی الا عیسیٰ کا تذکرہ ہے یعنی یہ روایت بظاہر دونوں کے متحد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

لیکن ان دو (آخری نمبر پر جو بیان ہوئیں ہیں) احادیث کے متعلق بعض علماء کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ حضرت عیسیٰ اپنے جسد خاکی کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں وہی اتریں گے اور اسی غلط فہمی کی بنا پر انہوں نے آپ کے بارہ میں وارد الفاظ متوفیک اور توفیتینی کی تاویل کی اور ان الفاظ کے معنی جسم بجمع روح آسمان پر اٹھایا جانا کر لئے حالانکہ یہ آیات وفات مسیح پر نص صریح ہیں۔

تبصرہ و تجزیہ

مندرجہ بالا طویل اقتباس کا خلاصہ یہ ہوا کہ قدانیوں کے ہاں احادیث میں وارد شدہ دو ہستیاں جو دراصل ایک ہی ہیں۔ یعنی امام مہدی جو کہ ایک امتی فرد ہو گا وہی مسیح کی صفات کا حامل ہو کر آئے گا اور اصلاح امت کا فریضہ ادا کر کے ان دونوں پیشگوئیوں کو پورا کر جائے گا۔ مگر باقی علمائے اسلام کو کئی موقعہ پر غلط

فہمی ہوئی ہے جس کی بنا پر انہوں نے رفع و نزول جسمانی کا نظریہ یہ اپنا لیا ہے۔

تبصرہ

ہم کسی طور پر قادیانیوں کے اس اختزاعی موقف کے ہمنوا نہیں ہو سکتے کیونکہ امتہ مسلمہ کا ایک ایک فرد ببع مجددین امت۔ جملہ مفسرین و محدثین اور علمائے راغبین و عارفین اسی ظاہری مفہوم پر متفق اللسان ہیں کہ واقعی خود عیسیٰ بن مریم صاحب انجیل ہی آخر زمانہ میں نازل ہوں گے نہ کہ ان کا کوئی ہم صفت یا مثیل۔ نیز حضرت عیسیٰ الگ شخصیت ہیں اور امام مہدی الگ ہستی ہیں دونوں متحد نہیں۔

اسی بنا پر محدثین نے دونوں کے لئے الگ الگ باب منعقد کیا ہے نیز سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے تفصیلی حالات اور کوائف الگ الگ بیان فرمائیے ہیں تو پھر دونوں متحد کیسے ہو سکتے ہیں؟

یہاں قاضی نے اس مسئلہ کو بعض علماء کی غلط فہمی قرار دیا ہے حالانکہ تمام کے تمام علمائے حق عارفین کاملین اور جملہ مجددین وغیرہ اس مسئلہ پر متفق ہیں اور جن علمائے اکرام کا قادیانی اپنے حق میں حوالہ دیتے ہیں وہ سراسر بہتان اور افتراء ہے ان میں سے ایک بھی دفات مسیح کا قائل نہیں بلکہ سب کے سب بار بار بصراحت و وضاحت اس مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں جیسا کہ اس سے قبل امام مالکؒ۔ ابن حزم۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے متعلق وضاحت ہو چکی ہے۔

رفع و نزول مجازی نہیں بلکہ حقیقی ہے

دلیل یہ ہے کہ اگر یہ نزول مجازی ہوتا تو پھر آنحضرت ﷺ حضرت مسیح کے اتنے مفصل حالات اور واضح صفات بیان نہ فرماتے یہ صراحت اور بیان صفات اصولی طور پر تجوز کو ختم کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسے کہ قرآن مجید میں مذکور طائر یطہیر کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ یطہیر قطع تجوز کے لئے ہے۔ ایسے ہی جب بالتفصیل دو ہستیوں کا الگ الگ تذکرہ ہے۔ یعنی حضرت مسیح کا الگ

تذکرہ ببح حلیہ وغیرہ اور مہدی کا الگ تو دونوں کے متحد ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آج تک کسی مفسر و محدث اور آئمہ ہدی نے ایسا خیال فرمایا ہے۔ لہذا تم بھی زبانِ خلق کو نقارہ خدا سمجھ کر حقیقت کو قبول کرنے کی کوشش کرو۔ یہ کہنا کہ بعض علماء کو یہ غلط فہمی ہوئی یا غلط فہمی ہو گئی اس بنا پر انہوں نے فلاں فلاں لفظ کی یہ تاویل کر لی۔ نہایت غیر معقول بلکہ احمقانہ کلام ہے۔

نزل مسیح میں مجاز ہرگز نہیں ہو سکتا

کیونکہ خود مرزا صاحب نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ جس فکیف یمکن التخلف فیما قال رسول اللہ علیہ وسلم یوحی من اللہ تعالیٰ موکداً بقسمہ والقسم یدل علی ان الخبر محمول علی الظاہر لا تاویل فیہ والا استثناء والا فای فائدہ کانت فی ذکر القسم فتدبر کالمغتیشن المحققین (ماتہ البشری ص ۱۳ مندرج روحانی خزائن ص ۱۹۲ ج ۷ طبع ربوہ)

ترجمہ بھلا اس بات میں کیسے تخلف ہو سکتا ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے موکد بالقسم کر کے بیان فرمایا ہو جب کہ قسم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ خبر ظاہر پر مبنی ہوگی اس میں نہ کوئی تاویل ہوگی اور نہ ہی کوئی استثناء ہوگا۔

ناظرین کرام آخر دیانتداری اور انصاف بھی کوئی حقیقت ہے جب مرزا صاحب نے خود یہ قاعدہ تحریر کیا ہے اور بڑے زور شور سے بیان کیا ہے تو اسے ہر جگہ بلا دخل نفسانیت تسلیم بھی کرے۔ لہذا ہم قادیانی قاضی صاحب کو مرزا صاحب کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ جب تمہارے پیشوانے یہ ضابطہ خود بیان کیا ہے تو تمیں لازم ہے کہ اسے نزول مسیح والی احادیث میں بھی تسلیم کرو دیکھو اس مسئلہ میں آنحضرتؐ نے صرف ایک نہیں تین قسمیں کھائی ہیں اور پھر مزید تاکیدِ حروف (لام ابتدا اور نون ثقیلہ) سے بھی بیان فرمایا ہے۔ ذرا توجہ فرمائیے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- والذی نفسی بیدہ لیوشکن لانیزل فیکم ابن مریم (بخاری ص ۴۹۰ ج ۱)

۲- والذی نفسی بیدہ لیهلن ابن مریم بفتح الروحاً حاجاً لومعتراً (مسلم ص ۴۰۸ ج ۱)

۳- والذی نفسی بیدہ لیقتله ابن مریم ببلب للد (مسند حمیدی حدیث نمبر ۸۲۸-۸۳۱)

ملاحظہ فرمائیے یہ تین احادیث رسولؐ ہیں جن میں اصدق الحلق قسم کھا کر نزول مسیح کو بیان فرما رہے ہیں۔ نیز اگلے الفاظ فیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر وغیرہ تمام جملے موکد بنون ثقیلہ اور لام تاکید ارشاد فرما رہے ہیں لہذا اب بھی اگر اس خبر سے مجازاً اور استعارہ خارج نہ ہو تو پھر سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی قسموں اور تاکیدوں کا کیا فائدہ؟

اور اب بھی اگر کوئی بد بخت کفر و نفاق کا مریض قلب و ذہن اس خبر رسولؐ کو حقیقتہ پر محمول نہ سمجھے تو ایسے بد بخت کا کیا انجام ہو سکتا ہے؟
نیز اب بھی اگر کوئی محروم القسمت انسانی ڈھانچہ مہدی و مسیح کو ایک ہی شخصیت خیال کرے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ یہاں مرزا صاحب کی زبانی ہی سنئے۔ وہ کہتے ہیں کہ

کیوں تم چھوڑتے ہو نبی کی حدیث کو
چھوڑ دو جو چھوڑتا ہے تم اس خبیث کو

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷)

صاحب بہادر کسی ہستی کے مفصل حالات بیان کرنے کا واحد مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ اس کی شناخت میں کوئی گھپلا باقی نہ رہے ہر انسان اس مکمل تعارف کو ملحوظ رکھتے ہوئے فوراً شناخت کر لے کہ یہ وہی ہستی ہے جس کی اتنی مفصل پہچان کرا دی گئی ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر جب عیسیٰ روح اللہ تشریف لادیں گے تو وہ ایسے ماحول اور ایسی ہی ارشاد فرمودہ علامات کے جھرمٹ میں آویں گے کہ کسی ایک مسلم کو ایک لمحہ کے لئے بھی ان کی پہچان میں تردد و توقف لاحق نہ

ہو گا۔ دیکھئے حدیث پاک۔ کہ ”نماز کی اقامت ہو چکی ہو گی۔“ حضرت امام مہدی اقامت کے بعد تکبیر کہنے ہی والے ہوں گے کہ یکایک حضرت مسیح جامع دمشق میں دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے دو چادروں میں ملبوس نزول اجلال فرمائیں گے اور حضرت مہدی عرض کریں گے کہ تعال صل لنا۔ آئیے حضرت نماز پڑھائیے وہ فرمائیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ کیونکہ اقامت تمہارے لئے ہوئی ہے اور اس بنا پر بھی تم پڑھاؤ تکرمۃ لہذہ الامۃ یعنی اس امت کا اظہار شان بھی مقصود ہے کہ ایک نبی مرسل کی موجودگی میں ایک امتی آخر الزمان نماز پڑھا رہا ہے جس سے واضح ہو جائے کہ میں امتی بن کر آیا ہوں نہ کہ نبی ہو کر کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ رسالت میں کسی اور کی پیشوائی نہیں چل سکتی آپ تو نبیوں کے بھی نبی ہیں اور تمام انبیاء آپ کے امتی ہیں آپ نے واضح طور پر فرما دیا ہے لوکان موسیٰ حیا لا یسعہ الا اتباعی اوکما قل مشکوہ وغیرہا من الکتب الحدیثیہ

فرمائیے اس وقت کوئی ایک بھی مسلمان نمازی بولے گا کہ یہ کون آئے ہیں پہلے اپنی مسیحیت تو ثابت کیجئے کوئی ثبوت دیجئے۔ غرض یہ کہ بلا توقف آپ کی شناخت حسب فرامین رسولؐ فوراً ہو جائے گی کوئی دلیل نہ مانگی جائے گی کوئی اشتہار نہ دیں گے۔ اپنی مسیحیت کے اثبات کے لئے کوئی مباحثہ مناظرہ اور مباحلہ کی نوبت نہ آئے گی۔ کوئی رسالہ یا کتاب نہ لکھی جائے گی حتیٰ کہ سرسری طور پر بھی مسیح اپنی شناخت کے لئے نہ فرمائیں گے کہ لو بھی میں تمہاری حدیثوں کے مطابق مسیح بن مریم آگیا ہوں لہذا مجھے اپنا پیشوا بنا لو کچھ بھی نہ ہو گا جو کچھ مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کے اظہار کے لئے پاپڑیلے ہیں اس حقیقی مسیح کو اس میں سے ایک ذرہ بھی محنت نہ کرنا پڑے گی۔

کہیں نہیں لکھا کہ وہ آکر پہلے اعلان مسیحیت کریں گے مباحثے اور مناظرے کریں گے سینکڑوں اشتہار اور کتابیں لکھ کر اپنی شناخت کرائیں گے پھر لدھیانہ میں جا کر دعویٰ مسیحیت کریں گے پھر دجال کو تلاش کریں گے جب نہ ملے گا تو کبھی عیسائیوں کو اور کبھی پادریوں کو دجال قرار دیکر خانہ پری کریں گے اور اس کا گدھا

تلاش کرنے نکلیں گے تو نہ ملنے پر ریل گاڑی ہی کو گدھا قرار دے لیں گے پھر اس کو قتل کرنے کی بجائے اس پر خود ہی سوار ہو کر اپنی وجہیت کا اظہار کریں گے آخر مجبوری میں سب کچھ جائز ہے۔

محترم قاضی صاحب اور قادیانی گروہ تم کمن احمقوں کی جنت میں بستے ہو۔ دل کی آنکھ کھول کر حقیقت کو اپنے سامنے ملاحظہ کرو۔ تاکہ تم ابدی ہلاکت اور تباہی سے بچ سکو۔ اتنی واضح اور اہم حقیقت سے آنکھ بند کر لینا کسی اچھے انجام کا پیش خیمہ نہیں ہو سکتا۔

ایک قابل توجہ بات

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ بعض امور میں استعارہ اور مجاز بھی ہو سکتا ہے مگر اسے ہرگز ملحوظ رکھ لیا جائے تو پھر حقیقت کا خدا ہی حافظ ہو گا دیکھئے طہرین نے قرآنی حقائق میں تمہاری طرح مجاز کا چکر چلا کر کیا کیا گل کھلائے۔ قاضی صاحب آپ کے ممدوح سرسید ہی کو دیکھو کہ ہر حقیقت کو مجاز کا لبادہ اوڑھا دیا تو معجزات کی تاویل فرشتوں اور جنوں کی تاویل دیگر حقائق کو مجاز کے دائرہ میں داخل کر کے اصل حقائق کے منکر ہو گئے۔ یہ چکر اتنا چلایا کہ خود مرزا صاحب بھی چلا اٹھے کہ صاحب بہادر تم نے تو حقائق ہی کو مسخ کر ڈالا ہے کہونکہ حقیقت اصل ہوتی ہے اور مجاز بقدر ضرورت تو جب ایک ضمنی اور ضرورت کی چیز کو عام کر لیا جائے کہ وہ حقیقت کا مقام سنبھال لے تو پھر اصل حقائق کا وجود کہاں باقی رہ سکتا ہے اب ذرا خود مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات کا حاشیہ ہی دیکھ لیں جو اس کتاب کی صفحہ ۲۲۶ سے صفحہ ۲۷۳ تک چلا گیا ہے نیز اپنے خلیفہ اول حکیم نور دین صاحب کا ارشاد بھی ملاحظہ کریں وہ لکھتے ہیں کہ

الہی کلام میں تمثیلات و استعارات و کنایات کا ہونا اسلامیوں (مسلمانوں) میں مسلم ہے مگر ہر جگہ تاویلات و تمثیلات استعارات و کنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک طہد منافق بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الہی کلمات طہبت کو لا سکتا ہے اسی لئے ظاہری معانی کے علاوہ اور معانی اپنے کے واسطے

اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضروری ہے۔ (دیکھئے حکیم نور دین صاحب کا ایک خط ملحق بہ ازالہ اوہام ص ۸-۹)

حکیم صاحب کی یہ بات بالکل درست ہے کہ ہر جگہ موقعہ بے موقعہ مجاز اور استعارات نہیں چلتے ورنہ اصل حقائق کا ستیاناس ہو جائے گا لہذا جب نزول مسیح کا مسئلہ اتنی واضح تفصیلات کے ساتھ مذکور ہے اور ہر امام و مجدد و ملہم نے اسے اصل حقیقت پر ہی لیا ہے تو تم محض انگریز ایجنٹی کے پیش نظر کیوں بات بات میں تاویلات باطلہ کا چکر چلا کر سلف صالحین سے کٹتے ہو۔ اور خواہ مخواہ نولہ مانولی و نصلہ جہنم کا مصداق بنتے ہو دین حق کے مخالفین ہمیشہ ایسے ہی مجاز و استعارہ سے کام نکال کر اپنا الو سیدھا کیا کرتے ہیں آپ ذرا دیکھئے سرسید کو۔ علامہ مشرقی اور غلام احمد پرویز وغیرہ ملحدین کو کہ ہر بات میں تاویل ہی تاویل کرتے جاتے ہیں جیسے نماز سے مراد پریڈ زکوٰۃ سے مراد ٹیکس۔ حج سے مراد عالمی سیاحتی اجتماع وغیرہ وغیرہ

ایک قادیانی عجوبہ

قارئین کرام کوئی حقیقت قبل از وقوع علامات سے ہی شناخت ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ

کتاب سابق تورہ۔ زبور۔ انجیل۔ میں سید دو عالم ﷺ کی اکثر بشارات اور علامات کے عنوان سے ہی مذکور ہیں۔ جن کو ملاحظہ کر کے امتہ مسلمہ اور حقیقت پسند اہل کتاب بھی سید دو عالم ﷺ کی شناخت کر لیتے ہیں فرمائیے اگر وہاں آپ کا اسم گرامی بھی مذکور ہوتا تو یہ بات کتنی آسان ہوتی۔ مگر حیرت تو یہ ہے کہ احادیث رسول ﷺ میں قدم قدم پر حضرت مسیح کی پیشگوئی نام بمع علامات کے مذکور ہے۔ مگر قادیانی پھر بھی آپ کو نہیں پہنچاتے عجیب بات ہے کہ وہاں تو صرف علامات ملحوظ کر کے آپ کو بشخصہ بلا مجاز معلوم کریں۔ کبھی کسی نے نہیں کیا کہ یہاں مجاز ہے مگر جس ہستی کا تذکرہ نامزد اور بار بار بمع علامات کے ہو وہاں مجاز اور استعارہ کا سہارا لے کر اصل حقیقت سے منہ موڑ لیا جائے۔ پھر افسوس صد افسوس

یہ بھی ہے کہ آنجہانی خود اپنا تذکرہ قرآن و حدیث میں بڑی دلیری سے ثابت کرتا ہے حالانکہ اس کا کہیں بطور مجاز یا علامت کے اشارہ بھی نہیں بطور مجاز یا علامت کے اشارہ بھی نہیں۔ جناب من اس طرح تو حسب قول نور الدین واقعی ہر لمحہ و مناقب اصل حقائق سے انکار کر سکتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے سابق کتب میں آنحضرت کے متعلق قرآن مجید کے متعلق۔ خانہ کعبہ کے متعلق علامات کے ذریعے ہی پیشگوئیاں فرمائی گئی ہیں پھر بھی وہاں ہم حقیقت ہی مراد لیتے ہیں مجاز کوئی نہیں لیتا مگر احادیث رسول میں اس ہستی نے بیان فرمایا کہ جس کا ارشاد ہے (نہی عنوا لا غلوطات) کہ خدا کی قسم تم میں ضرور بہ ضرور مریم کے بیٹے مسیح اتریں گی اور وہ یہ کام سرانجام دیں گے اتنی مدت حکومت کریں گے شادی بھی کریں گے اولاد بھی ہوگی پھر طبعی وفات پائیں گے مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور پھر وہ روضہ رسول میں مدفون ہوں گے اس طرح ان کی قبر چوتھی قبر ہوگی کیونکہ ان سے قبل روضہ رسول میں تین قبریں ہیں ایک خاتم الانبیاء ﷺ کی اور دوسری دو صدیق و فاروق کی ازاں بعد چوتھی قبر حضرت مسیح کی ہوگی جیب کہ اس سے قبل کئی حضرات نے وہاں استراحت فرما ہونے کی خواہش بھی کی۔ مگر پھر اس حدیث کے پیش نظر وہاں وہ جگہ نہ پاسکے۔

حتیٰ کہ خود مرزا صاحب بھی لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ ممکن ہے وہ مسیح بھی آ جائے جو روضہ رسول کے پاس مدفون ہو۔ (ازالہ ص ۴۷۰) اب اتنی صراحت و وضاحت کے بعد بھی کوئی بد بخت مجاز و استعارہ کا راگ ہی لاپتا رہے تو اس کی بد بختی اور شقاوت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے ایک مومن و مسلم تو من بشاقق الرسول من بعد ما تبین الہ الہدیٰ سن کر ایک لمحہ کے لئے بھی ان خرافات (مجازہ استعارہ) کا خیال نہ کرے گا کہ یہ مراد ہو سکتا ہے وہ مراد ہو گا۔ اس کے ذہن و قلب پر والذی نفسی بیدم کے تحت ہر لمحہ ماکان لمومن ولا مومنتہ اذا قضی اللہ ورسولہ ان یکون لہم الخیرہ کی ہیبت محیط رہتی ہے وہ اس سے ہٹ کر ایک لفظ اور حرف بھی نہیں سوچ سکتا۔ وہ تو فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموا سن کر فوراً سر تسلیم خم کر دیتا ہے مگر ازلی بد بخت انکار و انحراف کی

راہیں ہی تلاش کرتا رہتا ہے۔

ایک قادیانی چلمنج اور اس کا توڑ

مرزا صاحب اپنی کتاب کتاب البریہ میں بڑے دھڑے سے لکھتے ہیں کہ۔
 اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا
 وضعی حدیث بھی اس میں نہیں پاو گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم
 عنصری کیساتھ آسمان پر چلے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں
 گی اگر کوئی حدیث پیش کرو تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے
 سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور اپنی تمام کتابیں جلا دینا اس کے علاوہ ہو گا۔ (کتاب مذکور
 ص ۲۲۵ و ۲۲۶ حاشیہ)

الجواب= یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے ورنہ اہل اسلام کے ہاں اس پر احادیث
 موجود ہیں ملاحظہ کیجئے کہ خود مرزا صاحب نے بھی وہ حدیث لکھی ہے۔

وفی حدیث ابن عباس قل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
 ینزل الحی عیسیٰ بن مریم علی جبل اقیق لعاما ہادیا۔ (حمتہ البشری ص
 ۸۸ خزائن ص ۳۱۲ ج ۷)

مگر جناب مرزا صاحب متن حدیث سے اپنی روایتی بددیانتی کے تحت من
 السماء کاللفظ ہضم کر گئے دیکھئے حدیث فی کنز العمال بحوالہ التصریح بماتو
 اتر فی نزول المسیح عنہا ص ۲۲۳ از علامہ کشمیری

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین سے منقول ہے کہ وہ ایک مرتبہ بیت
 المقدس کی زیارت کو تشریف لے گئیں جب مسجد اقصیٰ میں نماز سے فراغت پائی
 تو پھر کوہ زیتون پر گئیں وہاں بھی نماز پڑھی اور فرمایا یہ وہی پہاڑ ہے جس سے عیسیٰ
 آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ (تفسیر فتح العزیز بحوالہ التصریح ص ۲۵۸)

۳۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

لن عیسیٰ الم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامہ۔ تفسیر در منشور۔ ابن کثیر

وغیرہ۔

یہ حدیث حضرت حسن کے نزدیک مرفوع ہے جیسا کہ ابن جریر نے اسے مرفوعاً ہی نقل کیا ہے۔

ناظرین کرام فرمائیے مرزا صاحب کا یہ چیلنج کہ کسی بھی حدیث صحیح یا غیر صحیح میں آسمان کا لفظ نہیں دکھایا جاسکتا کیسا رہا۔ یہ حدیث تو وہ ہے جس کو مرزا صاحب بھی نقل کر رہے ہیں پھر انکار کیسا؟

روایت ۲۔ میں ام المومنینؓ کا بیان منقول ہیں جو کہ مدت تک فیضان رسالت سے مستفیض ہوتی رہیں۔ ایسا استفادہ جو جناب مرزا صاحب کو ایک سیکنڈ اور لمحہ بھی نصیب نہیں ہوا وہ فرما رہی ہیں کہ یہ کونہ زیتون وہی پہاڑ ہے جہاں سے حضرت عیسیٰ آسمان سے اٹھائے گئے تھے۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے سابقہ خیالات سے متاثر ہو کہ یہ بات کہہ رہی ہیں کیونکہ وہ تو یہودیت سے اسلام میں آئی تھیں اور یہودی حضرت مسیحؑ کے تقدس اور رفع آسمانی کے کہاں قائل ہیں؟ لہذا معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ بات سید دو عالم ﷺ سے حاصل شدہ تعلیمات کی روشنی میں فرمائی ہے۔ لہذا وہ ہمارے لئے توجہ ہے۔ باقی ہمیں قادیانی یا اس کی جماعت کا پتہ نہیں کہ وہ ام المومنین کے متعلق کیسے جذبات رکھتے ہوں گی۔ نیز اس روایت کو نقل کرنے والے بھی عام آدمی نہیں بلکہ تیرہویں صدی کے مسلمہ مجدد ہیں جن کو خدا کی طرف سے فہم رسا عطا ہوتا ہے اور وہ خدا کی وحی سے بولتے ہیں اور صحیح دین کو قائم کرنے کے لئے آتے ہیں اور ان سے انحراف کفر و فسق ہے تو اس لحاظ سے ان کا یہ روایت نقل کرنا مجدد تسلیم کرنے والوں کے لئے لازمی ہو گا۔ جب کہ منکر مجددین سے ہمارا خطاب ہی نہیں علاوہ ازیں قادیانی کبھی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر واقعی اسی اصلی مسیح اسرائیلی نے ہی آنا تھا تو اس کے لئے نزول نہیں رجوع ہونا چاہئے۔

تو عرض خدمت ہے کہ اس فرمان رسولؐ میں ان عیسیٰ لم بہمت وانہ راجع الیکم میں وہ تمہارے مطلوبہ لفظ بھی موجود ہے اب فرمائیے تمہاری لئے کچھ گنجائش باقی رہ جاتی ہے لہذا جب ہم نے مرزا صاحب کی تمام شرائط پوری کر

دیں تو ان کو چاہئے کہ وہ بیس ہزار روپیہ تاوان بھی دیں اور توبہ کر کے اور اپنی جمع کتب بھی جلا دیں۔ ہاں اب جبکہ وہ دار دنیا میں موجود نہیں تو اب ان کے پیروکاروں پر واجب ہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرتے ہوئے اہل اسلام کو بیس ہزار روپیہ بھی بطور تاوان ادا کریں اور اپنی کتب جلد راکھ کر دیں اور آرام سے حقیقی اسلام کو حرز جان بنالیں۔ (نوٹ) یار رہے کہ اسی زمانہ کی یہ کرنسی (آج کافی مہنگی ہو چکی ہے۔ اس کا بھی خیال رکھا جائے)

ایک ضروری وضاحت

ہمارے ذخیرہ حدیث میں حضرت مسیح کے متعلق لفظینزل و نازل لفظ آیا ہے جس کا مفہوم آسمان ہی اترنا مراد ہے پھر یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے ہاں حدیث قرآن مجید کی وضاحت اور تشریح کا نام ہے۔ بسا اوقات قرآن مجید میں کسی مسئلہ کا ایک پہلو بیان ہوتا ہے تو حدیث میں اس کا لازماً دوسرا پہلو بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن پاک میں حضرت مسیح کی متعلق اٹھائے جانے کا ذکر ہے تو اس کے مقابلہ میں حدیث میں نازل ہونے کو بیان کرتی ہے کیونکہ نزول صعود کی فرع ہے۔ (ازالہ اوہام) لہذا قرآن نے پہلا پہلو اصالتاً بیان کر کے دوسرے کو ضمناً بیان کر دیا اور حدیث میں دوسرے پہلو کو اصالتاً بیان کر کے پہلے کی طرف اشارہ کر دیا کہ جو مرفوع ہو گا وہ نازل بھی ہو گا اور جو نازل ہو گا وہ مرفوع بھی ہوا ہو گا تو اس استلزام کے پیش نظر قرآن میں ایک پہلو اور حدیث میں دوسرا پہلو ذکر کیا گیا ہے کہ ایک کے بیان سے دوسرا خود بخود بیان ہو جائے گا۔ پھر نزول سے مراد آسمان سے ہی اترنا مقصود ہے چاہے اس لفظ کی صراحت نہ بھی ہو لہذا مرزا صاحب نے صحیح لکھا ہے کہ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جب مسیح آسمان سے اتریں گے۔ (ازالہ ص ۸۱) ان کا یہ لکھنا بالکل صحیح ہے کہ کیونکہ اگرچہ وہاں صراحتہً یہ لفظ نہیں مگر مراد وہی نزول من السماء ہے۔ فافہم

حدیث لا مہدی الا عیسیٰ

مرزا قادیانی سے لے کر آخری مرزائی تک یہی کہہ رہے ہیں کہ اہل اسلام

کا یہ نظریہ درست نہیں کہ حضرت مسیح اور امام محمد بن عبداللہ المہدی دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ بلکہ دونوں ہستیاں ایک ہی ہیں الگ الگ مہدی کوئی نہیں آئے گا صرف مسیح نے ہی آنا تھا وہ بھی بصورت ہم صفت مسیح بن مریم اور ان کا مشیل بنکر آنا ہے اور وہی مہدی بھی ہو گا لا مہدی الا عیسیٰ یعنی جہاں مہدی کا الگ الگ تذکرہ فرمایا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ کیونکہ آنحضور ﷺ نے جہاں مسیح اور مہدی کا الگ الگ تذکرہ فرمایا ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ یعنی مہدی کوئی الگ ہستی نہ ہوگی بلکہ وہی عیسیٰ ہی مہدی ہو گا نیز مسیح کو ہی اماما "مہدیا" بھی فرمایا ہے۔

الجواب بعون اللہ العالیٰ

قادیانی منطق بھی عجیب ہے۔ اس لئے کہ جب اہل اسلام مہدی اور مسیح اس لئے الگ الگ دو وجود اور ہستیاں تسلیم کرتے ہیں کہ ان دونوں کو الگ الگ بیان فرمایا گیا ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ مہدی کے متعلق تمام احادیث ضعیف اور مجروح ہیں لہذا از روئے انصاف ان کو تو مہدویت کا شیخ اور منصب ہی ختم کر دینا چاہئے صرف مسیحیت کا مقام ہی باقی رکھنا اور اس سے بحث کرنا چاہئے کیونکہ جب وہ کوئی مرتبہ اور سٹیج ہی نہیں تو پھر اس کا نام کیوں لیتے ہو ہاں اگر یہ کہو کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ مہدی آئے گا مگر بصورت لا مہدی الا عیسیٰ اس لئے ہم دونوں کا نام لیتے ہیں۔

تو ہم عرض کریں گے کہ جب الگ الگ مہدی کے بارہ میں صحاح ستہ کی احادیث کو تم نے رد کر دیا تو پھر صرف ابن ماجہ اور مستدرک وغیرہ کی اس حدیث میں تم نے کون سا تواتر اور صحت سند ملاحظہ کر لیا ہے کہ اسے اختیار کر لیا آخر یہ عقیدہ کی بات ہے جو کہ خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا اور تم نے محض ایک ضعیف روایت کی بنا پر اس مقام کو بصورت مسیح اپنا لیا ہے آخر اس کا کیا جواز ہے؟

آپ کے مرزا صاحب تو لکھتے ہیں کہ مہدی کی تمام روایات ضعیف ہیں اس لئے بخاری نے انہیں درج نہیں کیا۔ اب فرمائیے کہ یہ حدیث لا مہدی الا

عیسیٰ بخاری میں درج ہے؟ جو تم نے اس کو مستند اور متوتر نہ سہی مشہور حدیث ہونے کی بنا پر مسیحیت کے ساتھ مہدویت کا جوڑ لگا لیا کیا اس کے بغیر دعویٰ مسیحیت تکمیل پذیر نہ ہوتا تھا۔ الگ مسیحیت کا دعویٰ کر دیتے تو کیا حرج تھا؟ اگر تم نے اس پر ہی اصرار کرنا ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ آیا ہے لہذا دونوں ایک ہی ہیں الگ الگ ہستیاں نہیں تو خودہ مرزا صاحب جو کہ خدا کی وحی سے تعلیم فرماتے ہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ

فاعلم ان عیسیٰ الموعود احمد وان احمد الموعود عیسیٰ (ص ۳۷۹ ج ۸)

ایسے ہی کامل مہدی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتے ہیں (خزائن ص ۳۹۷ ج ۱۳) تو جیسے یہاں مراد ہے کہ کامل مہدی صرف محمد ہی ہیں اور محمد ہی کامل مہدی ہیں تو اسی طرح اس حدیث (بشرط صحت) کو بھی تصور کر لیجئے کہ یہ دونوں وجود تو الگ الگ ہیں مگر کامل مہدی اس وقت عیسیٰ ہی ہوں گے اس لئے کہ مہدی کا معنی ہے ہدایت یافتہ ہونا۔ فوج ہدایت ہونا۔ تو ظاہر ہے کہ عیسیٰ بوجہ نبی ہونے کے زیادہ مہدی ہوں گے بہت امام مہدی کے کیونکہ وہ غیر نبی ہیں۔ تو جیسے اوپر کی مثالوں میں لا احمد الا عیسیٰ کہنے سے دونوں ہستیاں ایک نہیں ہو گئیں بلکہ الگ الگ ہی ہیں اسی طرح حدیث لا مہدی الا عیسیٰ میں بھی دونوں کا اتحاد وجودی نہیں ہو سکتا ہے صرف کاملیت و فوقیت عیسیٰ بیان فرمائی گئی ہے۔

صحت حدیث لا مہدی الا عیسیٰ

اول تو یہ روایت باعتبار سند کے سخت ضعیف ہے جس کی بحث محدثین نے مرزا صاحب کی پیدائش سے بھی صدیوں پہلے مکمل کر دی تھی تاکہ شبہ نہ ہو کہ شاید قادیانیوں کے پیش نظر سند کو سینہ زوری سے ضعیف ثابت کیا گیا ہے۔ یہ بات نہیں بلکہ مرزا صاحب کے وجود پذیر ہونے سے قبل ہی یہ مرحلہ واضح کر لیا گیا ہے۔

۲۔ یہ حدیث بقول مرزا صاحب بھی قابل حجت نہیں کیونکہ اسے بخاری نے نقل نہیں فرمایا اور جس حدیث کو بخاری یا بخاری مسلم دونوں نقل نہ کریں وہ اس کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔ (دیکھئے مرزا صاحب کی ذاتی تحریر حماتہ البشری ص ۸۸ خزائن ص ۳۱۲ ج ۷) ایسے ہی ان کی کتاب کشتی نوں (ص ۵۸) دیگر کتب قادیانیہ

تو جب مرزائی اصولوں کے لحاظ سے یہ روایت غیر صحیح ہے پھر اس سے استدلال کیسا؟ عجیب بات ہے کہ اہل اسلام کی احادیث تو صحیحین میں ہوں تو وہ بھی قابل انکار اور اپنے مطلب کی کسی دور دراز کی کتاب میں بھی ہو وہ بھی صحیح اور مستند درجہ اول آخر اس ضابطہ کو اس عالم رنگ و بو میں کون تسلیم کر سکتا ہے؟
لہذا تمہارا مہدی اور مسیح کو اس روایت ضعیفہ کی بنا پر ایک قرار دینا سراسر دجل و فریب اور سینہ زوری ہے۔ جس کا حقیقت کے ساتھ ذرا بھی لگاؤ نہیں اس کی مثال عیسائیوں سے ملتی ہے کہ میں اور باپ ایک ہیں۔ (یوحنا)

ہمارا قادیانیوں کو چیلنج ہے کہ

وہ دنیا کی کسی کتاب حدیث سے تاریخ سے کوئی ایسی مثل پیش یا نظیر کریں کہ جس میں ایک ایسی اہم اور مفصل پیشگوئی بیان کی گئی ہو۔ جس طرح کہ ہماری کتب احادیث و تفسیر میں حضرت مسیح کی پیشگوئی مذکور ہے۔ جسے بقول مرزا صاحب درجہ تواتر حاصل ہو اور جسے امت کے تمام افراد نے تمہ دل سے قبول کر لیا ہو۔ اور پھر اس پیشگوئی سے مراد بطور استعارہ کے تمثیلی اور بروزی مفہوم مراد ہو۔ ظاہری مفہوم مراد نہ ہو۔ تو ہم آپ کو منہ مانگا انعام دینے کو ہر وقت تیار ہیں۔

هل من مبارز وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي اعدت للكافرين۔

قادیانی ایسی چکر بازی صرف اپنے مقصد براری کے لئے کرتے ہیں ورنہ یہ قلبی طور پر نہ مسیح کے قائل ہیں نہ مہدی کے۔ بلکہ یہ ایک دین دشمن ٹولہ ہے جس نے ان مسائل کو محض ایک آڑ بنا رکھا ہے۔ نیز یہ اہم بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ لوگ مہدی کے الگ وجود کا انکار اسی بنا پر کرتے ہیں کہ ان کے آقائے نعمت انگریز مہدویت سے نہایت خائف تھے کیونکہ اس سے قبل وہ مہدی سوڈانی کی یلغار کا مزا چکھ چکے تھے لہذا اگر مرزا صاحب بھی مہدی کے قائل ہوتے تو یہ چیز انگریز کے منشاء کے خلاف تھی اس لئے مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں تاویل سے کام لے کر دونوں کو ایک ہستی قرار دے دیا کہ صاحب بہادر ناراض نہ ہوں۔

ایک مزید وضاحت۔

یہ بھی ہے کہ

ہماری کتب حدیث میں جو احادیث متواترہ حضرت مسیح کے بارہ میں مذکور ہیں اور تم ان کا مفہوم اپنے طور پر برنگ استعارہ اور مجاز مراد لیتے ہو۔ تو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر چودہ صدیوں میں ان کا مفہوم تمہارے مطابق کسی ایک معتبر مفسر و محدث نے بیان کیا ہے یا کسی بھی مجدد ملہم اور ولی و عارف نے ایسا بیان فرمایا ہے تو اسے پیش کر کے منہ مانگا انعام پائیے اگر ایسا ثابت نہ کر سکو۔ تو حسب ضابطہ مسلمہ تمہیں بھی اسی مفہوم کو تسلیم کرنا ہو گا جو سلف صالحین سے مسلسل منقول ہوتا چلا آ رہا ہے نہ وہ کہ جو تم نے آپ گھڑ لیا ہے یا سرسید اور بعض دیگر ماڈرن قسم کے مفسرین اور سکالر نیا لیکچرار طرز کے مدعیان علم نے بیان کیا ہے۔ آج تک جن اکابرین امت کو تمام اہل اسلام اپنے مستند اور خدا خوف پیشوائے دین تسلیم کرتے ہیں ان میں سے کسی کی نقل اپنے موافق پیش کرو کہ وہ مجموعی طور پر تمہارے نظریہ کے ہمنوا تھے اور تم نے انہی سے یہ نظریہ اخذ کیا ہے۔ چلو خاندان ولی اللہی سے ہی اپنا یہ نظریہ ثابت کر دو یا ان کے روحانی فرزندوں اکابر علمائے دیوبند سے ثابت کر دیں تو بھی ہم تمہارے ہمنوا ہو جائیں گے۔ مگر جب تم ان

راستباز اور راسخ فی العلم گروہ کے کسی بھی فرد سے ثابت نہ کر سکو تو ہم پھر مجبور ہیں کہ محض لیکچرار قسم کے اور صحافی طرز کے بعض جدید تعلیم یافتہ اور ماڈرن قسم کے افراد کے کہنے سے تمہارے ہمنوا ہو جائیں۔

ہمیں تو حکم ہے واتبع سبیل من اناب الی۔ اور حکم ہے کہ مسلسل و متواتر منقول امور دین کو اختیار کرنے کا۔ اور وہ یہی ہے کہ ابتدا سے ہمارے دینی لیکچر میں۔ مسلسل منقول ہوتا چلا آ رہا ہے کہ مسیح صاحب انجیل بجد عصری ہی قدرت خداوندی سے آسمان پر اٹھائے گئے اور وہی آخر زمانہ میں دوبارہ آکر اسلام کی ترویج و اشاعت فرمائیں گے تاکہ اپنی طرف سے اصالتاً اور دوسرے انبیاء کرام سے وکالتاً تو منمن بہ ولتنصرنہ کا فریضہ پورا کریں بذاتہ الحق المبین نومن بہ و ناخذہ بالنواجذ و نقول وماذا بعد الحق الا الضلال

مسیح صاحب انجیل کے نزول کی وجوہات

ناظرین کرام بندہ خادم اس بحث کو دو ٹوک اور فیصلہ کن انداز میں سمیٹتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ درحقیقت عیسیٰ بن مریم صاحب انجیل کا جسمانی طور پر تشریف لانا ہی ضروری ہے کیونکہ تمام تاریخ انسانیت میں صرف آپ کے حالات و کوائف ہی اس آمد کے متقاضی ہیں اس لئے کہ تمام جماعت انبیاء و رسل علیہم السلام میں سے جیسی اور جتنی بد عقیدگی اور بد فہمی حضرت مسیح کے متعلق ظاہر ہو چکی ہے ویسی اور کسی بھی ذات نبی و رسول کے متعلق پیدا نہیں ہوئی۔ لہذا اس کے ازالہ کے لئے بعینہ آپ کی ذات عالیہ کا بنفس نفیس تشریف لانا از بس ضروری ہے ورنہ اتنی گمراہی کا بحالہ رہتا غیرت ربانی اور حکمت الہی کے منافی ہے۔ نیز اس بد عقیدگی سے خدا تعالیٰ کی تقدیس و تزیہ بھی مجروح ہوتی ہے۔ اب ذیل میں اس کی تفصیل سنئے

۱۔ یہود نے یہ دعویٰ کر دیا کہ آپ سچے مسیح نہ تھے اس لئے ہم نے انتقاماً انہیں بذریعہ صلیب قتل کر دیا ہے۔

۲۔ آپ کے نام لیوا عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ خدا ہی تھے جو مجسم ہو کر ہم میں اتنی مدت رہے پھر مصلوب ہو کر اور ہمارے گناہوں کا کفارہ دیکر دوبارہ آسمان پر چلے گئے۔

۳۔ ہمارے زمانہ کے قادیانی عیسائیوں کی اتباع میں کہتے ہیں کہ حضرت مسیح خدا کے پیغمبر تھے جن کو تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں کوئی خاص کامیابی نہ ہو سکی بلا آخر وہ یہود کے ہاتھوں مصلوب ہو گئے مگر ان کی جان نہ نکلی بلکہ بے ہوشی کی حالت میں صلیب سے اتار لئے گئے اور علاج معالج کرا کے تندرست ہو گئے تو ہجرت فرما کر کشمیر کو چلے گئے وہاں ۸۷ یا ۹۲ سال تک زندہ رہ کر طبعی طور پر وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خانیار میں مدفون ہوئے۔

جب یہ تینوں نظریات محض غلط اور خلاف حقیقت تھے تو ان کے تصفیہ کے لئے اور صحیح پوزیشن واضح کرنے کے لئے آپ کا بنفس نفیس تشریف لا کر تمام طبقوں کی غلط فہمی کا ازالہ کرنا اور اپنی صحیح حیثیت کا واضح کرنا لازمی ہے۔ ورنہ یہ تینوں گروہ گمراہی کی دلدل میں پھنسے رہیں گے اس لئے آپ کا جسمانی طور پر تشریف لا کر ان تینوں طبقوں کو راہ راست پر لانا ضروری ہے۔ یہ کام اس عالم اسباب میں اور کسی طریقہ سے دیگر کسی ہستی سے پورا نہیں ہو سکتا اس لئے آپ خود ہی تشریف لا کر یہود کو فرمائیں گے کہ

اے گروہ یہود دیکھو میں خدا کا پیغمبر عیسیٰ بن مریم تمہارے سامنے زندہ حالت میں موجود ہوں نہ تم مجھے گرفتار کر سکتے اور نہ ہی قتل و صلیب کے مرحلہ سے دوچار کر سکتے تمہارے سب دعوے محض جھوٹ اور فریب تھے۔ لہذا مجھ پر ایمان لاؤ اور اس امر کی تکمیل سوائے اس کے ممکن نہیں کہ تم رسالت نافذہ یعنی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔

ازاں بعد عیسائیوں کو جھنجھوڑیں گے کہ اے گم کردہ راہ ہدایت دیکھو تم نے محض میرے چند معجزات دیکھ کر گمان کر لیا اور عقیدہ بنا لیا کہ میں خدا ہوں یا اس کا بیٹا ہوں۔ مجھے کفارہ ذنوب کے لئے مصلوب کیا گیا۔ یاد رکھو اور سن لو۔ یہ سب تمہارے من گھڑت ڈھکوسلے تھے جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی واسطہ نہ تھا دیکھو میں تمہارے سامنے بنفس نفیس موجود ہوں میں نے تمہیں صرف توحید الہی کی

تعلیم دی تھی جیسا کہ خود تمہاری ہی بنائی ہوئی انجیلوں میں لکھا تھا۔ کہ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جائیں (یوحنا ۱: ۳)

لہذا اب تم اصل حقیقت کو تسلیم کر کے میری دعوت کو مکمل طور پر قبول کرو کہ جہان کا آخری اور کامل منجی اور شفیع تشریف لا چکا ہے اس پر ایمان لا کر آخرت کی بادشاہی حاصل کرلو۔ یہ وہی ہستی ہے جس کا تذکرہ میرے حوالہ سے تم نے اپنی یوحنا کی انجیل کے باب ۱۲-۱۵-۱۶ میں بصراحت کیا ہے لہذا اب اس ہستی سے وابستہ ہو کر اپنے آپ کو بچالو۔ تیسرے نمبر پر قادیانیوں کو جھنجھوڑیں گے۔ کہ اے ضلالت و غوایت کے خرنیو۔ تم نے بلا دلیل ہی سب سے الگ راہ نکال لی تھی کہ میں مصلوب ہو کر کشمیر چلا گیا۔ ظالمو۔ دیکھو خدا کی آخری کتاب برحق کا فیصلہ بالکل درست تھا جسے امت جملہ تفصیلات کے ساتھ مانتی آ رہی ہے مگر تم نے باغوائے نفس و ابلیس نئے نئے شگوے چھوڑ دیئے جو کہ سب سے الگ اور زالے تھے۔ ظالمو دیکھو میں ہی مریم صدیقہ کا فرزند۔ صاحب انجیل اور رسول بنی اسرائیل ہوں نہ تو مجھے قتل کیا گیا نہ ہی میں مصلوب ہوا بلکہ حیات دنیوی کے ساتھ ہی قدرت الہی سے زندہ آسمان پر بلا لیا گیا وہاں حسب منشا الہی ایک وقت تک سکونت پذیر رہا۔ پھر حسب ارادہ خداوندی دوبارہ اسی حیات کے ساتھ دنیا میں اصل حقائق واضح کرنے کے لئے آ گیا ہوں تاکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حق کی ترویج و اشاعت کر کے اپنے وعدہ لتومنن بہ ولتنصرنہ کو اپنی طرف سے اصالتاً اور جملہ دیگر انبیاء برحق کی طرف سے وکلاناً پورا کروں نیز اپنے متعلق جملہ غلط نظریات اور خیالات کی علی وجہ الکمال والوضاحت صفائی کر دوں۔

تاکہ ربوبیت الہی اور رحمت خداوندی کا درحق انسانیت اظہار کامل بھی ہو جائے کہ وہ روف و رحیم مالک اتنے وسیع پیمانے پر کس غلط فہمی اور مغالطہ آمیزی کو باقی نہیں رکھنا چاہتا۔ لہذا اب مکمل تحقیق وضاحت کے بعد تمام غلط فہم اور غلط کارگروہ صحیح حقائق پر ایمان آ جائیں ورنہ عملی فیصلہ کے لئے سیدھے ہو جائیں۔ تو اس وقت بعض منکرین آپ کے ساتھ مقابلہ میں مع دجال اکبر کے مقتول ہو

جائیں گے اور بقیہ آپ پر صحیح صحیح ایمان لے آئیں گے پھر کوئی یہودی کوئی عیسائی اور کوئی قادیانی وغیرہ باقی نہ رہے گا۔ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا صحیح نظریات اور اعمال والا اسلام ہی باقی رہ جائے گا۔

ناظرین کرام مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر آپ کی جسمانی آمد ثانی لازمی ہے اب فرمائیے ایسے موقعہ پر کسی نمائندگی یا ظل و بروز اور مجاز و استعارہ سے کیسے کام چل سکے گا۔ بالفرض اگر دیگر ذریعہ سے ان غلط عقائد کی اصلاح ممکن ہوتی تو وہ قرآن اور صاحب قرآن کے ذریعے لازمی طور پر واضح ہو جاتی۔ مگر سب گواہ ہیں کہ یہ غلط فہمی عملی طور پر اس ذریعہ سے بھی نہیں ہو سکی۔ لہذا آپ ہی کا حقیقتہ جسمانی طور پر تشریف لانا ضروری ہے۔ ہذا هو الحق الصریح۔ وماذا بعد الحق الا الضلال آمد مسیح حقانی بعینہ اس لئے بھی لازمی ہے کہ صرف آپ کے متعلق ہی یہ گمراہی نہ تھی بلکہ اس سے ذات خداوندی پر بھی دھبہ آتا ہے کیونکہ عیسائیوں نے آپ کو خدا اور اس کا بیٹا قرار دیکر غیرت الہی کو لٹکارا تھا لہذا نسبت ازالہ ضلالت تجنی مسیح کے یہ پہلو زیادہ موجب ہے کہ اصل مسیح ہی تشریف لا کر خالق اکبر ذات برحق کی بریت عن الشریک والابنیت کی شہادت دیں باقی جو اس سے پہلے عیسائی ہیں ان کا تصفیہ روز حشرانت قلت کے تحت ہو جائے گا۔

لہذا ان تینوں گمراہ ترین گروہوں (یہود۔ عیسائی۔ اور قادیانی) کی تنبیہ کے لئے اور لتومنز بہ ولتنصرون کے عہد کو وفا کرنے کے لئے آپ کی حقیقی آمد ہی لازمی ہے۔ خذ هذا فانه عجیب و غریب۔

ایک قادیانی مغالطہ

مرزا قادیانی سے لے کر آخر مرزائی تک جملہ واما مکم منکم کا معنی یوں کرتے ہیں کہ وہ عیسیٰ کوئی باہر سے نہیں آئے گا بلکہ وہ تم میں سے ہی ہو گا جو تمہاری پیشوائی کرے گا۔ گویا عیسیٰ بن مریم وہ نبی برحق صاحب انجیل نہ آئیں گے بلکہ ان کی خوبہد پر ایک امتی فرد ہی یہ لقب لے کر آئے گا۔

حالانکہ یہ مفہوم آج تک کسی ایک محدث و مفسر اور امام مجتہد یا مجدد و ملہم نے مراد نہیں لیا ہے بلکہ یہ ان کا اپنا اختراعی مفہوم ہے جو کہ بالکل فضول اور غیر مسلم ہے بلکہ محض الحاد و زندقہ ہے سلف صالحین سے کٹ کر ہم کسی مفہوم یا نظریہ کو قبول کر کے صحیح مسلمان نہیں رہ سکتے لہذا اس کا مفہوم یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم لازماً تم میں نازل ہوں گے در آن حالیکہ اس وقت تمہارا امام تم میں سے ہو گا یعنی امام مہدی۔

نوٹ معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کا یہ جملہ امامکم منکم امام مہدی کی آمد پر دلالت کر رہا ہے پھر دوسری حدیث میں یوں منقول ہے کہ فامکم اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمہاری پیشوائی اور راہنمائی اپنی کتاب کے مطابق نہیں بلکہ قرآن مجید کے مطابق فرمائیں گے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ

یوشک من عاش منکم ان یلقى عیسیٰ بن مریم اماما مہدیا حکما عدلا
قادیانی نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا قریب ہے
کہ عیسیٰ بن مریم سے ملاقات کرے دراں حالیکہ وہ امام مہدی اور حکم
و عدل ہو گا پس وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو مارے گا۔ (پاکٹ بک
ص ۱۲۵-۱۲۶)

ملاحظہ فرمائیں کتنا گمراہ کن ترجمہ ہے۔ کہ وہ امام مہدی اور حکم و عدل ہو
گا۔ قاضی صاحب نے اپنی جہالت کے تحت اماما مہدیا جو کہ بطور صفت کے بیان
ہوا ہے اس کو صفت موصوف بنا کر اور لقب کا رنگ دے کر بگاڑ دیا اور حکما عدلا کا
تو بالکل حلیہ ہی بگاڑ دیا۔ کیا کہا جائے اور کیا نہ کہا جائے۔ حکما عدلا کا معنی ہے کہ وہ
عادل حکمران ہوں گے۔ تو چونکہ مرزا صاحب اس وصف سے بالکل محروم تھے لہذا
قاضی صاحب نے اس لفظ کو کسی نہ کسی طرح ضرور درست رکھنا ہے۔ جو کہ ان

کی سراسر جہالت و حماقت ہے مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب ایک جگہ اس کا معنی گورنر جنرل بھی کیا ہے (تریاق القلوب) مگر قاضی صاحب سب کچھ نظر انداز کرتے ہوئے اپنی ہی ہانکنے کے عادی ہیں۔

اب بتائیے دنیا میں اس طرح کے گورنر جنرل ہوا کرتے ہیں جن کو اپنی برادری کی سربراہی بھی نہ ملی ہو۔ اور محلہ یا شہر کی پنچائیت بھی اسے قبول نہ کرے وہ گورنر جنرل بن جاتا ہے سبحان اللہ۔ جو نکلے نکلے کے دیوانی مقدمات میں انگریزی عدالت کا محتاج ہو۔ وہ گورنر جنرل بن جاتا ہے۔ لا حول ولا قوہ الا باللہ العلیٰ العظیم پھر یہ صاحب اس طرز اور انداز کے مسیح موعود اور مہدی بھی ہوں گے آخر نقل میں کہاں تک اصلیت ہو سکتی ہے۔

قلادیانی عجوبہ

قاضی صاحب کو جب ہر طرف سے مایوسی ہی پلے پڑی تو لگے کسی خریدۃ العجائب کو تلاش کرنے

چنانچہ آنجناب کو ایک خریدۃ العجائب اور فریدۃ الرغائب مل ہی گیا جس میں کسی گمراہ طبقے کا یہ نظریہ منقول ہے کہ نزول مسیح سے مراد ان جیسے کسی دوسرے فرد کی آمد مراد ہے۔

حالانکہ یہ کسی بھی معتبر مفسر و مجدد کا نظریہ ہرگز نہیں ہے خدا جانے کس قسم کے طبقہ کے خیالات ہیں۔ جن کو مرزا قلادیانی نے اپنی کج طبعی کی بنا پر اپنے مطلب کی بات سمجھ کر حرز جان بنا لیا ممکن ہے صاحب کتاب نے کسی غلط کار کا قول نقل کیا ہو اور ان کا اپنا نظریہ یہ نہ ہو۔ بڑی عجیب بات ہے کہ ایک طرف سینکڑوں ہزاروں سلف صالحین آئمہ دین مجددین مہلین اور علمائے حق کا نظریہ جو مرزائیوں کو قبول نہیں اور دوسری طرف کسی غیر معروف و مقبول گری پڑی عجائبات کی گتھی تھی۔ جسے وہ گوہر نایاب تصور کر کے اس پر دل دے بیٹھے۔ بتائیے ایسا حتمی و جاہل دنیا کے کسی کو نے کھدرے میں ڈھونڈا جاسکتا ہے؟

شیخ محمد اکرم صابری صاحب کا حوالہ

وہی سابقہ روش کہ دنیا جہاں کی آئمہ ہدایت کی تعلیمات حقہ کو چھوڑ کر ایک مغالطہ آمیز حوالہ پر لٹو ہو گئے۔ کہ شیخ اکرم صاحب لکھتے ہیں کہ

بعضے برآں اند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق این حدیث لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم اقتباس الانور ص ۵۲ (حوالہ پاکٹ بک ص ۱۲۸)

در اصل قادیانیوں کی مثل وہی ہے کہ چہ ولا و راست دزدے کہ در دست چراغ دارد اتنی دلیری اور بے باکی۔ کہ حضرت شیخ کا اگلا جملہ جو اس مفہوم کی تردید میں ہے وہ بالکل حذف کر گئے۔ لا حول ولا قوہ الا باللہ حالانکہ ان کا اپنا نظریہ سو فیصد اہل حق کے مطابق ہے چنانچہ شیخ لکھتے ہیں کہ لیکن اس مقدمہ در غایت صفت است

یعنی یہ نظریہ نہایت ضعیف ہے بے کار اور ناقابل تسلیم ہے۔

۲۔ دوسری جگہ حضرت شیخ مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ

یک فرقہ برآں رفتہ اند کہ مہدی آخر الزمان عیسیٰ بن مریم است و اس روایت بہ غایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناہ ﷺ درود یافتہ کہ مہدی از نبی فاطمہ خواہد بود و عیسیٰ بن مریم باو اقتداء کردہ نماز خواہد گزارد و جمیع عارفان با تمکین بر اس متفق اند۔

چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ در فتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخر الزماں از آل رسول ﷺ من اولا فاطمہ زہرہ ظاہر شود و اسم او اسم رسول اللہ باشد سی صد و تنصت رجال اللہ کامل باو ہمراہ باشند پس زمین از جو رو ظلم پاک سازد۔ (اقتباس الانوار ص ۷۲)

تاظرین کرام ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کتنی صراحت و وضاحت سے مہدی اور مسیح کو دو الگ الگ شخصیتیں بیان فرما رہے ہیں اور قادیانی نظریہ کا واضح طور پر مدلل رد فرما رہے ہیں۔ کہ امام مہدی کے بارہ میں متواتر صحیح احادیث اس پر متفق ہیں۔ پھر حضرت شیخ ابن عربی کا حوالہ بھی نقل کر رہے ہیں مگر مزار

صاحب ہیں کہ اکابر سے انکے نظریہ کے خلاف حوالہ نقل کر رہے ہیں۔ یا
للعجب

تو جب شیخ صاحب نے اس کی تردید فرمادی تو پھر یہ حوالہ پیش کرتے ہوئے
کچھ ندامت یا خجالت محسوس کرنا چاہئے تھی ورنہ یحرفون الکلم عن مواضعہ
کا مصداق بننا پڑے گا۔ قادیانیوں کا ببع مرزا صاحب کے یہ عام وطیرہ ہے کہ یہ
لوگ غلط گوئی اور افترا سے قطعاً پرہیز نہیں کرتے بلکہ نہایت بے باکی سے قرآن
مجید حدیث رسول مکتب تفسیر اور دیگر کتب علماء حق کے حوالہ سے غلط بلکہ محض
بے بنیاد حوالہ جات پیش کرتے رہتے ہیں مرزا صاحب کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

مثلاً مکتوب امام ربانی کے حوالہ سے کئی چیزیں محض من گھڑت پیش کی ہیں جیسے
بحوالہ مکتوب ۵۱ حصہ دوم لکھا ہے کہ جس کو خدا سے مخاطبت و مکالمت

حاصل ہو وہ نبی کہلاتا ہے۔ (حقیقتہ الوحی ص ۳۹۰) حالانکہ اس سے قبل خود ہی
صحیح بات لکھ چکے ہیں کہ وہ محدث کہلاتا ہے۔ (دیکھئے براہین مندرجہ خزانہ ص
۶۳۰ ج ۱ عام نسخہ براہین ص ۵۴۶) اسی طرح دیگر کئی مقالات پر غلط حوالے دیئے
گئے ہیں تو جن لوگوں کا پیشوا اس کردار کا مالک ہو اس کے پیرو کار کس شان کے
ہو سکتے ہیں لہذا میری عاجزانہ درخواست ہے کہ کسی قادیانی کا کوئی بھی حوالہ قابل
اعتماد نہیں ہوتا۔ یہ محض دجل و فریب اور غلط کاری سے کام چلانے کے عادی
ہے۔

بصورت صحت مسئلہ بروز

اگر یہ بات درست بھی ہو کہ کوئی دوسرے کامل کا بروز بصورت انعکاس
کلمات ہو سکتا ہے تو پھر بھی بروزی مسیح و مہدی کا نظریہ غلط ہے۔ کیونکہ کس کے
کلمات کے انعکاس سے وہ بعینہ نہیں بن جاتا۔ دیکھئے ایک حاکم ہے جس کی تمام
صلاحیتیں اور تعلیم وغیرہ دیگر کئی اشخاص میں پائی جاتی ہوں تو وہ محض اس بنا پر وہ
حاکم نہیں کہلا سکتے۔

مرزا صاحب نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل وجود قرار دیا ہے خزانہ (ص ۲۶۵ ج ۴) تو کیا اس کے نتیجہ میں کبھی بھی فاروق اعظم نے دعویٰ رسالت کیا ہے یا کسی بھی فرد امت نے ان کو بروزی محمد تسلیم کیا ہے یا کیا خود مرزا یا کوئی مرزائی ایسا تسلیم کرے گا۔ حالانکہ خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے تو جب ان میں کمالات نبوت موجود تھے اور بقول مرزا وہ آپ کا نعل وجود تھے۔ اور بحوالہ سرالخاند۔ یہ صدیق و فاروق آنحضور کی عکسی تصاویر تھیں اور یہ من بقنہ طینت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق ہوئے تھے۔ تو پھر ان کو نعل یا بروزی نبی تسلیم کر لینا چاہئے تھا مگر تاریخ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ آج تک کسی بھی امتی نے آپ کو یہ درجہ نہیں دیا حتیٰ کہ خود مرزا صاحب نے بھی اس حقیقت کا اعلان کہیں نہیں کیا۔ تو جب اصل حقیقت اتنی نمایاں ہے تو پھر دوسرے کس نعل یا بروز کا مسئلہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی رسالت و نبوت کے علاوہ کسی کو غزالی دوراں کہدے۔ ابو حنیفہ ثانی کہدے۔ رازی زمان کہدے۔ مگر ان حضرات نے خود کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کسی نے ان کی عینیت کا ادعا کیا ہے ایسی مثالوں سے قادیانیوں کا مسئلہ بروز کیسے ثابت ہو سکتا ہے یہ تو محض انکی چکر بازی اور دجل و فریب ہے۔ پھنسے ہوئے قادیانیوں کے لئے طفل تسلیاں اور جھوٹے سہارے ہیں۔

اسی طرح مرزا صاحب نے بحوالہ مولانا عبد اللہ غزنوی تسلیم کیا ہے کہ الہام یا خواب میں کسی آیت کے ورود سے صاحب الہام اس آیت کا مصدق نہیں بن جاتا۔ بلکہ اس الہام سے مناسب حال مفہوم اخذ کیا جائے گا۔ (دیکھئے ازالہ اوہام ص ۳۱۹) تو اس تحریر کی روشنی میں اگر مرزا قادیانی پر نازل شدہ الہام صحیح بھی تسلیم کر لیں تو بھی مرزا صاحب ان کے تحت کسی منصب کے مدعی ہونے کے مجاز نہیں ہوں گے۔

قادیانی عجائبات

قاضی نذیر صاحب قادیانی نے مسئلہ بروز کی تائید میں شیخ محمد اکرم صاحب

کے حوالہ کے بعد حضرت خواجہ غلام فرید آف چاچڑاں کا حوالہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ والبروز ان یفیض روح من ارواح الکمل علی کامل کما یفیض علیہ التجلیات وهو یصیر مظهرہ ویقول انا هو۔ (اشارات فریدی حصہ دوم ص ۱۰) (پاکٹ بک ص ۱۳۰)

ترجمہ بروز یہ ہے کہ کہ کاملین کی ارواح میں سے کوئی روح کسی دوسرے کامل انسان پر افاضہ کرے جیسا کہ اس پر تجلیات کا افاضہ ہوتا ہے اور وہ ان کا مظہر بن جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں وہی ہوں۔

تبصرہ

اس حوالہ میں بھی محض افاضہ روہانی کا ذکر ہے جو کہ تسلیم ہے مگر اس سے دوسرے کی عقیقت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ بلکہ اگلا جملہ۔ کہ جیسے اس پر تجلیات کا افاضہ ہوتا ہے اس طرح کسی روح کامل کا بھی دوسرے پر افاضہ ہوتا ہے مگر نہ تجلیات کے افاضہ سے کسی منصب کے دعویٰ کا استحقاق ہوتا ہے اور نہ ہی کامل روح کے افاضہ سے۔ ورنہ بتلایا جائے کہ آج تک کوئی نبی یا رسول ایسا ہوا ہے کہ پہلے فلاں رسول کے افاضہ کا نتیجہ تھا اور اس نبی نے سابقہ نبی یا رسول کے ظل یا بروز ہونے کا اظہار یا دعویٰ کیا ہو۔

پھر یہاں تو مسئلہ بھی الگ ہے کہ ایک ہستی کی آمد کا وعدہ دیا جاتا ہے تو اس صاحب فیض ہستی نے یہ نہیں فرمایا کہ میں فلاں کا ظل یا بروز ہوں اور نہ ہی کسی سابقہ رسول یا نبی کا ہی اعلان دکھایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی کسی ظل یا بروز کی آمد کا اظہار فرمایا ہے۔ بھلا محض افاضہ اور استفاضہ سے عقیقت کیسے لازم آجاتی ہے۔ دیکھئے سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ سوا لاکھ کاملین میں سے کسی ایک نے بھی آنحضور کے ظل یا بروز ہونے کا اظہار یا دعویٰ نہیں فرمایا۔ اس طرح آئمہ اربعہ۔ دیگر آئمہ ہدیٰ میں سے کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں فلاں کا ظل ہوں یا فلاں صاحب میرے ظل یا بروز ہیں لہذا ہم ایک ہیں یا میں ان کی جگہ پر ہوں۔ جیسے اس کا ماننا جزو ایمان تھا ایسے ہی میرا ماننا بھی جزو ایمان ہے۔

تمام تاریخ عالم یا تاریخ مذہب میں ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی مزید براں جناب قادیانی صاحب تو کھلم کھلا کئی ہستیوں کے اوتار بھی بنتے ہیں جو کہ خالص ملحدانہ اور ہندوانہ عقیدہ ہے۔ یہ ظل و بروز کے چکر بھی آنجناب اوتار ہی کے معنی و مفہوم میں استعمال کرتے ہیں لہذا دریں صورت قادیانیوں کے ساتھ ایسی بحث کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اوتاریت والا نظریہ خالص غیر اسلامی اور کافرانہ نظریہ ہے۔ اور مسئلہ بروز کسی اور حقیقت کا حامل ہے۔ جس سے قادیانی قطعاً ناواقف ہے یا جان بوجھ کر اسکی غلط تعبیر کر رہا ہے۔

شیخ عبدالقادر اور مسئلہ بروز

جناب قاضی صاحب حضرت شیخ کی ایک عبارت کسی غیر معروف کتاب سے نقل فرما رہے ہیں جو کہ گلدستہ کرامات از مفتی غلام سرور صاحب کے نام سے موسوم ہے۔ عبارت یہ ہے کہ شیخ فرماتے ہیں

بنا وجود جدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا وجود عبد القادر
از کتاب گلدستہ کرامات ص ۸ مطبوعہ افتخار دہلوی۔

سخان اللہ۔ کیا کہنے قادیانی ذہنیت کہ کہ جب انکار پر آتے ہیں تو قرآن مجید و حدیث سے بھی بغاوت کر جاتے ہیں اور جب ماننے پر آتے ہیں تو محض بے سند باتوں پر بھی دل دے بیٹھتے ہیں اب انہیں یاد نہیں کہ۔

نظریات ہمیشہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ خبر واحد سے بھی ثابت نہیں ہو سکتے۔ اب فرمائیے کہ یہ گلدستہ وحی الہی ہے۔ آیا یہ تحریر کوئی نص متواتر ہے۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ مفتی صاحب بھی قادیانیوں کی تکفیر کے برملا قائل ہیں۔ تو جب مرزا صاحب کے منکر بقول شاما خارج از اسلام ہیں تو پھر ان سے استدلال کیسا؟ آخر کچھ تو حیا ہوتا۔ علاوہ ازیں اس عبارت سے بھی ہمیں کچھ فائدہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ حضرت شیخ کے قول کا وہی مفہوم ہے جو مرزا صاحب نے حضرات صحابہ کے متعلق اپنی کتاب سر الخلافہ میں لکھا ہے کہ وہ آنحضرت کی عکس تصاویر تھیں۔ اور صدیق و فاروق کی خلقت کو بھی من بقیہ طینۃ النبی

فرمایا ہے۔ پھر فاروق اعظم کو بعینہ آنحضورؐ کا نطفی وجود بتلایا۔ اب ان تمام اعزازات سے مراد مرزا صاحب کیا لیتے ہیں کہ جو باوجود اتنے بلند پایہ ہونے کے بھی دعویٰ نبوت کے مستحق نہیں وہ آپ کے نطفی یا بروزی وجود کے قائل کیسے بن سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان اعزازات سے مراد ان کی کمال اتباع اور انصاف باوصاف نبوت ہے۔ اس سے اوپر کچھ نہیں۔ لہذا اگر حضرت شیخ نے ہذا وجودی وجود جدی فرمایا ہے تو اس سے مراد بھی کمال عقیدت و محبت ہے جو ان کو بتوفیقہ تعالیٰ حاصل تھی۔ ورنہ نہ انہوں نے کبھی بروزیت کا دعویٰ کیا اور نہ اس پر کوئی بحث و مباحثہ یا مناظرہ کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے کسی عقیدہ تمند نے بھی آپ کے متعلق کبھی ایسا اظہار نہیں کیا۔ لہذا اس سے مرزائیوں والا غلط و بروز کا مسئلہ کیسے ثابت ہو گیا بھلا بدھ اور کرشن کے اوتار کو (مرزا صاحب کو) کچھ بھی کمالات نبوت مل سکتے ہیں ان کو تو صرف بدھ مت اور ہندوؤں میں اپنے مرتبہ اوتاریت کا اعلان کرنا چاہئے تھا اہل اسلام کے مہدی یا مسیح کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟

پھر مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے محض کمال ہوشیاری سے مسیح اور مہدی کی وحدت تو نکال لی۔ کہ ایک ضعیف روایت میں یوں آیا ہے۔

مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ وہ مسیح کرشن اور بدھ بھی ہو گا۔ ان کے ساتھ اتحاد کے لئے کوئی حدیث پیش کی گئی ہے یہ خواہ مخواہ جھوٹے کے طور پر ہی کرشن اور بدھ کا ناکا نکا لگا لیا۔ بلکہ مرزا صاحب تو بے سنگھ بہادر بھی بن بیٹھے مگر ان کا فرانہ ناکتوں کی دلیل کوئی نہیں دی۔ واقعی مرزا صاحب نہایت ہوشیار اور عیار تھے کہ ایک آدھ چیز تو کسی نہ کسی طور پر دلیل ناقص سے ثابت کر لی اور باقی کئی امور محض ضمنی طور پر جھوٹے کے طور پر بھی ثابت کر لئے جاتے۔ واہ رے مرزا صاحب آپ کی دانائی۔ واقعی تو ہی انگریزی مسیحیت کا مستحق تھا۔ یہ استعداد سارے جہاں سے قسام ازل نے تیرے ہی مقدر میں کی تھی۔

قاضی صاحب کا آخری گمراہ کن قادیانی اقتباس

ناظرین کرام مندرجہ بالا تفصیلات سے آپ مسئلہ حیات و نزول مسیح علیہ

السلام کی اصل پوزیشن اور اہمیت نہایت وضاحت سے حاصل کر چکے ہیں۔ نیز اس بارہ میں قادیانیوں کے تمام دوسوسوں اور ڈھکوسلوں کی صفائی بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اب ذیل میں قادیانی قاضی نذیر احمد صاحب کا آخری اقتباس اور اس کی حقیقت بھی ملاحظہ فرمائیں چنانچہ قاضی صاحب بحوالہ مرزا صاحب نقل کرتے ہیں کہ

حضرت مسیح موعود (علیہ ما علیہ) نے فرمایا ہے کہ

مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اترے گا ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مرے گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا۔ کہ زمانہ صلیب بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترے۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی۔ کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت ناامید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا میں تو ختم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ وہ ختم بویا گیا اور وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ (تعلیمی پاکٹ بک ص ۱۳۲-۱۳۳ بحوالہ الشہادتیں ص ۹۵)

یا اخوة الاسلام۔ قاضی نذیر صاحب کے اس مسئلہ حیات و وفات کے سلسلہ میں یہ آخری الفاظ ہیں۔ جس میں انہوں نے بہ زبان کذاب اعظم قادیانی بہت کچھ

وسوسے چھوڑے ہیں مثل بہ زبان
 ۱۔ مسیح کا نزول از آسمان محض جھوٹا خیال ہے۔
 حالانکہ از روئے قرآن و احادیث رسولؐ اور اجماع امت یہ ایک اہم اور
 ٹھوس نظریہ ہے جسے ہر مفسر ہر محدث ہر متکلم۔ نیز تمام اولیاء و صلحاء اور آئمہ
 سلف نے نقل کیا ہے گویا یہ ایک تو اتر ملی ہے۔ جس میں تیخلف ممکن نہیں۔ جیسے
 عقیدہ قیامت ایک حقیقت واقعہ ہے وہ لازماً وقوع پذیر ہو کر رہے گی۔ کفار و
 منکرین اس میں لاکھ وسوسے ڈالتے رہیں اسی طرح نزول مسیح حقانی بھی ایک طے
 شدہ حقیقت ہے جو ہو کر رہے گا چاہے منکرین قادیانی اور دیگر طہدین) اس میں
 کوڑوں وسوسے ڈالتے رہیں۔

۲۔ موجودہ مخالف میں گے ان کی اولاد اور پھر انکی اولاد بھی مرجائے گی۔ مگر
 عیسیٰ ہرگز نہ اترے گے تو گزارش ہے کہ مرنا تو ہر نفس انسانی کے لئے ایک
 قانون قدرت ہے وہ کسی کے کہنے یا چاہنے سے نہ رکتا ہے اور نہ ہی چلتا ہے وہ تو
 سب قبضہ خالق میں ہے آخر دیکھئے مرزا صاحب اپنی زندگی میں ہی اپنی علت غائی
 کے ظہور کے مدعی بنے رہے کہ میں ہی آنے والا مسیح ہوں میرے ہی ہاتھوں دین
 اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا۔ صلیب میرے ہی ہاتھوں بریاد ہوگی تمام نوع
 انسانیت میں تقویٰ کی فضا قائم ہو جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ اگر یہ امور میری زندگی
 میں ظاہر نہ ہوں تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا تھا۔

مگر آج نہ مرزا صاحب رہنے نہ ان کی اولاد رہی بلکہ تیسری پشت بھی
 آنجہانی ہونی والی ہے لیکن مرزا صاحب کی ایک بات بھی پوری نہ ہو سکی تو جب
 اسکے ذاتی دعوؤں کا یہ انجام ہے تو اس کی یہ لن ترانی بھی اسی طرح انشاء اللہ
 ایک حسرت بھری آہ ہی ثابت ہوگی۔ اس میں رتی بھر صداقت نہیں ہے جیسے اس
 کے اپنے دعوے وقوع پذیر نہ ہو سکے۔ اسی طرح اس کی یہ باتیں بھی محض چند
 خانے کی گپ ہی ہے۔ جس کو حقیقت سے رتی پھر تعلق نہیں ہے باقی مرزا
 صاحب کا یہ کہنا کہ آخر تمام لوگ (مسلم و مسیحی) اس عقیدہ سے بد ظن ہو کر
 اسے ترک کر دیں گے۔

تو قادیانی ذریت کان کھول کر سن لے کہ

امت مسلمہ نے یہ نظریہ اس صادق و امین خاتم الانبیاء ﷺ کے ارشادات و اقیعہ سے لیا ہے کہ جس کے فرمان میں رتی بھر تیغلت ممکن نہیں آئے منکرین آپ کی زبان مبارک تو اتنی سچی اور پیکر صدق و حقانیت تھی کہ آپ کی سرسری اور عام بات کو آپ کے جانی دشمن کافر بھی برحق سمجھتے تھے۔ دیکھئے ایک دفعہ آپ نے امیہ بن خلف کے متعلق فرمایا کہ اسے میں قتل کروں گا تو یہ بات اس کی ذہن و قلب میں اتنی پختہ اور راسخ ہو گئی کہ اس نے کہہ دیا واللہ ما یکذب محمد کہ خدا کی قسم محمد نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لہذا یہ بات ہو کر رہے گی۔ چنانچہ وہ ہو کر رہی۔ وہ امیہ میدان بدر میں ہلاک ہوا دیکھئے آپ نے صرف فرمایا تھا حلفاً نہیں بلکہ محض سرسری طور پر فرمایا مگر وہ کافر قسم اٹھا کر کہتا ہے کہ واللہ ما یکذب محمد (بخاری شریف جلد اول) ص ۵۱۳) بلکہ اسکی بیوی بھی یہی حلفیہ بات کہتی ہے۔ اسی طرح جب آپ نے عتبہ و عصبہ کے متعلق دعا مانگی کہ اللہم سلط علیہ کلیا من کلابک اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔

تو ان کو بڑی فکر و اٹنگیر ہو گئی۔ وہ لوگ سفر و حضر میں ان کی بڑی حفاظت کرتے تھے مگر بالآخر آپ کی بد دعا کا اثر ظاہر ہو گیا کہ ایک سفر کے دوران ایک بھڑیا ان کو پھاڑ گیا ایسے ہی آپ کی صداقت و حقانیت کے بیشمار واقعات موجود ہیں کہ آپ نے جو فرما دیا وہ لازماً ہو کر رہا۔ لہذا جب اس اصدق الخلق صلی اللہ علیہ وسلم نے سرسری طور پر نہیں بلکہ موکد بالقسم اعلان فرمایا ہے کہ

۱ والذی نفسی بیدہ۔ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم (بخاری ص ۳۳۶ ج ۱) ص ۲۹۶ ج ۱)

۲ اس طرح فرمایا والذی نفسی بیدہ لینزلن فیکم ابن مریم (صحیح مسلم ص ۸۷ ج ۱)

۳ فرمایا والذی نفسی بیدہ لیہلن ابن مریم بفتح الروحاء (مسلم ص

۴- والذی نفسی بیدہ لیقتلہ ابن ہریم بباب لد (مسند حمیدی حدیث نمبر ۸۲۲)

تو ایسے واضح ترین اور موکد بقسم فرمان میں خلاف واقعیت کیسے ممکن ہے؟ اور ہم اپنے اس عظیم الشان خاتم الانبیاء کے موکد ترین فرمان پر کیوں یقین نہ کریں۔ جبکہ بصورت عدم یقین ہمارا ایمان ہی جاتا رہتا ہے۔ ہمارے لئے بصورت انکار یا تردد خدائی فرمان موجود ہے۔

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیمًا نیز فرمان الہی کہ ما کان لمومن و ولا مومنتہ اذا قضی اللہ سورسولہ امرا ان یکون لہم الخیرہ لہذا ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان خصوصاً تاکیدی اور بالخصوص موکد بقسم و حلف فرمان پر پورا اور مکمل ترین یقین و اعتماد کریں ورنہ ہم نہ مسلم نہ مومن۔

نیز جناب مرزا صاحب بقلم خود تحریر فرما چکے ہیں کہ جو بات قسم کے ساتھ بیان کی جائے اس میں کوئی تاویل یا استثناء نہیں ہو سکتا ورنہ قسم کا کیا فائدہ دیکھتے ان کی مشہور کتاب (حماۃ البشری ص ۱۳ حاشیہ خزائن ص ۱۹۲ ج ۷ طبع ربوہ) نیز امت کے تمام اکابرین۔ مجددین۔ ملہمین اہل کشف و الہام وغیرہ سب نے اس حقیقت پر مہر تصدیق لگا دی ہے تو پھر ہم اسے کیوں حزر جان نہ بنائیں۔

ناظرین مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر یہ حیات و نزول مسیح کے عقیدہ کی اہمیت اور حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر یہ عقیدہ اجماعی اور متواتر عقیدہ ہے۔ اور جناب مرزا صاحب کسی بھی قومی تواتر کو قابل تسلیم و حجت گرتے ہیں (ازالہ) مثلاً گورو نانک کے چولہ کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۷ لاکھ افراد قوم اس کے نزول پر متفق ہے تو ہم کیسے اس سے انکار کر سکتے ہیں۔ تو جب غیر مسلم صرف ستیرہ لاکھ افراد کا اتفاق و تواتر ناقابل تردید حقیقت ہے تو ادھر سوا رب اہل اسلام کا تواتر قومی کیسے جھوٹا خیال ہو سکتا ہے؟ آخر انصاف بھی کوئی چیز ہے؟

ناظرین کرام انہی حقائق کے پیش نظر جناب مرزا صاحب کے دل میں بھی چور تھا وہ باہر مجبوری اس حقیقت الامر کے مطابق اور اپنے مذموم مقاصد کے پیش نظر زبان سے تو انکار کرتے رہتے تھے مگر دل میں اس نظریہ کی اہمیت ہمیشہ کھلکتی رہتی تھی اس لئے پہلے آپ نے وہ بات لکھدی جو اوپر تذکرہ الشہادتیں کے حوالہ سے گزری مگر اس کے بعد اپنے آخری ایام میں اسی کھٹک کا واضح اظہار بھی فرما گئے جو سراسر پہلے بیان کے خلاف اور متضاد ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی راہ میں وہ اطاعت اور تقویٰ کا حق بجا نہیں لاسکا جو میری مراد تھی اور اسکے دین کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو میری تمنا تھی میں اس درد کو ساتھ لے جاؤں گا کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہئے تھا میں کر نہیں سکا۔ اور میں اب جانتا ہوں کہ میں اس عزت اور اکرام کے لائق نہ تھا جو میرے خداوند نے میرے ساتھ معاملہ کیا جب مجھے اپنے اس نقصان حالت کی طرف خیال آتا ہے تو مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں کیڑا ہوں نہ آدمی اور مردہ ہوں نہ زندہ۔ (تمتہ)

حقیقتہ الوحی ص ۵۹ خزائن ص ۴۹۳

ملاحظہ فرمائیے کہ خود مرزا صاحب اپنے مشن میں ناکامی کا اعتراف و اقرار کر رہے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جب آپ سے ملتے غائی ظہور پذیر نہیں ہو سکی تو بقول خود آپ جھوٹے ہیں اب آپ مرزا صاحب کے پہلے دعاوی کو ملاحظہ فرمائیں کہ میں مسیح موعود ہوں میں یہ کام سرانجام دوں گا جو مجھے نہ مانے وہ ایسا ہے + اگر میں مسیح نہیں تو اصلی کو آسمان سے اتار لاؤ (ازالہ ص ۱۵۵) وغیرہ تو جب بقول خود آپ اپنی علت غائی پوری نہ کر سکے تو آپ کے پہلے تمام دعاوی کذب و افتراء ثابت ہوئے نیز مندرج بالا تمام اقتباس پر پانی پھر گیا۔ قاضی صاحب مرزا صاحب اپنی حیثیت آخری ایام میں سمجھ گئے تھے اس لئے انہوں نے اپنی ناکامی کے اعلان کے تحت اپنے تمام دعاوی سے انحراف کر لیا اور ادھر آپ اور آپ کے ہممنوا آپ تک ان کی مسیحیت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں یہ تو وہی بات ہوئی کہ مدعی ست اور

گواہ چست۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت کرے کہ آپ اس گمراہی کی دلدل سے نکل کر جلوہ اسلام پر گامزن ہو جائیں اے امت مرزائیہ ملحدین کی وساوس اور دسیہ کاریوں سے دستبردار ہو کر جادہ حق و صواب پر گامزن ہو جائیں تاکہ آپکا بھلا ہو اللہم وفقها لما تحب وترضی۔ (امین)

قادیانی بڑ مسح موعود کا بروزی نزول

قادیانیت چونکہ انگریز مکار کا خود کاشتہ پودا ہے لہذا اس کا طریقہ کار اور فطرت بھی انہی جیسی ہو گی۔ چونکہ انگریز کا فارمولہ یہ ہے کہ جھوٹ بڑے اعتماد اور دھڑے سے بار بار اتنا بولو۔ کہ لوگ خواہ مخواہ اسے حقیقت تسلیم کرنے کی طرف مائل ہو جائیں۔ یہی دطیرہ قادیانیوں نے اپنایا ہوا ہے۔ مثلاً مسئلہ حیات و نزول مسیح جو کہ اہل اسلام کا قطعی الثبوت اور اجماعی نظریہ ہے آج تک ہر مفسر و محدث اور متکلم و فقیہ اور ہر فرد مسلم بالاتفاق اور بیک زبان و قلب یہی بیان کرتا چلا آتا ہے۔ مگر قادیانیوں نے ان نصوص قطعیہ میں باغوائے ابلیسی و نفس ایسے ایسے وسوسے اور مغالطے پیدا کئے کہ کئی ناقص العلم و الفطرت ان کے ہمنوا بن گئے مگر اصل حقیقت بصراحت کمال و تمام اپنی جگہ پر بحیثیت عقیدہ قائم و دائم ہے جسے ہر ایک سعید الفطرت اور راسخ الاعتقاد مسلمان حرز جان بنائے ہوئے ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں قاضی نذیر صاحب قادیانی بار بار اور قدم قدم پر ایک ہی راگ آلاپے جا رہے ہیں کہ وفات مسیح قطعی الثبوت مسئلہ ہے فلاں کتاب میں یوں لکھا ہے فلاں امام نے یوں لکھا ہے فلاں ملک کے علماء یوں کہتے ہیں فلاں ملک کے عیسائی یوں کہتے ہیں۔ جبکہ یہ سب کچھ محض فراڈ ہے وہ یوں کہ سلف صالحین میں سے تو ایک فرد بھی ان کا ہمنوا نہیں مل سکتا نہ آج تک ان کو مل ہی سکا ہے ہاں سلف صالحین سے کٹ کر کوئی اکوڑا زمانہ حال کا ماڈرن قسم کا مفسر یا سکالر یا صحافی ان کو میسر آ جائے تو ممکن ہے مگر ایسے فرد کی حیثیت جمیع اہل حق کے مقابلہ میں رتی بھر ذبیحہ یا قابل توجہ نہیں ہو سکتا۔ پھر قادیانیوں نے جتنے بھی

افراد کے اپنے حق میں نام گنوائے ہیں کہ غلطی یہ لکھتا ہے فلاں یہ لکھتا ہے ان میں سے ۹۹ فیصد محض جھوٹ ہے محض ایک آدمی ہی ان کا ہمناؤ نکل سکتا ہے وہ بھی سلف میں سے نہیں بلکہ خلف میں سے جن کی ذرہ برابر وقعت نہیں۔ لہذا اہل حق کا موقف ایک مضبوط چٹان کی طرف برابر قائم و دائم ہے یہ اور مخالف گروہ ہمیشہ بے سہارا اور بے قیام ہے اور رہے گا۔ چنانچہ قاضی صاحب نے مرزا غلام احمد کا وطیرہ اپناتے ہوئے وہی دجل و فریب اور کذب و افترا اختیار کر رکھا ہے۔ کہ ایک بات کو بار بار اور دہرا دہرا کر بیان کرتے چلے جاتے ہیں چنانچہ جیسا کہ مندرجہ بالا طویل بحث کے بعد اور سراسر ناکام ہونے کے باوجود آگے چل کر پھر عنوان قائم کر دیا۔ کہ

مسیح موعود کا بروزی نزول

پھر اس کے تحت لکھا کہ چونکہ از روئے قرآن مجید وفات مسیح بالصرحت ثابت ہو چکی ہے لہذا آمد مسیح سے مراد لازماً بروزی طور پر ہی ہو سکتا ہے کہ امت محمدیہ کا ہی کوئی فرد مسیح کی طبیعت پر آئے گا اور وہی مہدی بھی ہو گا کیونکہ حدیث ابن ماجہ اور مسند احمد میں یہی بات ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ باقی مسیح والی تمام روایات باہم متعارض ہیں اور اسی طرح مہدی والی روایات مجروح و ضعیف ہیں سبحان اللہ۔ یہ ہے قادیانی نظریہ اور اس کا فلسفہ۔

جواباً "عرض ہے کہ

نزول مسیح کی آیات قرآنیہ قطعی الدلت ہیں جن سے آمد مسیح ثانیاً روز روشن کی طرح ایک ثابت شدہ حقیقت واضح ہو چکی ہے جس کی صراحت و وضاحت تمام آئمہ ہدایت اور امت کے جملہ مجددین ^{مخلصین} نے فرمادی ہے چنانچہ اس کا اقرار و اظہار خود مرزا قادیانی بھی بارہا کر چکے ہیں۔ دیکھئے (ازالہ براہین شہادت القرآن وغیرہ) اسی طرح احادیث رسولؐ بھی تو اترا " اسی نظریہ کو واضح کر رہی ہیں تو جب نصوص قرآن اور احادیث متواترہ ایک حقیقت پر متفق ہو جائیں تو حسب فرمان الہی ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہور سولہ امر

ان یكون لهم الخيره کسی بھی سلیم الفطرت فرد مسلم کو ایسی حقیقت ثابتہ سے انکار یا انحراف یا شک و تردد کا تصور بھی کیسے ہو سکتا ہے؟ ورنہ ایمان بالقرآن و بالرسول کا مفہوم کیا رہ جاتا ہے؟ نیز پھر ان امور کا یقین و اعتماد کیسے رہ جائے گا جن کی تائید محض ایک آدھ حدیث رسولؐ سے ہوگی۔ بلکہ اس طرح تو تمام دین کا ہی معاملہ اتر ہو جائے گا۔ لہذا جب قادیانیوں کی بنیاد (کہ قرآن سے وفات مسیح ہی منصوص ہے) ہی بے بنیاد ثابت ہو گئی تو ان کی بروزیٹ کی استواری کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ ایک باطل پر دوسرے باطل کی استواری کا کیا مفہوم ہوگا؟

ایک مزید وضاحت

قادیانی کے علاوہ جس فرد مدعی علم و تحقیق نے اس مسئلہ کے متعلق کچھ اختلاف کیا ہے وہ صرف اسی حد تک منحصر ہے کہ مسیح کی حیات ثابت نہیں ہوتی لہذا آپ کی آمد ثانی نہ ہوگی اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ پھر وہ اس پر مزید کوئی نظریہ استوار نہیں کرتے کہ ہاں مسیح تو فوت ہو گئے لہذا اب ان کی جگہ فلاں صاحب مسیح موعود ہیں یا میں ہوں۔ اس کا ایک فرد بھی قائل نہیں بخلاف مرزائیوں کے کہ وہ اس بے حقیقت بنیاد پر اگلی بات کی استواری بھی کرتے ہیں۔ جو کہ ان کے جرم انکار اور انحراف عن الحق کو ڈبل کر دیتا ہے ایک اصل بات سے انحراف اور دوسرا جرم اس انحراف پر ایک دوسرے باطل نظریہ کی استواری۔ لہذا قادیانیوں کو لازم ہے کہ وہ تمام جہاں سے اپنا کوئی ایک ہی فرد اس طور پر پیش کریں کہ جو ان کا مکمل ہمنوا اور موافق ہو۔ دیدہ باید ورنہ اس بروزی چکر بازیوں سے پرہیز کریں۔ تاکہ امتہ میں الحاد و تشکیک کے جراثیم پیدا نہ ہوں۔

عجوبہ عجیبہ

اہل اسلام کے ہاں تو مہدی اور مسیح دو الگ الگ ہستیاں ہیں دو الگ الگ منصب ہیں چنانچہ احادیث مبارکہ میں دونوں کے کوائف و حالات علیحدہ علیحدہ باب اور عنوان کے تحت بیان کئے گئے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے

اسمائے گرامی بمع ولایت۔ کارگردگی اور حلیہ وغیرہ الگ الگ بیان فرمادیئے ہیں مگر قادیانی لوگ بمع مرزا غلام احمد۔ احادیث مسیح کی تاویل کرتے ہیں اور احادیث مہدی کی ضعیف و انکار پر کمر بستہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں لقب اور منصب ایک ہی فرد اور ہستی کے ہیں اور اسکی تائید میں دو مغالطہ آمیز روایات ضعیفہ بھی پیش کرتے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ

جب آپ بوجہ ذاتی مجبوری کے عنوان مہدی کا انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ کوئی خونی مہدی نہیں آئے گا یہ تمام روایات محض بے اصل اور متناقض ہیں کیونکہ ان کو بخاری مسلم نے نقل نہیں کیا اگر یہ روایات صحیح ہوتیں تو ان کو لازماً شیخین نقل کرتے حتیٰ کہ بسا اوقات مرزا قادیانی حدیث مسلم کا بھی انکار کر جاتا ہے کہ اسے بخاری نے نقل نہیں کیا اس اصول پر ہم کہتے ہیں کہ بتائیے کہ تمہاری پیش کردہ حدیث لا مہدی الا عیسیٰ یا دوسری حدیث جو پیش کرتے ہو وہ بخاری شریف میں ہی ہے۔ اگر قابل اعتبار اور استناد کے لئے یہی ضابطہ ہے کہ جو حدیث بخاری مسلم میں مذکور ہو وہی درست ہے تو پھر تمہارا دعویٰ مجددیت بھی بالکل غلط قرار پائے گا اور دعویٰ مہدویت بھی۔ اور نہ ہی حدیث لا مہدی الا عیسیٰ قابل توجہ ہو گی لہذا تمہیں ان دونوں عنوانات سے دستبردار ہو جانا چاہئے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی باتیں محض ”خوئے بدراجت ہزار کے“ مطابق محض فرار عن الحق کا بہانہ ہے۔ حقیقت پسندی ہرگز مقصود نہیں۔ یہ صاحب تو بخاری کے باقاعدہ باب نزول عیسیٰ اور اس کی مستند احادیث سے بھی منحرف ہو کر کہہ دیتا ہے کہ بخاری بھی ایک لفظ اما مکم منکم کہہ کر خاموش ہو گئے نیز وہ تو متوفیک ممینک نقل کر رہے ہیں وہ کیسے حیات مسیح کے قائل ہو سکتے ہیں بلکہ وہ تو ہمارے موافق ہیں۔ تو فرمائیے جو شخص اتنا ڈھیٹ اور خناس ہو اسے کسی بھی حقیقت کا قائل کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں اسے تو صرف عزرائیل ہی آکر قائل کرے گا۔ جیسے فرعون ساری زندگی حق سے ٹکراتا رہا مگر جب گرفت

الہی کے تحت پہلی ہی ڈبکی لگی فوراً "آمنت پڑھنے لگا۔ پس یہی اس کی جرات تھی۔ یہی حال مرزا قادیانی کا ہے کہ ساری زندگی حق سے ٹکرا ٹکرا کر جب عزرائیل کے گلخنہ میں آیا ہو گا تو لازماً فرعون کی طرح اس نے بھی آمنت بحیات المسیح کا ورد شروع کر دیا ہو گا۔ مگر کیا فائدہ جب چڑیاں جگ گئیں کھیت۔

امام مہدی کے لئے ابن مریم کا نام بطور استعارہ

اس عنوان کے تحت قادیانی قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ
امام رازی لکھتے ہیں کہ

اطلاق اسم الشیخی علی ما یشاہ بہ فی اکثر خواصہ و صفاتہ جائز حسن (تفسیر کبیر) پھر مثال کے طور پر یہ آیت بھی پیش کی کہ آنحضور کے بارہ میں وارد ہے کہ

قد انزل اللہ علیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم آیات اللہ المبینات لیخرج الذین امنوا من الظلمات الی النور (الطلاق)

دیکھئے اس آیت میں آنحضرتؐ کے لئے لفظ نزول ذکر کیا گیا ہے

جبکہ آپؐ اپنی والدہ محترمہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تھے لیکن

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مبعوث فرمایا تھا لہذا بطور اجلال و اکرام آپ

کے لئے لفظ نزول استعمال فرمایا۔ اسی طرح احادیث نبویہؐ میں حضرت

عیسیٰ کے لئے لفظ نزول بھی اعزاز و اکرام کے لئے آیا ہے جب کہ وہ

بحیثیت امام مہدی امت میں اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہونے والا تھا۔

(تعلیمی پاکٹ بک ص ۱۳۲-۱۳۳)

تجزیہ و مبصرہ

اس تمام اقتباس کا حاصل یہ ہے کہ قاضی صاحب اس بات کے اثبات پر

زور دے رہے ہیں کہ مسیح اور مہدی ایک ہی ہستی کا نام ہے اور حدیث میں لفظ

نزول سے مراد ان کی آمد از آسمان نہیں بلکہ وہ ان کے بطن سے پیدا ہوں گے یہ

لفظ محض تعظیماً و اکراماً استعمال ہوا ہے لہذا ہمارا موقف واضح طور پر ثابت ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ کسی لفظ کے مجازی استعمال سے انکار نہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ مجاز ہی مراد ہو۔ حقیقی استعمال جائز ہی نہ ہو۔ گویا مجاز و استعارہ کے تسلیم سے حقیقت سے انکار کیسے لازم آ جائے گا۔ پھر ہم یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کے بارہ میں اتحاد کا نظریہ باطل ہے کیونکہ احادیث رسولؐ میں دونوں کا تذکرہ بالا ہتمام کمال علیحدہ علیحدہ کیا گیا ہے اور تمام اسلامی لٹریچر میں ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ کہیں دو عنوانوں کو الگ الگ بمع تمام حالات کوائف کے بیان کیا گیا ہو مگر وہ دونوں فی تفسیر ایک ہی ہوں جیسے خدا رسولؐ کا تذکرہ۔ پیغمبر اور قرآن کا تذکرہ۔ دنیا اور آخرت کا تذکرہ۔ حق اور باطل کا تذکرہ۔ موت و حیات کا تذکرہ وغیرہ کوئی بھی مثال پیش کرنا ناممکن ہے کہ دو الگ الگ ذکر کردہ شدہ حقیقتوں کا متحد ہونا سمجھا گیا ہو۔

پھر جناب مرزا صاحب نے کسی لفظ میں تجویز یا استعارہ کے دخل کو ختم کرنے کے لئے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ جس خبر پر قسم داخل ہو۔ یعنی جس بات کو قسم کھا کر بیان کیا گیا ہو۔ اس میں کوئی تاویل یا استثناء نہیں ہوتا۔ (حمائتہ البشری ص ۱۴) لہذا اس اصول کے مطابق احادیث مسیح جن کو موکد قسم (والذی نفسی بیدم۔ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم۔ والذی نفسی بیدہ لیہلن ابن مریم اور والذی نفسی بیدہ لیقتلہ بباب لد وغیرہ) بیان فرمایا گیا ہے دیکھئے قاعدہ مذکورہ مرزا صاحب کی مشہور کتاب (حمائتہ البشری ص ۱۴ خزائن ص ۱۹۲ ج ۷ حاشیہ) نیز لکھا کہ

کیوں تم چھوڑتے ہو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(ضمیمہ تحفہ گولڑا یہ ص ۲۸)

۳۔ مشہور قاعدہ مسلمہ عنہ العلماء۔ لا استعارة فی الاعلام۔

کہ علم ذاتی میں استعارہ مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس طرح تو تمام معاملہ عالم

درہم برہم ہو جائے گا۔ لہذا جب قرآن و حدیث میں حضرت مسیح کا علم ذاتی عیسیٰ بن مریم بار بار اور بتکرار وارد ہوا ہے تو اب تجوز یا استعارہ کی کہاں گنجائش رہ سکتی ہے؟ چنانچہ تاریخ اسلام کی چودہ صدیوں میں اربوں اہل اسلام میں سے کسی ایک نے بھی عیسیٰ بن مریم میں تجوز اور استعارہ کا تصور اور خیال تک نہیں کیا بلکہ تمام افراد امت اسے حقیقت پر ہی محمول کرتے رہے۔ کیونکہ النصوص تحمل علی ظواہرہا (ازالہ) بھی ایک امر برحق ہے۔

قلویانی امثلہ کی حقیقت

قاضی صاحب نے جو مثالیں برائے تجوز پیش کی ہیں وہ مسلم۔ مگریہ کہاں کا ضابطہ اور اصول ہے کہ ایک جگہ پر تجوز یا استعارہ ثابت ہو جانے پر دوسری جگہ بھی مجاز اور استعارہ ہی مراد لیا جائے۔ پھر وہاں استعارہ اسمائے صفت میں مراد لیا گیا ہے نہ کہ اعلام ذاتیہ میں۔ جیسے لفظ رسول کو استعارۃ ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور پھر رسول کو مجسم ذکر قرار دیکر لوازمات نزول کو استعمال کرنا کون سی ناقابل فہم بات ہے۔ اس لئے کہ ذکر ہمیشہ من جانب اللہ نازل ہی ہوا کرتا ہے وہ پیدا تو نہیں ہو گا۔ ایسے ہی ابو یوسف ابو حنیفہ کمال علم میں تطاہر کی بنا پر استعمال ہوتا ہے ایسے ہی ابن ابی کبشہ کا مسئلہ ہے یہ سب علم ذاتی نہیں بلکہ کنیت وغیرہ ہیں جن میں استعارہ اور تجوز چل سکتا ہے؟ کیونکہ عیسیٰ علم ذات ہے لقب یا صفت نہیں دریں صورت لام رازی کا مقولہ اطلاق اسم الشیئی علی ما یشاہ بہ فی اکثر خواصہ جائز حسن بالکل درست ہے جیسے کسی سخی کو حاتم طائی کہہ دیتے ہیں کسی ماہر اور حلاق۔ حکیم کو بوعلی سینا یا ارسطو یا افلاطون لکھ دیا جاتا ہے مگر یہ سب مثالیں معروف و مشہور ہیں ان کے متعلق کسی کے اتحاد ذات کا تصور تک نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی کی آمد ثانی کا تصور کیا گیا ہے۔ لہذا ایسی مثالوں میں اگر علم ذاتی بھی بطور کمال فی الفن استعمال کر لیا جائے تو بھی کوئی اشتباہ یا قباحت لازم نہیں آتی۔ بخلاف حضرت مسیح کے۔ کیونکہ ان کے متعلق نصوص قطعہ کے تحت ایک مضبوط اور مہتمم بالشان نظریہ قائم ہے کہ وہی دو بارہ یعنی خاص مقاصد

کے تحت تشریف لادیں گے بقی اور افراد میں سے کسی بھی فرد کے متعلق ایسا کوئی عقیدہ نہیں دیا گیا۔ لہذا ان کی مثالیں مفید نہ ہوں گی۔ بلکہ فرمائیے مرزا صاحب کے الہام میں جو تذکرہ ہے کہ یا الشمس یا قمر انت منی وانا منک کیا اس میں شمس و قمر دونوں متحد بالذات ہیں؟ یا الگ الگ۔ اس کی مثال تو ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی خاتم الانبیاء ﷺ کے معراج جسمانی کو مخدوش کرنے کے لئے مثالیں دینے لگے کہ معراج سے مراد محض کمال مرتبہ اور ترقی درجات مراد ہے۔ معراج جسمانی ہرگز مراد نہیں ہے۔ جیسے محاورہ میں۔ معراج کمال یا معراج ترقی کے الفاظ بولے جاتے ہیں تو یہ ہرگز قابل قبول نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ ایک مخصوص اور منفرد واقعہ ہے۔ جس کی تاریخ عالم میں کوئی دیگر مثال نہیں بلکہ ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ جس کو نصوص سے ہٹ کر دیگر امثلہ سے مخدوش یا موید نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا دیگر امثلہ پیش کر کے اس حقیقت کو ختم نہیں کیا جاسکتا یا کوئی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوہ کو عام مخلوراتی مقولوں سے مخدوش نہیں کر سکتا بلکہ یہ تو ایک مخصوص اور طے شدہ حقیقت ہے جس کو کبھی بھی مخلوراتی مثال سے مخدوش نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے ہی نزول و حیات مسیح کا مسئلہ ایک مخصوص اور طے شدہ نظریہ ہے جس کو سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی صراحت اور وضاحت و تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ کوئی بھی ذی شعور انسان اس میں مجاز اور استعارہ کا خیال تک نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس طرح تو بقول حکیم نور دین ہر ملحد اور منافق تمام حقائق کو مسخ کر سکتا ہے۔ اور بقول متکلمین۔ حقائق الاشیاء ثابتہ کا ستیاناس ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت کے پیش نظر ایک مسئلہ ضابطہ ہے۔ کہ ان نصوص تحمل علی ظاہرہا۔ حتی کہ خود مرزا صاحب بھی اس ضابطہ کو کئی جگہ تسلیم کرتے ہیں (انجام آتھم اور ازالہ وغیرہ) اسی بنا پر اگر ہم عقیدہ حیات و نزول میں کسی قسم کا بروز یا استعارہ مراد لیں تو مندرج بالا تمام حقائق کی خلاف ورزی لازم آتی ہے جو کہ بالکل ناقابل تسلیم ہے لہذا نظریہ اہل اسلام سو فیصد ظاہر و باطن ثابت ہو گیا۔ اس میں کسی قسم کی رخنہ اندازی اور وہم و شبک محض سفسہ اور زندقہ تو ہو سکتا ہے کسی قسم کی حقیقت پسندی یا اصول پسندی ہرگز

نہیں ہو سکتی فاللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا
وارزقنا اجتنابہ بحرمت رحمتک العموم وحبیبک الکریم صلی اللہ
علیہ وسلم۔

ایک نکتہ

یہ ہے کہ بعض مفہیم کلیہ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے افراد فی الخارج
ممتنع اور ناممکن ہوتے ہیں جیسے شریک باری۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کتب منطوق)
۲۔ کچھ مفہوم ایسے ہیں کہ جن کے افراد خارجی صرف ایک ہی پایا جاتا ہے مثلاً
اللہ برحق (ذات باری تعالیٰ) یہ ایسا مفہوم ہے کہ جس کا کوئی فرد سوائے واحد کے
ممتنع اور محال ہے۔

۳۔ بعض مفہوم کلی ایسے ہیں کہ خارج میں اس کی ایک ہی جزئی موجود ہوگی
مع امکان دیگر۔ جیسے سورج۔ کہ خارج میں اس کا ایک ہی فرد ہے لیکن دیگر کا
امکان ہے۔

۴۔ بعض مفہوم کلی کے افراد خارجیہ کثیر پائے جاتے ہیں مگر محدود۔ جیسے مفہوم
سیارہ جو صرف سات ہیں۔ دوم مفہوم عنصر جو پہلے صرف چار تھے۔ اور اب ۱۰۹
تک پہنچے ہیں مگر لاتعداد نہیں ایسے ہی مرفوعات۔ منصوبات۔ مجرورات حروف حجبی
شمسی قمری اسم کان و اخواتھا وغیرہ مع امکان دیگر وغیرہ۔

اب وہ مفہوم کلی جس کی خارج میں صرف ایک ہی جزئی پائی جاتی ہے۔ یہ
بھی بکثرت ہیں جیسے مفہوم ختم نبوت معراج جسمانی۔ رفع و نزول مسیح وغیرہ تو اب
ایسے مفہیم کے بارہ میں ان کی جزئی موجود فی الخارج کی دیگر مثال کا طلب کرنا ایسا
ہی ہو گا کہ جیسا کوئی اس سورج کے لئے دوسرے سورج کی نظیر کا مطالبہ کرے
اسی اصول پر قادیانی دیگر منکرین رفع نزول مسیح کا یہ مطالبہ کہ رفع جسمانی کی کوئی
اور نظیر و مثال پیش کرو پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ یہ مطالبہ محض حماقت و جہالت ہو
گا۔

قادیانیوں کے گہر کی مثال

قلویانی کہتے ہیں کہ

آنحضورؐ کے فیضان سے آپ کے بعد بھی نبی آ سکتے ہیں۔ مگر آیا اس وقت تک ایک ہی فرد یگانہ ہے یعنی مرزا صاحب تو اگرچہ ان کا یہ فلسفہ محض سفسطہ ہے مگر ہم ان کو مذکورہ سابقہ ضابطہ کے تحت پوچھ سکتے ہیں کہ اس مفہوم کی کوئی دوسری جزئی متحقق فی الخارج پیش کرو۔ تو وہ اس سلسلہ میں سوائے خاموشی کہ کچھ نہ کہیں گے۔

ایک قدم اور آگے

اسی طرح ہمارے اکابر کی تحریرات میں جو یہ کلام ملتا ہے کہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو ینسخ شرعہ ہو ان تحریرات سے قلویانی ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ دیکھو آئمہ امت صرف اس نبی کی آمد سے انکار کرتے ہیں جو نبی شریعت لانے والا ہو تو معلوم ہوا کہ بلا شریعت کوئی نبی آ سکتا ہے لہذا ہمارے مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت بھی ختم نبوت کے منافی نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ بھی ناسخ شریعت ہونے کے مدعی نہیں۔

الجواب یہ ہے کہ یہ تمہارا سفسطہ اور مغالطہ ہے۔ اکابرین کے پیش نظر صرف نزول مسیح ہے آپ کے پیش نظر وہ یہ جملہ تحریر کرتے رہے ہیں۔ عام آمد کے وہ ہرگز قائل نہیں اور نہ ہی وہ نبوت کی تقسیم کے قائل ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ تشریف لانے والے ہیں ہاں طور کہ وہ کوئی شریعت نہ لائیں گے بلکہ شریعت قرآن ہی کی ترویج و اشاعت فرمائیں گے۔ گو بظاہر کلام اکابر مفہوم کلی ہے مگر وہ اسی حقیقت کے قائل ہیں کہ خارج میں صرف ایک ہی جزئی (عیسیٰ) متحقق ہوگی جیسے دوسرے مفہوم کی کلیت کا معاملہ ہے۔

مرزا صاحب کے متعلق ایک فیصلہ کن طریقہ

ناظرین کرام آپ نے قاضی صاحب کا آخری اقتباس بحوالہ مرزا قلویانی

سماعت فرمایا کہ تین صدیوں تک قلدیانی نظریات کی حقانیت خود بخود واضح ہو جاتی گی۔ یا اللعجب بندہ خادم آخری فیصلہ کن انداز میں ایک ہی گزارش کرتا ہے کہ آپ تمام قلدیانی کتب حقا حقا پڑھ لیں آپ کو قدم قدم پر یہ بات ملے گی کہ مرزا صاحب نے یہی اعلان کیا یہی دعویٰ کیا کہ میں خاص مقاصد کی تکمیل کی لئے آیا ہوں مثلاً

اہل اسلام میں صحیح دینداری پیدا ہو جائے۔ اور صلیب پرستی معدوم ہو جائے اگرچہ اسکے علاوہ بھی ان کے کافی دعویٰ ہیں مگر یہ دو امر تو انہوں نے بطور خلاصہ کے پیش کئے ہیں چنانچہ اوپر یہ حوالہ مذکور ہو چکا ہے اب بحث کو سمیٹنے کے لئے مرزا کا آخری چیلنج بھی سماعت فرمائیے تاکہ اس کے بعد ان کی پوزیشن واضح ہو سکے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پر آب ہوں کہ کوئی میدان میں لٹکے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے پھر دیکھئے کہ خدا کس کے ساتھ ہے مگر میدان میں لٹکنا کسی عنث کا کام نہیں۔

اے لوگو تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو آخر تک میرے ساتھ وفا کرے گا اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدہ کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ مثل ہو جائیں تب بھی ہرگز خدا تمہاری دعائیں نہ سنے گا اور نہیں کہے گا جب تک وہ اپنا کام پورا نہ کر لے اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کلابوں کے منہ اور ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ اور خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افترا کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کر لی جائے وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اس کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سستی کروں۔ اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین

ایک طرف سے باہم مل کر مجھے کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیزا اور بشر کیا ہے محض ایک مضمضہ پس کیونکہ میں جی و قیوم کے حکم کو ایک کیزے یا ایک مضمضہ کے لئے ٹال دوں جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا انہی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا کیونکہ۔ میں نہ بے موسم آیا اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کیسوں۔ (اربعین ص ۱۵ ج ۳ خزائن ص ۴۰۰-۴۰۱ ج ۱) یہ اعلان سب سے زیادہ واضح دو ٹوک اور پر زور ہے مگر اس کا نتیجہ ہاں فیصلہ کن نتیجہ کیا ہوا وہ ہم خود دلائل و قرائن سے نہیں بلکہ خود مرزا صاحب کی زبان و قلم سے پیش کرتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب اپنی آخری کتاب حقیقتہ الوحی میں نہایت صفائی سے لکھتے ہیں کہ

مجھے افسوس ہے کہ میں اسکی راہ میں وہ اطاعت اور تقویٰ کا حق بجا نہیں لاسکا جو میری مراد تھی اور اس کے دین کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو میری تمنا تھی میں اس درد کو ساتھ لیجاؤں گا کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہئے تھا میں کر نہیں سکا جب مجھے اس نقصان حالت کی طرف خیال آتا ہے تو مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں کیزا ہوں نہ آدمی۔ اور مردہ ہوں نہ زندہ۔ (تمتہ حقیقتہ الوحی ص ۵۹ خزائن ص ۴۹۳ ج ۲۲ طبع ربوہ و لندن)

محترم قاضی صاحب آپ کے اور آپ کے تمام اگلے پچھلے ہمنواؤں کی تمام جدو جہد۔ بھاگ دوڑ۔ شک و شبہات اور چلیںبجز اور مباحثات کا تمام سلسلہ مرزا صاحب نے خود ہی صاف کر دیا۔ لہذا تمام قادیانی یہی وظیفہ کیا کرو۔ کہ۔
کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

نیز کوئی کام بھی مسجا تیرا پورا نہ ہو۔

نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

قدیانی بروز مسیح کی تائید میں نزول ایلیا کے حوالہ کو بہت اچھالتے ہیں جس کا تذکرہ یوں ہے۔ کہ

حسب تحریر سلاطین دوم ایلیا نبی رتھ سمیت آسمان پر چڑھ گیا تھا اور حسب تحریر ملاکی نبی دوبارہ نازل ہو گا۔

اس بنا پر یہود کا عقیدہ یہ تھا کہ مسیح سے قبل ایلیا نبی آئے گا تو چونکہ ایلیا حسب خیال یہود نہیں آیا تھا لہذا یہود مسیح پر ایمان لانے سے رک گئے اس پر حضرت مسیح نے لوحنا نبی کو ہی ایلیا قرار دیدیا متی ۱۳:۱۱ و ۱۲ قدیانی کہتے ہیں کہ جس طرح حضرت مسیح نے نزول ایلیا کو حضرت یحییٰ جو کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے پیسگوئی کا مصداق قرار دیا اسی طرح احویٹ میں مذکور نزول مسیح سے مراد بھی مسیح ناصرہ نہیں بلکہ ان جیسا کوئی دوسرا فرد ہو گا۔

اب ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ

قرآن و حدیث میں مذکور پیسگوئی دربارہ حضرت مسیح کی نزول ایلیا کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں ہے۔ کیونکہ نزول مسیح کی پیسگوئی نہایت اہتمام و تاکید سے متواتر کی گئی ہے لہذا اس میں بروز اور مجاز کا دخل ناممکن ہے بخلاف آمد ایلیا کی پیسگوئی کے وہ نہایت مبہم اور غیر واضح ہے۔ احویٹ میں حضرت مسیح کی تعریف اور جملہ حالات و کوائف اتنی وضاحت اور اہتمام سے بیان فرمائے گئے ہیں کہ ایلیا کے حالات اس کے مقابلہ میں عشر عشر بھی نہیں۔ آپ صرف نزول مسیح کی مذکورہ تصریحات ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف آمد ایلیا کے متعلق الفاظ ملاحظہ کر کے موازنہ کر لیجئے جو یوں مذکور ہیں۔

یاد رکھو۔ دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ کا دل بیٹے کی طرف اور بیٹے کا باپ کی طرف مائل کر دے گا۔ (ملاکی)

ناظرین کرام۔ ایمانداری سے فیصلہ کیجئے کہ کیا دونوں پیمشکوئیوں کی پوزیشن یکساں ہے؟ جیسے نزول مسیح کے متعلق ہمارے قرآن و حدیث میں بے شمار تصریحات ہیں کیا اسی کیفیت سے ایلیا کے متعلق بھی تصریحات مذکور ہیں؟ جب کہ استناد بائبل کا مسئلہ الگ محل نظر ہے

ہمارے ہاں نزول مسیح کی ایک سو سے زائد واضح ترین اور معتبر احادیث و آثار موجود ہیں مگر ایلیا کے بارہ میں صرف ایک ہی غیر واضح اور مبہم سی عبارت ہے جو وہ بھی ان کے حالات کی ترجمانی نہیں کرتی۔ کیونکہ یہ کیفیت زمانہ یوحنا میں ثابت نہیں ہوتی کہ تمام یہود باہم اخوت و محبت کے رشتے میں مربوط ہو گئے ہوں۔ پھر خدا جانے وہ سلاطین والا ایلیا کون تھا اور یہ کون ہے؟ اور کہاں لکھا ہے کہ ایلیا مسیح سے قبل آئے گا کوئی وضاحت نہیں ہے۔ نیز خدا کے ہولناک دن کی آمد سے قبل نمایاں پیشین گوئی تو خاتم الانبیاء ﷺ کی ہے جس نے باپ کا دل بیٹے کی طرف اور بیٹے کا باپ کی طرف پائل کیا تھا۔ اور تو کسی زمانہ میں ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔ لہذا بائبل کی اس مبہم اور قرآن کی غیر مصدقہ پیمشکوئی کو نزول مسیح کی پیمشکوئی کے مشابہ قرار دینا محض جہالت اور نادانی ہے۔

اس بنا پر اس پیمشکوئی کو اسی رسالہ ”ملاکی“ کے باب سوم سے تو جوڑا جا سکتا ہے کہ اس سے مراد قبل از قیامت خاتم الانبیاء ﷺ کی آمد ہے جس نے تشریف لا کر ایک پر محبت اور عدل و انصاف سے بھرپور معاشرہ قائم فرمایا ماں، باپ، اولاد اور دیگر تمام افراد انسانی کے بنیادی حقوق متعین فرما کر ان کی ادائیگی کی موثر ترین تعلیم دی۔ جس سے پوری انسانیت باہمی ایثار و ہمدردی، اخوت و محبت کی دلکش فضا میں سانس لینے لگی۔ لہذا بائبل کی اس مختصر، غیر واضح اور مبہم پیمشکوئی کو قرآن و حدیث کی واضح ترین، مفصل اور متواتر پیش گوئی کے مشابہ قرار دینا محض دجل و فریب اور حماقت ہے۔ جو کہ صرف قلدیانی اور اس کی ذریت باطلہ کا ہی حصہ ہے۔ نیز وہ صرف غیر معتبر بائبل کا مسئلہ ہے اور اس کے مقابلہ میں رفع و نزول مسیح کا مسئلہ بالوضاحت اناجیل میں بھی مذکور۔ قرآن میں مذکور۔ احادیث میں بھی مصرح پھر امت اس کو ایک اجماعی عقیدہ کے طور پر ابتداء ہی سے حزر جان

بنائے ہوئے ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے ہمنوا اور مسئلہ رفع نزول سے کیا تھے جو قدم قدم پر نزول ایلیا کی مثل پیش کرتے ہیں اس کا ان کو کوئی حق نہیں کیونکہ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ بلکہ دونوں میں کوئی مماثلت اور مطابقت ہی نہیں

مثلاً

۱۔ نزول مسیح کی پیشگوئی قرآن و حدیث میں بے شمار دلائل سے مستحکم ہے جب کہ نزول ایلیا کی یہ کیفیت نہیں ملتی محض ایک ہی واقعہ ہے اور وہ بھی نہایت مبہم اور غیر واضح۔

۲۔ نزول مسیح کا مسئلہ خدا کی لاریب اور دائمی کتب اور اللہ کے حبیب کریم ﷺ کے بے شمار ارشادات سے ثابت ہے جب کہ نزول ایلیا کا مسئلہ غیر یقینی اور غیر معتبر کتب میں درج ہے جس کی صحت آج تک واضح نہیں ہو سکی لہذا دونوں نظیروں کو ہم پلہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۳۔ نزول مسیح کی شہادت قرآن مجید میں بھی مذکور حدیث رسول میں بھی مذکور۔ بخلاف مسئلہ ایلیا کے ذکر سے قرآن و حدیث بالکل خاموش ہیں۔ لہذا اس کو نزول مسیح کے مسئلہ کی نظیر نہیں بنایا جاسکتا۔

۴۔ حیات و نزول مسیح علیہ السلام متعدد حکمتوں کے تحت ہے جو کہ قرآن و حدیث میں مذکور ہیں بخلاف مسئلہ نزول ایلیا کے اس کی حکمتیں۔ قرآن میں تو کجا رہا خود بائبل میں بھی مذکور نہیں۔ لہذا دونوں مسائل کو ہم مثل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۵۔ آخری بات ہم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض یہ بات یعنی نزول ایلیا والی مان بھی لیں تو ممکن ہے مگر اس کی تصدیق بمطابق ایک اولوالعزم اور مقدس نبی نے کی ہے کہ ایلیاہ یہی ہے۔ بخلاف اس کے مسیح کی آمد ثانی بھی یوحنا کی طرح ان کے مشیل کی صورت میں ہوگی۔ اس میثلیت پر بھی ویسی ہی مضبوط شہادت تو پیش کرو۔ کیا مسیح نے ایسا فرمایا کہ میری آمد ثانی بعینہ نہیں ہوگی بلکہ مشیل کی صورت میں ہوگی یا اس کی شہادت خود سرور عالم ﷺ نے دی ہے۔ ہرگز نہیں۔

قطعاً" نہیں بلکہ اس بارہ میں تو دونوں مقدسوں نے نہایت اہتمام و تائید سے بے شمار اور تفصیلی حالات و کوائف کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ تجوز اور استعارہ کا توہم بھی باقی نہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں شہادت مسیح اور ختم الانبیاء ﷺ دربارہ و نزول جسمانی مسیح۔ تو جب دونوں واقعات میں آسمان و زمین سے بھی نمایاں فرق ہے تو قادیانی مع اپنے ہمنوا دونوں کی موافقت کیوں ظاہر کرتے ہیں۔

نزول مسیح کی حقیقت

قاضی صاحب اللہ و زندقہ کے مختلف شکوے چھوڑتے ہوئے پھر اپنی ہٹ پر آجاتے ہیں اور مندرجہ بالا عنوان قائم کر کے مزید دجل و تحریف کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

ہم بتا چکے ہیں کہ نزول کا لفظ مجازاً آنحضرت ﷺ کے لئے بطور اکرام استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شے خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ آسمانی یعنی خدائی فیصلے کے نتیجے میں ہی سب اشیاء کا ظہور ہوتا ہے۔

مندرجہ ذیل آیات اس پر شاہد ہیں۔

۱ و من شئنی الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم۔
(الحج)

۲ وینزل لکم من السماء رزقا۔

۳ انزل لکم من الانعام ثمانینہ ازواج۔

۴ یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سوانکم
وریشا۔

۵ انزلنا الحدید فیہ باس شدید۔ (پاکت بک ص ۱۳۷ و ۱۳۸)

ملاحظہ فرمائیے کہ قاضی صاحب کیا کہہ رہے ہیں کہ از روئے قرآن ہر چیز خدا کی طرف سے ہی نازل ہوتی ہے یا اس کے فیصلے کے مطابق ظہور کرتی ہے۔ لہذا نزول کا معنی صرف ظہور ہی ہے دیگر کچھ نہیں یہ بالکل تسلیم ہے مگر بقول شما

یہ مفہوم اور معنی مجازی ہے۔ جب کہ لفظ نزول کا حقیقی اور ماوضع لہ معنی اس سے الگ ہے جو یہی ہے کہ کسی چیز کا بعینہ اوپر سے نیچے آنا۔ جیسے رفع اور صعود کا حقیقی معنی ہے کسی چیز کا نیچے سے اوپر کو چڑھنا یا چڑھانا جب کہ مجازاً "محض ترقی کے لئے بھی صعود اور رفع استعمال ہو سکتا ہے۔

پھر کسی لفظ کا استعمال دونوں معنوں میں بھی ہو سکتا ہے جس کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ اصالتاً لفظ کا حقیقی معنی ہی مراد ہو گا مگر جب حقیقی معنی متعذر ہو یا مجازی معنی کے قرائن موجود ہوں تو وہاں معنی مجازی ہو گا۔ دیکھیے قاضی صاحب اس اقتباس میں خود تسلیم کر رہے ہیں کہ اس مقام پر آنحضرت ﷺ کے لئے لفظ نزول مجاز برائے اکرام استعمال ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ لفظ نزول کا حقیقی معنی اور ہے اور وہ کسی چیز کا اوپر سے نیچے اترنا ہے۔ گویا معنی مجازی کا اظہار اس کے حقیقی معنی کا اعتراف بھی ہے۔

تو اب اس حقیقی معنی کا ترک کسی مضبوط بنیاد پر ہی ہو گا ورنہ معنی حقیقی سے انحراف کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ تو چونکہ حضرت مسیح کے حق میں کلام رسول معظم ﷺ میں بیسیوں مرتبہ موکد بقسم لفظ نزول ہی وارد ہوا ہے اور پھر نزول کے بعد تمام اعمال و افعال بھی صراحتاً "مذکور ہیں لہذا اس کا حقیقی مفہوم ہی لینا پڑے گا مجازی کی طرف اقدام محض الحاد اور زندقہ ہی ہو گا۔ چنانچہ آج تک کسی بھی اہل زبان نے کسی مفسر و محدث اور مجدد و متکلم نے نزول مسیح کے بارہ میں مجازی معنی مراد نہیں لیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں طائر یطیر بجناحیہ کی ترکیب قطع تجوز کے لئے بطور مثل پیش کی گئی ہے۔ (کتب بلاغت)

نیز بقول مرزا صاحب کسی خبر کا موکد بقسم ہونا اس کے تجوز کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔ لہذا لفظ نزول در حق مسیح لازماً حقیقی معنی میں لیا جائے گا۔ استعارہ یا مجاز کی رتی بھر گنجائش ممکن نہیں ہوگی۔

آخر ہمارے سلف صالحین۔ مفسرین۔ اہل الفتن۔ متکلمین۔ اصحاب معانی

اپنے اپنے فن میں نہایت کامل افراد ہوئے ہیں ان کو اس مجاز کا پتہ نہ چلا؟ فرمائیے کسی ایک فرد نے بھی یہاں مجازی معنی لیا ہے؟ تو ہم تسلیم کے لئے

آخر صاحب کشف۔ لختہ و محاورہ اور اصول نحو اور اصول فصاحت و بلاغت میں نہایت کامل تھے فرمائیے انہوں نے یہاں معنی حقیقی کیا ہے یا مجازی؟

امام رازی جیسا مجدد وقت۔ تفسیر۔ حدیث۔ لختہ و محاورہ اور علوم عقلیہ و عقلیہ کا ماہر مجدد بھی یہاں مراد معنی حقیقی ہی لے رہا ہے تو پھر اس کے بعد ایک عام سے عجمی کو تعین لختہ کا کیا حق ہے۔ کہ وہ از خود کسی لفظ کے معنی حقیقی یا مجازی کے بارہ میں لب کشائی کر سکے۔ پھر یہ تو ایسے ہی ہوا کہ کوئی بھی قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر گفتگو کرنے لگے تو اس کو اہل انصاف یہی کریں گے کہ ہمیں جب اہل زبان از ابتدا تاہنوز اس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے انگشت بد انداں ہیں تو تجھے کیا حق ہے کہ تو اس معاملہ میں لب کشائی کر رہا ہے۔ لہذا یہ ایک معقول اور ٹھوس برہان ہے کہ جب وہ آئمہ جو اس لفظ کو حقیقی معنی میں لے رہے ہیں تو ایک ایسے عجمی کی کیا پوزیشن ہے کہ جس کے کلام میں تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کا بھی لحاظ نہیں وہ از خود اس لفظ کے معنی میں لب کشائی کرتا پھرے اس کا یہ فعل محض جہالت و حماقت تو ہو سکتا ہے کوئی قتل توجہ حرکت ہر گز نہیں ہو سکتی۔

پھر چونکہ بعض کلیات فرد واحد میں منحصر ہوتی ہے تو ان کی مثالیں اور نظیریں تلاش کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ مثلاً

واقعہ معراج جسمانی صرف ایک ہی منفرد واقعہ ہے جو کہ صرف اور صرف خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔ اب کوئی احمق کہنے لگے کہ میں تو تب مانوں گا کہ اس کی دس بیس اور مثالیں پیش کرو گے۔ تو فرمائیے ایسے الو کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟

ایسے ہی واقعہ رفع و نزول بھی کائنات میں منفرد ہے۔ جو کہ حضرت مسیح کے ساتھ متعلق ہے۔ اس کی دیگر مثالیں اور نظائر کا مطالبہ بھی اسی طرح محض حماقت یا جہالت ہے جس طرح واقعہ معراج کی امثلہ اور نظائر کا مطالبہ۔ ایسے ہی خلق آدم و حواء کی نظیر کا مطالبہ بھی محض حماقت و جہالت ہی ہو گا۔

ایک عجوبہ

حضرات اسی سطح پر بقول مرزا قادیانی کہ وہ ایک عجوبہ ہے کیونکہ اس نے کہا ہے کہ میں ہی صرف اتباع نبویؐ سے مستفیض ہو کر مقام نبوت پر فائز ہوا ہوں۔ اور کوئی فردیہ مقام حاصل نہیں کر سکا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ میں تو اس وقت مرزا کو مانوں گا کہ جب وہ اپنے جیسے سو پچاس مزید نعلیٰ نبی بھی ثابت کرے تو تملائے قاضی صاحب تمہارا رد عمل کیا ہو گا؟

الحاصل۔ لفظ نزول کا استعمال مجازی تسلیم ہے۔ مگر اس سے حقیقت کے انکار کا کیا مطلب ہے؟ تمہاری پیش کردہ آیات میں واقعی معنی مجازی ہے جو تم نے خود تسلیم کیا ہے مگر اس سے درحق مسح لفظ نزول کے حقیقی معنی سے انحراف کی کیا وجہ ہے؟

جب کہ تمام آئمہ ہدیٰ اور آئمہ فن نے اس لفظ کو حقیقی معنی میں ہی لیا ہے تمام محدثین مفسرین۔ مہدین۔ مہلمین اور اصحاب کشف اس لفظ کے حقیقی معنی پر ہی متفق ہے لہذا ان سے انحراف الخلو و زندقہ ہی ہو گا بنا بریں اہل اسلام کا نظریہ (نزول جسمانی) برحق اور قادیانی اور قادیانیوں اور ان کے تمام ہمنواؤں کا نظریہ محض سفہ اور باطل ہے۔

باقی جو آیات آپ نے نزول کے معنی کے حق میں پیش کی ہیں وہ تمام کی تمام شروع سے آئمہ ہدیٰ کے سامنے تھیں ان کو حقیقت اور مجاز کا بھی خوب علم تھا مگر پھر بھی انہوں نے ہر ایک آیت کو معنی مرادی پر موقوف رکھا جہاں مجاز ہے وہاں مجاز ہی تملایا اور جہاں حقیقی مفہوم ہے وہاں حقیقت ہی کا اظہار فرمایا چنانچہ ان تمام آئمہ ہدایت و عرفان نے حضرت مسح کے بارہ میں لفظ نزول کو حقیقت ہی پر موقوف رکھا کسی ایک نے بھی مجاز مراد نہیں لیا۔ لہذا اب اس متواتر مسلسل اجماع اور اتفاق سے انحراف و انکار اتباع غیر سبیل المومنین ہی ہو گا جس کا انجام نولہ ماتولیٰ و نصلہ جہنم ہے فقط۔ فاعتبرو یا اولی

الابصار۔

اس کے بعد قاضی صاحب پھیلے قدموں پر آکر لکھتے ہیں کہ

کسی صحیح حدیث میں عیسیٰ بن مریمؑ کے لئے نزول کے ساتھ سماء کا لفظ موجود نہیں لیکن اگر سماء کا لفظ مذکور ہوتا بھی تب بھی اس سے مراد ابن مریم کا اصالتاً آنا نہ لیا جاتا۔ کیونکہ عیسیٰ کی وفات نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے جو اس بات کے لئے قرینہ حلیہ ہے کہ وہ اصالتاً نازل نہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فیمسک النبی قضی علیہا الموت (زمر) کہ جس روح کو موت کے ذریعے قبض کر لیا جائے اسے خدا رو کے رکھتا ہے۔ پس وہ مسیحؑ جس کا آخری زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے وہ ایک رنگ میں آسمان سے ہی آیا ہے۔ (پاکٹ بک ص ۱۳۹)

یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے۔ کہ یہ مسئلہ رفع و نزول مسیحؑ تمام افراد امت عوام و خواص کے عقیدہ میں آسمان سے ہی متعلق ہے جس کا اقرار و اعتراف خود مرزا صاحب نے بھی بارہا کیا ہے چنانچہ جملہ اسلامی تفاسیر اور کتب حدیث و کتب کلامیہ اس پر شاہد عدل ہیں باقی رہا آسمان کا لفظ صریحاً ہونا۔ تو وہ بھی پچھلے صفحات میں نقل کر چکا ہوں لہذا دوبارہ ذکر کی ضرورت نہیں۔ باقی دربارہ تونی اور عدم رجوع کے لئے ہوالذی یتوفکم باللیل ہی آپ کو کافی ہے اس کے باوجود قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر سماء کا لفظ ہو بھی تو بھی اس سے مراد اصالتاً نہیں ہے۔ آخر کیوں؟ کہ تمام شرائط و موجبات ہم پوری کر دیں پھر بھی نتیجہ سے انکار۔ یہ کونسی شرافت ہے؟ باقی تمہارا یہ عذر کہ ان کا نزول اصالتاً نہیں ہو سکتا کیونکہ نصوص قرآنیہ اس کے حق میں ہیں۔

تو یہ ایک من گھڑت بات ہے جو تم مدت سے راگ اُلاپ رہے ہو۔ امت مسلمہ کا نظریہ بالکل دو ٹوک انداز میں رفع و نزول جسمانی کے رنگ ہی میں ہے تمام متعلقہ آیات الہیہ کی تفسیر و تشریح مجددین امت نے جسمانی طور پر ہی فرمائی ہے کسی ایک نے بھی مجازی یا روحانی انداز میں آمد قطعاً مرلو نہیں لیا۔ ہزار ہا

کتب حدیث، تفسیر وغیرہ آئمہ نے شائع کی ہیں کسی ایک سلف صالح سے ہی اپنے نظریہ کی تائید پیش کر دیں۔ صرف زبانی شور و غوغا سے کیا بنتا ہے۔

ابن مریمؑ استعارہ کے لئے قرینہ لفظیہ
قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

ابن مریم کے بروز نزول کے متعلق وفات مسیح کے حالیہ قرینہ کی موجودگی کے علاوہ احادیث نبویہ میں قرینتہ لفظیہ بھی موجود ہے جو امامکم منکم اور فامکم منکم اور عیسیٰ بن مریم اماما مہدیا کے الفاظ ہیں اور پھر طبرانی کی روایت کے یہ الفاظ کہ الا انه خلیفتی فی امتی۔ کہ وہ میری امت میں میرا خلیفہ ہے۔

ان سب حدیثوں میں یہ مذکور ہے کہ مسیح موعود امت محمدیہ کا امام اور نبی کریم ﷺ کا خلیفہ ہو گا۔ لیکن ہو گا امت سے باہر سے نہیں آئے گا۔ کیونکہ آیت استخلاف میں یہ وعدہ ہے کہ اس امت کے آئمہ و خلفاء امت میں سے ہی ہوں گے البتہ وہ اس امت سے پہلے گزرے ہوئے خلفاء سے مشابہ ہوں گے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تو کوئی خلیفہ آسکتا ہے خود حضرت عیسیٰ کا اصالتاً نزول آیت استخلاف کے رو سے محل اور ممتنع ہے کیونکہ اس سے مشبہ اور شبہ بہ کا عین ہونا لازم ہے جو کہ محال ہے۔ (پاکٹ بک ص ۴۰)

تجزیہ اقتباس

اس طویل اقتباس میں قاضی صاحب نے کئی مغالطہ آمیز امور بیان کر دیئے ہیں۔

۱۔ ان کا دعویٰ۔ کہ نزول مسیح سے مراد ان کا اصالتاً نزول نہیں بلکہ بطور بروز

کے آمد ہے پھر اس کی تائید میں کئی قرآن بطور دلائل کے بیان کئے مثلاً

- ۱- قرآن مجید میں وفات مسیح کی صراحت
 - ۲- احادیث رسول ﷺ جن میں لفظ امامکم منکم۔ فامکم منکم۔ اور ان کو اماما " مہدیا۔ فرمانا وغیرہ۔
 - ۳- روایت طبرانی کے الفاظ الا انه خلیفتی فی امتی۔
 - ۴- آیت استخفاف سے تعارض۔
- یہ تمام امور مسیح کی اصالتاً آمد کے منافی ہیں ان کے ہاں گویا یہ نزول بروزی کے ٹھوس دلائل ہیں۔

تبصرہ

(۱) صراحت قرآن برائے وفات مسیح

اس کی حقیقت سابقہ صفحات میں آپ بصراحت و وضاحت ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ قرآن مجید تو آپ کی حیات اور رفع و نزول جسمانی کا مدعی ہے جس کا اظہار و اعتراف تمام اصحاب رسول ﷺ اور جمیع آئمہ دین متواتراً فرماتے چلے آ رہے ہیں حتیٰ کہ خود مرزا صاحب بھی ابتداء میں بحوالہ آیت قرآنی اس کے قائل اور داعی تھے کما مرحتی کہ اپنی آخری کتاب براہین پنجم خزائن ص ۱۱ ج ۲۱ میں بھی اعتراف کیا کہ قرآن مجید کی کئی آیات مسیح کے بارہ میں بطور پیشگوئی کے موجود تھیں۔ لہذا قاضی صاحب اور ان کے ہمناؤں کو دعویٰ وفات مسیح بحوالہ قرآن محض کذب و افتراء ہے اور ویتبع غیر سبیل المومنین کا مصداق ہے۔

۲- احادیث رسول ﷺ کے الفاظ امامکم منکم۔ فامکم منکم وغیرہ قرینہ لفظیہ در حق نزول بروز محض دجل و فریب ہے اس لئے کہ

یہ تمام احادیث ابتدا ہی سے آئمہ حدیث اور مجددین امت کے سامنے تھیں انکی تشریح و تفہیم بھی سینکڑوں کتب اسلامیہ میں ہو چکی۔ بڑے بڑے اکابرین امت۔ مجددین ملت۔ ان احادیث کو پڑھتے اور سمجھتے آ رہے ہیں۔ تمام مفسرین کرام ابن عباس رضی اللہ عنہم سے لے کر خاندان ولی اللہ الہی تک۔ ابن حجر۔ علامہ

یعنی امام سیوطی اور ملا علی قاری وغیرہ جیسے مسلمہ مجددین مہتممین کرام سب نے ان احادیث پر مفصل کلام فرمایا ہے مگر کسی ایک نے بھی وہ مفہوم مراد نہیں لیا جو یہ قادیانی پیش کر رہے ہیں حالانکہ بقول مرزا صاحب دین کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں برابر موجود اور شائع ہوتا رہا ہے۔ اور سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں ان کی شہادت مانی ہی پڑتی ہیں۔ تو جب سب نے بیک زبان و قلب وہی عقیدہ یعنی مسیح کا نزول اصالتاً ہی مراد لیا ہے اور اسی کو مسلسل اور نہایت اہتمام سے شائع اور رائج کرتے آرہے ہیں حتیٰ کہ کسی ایک نے بھی اس اجماع و اتفاق سے تفرد اختیار نہیں فرمایا تو ایسے اکابرین امت کی شہادت سے انحراف و انکار کمال کی معقولیت اور شرافت ہوگی آسان فیصلہ یہ ہے کہ۔

تمام آئمہ ہدیٰ کی کتب تفسیر و احادیث۔ اور عقائد و کلام بالفعل سامنے رکھ کر فیصلہ کر لیجئے کہ ان لوگوں نے تمام احادیث رسول کو بیع تمہاری ان پیش کردہ روایات کے سب کو ملحوظ رکھ کر کیا متفقہ فیصلہ فرمایا ہے۔ ہم بشرح صدر اعلان کرتے ہیں کہ ان سلف صالحین میں سے اگر دوئی صد بھی تمہارے حق میں گواہی دیدی تو ہم اپنی شکست تسلیم کریں گے۔ ورنہ تمہیں اپنے اختزاعی نظریات سے دستبردار ہو کر امت مسلمہ میں شامل ہو جانا ہو گا۔ آؤ میدان عمل میں۔ ہل من مبارز

۳۔ روایت طبرانی کے الفاظ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ
 الا انه خلیفتی فی امتی۔ کا مفہوم یہی تو ہے کہ حضرت مسیحؑ جو کہ لتومنن بہ ولتصرنہ کے پابند ہیں لہذا وہ اصالتاً اگر اصلاح امت کا فریضہ ادا کریں گے۔
 قاضی صاحب آپ نے تو اصالتاً آمد کے خلاف طبرانی کی روایت پیش کی ہے مگر ہم آپ کے سامنے اس مسئلہ میں نص قرآنی پیش کر رہے ہیں۔ دیکھیے
 ۸۱:۳ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرامؑ سے خاتم الانبیاء ﷺ کے حق میں ایمان و نصرت کا وعدہ لیا ہے۔ جس کا عادتاً ہر ایک کو پورا کرنا تو مشکل تھا لہذا اللہ کریم نے ان کے آخری فرد کو اس عہد کے اصالتاً نبھانے کا موقعہ فراہم فرما دیا ہے تا کہ ہل سب کی نیابت اور وکالت بھی ہو جائے۔ بالفرض اگر سابقہ انبیاء کرامؑ میں

سے کوئی ایک فرد بھی اصالتاً اس میثاق کو پورا نہ کرتا تو پھر یہ میثاق ہی معاذ اللہ لغو اور فضول ٹھہرتا۔ جو کہ شان خداوندی کے منافی ہے۔ لہذا اس نے جملہ گزشتہ انبیاء کے آخر فرد کو یہ موقعہ فراہم فرما دیا کہ وہ بنفس نفیس آکر ان کی طرف سے نیابتاً اور اپنی طرف سے اصالتاً و تشمرنہ کا فریضہ پورا فرمائیں اور مسئلہ نیابتہ و کالت باین انداز ایک معروف اور معقول مسئلہ ہے۔ لہذا انہ خلیفتنی فی امتی ہمارے موافق ہے نہ کہ قادیانیوں کے حق میں۔ اس لئے کہ بقول مرزا صاحب بھی تمام بنی نوع انسان ببح جمع انبیاء و رسل آپ کی امت میں شامل ہیں۔ دیکھیے ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۳۳ خزائن ص ۳۰۰ ج ۲۱ اور ازالہ وغیرہ۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب بھی اسی آیت (۸۱:۳) کو دلیل بنا کر یہ نظریہ ثابت کر رہے ہیں نیز آپ اس آیت ایمان بالرسول کا لازم ہونا بھی ثابت کر رہے ہیں۔ (حقیقتہ الوحی ص ۱۳) لہذا قاضی صاحب کا اس روایت کو پیش کر کے محض مسیح موعود کا امت میں پیدا ہونے پر استدلال محض بے کار ہے۔

امامؑ مہدیا سے استدلال

اس لفظ سے مسیح کو امام مہدی قرار دینا محض جہالت ہے کیونکہ یہاں یہ لفظ نعتہ اور بطور صفت استعمال کیا گیا ہے جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمایا۔ اللهم اجعلہ ہادیا مہدیا واہدبہ۔ تو کیا قادیانی یا کوئی ان کا ہمنوا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو بھی مسیح موعود تسلیم کر لے گا؟ بلکہ اس سے بھی اوپر خلفائے راشدین کو مہدیین فرمایا ہے تو کیا ان کے متعلق بھی کبھی کچھ فرمانے کی جرات کریں گے۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ کے متعلق بھی ہلویا "مہدیا کی صفت مذکور ہے مسلم ج ۲ ص ۲۹۷ نیز بخاری ص ۴۳۳ ج ۱ د ص ۹۳۸ ج ۲ نیز حضرت علی کو بھی ہلویا مہدی فرمایا (مشکوٰۃ ص ۵۶۷ بحوالہ مسند احمد)

اسی طرح خود مرزا صاحب نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل مہدی کہا ہے تو کیا اس سے نامزد امام مہدی کا انکار درست ہو گا۔ ہرگز نہیں۔ تو جیسے کوئی قادیانی لفظ مہدیا سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب کو نامزد اور بطور لقب مہدی ماننے کو

تیار نہیں ہو گا بلکہ نعت ”ہی مہدی مانیں گے اس طرح ہم حضرت مسیح کے متعلق آمدہ الفاظ امام مہدیا کو بھی بطور صفت ہی لیں گے نہ کہ بطور لقب کے۔ بلکہ اس طرح تو ہر نبی اور راستباز فرد امام مہدی کہلا سکتا ہے ہلت تو بطور لقب کے امام مہدی کے بارہ میں چل رہی ہے اور وہ وہی ہوں گے جن کے متعلق صادق و امین خاتم الانبیاء ﷺ نے نام و صفات بیان فرما کر تفصیلاً ”شناخت کراوی کہ اس نام و صفات اور لقب والا امام مہدی“ آخر زمانہ میں آئے گا۔ ورنہ ویسے تو ہر صحابی ہر مجدد و ملہم مہدی ہی ہے۔ جیسے کہ سابقہ امتوں میں بھی ایسے ہلوی و مہدی آتے رہے۔ فرمایا (وجعلنا منهم ائمنہ یهدون بامرنا وغیرہ آیات) لہذا یہ صفاتی مہدیوں کا ذکر ہے اور ہمارے سامنے زیر بحث لقبی امام مہدی ہیں۔ فافہم ولا نکن من الہالکین

آیت استخلاف سے تعارض

قاضی صاحب کا استدلال یہ ہے۔ کہ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ۔ یعنی صحابہ کرامؓ سے اور تمام امت سمیت یہ وعدہ فرمایا کہ جیسے سابقہ امتوں میں سے اہل حق کو خلافت ارضی سے نوازا جاتا رہا اسی طرح اے امت محمدؐ تم میں سے بھی اہل ایمان اور صلح کردار والوں کو خلافت ارضی سے نوازا جائے گا۔ تو چونکہ یہ وعدہ استخلاف صرف افراد امت سے ہے لہذا مسیح اصالتاً ”اگر کیسے حکمرانی کریں گے۔ یہ تو منکم کے خلاف اور متعارض ہے تو جواب یوں ہے۔ کہ

اس آیت کا مصداق بمطابق سیاق آیت صرف خلفائے راشدین ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ میں خلافت علی منہاج البیوتہ کا تذکرہ ہے جس کے تمام متعلقات اسی آیت میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اور خود خاتم الانبیاء ﷺ نے واضح فرما دیا کہ میرے بعد پہلے خلافت علی منہاج البیوتہ ہوگی پھر ملک عضوض وغیرہ۔

اب اس خلافت کے متعلقات ملاحظہ فرمائیے

۱۔ ان خلفاء کرام کے زمانہ میں استحکام دین نہایت اعلیٰ درجہ پر ہو گا چنانچہ باوجود

بکثرت و مختلف فتنوں کے ظہور کے عہد صدیقؐ ہی میں ہر طرف امن و امان اور خدا کی اطاعت کلی طور پر جلوہ گر ہو گئی اور یہ فتنے صرف ۵۷ دنوں کی قلیل سی مدت میں بالکل کانور ہو گئے۔

۲۔ فتنوں کے باعث خوف و ہراس کے بعد امن کامل کی فضا قائم کر دی جائے گی۔ یہ نقشہ بھی عہد صدیقؐ اور فاروقیؓ میں مشاہدہ میں آگیا۔

۳۔ یعبدوننی ولا یشرکون بی شینا کے تحت ہر طرف عبودیت الہی کے جلوے ظہور پذیر ہو گئے۔ کہ جن کی مثل آسمان و زمین نے کبھی بھی مشاہدہ نہ کی تھی۔ شرک و کفر تمام جزیرۃ العرب سے (جو کہ اس کا مرکز بن چکا تھا) بالکل نابود ہو گیا اور جس طرف بھی یہ قدسی جماعت رخ کرتی کفر و شرک کے اندھیرے کانور ہوتے گئے۔ ہر طرف توحید خالص کانور پھیل گیا تو ان صفات والی خلافت ہی اس آیت کا مصداق ہے جو کہ خلافت علی منہلج النبوة کہلاتی ہے۔ ایسا نمونہ تاریخ عالم میں نہ کبھی پہلے نظر آیا اور نہ ہی بعد میں۔ تو یہ ایک مخصوص خلافت ہے۔ عام نہیں لہذا نزول مسیحؑ اس آیت سے متعارض نہیں ہوتا۔

مرزا قلیبانی اور آیت استخلاف کا مصداق

ناظرین کرام مرزائیت تضاد و تناقض کا شاہکار ہے۔ ان کی ہر بات اور نظریہ باہمی تصادم اور تناقض کا شکار رہے۔ ذاتی طور پر بھی اور افرادی طور پر بھی یعنی مرزا غلام احمد سے لے کر آخر تک تقریباً تمام افراد قادیانیت کے بیانات اور تحریرات تضاد و تصادم کا شکار ہیں بالخصوص ان کا پیٹرو جناب مرزا صاحب تو پیکر تضادم و تضاد ہے جیسے کہ بندہ خادم ہر موقعہ پر ان کی یہ کیفیت واضح کرتا رہتا ہے۔

مرزا صاحب کی عادت یہ ہے کہ حسب موقعہ اپنے نظریات کا اظہار کرتے ہیں اور دوسرے موقعہ پر اس کے خلاف اظہار کر دیتے ہیں مثلاً "مرزا صاحب کی تحریرات دربارہ دعوی نبوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ہر پہلو اور ہر انداز سے اس نے یہ دعوی کیا ہے مگر جب کوئی الگ بحث ہوتی ہے پھر سرے سے اس

نظریہ کا مکمل طور پر انکار کر جاتے ہیں۔ جیسے آتھم کے مقابلہ میں انکار کرتے ہیں کہ

میرا دعویٰ نہ خدائی کا ہے اور نہ اقتدار کا اور میں ایک مسلمان آدمی ہوں جو قرآن شریف کی پیروی کرتا ہوں اور قرآن شریف کی تعلیم کی رو سے اس موجودہ نجلت کا مدعی ہوں میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ والوں کا قبیح ہوں اور ان نشانیوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانوں کا نام کرامت ہے۔
(جنگ مقدس ص ۷۴)

ایک طرف یہ اقتباس دیکھیے اور دوسری طرف ان کی دوسری تحریرات دیکھیے جن میں صراحتاً "دعویٰ نبوت کیا گیا ہے بلکہ دعویٰ نبوت سے انکار کرنے والوں کو غلط کار کہا گیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

ایسے ہی بے شمار مقالات پر اهدنا الصراط المستقیم سے حصول نبوت کا استخراج کرتے ہیں مگر ایک موقع پر (آئینہ ص ۶۱۳) صرف ان کی مصابحت کا اختیار کرنا مراد لیتے ہیں۔ ایسے ہی آپ کے پیرو کاروں کی حالت ہے وہ صرف اپنی من مرضی اور اختراع سے ایک نظریہ پیش کر دیں گے جس میں اپنے مرزا صاحب کی تحریرات کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے جس طرح اس تحریر میں نے کئی جگہ اس کی صراحت کی ہے ایسے ہی اس آیت استخلاف کا مسئلہ ہے کہ جناب قاضی صاحب اس وعدہ استخلاف کو عام قرار دے کر نزول مسیح سے متعلقہ قرار دے رہے ہیں۔ جب کہ جناب قادیانی صاحب باوضاحت والصراحت اسے خلفاء اربعہ پر منحصر بلکہ اس کا اولین اور کامل ترین مصداق صدیق اکبر کو قرار دیتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں تمام علامات اور حالات صدیق اکبر کے دور میں علی وجہ الاتم پائے جاتے ہیں اور وہی اس کے مصداق ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ

فاعلموا یا اولیٰ الالباب والفضل اللباب ان اللہ قد وعد

فی هذه الآيات للمسلمين والمسلمات انه ليستخلفن بعض المومنین منهم فضلا ورحما" ویدلنهم من بعد خوفهم امنا فهذا الامر لا نجد مصداقه على وجه اتم واكمل الا خلافة الصديق فان وقته خلافة كان وقت الخوف والمصائب سر الخلافة (ص ۱۵ خزائن ص ۳۳۴ ج ۸)

پھر لکھا کہ

فالحاصل ان هذه الآيات كلها مخبرة عن خلافته الصديق وليس لها محمل آخر فانظر على وجه التحقيق واخش الله ولا تكن من المتعصبين-

ثم قال

ولا شك ان مصداق هذا النبأ ليس الا ابو بكر وزمانه فلا تنكر- سر الخلافة (ص ۱۷ مندرج خزائن ص ۳۳۱ ج ۸)

ملاحظہ فرمائیے کہ نظریہ حق کے مطابق خود مرزا صاحب بھی آیت استخلاف کا مصداق کلی خلافت صديق اکبر کو قرار دیتے ہیں۔ اس میں عموم قطعاً نہیں کہ پھر نزول مسیح سے متصووم ہو اب قاضی صاحب کو لازم تھا کہ وہ عموم آیت کا نظریہ پیش کرنے سے قبل اپنے پیشوا کی یہ مشہور کتاب سر الخلافة ہی دیکھ لیتے تا کہ پھر ان کو خفت اور ندامت نہ اٹھانا پڑتی۔ تو بات یہی ہے کہ یہ آیت خلافت علی منہاج النبوة کے بارہ میں ہے اس میں عموم نہیں بالفرض اگر عموم تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی آمد مسیح اس کے متعارض نہ ہوگی کیونکہ اس کی دلیل مستقل طور پر علیحدہ موجود ہے۔ جب کہ تمہاری آمد سے قبل بھی فتنہ صلیب زور پر تھا۔ حین حیات بھی ترقی پذیر ہی رہا اور بعد میں تو حد ہی ہو گئی برخلاف اس خلافت حقہ کہ اس کا زمانہ سراسر خیر ہی خیر تھا۔ علاوہ ازیں احادیث میں خلافت کے مزید درجات اور دور بھی مذکور ہیں پھر امر مسیح تو بے شمار نصوص میں واضح فرمایا گیا ہے۔

۲۔ نیز اگر اس کا دائرہ وسیع بھی کر لیا جائے تو پھر بھی متعارض نہیں لازم آتا

کیونکہ تمام انبیائے سابقینؑ اس امت کے شمار میں ہیں لہذا ان میں سے کسی کو خلافت ارضی میسر آجانے سے آیت سے تعارض لازم نہ آئے گا۔ (خزائن ص ۳۰۰ ج ۲۱)

۳۔ بالفرض اگر خلافت کو قادیانی نظریہ کے مطابق عام بھی رکھا جائے تو عموم خصوص سے متعارض نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت مسیح کی خلافت دیگر دلائل سے بالصرحت ثابت ہے لہذا عموم خلافت سے یہ جزئی مستثنیٰ ہوگی بالخصوص جب کہ یہ جزئی مدلل ہدلائل قاطعہ بھی ہے۔

۴۔ بالفرض اگر ہم حضرت مسیح کی آمد کو بوجہ تعارض کے تسلیم نہ بھی کریں تو بھی قادیانیوں کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس آیت میں خلافت فی الارض کا ذکر ہے جو کہ قادیانیوں کے اس جعلی خلیفہ کو ایک منٹ بلکہ سیکنڈ کے لئے بھی میسر نہ آئی لہذا قادیانیوں کو اس بحث میں الجھنے کا کیا فائدہ؟ یہ مسئلہ خالصتاً قادیانیت سے الگ اور امت مسلمہ کا مسئلہ ہے۔ اس میں کوئی ٹانگ نہیں اڑا سکتا نہ رافضی نہ مرزائی۔ کیونکہ رافضیوں کے آئمہ معصومین کو بھی خلافت فی الارض میسر نہ ہوئی اور قادیانیوں کے اس لال بھکر کو بھی نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ تو اپنی برادری اور محلہ کا سر پہنچ بھی نہ بن سکا۔ دریں صورت آمد مسیح حقانی کسی بھی صورت میں آیت استخلاف کے معارض نہیں۔

۵۔ جس ذات برحق نے آیت استخلاف نازل فرمائی خود اسی نے آمد مسیح کی بھی اطلاع دی ہے اور پھر اصدق الخلق خاتم الانبیاء ﷺ نے بھی بیسیوں ارشادات میں خلافت علی منہلج السبۃ قائم ہونے کی خبر دے کر خود ہی اسی مالکد و تکرار کے ساتھ نزول مسیح کی بھی اطلاع دی ہے لہذا ایک فرد مسلم کے ذہن میں دونوں اطلاعات کی الگ الگ حقانیت ہی راسخ ہوگی۔ دونوں میں تعارض کا وہم بھی نہیں آسکتا۔

قادیانی ترکش کا آخری تیر

(دعویٰ اجماع بہ حیات مسیح باطل ہے)

ناظرین کرام یہ قادیانی ترکش کا آخری اور نہایت کمزور تیر ہے جسے قاضی صاحب نے نہایت چابکدستی اور زور سے چلا کر اپنا ترکش خالی کر لیا ہے۔
اس عنوان کے تحت قاضی صاحب رقمطراز ہیں کہ

اوپر کی بحث سے یہ ثابت ہو چکا ہے (محض اپنے گمان میں نہ کہ حقیقت میں۔ ناقل) کہ مسیح کی حیات اور وفات کے متعلق دو خیال مسلمانوں میں موجود رہے ہیں (بالکل غلط) اس سے ظاہر ہے کہ حیات مسیح کے عقیدہ پر امت میں کبھی بھی اجماع نہیں ہوا البتہ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ وفات مسیح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہے پس وفات مسیح کے عقیدہ کو ہی اجماعی دلیل ہونے کا حق حاصل ہے۔

اسی طرح نزول مسیح بن مریمؑ کے بارہ میں بھی دو خیال کے مسلمان موجود رہے ہیں ایک گروہ آپ کے اصالتاً "نزول کا قائل رہا اور دوسرا بروزی صورت کا قائل۔ لہذا حضرت مسیحؑ کے اصالتاً "آسمان سے نازل ہونے پر بھی اجماع ثابت نہیں۔ لہذا مفسرین کے جو اقوال اس بارہ میں مفردانہ حیثیت کے ہیں وہ حجت اور دلیل نہیں بن سکتے ماسوا اس کے فقہ حنفیہ کی رو سے آئندہ ہونے والے امور کے متعلق جو ہیستوریوں ہیں ان کے کسی خاص معنی اور مفہوم پر اجماع نہیں ہو سکتا چنانچہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے کہ

اما فی المستقبلات کاشراط الساعة وامور الآخرة فلا
(اجماع) عند الحنفیہ لان الغیب لا مدخل فیہ للاجتهاد
(بائت بک ص ۱۴۱)

یہ اقتباس محض قادیانی جہالت کا شہکار ہے کیونکہ اس اقتباس میں امور اجتہادیہ میں اجماع کا تذکرہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اشراط الساعة اجتہادی نہیں بلکہ منقول عن المعصوم بحد التواتر ہیں لہذا ہماری اس بحث کا اس اقتباس سے کوئی ربط

نہیں ہے۔ آپ خود مسلم اثبوت باب الاجماع نقل کر دیکھ لیں جو کہ بالفعل بندہ خادم کے پاس موجود ہے۔

پہلی بات۔ یہ ہے کہ بندہ خادم نے قادیانی اجماع علی وفاة المسیح کی حقیقت واضح کر دی ہے۔ کہ اس عالم کون و مکان میں کوئی ایسا اجماع منعقد نہیں ہوا جسے مرزا قادیانی اور اس کی ذریت باطلہ بار بار پیش کر کے الحاد و تشکیک کی فضا قائم کرنا چاہتی ہے اس لئے کہ خطبہ صدیقیؒ کے ماحول میں حیات و وفات مسیح زیر بحث ہی نہ تھی بلکہ اس موقع پر سید دو عالم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات زیر بحث تھی جسے بذریعہ اثبات عدم منافاة بین الرسالہ والموت مبرہن کر دیا گیا لہذا بطور عموم کے رسالت اور موت کے مابین عدم منافاة ثابت ہو گئی اس طرح بطور استغراق کے جمیع انبیاء کی موت ثابت نہیں ہو گی کیونکہ ہر عام مخصوص العوض ہوتا ہے بالخصوص جب کہ وہ امر جزئی ثابت بدلائل مستقلہ بھی ہو۔

پھر عام اصولی بات عرض کی تھی کہ اس موقع پر وفاة مسیح پر اجماع کیسا وہاں تو اس بات کا تذکرہ بھی نہ ہوا تھا۔ بالفرض اگر اجماع کا انعقاد تسلیم بھی کر لیں تو اس کی نقل متواتر پیش کریں۔ جس طرح دوسرے مسائل ثابت باجماع الصحابہؓ بلکہ عام مسائل بھی نقل مسلسل سے امتہ کے سامنے ہیں جس کی مثالیں گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکی ہیں۔ تو جب قادیانی ایک فرد امت سے بھی نقل اجماع ثابت نہیں کر سکتے تو پھر قاضی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کی اس گپ کی کیا وقعت باقی رہ جاتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے ہم اپنے موقف کے متعلق نقل اجماع پیش کرتے ہیں

۱۔ امام ابن عطیہ مالکی لکھتے ہیں کہ

قال ابن عطیہ واجمعیت الامتہ علی تضمینہ الحدیث المتواتر ان عیسیٰ علیہ السلام فی السماء حی وانہ ینزل فی آخر الزمان۔ (البحر الحیطہ ص ۴۷۳ ج ۲)

۲۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

قال القاضى هذه الاحاديث التى ذكرها مسلم وغيره
فى قصته الدجال فى صحته وجوده-

۳- حضرت امام اعظم ابو حنيفه رحمته اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ونزول عيسى عليه السلام من السماء حق كائن- (الفقه
الاکبر مع شرحه لعلی القاری ص ۱۳۵ وشرح ابی
المنتهی ص ۳۳ مطبوعه ۱۹۱۰ء)

۴- امام ابو جعفر الطحاوی رحمته اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ونومن بخروج الدجال و نزول عيسى بن مريم عليه
السلام من السماء- (العقيدہ الطحاویہ)
۵ قال العياض المالکی- نزول عيسى عليه السلام
وقتلہ الدجال حق و صحيح عند اهل السننه لاحاديث
الصحيحته فى ذالك وليس فى العقل ولا فى الشرع
ما يظله فوجب اثباته وانكر ذالك بعض المعتزله
والجهميته ومن وافقهم- (شرح النووى على المسلم ص
۲۷۳ ج ۲ قديمى كتب خانه كراچى)

۶- امام اہل سنت و الجماعت الشيخ ابوالحسن الاشعري فرماتے
ہیں

واجمعت الامتہ على ان اللہ تعالى عزوجل رفع عيسى
عليه السلام الى السماء- (كتاب الابانته عن اصول
الديانہ ص ۳۶)

۷- علامہ تفتازانى (سعد الدين مسعود بن عمر التفتازانى المتوفى
۷۹۳ھ اپنی مختصر فی الکلام میں لکھتے ہیں کہ

وقد وردت الاحاديث الصحيحة في ظهور امام من ولد
فاطمته الزهراء الى قوله وفي نزول عيسى - وايضاً (شرح
القائد ص ۳۰۷ و ۳۰۸ طبع دار المعارف كريم پارك لاہور)

علم کلام کی مشہور کتاب المسائرہ مع شرح المسامرہ
للشیخ کمال الدین میں ہے۔

واشراط الساعة من خروج الدجال ونزول عيسى عليه
السلام كل منها حق وردت به النصوص الصريحة
الصحيحة۔ (ص ۲۳۶ و ۲۳۳ ج ۲)

امام عبدالحکیم سیالکوٹی تحریر فرماتے ہیں کہ

ونزوله الى الارض واستقراره عليها قد ثبت يا حاديث
صحيحه بحيثيت لم يبق فيه شبهه ولم يخلف فيه احد
(عبدالحکیم علی الخيال ص ۱۳۲)

۱۰۔ علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن احمد بن سليمان السفاريني المتوفى
ص ۱۱۸۸) فرماتے ہیں کہ

واما الاجماع - فقد اجمعت الامة على نزوله لم يخالف
فيه احد من اهل الشريعة انما انكر ذلك الفلاسفة
والملاحدة ممن لا يعتد بخلافه وقد انعقد اجماع الامة
على انه ينزل ويحكم بهذه الشريعة المحمدية وليس ينزل
بشريعة مستقلة عند نزوله من السماء وان كانت نبوته
قائمة به وهو متصف بها شرح عقيدہ سفارینی ص ۹۰

ج ۲

۱۱۔ مشہور عارف باللہ رئیس الصوفیاء الشیخ الاکبر محی الدین

المتوفی ۶۳۸ھ فرماتے ہیں کہ

فانه لا خلاف انه ينزل في آخر الزمان حكما عدلا
بشرعنا لا بشرع آخر ولا بشرعه الذي تعبد الله به بنى
اسرائيل- (فتوحات مكيه الجزء الثانى الباب الثالث
والسميعون ۳ ص ۳ طبع مصر قديمى الموجود فى
مكتبته المجلس ببلده ملتان)

۱۲- علامہ ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶) لکھتے ہیں

واما من قال ان الله عزوجل هو فلان لانسان بعينه او ان
الله يحل في جسم من اجسام الخلق او ان بعد محمد
ﷺ نبيا " غير عيسى بن مريم عليه السلام فانه
لا يختلف اثنان في تكفيره لصحته قيام الحجته بكل
هذا على كل احد- (الملل والنحل ص ۱۳۹ ج ۳ طبع
مصر)

۱۳- امام الشيخ عبد الوهاب بن احمد بن على الشعراني المتوفى ۹۷۳
لکھتے ہیں کہ

فقد ثبت نزوله عليه السلام بالكتاب والسنته وزعمت
النصارى ان ناسوته صلب ولا هوته رفع والحق انه رفع
بجسده الى السماء والايمان بذلك واجب (قال الله منه
بل رفعه الله اليه اليواقيت والجوابر ص ۱۳۶ ج ۲ طبع
مصر)

امام سيوطي رحمته الله فرماتے ہیں کہ

واما نفى نزوله عيسى عليه السلام ونفى النبوه عنه كلا

ہما کفر۔ (الحاوی للفتاویٰ ص ۱۶۹ ج ۲) ونقل فی
الدجال انه یقتله
یقتله عیسیٰ وثبت اللہ الذین آمنو هذا مذهب اہل
السننہ وجمیع المحدثین والفقہاء والنظار۔ (شرح
مسلم ص ۳۹۹ ج ۲)

۱۵۔ امام ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

واجمعت الامتہ علی ماتضمنتہ الحدیث المتواتر من
عیسیٰ فی السماء حی وانه ینزل فی آخر الزمان ص
۴۷۳ ج ۲ تفسیر البحر الحمیط۔

شرح عقائد سنی میں ہے

۱۶ ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء عند المنارہ
البیضاء فی شرقی دمشق حق۔ (ص ۱۳۳)

۱۷۔ امام ابی شاریح مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

ونزوله وقتله الدجال حق عند اہل الحق لکثرة الاثار
والصحیحہ الواردۃ بذالک ولم یرو ما یعارضها۔ (شرح
مسلم لابی تحت حدیث ص ۲۷۶ ج ۷)

۱۸۔ شیخ الاسلام کمال الدین صاحب مسامرہ کا بیان

واشراط الساعۃ من خروج الدجال و نزول عیسیٰ بن
مریم علیہ الصلوۃ والسلام من السماء (حق وردت بہ
النصوص الصریحۃ الصحیحہ ص ۳۹۳)

شیخ حسن شطی الدمشقی فرماتے ہیں

العلامة الثالثة ان ينزل من السماء السيد المسيح
عيسى بن مريم فنزوله ثابت فى الكتاب والسنته
واجماع الامته (از مختصر لوامع الانوار البهيه)

ناظرین کرام مندرجہ بالا حوالجات میں اس مسئلہ (حیات و نزول مسیح جسمانی) کو اجماعی اور متواتر فرمایا گیا ہے۔ ویسے مطلق ذکر حیات و نزول میں تو سینکڑوں حوالہ جات فراہم ہو سکتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب ”حضرت عیسیٰ کی حیات و نزول کا عقیدہ اکابرین امت کی نظر میں“ میں بصرحت سینکڑوں حوالجات درج فرما کر منکرین حیات پر اتمام حجت کر دی ہے۔ لیکن لفظ اجماع کے ساتھ بندہ حقیر کو اتنے ہی فراہم ہو سکے ہیں۔
نوٹ! اس سے قبل استدلال الصحیح فی حیات المسیح نامی کتاب میں بھی فاضل مولف نے ۱۸۷ حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔

اب ملاحظہ فرمائیے کہ ہم نے تو حیات و نزول کے بارہ میں اجماع امت نقل کر دیا ہے اگر تم بھی اپنے اس نظریہ میں حق پر ہو کہ پہلا اجماع وفات مسیح پر ہوا ہے تو کوئی ایک آوہ حوالہ کسی معتبر مفسر یا محدث کا نقل فرما کر منہ مانگا انعام پائیے ورنہ روز روز کی کذب بیانی سے توبہ کر لیجئے۔ امت مسلمہ میں الحاد و تشکیک کے جراثیم پھیلانے سے باز آجائیے۔

قلایانی قاضی صاحب کی دوسری گپ۔ کہ

حیات مسیح کے بارہ میں مسلمانوں کے دو نظریئے ہیں۔

تو یہ سو فیصد کذب بیانی ہے سابقہ صفحات اس پر شاہد عدل ہیں۔ کما مرانفا۔

قاضی صاحب کی تیسری گپ

بعض مفسرین کے منفردانہ اقوال۔

اس سے بڑھ کر کوئی کذب و افتراء ممکن نہیں ہے آپ صفحات سابقہ پر

تمام تفصیل ملاحظہ فرما کر قلایانیت پر تین حرف بھیج سکتے ہیں آخر میں قاضی

صاحب نے اپنے پیرو مشد کی مزید ایک لاف اور گپ نقل کرتے ہیں۔

کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ

صبح موعود کا آسمان سے اترنا محض ایک جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اترے گا ہمارے سب مخالف جو اب زندہ ہیں تمام مرے گے اور کوئی بھی صبح کو آسمان سے اترتے نہ دیکھے گا پھر ان کی اولاد بھی مرے گی پھر ان کی اولاد بھی مرے گی مگر کوئی صبح کو آسمان سے اترتا نہ دیکھے گا۔ تب خدا ان لوگوں کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ صلیب کا دور تو گزر گیا۔ دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا اب تک نہیں اترتا پھر دانشمند لوگ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور تیسری صدی کے شتم سے پہلے پہلے تمام مسلمان اور عیسائی نزول صبح سے نا امید ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو ترک کر دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں اس نظریہ کی تخم ریزی کے لئے آیا ہوں۔ اب یہ تخم بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔ (پاکٹ بک ص ۱۲۳ بحوالہ تذکرہ الشہادتین)

تبصرہ

یہ اقتباس محض دجل و فریب کا پلندہ ہے اس میں رتی بھر حقیقت نہیں ہے چنانچہ جملہ اولیٰ کہ نزول صبح من السماء محض جھوٹا خیال ہے۔ محض کفر و الجاد کا مرقع ہے بھلا جس نظریہ کو اصدق الخلق خاتم الانبیاء ﷺ متعدد قسموں سے مزین فرما کر بار بار بیان فرمادیں اس کو جھوٹا کہنا اور محض خیال کہنا کسی انسان کا کام ہے؟ جس نظریہ کی ترجمانی ایک صد احادیث رسولؐ میں ہو اور ہزار ہا کتب تفسیر و حدیث اور عقائد و تصوف میں ہو اور وہ امت مسلمہ کا متواتر اور اجماعی نظریہ ہو اسے جھوٹا خیال کہنے والا کوئی صحیح المدخ انسان ہو سکتا ہے؟ تمام محدثین و مفسرین مجددین اور اولیاء کرام فقہاء و متکلمین اور اہل اللغۃ والادب اسی عقیدہ پر ہوں تو

پھر اس نظریہ حق کو جھوٹ کہنے والا کوئی شریف انسان ہو سکتا ہے؟
 پھر اگلی خرافات کہ نسلوں کی نسلیں مرکب جائیں گی مگر مسیح کو اترتے نہ
 دیکھیں گے کتنی بری بڑ اور لاف ہے۔ اور پھر اس انسانی ڈھانچے کے منہ سے کہ
 جو اپنی کسی بات میں بھی سچا نہ نکلا جیسے بکرو۔ شب کی گپ میں جھوٹا نکلا۔ محمدی
 بیگم کے نکاح میں جھوٹا نکلا۔ پانچویں بیٹے کی پیسگوئی میں کذاب نکلا۔ مخالفین
 بالخصوص پٹالوی صاحب کے مطیع ہو جانے میں کذاب نکلا۔ مکہ و مدینہ کے درمیان
 ریلوے چلنے کی گپ میں صاف جھوٹا نکلا۔ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ کی
 پیسگوئی میں مرتح کذاب ثابت ہوا۔ کسر صلیب کی پیسگوئی میں اعلیٰ درجہ کا
 مفتری ثابت ہوا۔ فرمائیے اگر ایسا ہی انسان محمد رسول اللہ ﷺ کے موکدہ ہضم
 فرمان کے مقابلہ میں تقول کرے کہ وہ نہیں اترے گا۔ اس سے بڑھ کر کوئی اندھیر
 ہو سکتا ہے؟ اس سے بڑھ کر کوئی باطل الحاد اور زندقہ و کفر ممکن ہے۔ العیاذ

باللہ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ الف الف مرۃ

جس انسانی ڈھانچے کی ایک بات بھی سچ نہ نکلی وہ اس ہستی کے فرمان کو
 خلاف واقع اور جھوٹا خیال قرار دے جس کی ایک بات بھی کبھی خلاف واقع ثابت
 نہ ہو سکی جس کی صداقت و امانت اور حق گوئی پر کٹر سے کٹر کافر اور مخالف بھی
 یقین رکھتے تھے بھلا جس حقیقت کو ایسی مجسم صدق و صفا ہستی اقدس موکدہ محفل
 کر کے بیان فرما دے وہ مخلف پذیر ہو سکتی ہے؟ فرمائیے ایسی ہستی کی اطلاع کو
 جسے تمام امت حرز جان بنائے ہوئے ہو۔ جھوٹا خیال قرار دینا کسی شریف انسان کو
 زیب دیتا ہے؟ الا لعنتہ اللہ علی الکاذبین والمفترین الف الف لعنة

پھر جناب مرزا صاحب کی حماقت دیکھیے کہ ساری زندگی یہ راگ الاہتا رہا کہ
 میں مسیح موعود ہوں جو صلیب پرستی کو ختم کرنے اور تقویٰ کی فضا قائم کرنے آیا
 ہوں جب تک یہ امور ظہور پذیر نہ ہوں اور میں مرجاؤں تو سمجھو کہ میں جھوٹا
 ہوں مگر یہ مر گیا نوے سال بھی بیت گئے مگر اسی فضا کا قیام تو کجا۔ کہیں دور دور
 اس کی بھٹک نہیں آرہی بلکہ دن بدن الٹی فضا ہی ظہور پذیر ہو رہی ہے چونکہ یہ
 ظالم انسان اپنے کذب پر یقین رکھتا تھا اس لئے یہاں کہہ رہا ہے کہ یہ کام تین

صدیاں گزرنے سے پیشتر پورا ہو جائے گا۔

دیکھیے کتنا عظیم فریب ہے۔ دجل ہے۔ دھوکہ ہے۔ کہ بالفعل کا اعلان کرنے والا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہی حق غالب اور باطل مغلوب ہو جائے گا اب تین صدیوں کا چکر دے رہا ہے۔ کتنا بڑا دجل و فریب ہے بھلا جو تمہاری تحریرات اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں حق غالب آجائے گا۔ اسلام کا غلبہ کلمہ ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ وہ غلبہ اب کدھر چلا گیا؟ اصل بات کہہ دے کہ میں جھوٹا تھا مفتری تھا دجل تھا۔ لہذا میرے خرافات کو تنور میں پھینک کر اسی مسیح برحق کے منتظر رہو۔ جس کا وعدہ سچے خدا اور اصدق الخلق محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے جس میں کچھ بھی مختلف نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ مرزا صاحب نے خود ہی لکھا ہے کہ نبی اپنے مشن کی تکمیل کر کے ہی دنیا سے جاتا ہے دیکھیے (حیات البشری ص ۴۹ خزائن ص ۲۴۳ ج ۷)

مگر نبی برحق مسیح کے متعلق لکھ دیا کہ

مسیح تو انجیل کو ناقص ہی چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے (براہین ص

(۳۶۱)

اور مسیح حقانی کے نزول ثانی کے متعلق لکھا کہ

چونکہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے لہذا وحدت اقوامی کا مرحلہ آخر تک ملتوی کر دیا۔ کیونکہ بصورت ظاہر آپ کے زمانہ میں دلیل بن جاتی کہ آپ کا زمانہ مکمل ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کا تکمیل کو زمانہ محمدی کے آخر پر خاتم الخلفاء کے زمانہ پر موقوف رکھا کہ آپ زمانہ محمدی کے سر پر ہیں اور مسیح موعود آخر پر اور ضرور تھا کہ سلسلہ دنیا منقطع نہ ہو جب تک وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدۃ قومی کی خدمت اسی نائب النبوة کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین

الحق لیظہرہ علی الدین کلمہ

اس آیت کے متعلق تمام متقدمین متفق ہیں کہ یہ غلبہ کلمہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور پذیر ہو گا۔ (چشم معرفت ۸۳ خزائن ص ۹ ج ۲۳)

اسی طرح جناب والا نے براہین احمدیہ ص ۳۹۹ پر بھی یہی حقیقت بتائی ہے نیز ص ۵۰۵ پر بھی۔ اور پھر اپنا معیار صداقت مندرجہ ذیل مقرر کیا کہ کہ میرے آنے کے دو مقصد ہیں مسلمانوں کے لئے یہ کہ وہ سچے مسلمان ہوں اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آئے دنیا ان کو بھول جائے۔ (اخبار الحکم ۷ جولائی ۱۹۰۵ء) نیز لکھا کہ عیسائی مذہب کا استیصال ہو جائے گا اخبار الحکم ص ۲۱ جلد ۸ ص ۲ کالم ۳۔

حدیث نے مسیح موعود کی پہلی نشانی یہ بتلائی کہ اس کے ہاتھ پر کسر صلیب ہو جائے گی۔ (انجام آقلم ص ۴۷)

یہی مضمون مزید کئی کتب و رسائل میں ہے۔ مثلاً امام الصلح ص ۱۳۶ خزائن ص ۳۸ ج ۳۳ تحفہ گولڈویہ ص ۲۰ خزائن ص ۸۹ ج ۱۷ اعجاز المسیح ص ۸۳ ایام الصلح ص ۴۴ ج ۲۴ خزائن ص ۴۶ ج ۳۳ رپورٹ جلسہ قدیوان ص ۵۹ ۱۸۹۷ء تقریر مرزا بجوالہ محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۳۳ و ۱۳۵

ناظرین کرام جناب مرزا صاحب حین حیات قدم قدم پر بڑکیں مار رہے ہیں کہ میں مسیح موعود ہوں اور میرے ہی ہاتھوں میں اسلام کا غلبہ کلمہ ہو جائے گا۔ تمام ملتیں مٹ کر وحدت اقوامی قائم ہو جائے گی۔ میرے آنے کی منہ غالی یہی ہے اگر یہ پوری نہ ہو تو سمجھو کہ میں جھوٹا ہوں۔ مگر پھر احساس ہوا کہ میں تو وہ مسیح نہیں ہو جس نے یہ کام کرنا ہے تو آہستہ آہستہ اپنی منہ غالی کو اپنے پیرو کاروں سے کھرپنے لگا کہ اس غلبہ کی تکمیل تین صدیوں تک ہو گی۔ بتلائیے کیا یہی حقانیت ہے؟ کیا مرزا صاحب کے پہلے اور یہ آخری اعلانات متفق ہیں؟ ہرگز نہیں اصل حقیقت یہی نکلی کہ نہ یہ مسیح اور نہ اس کی آمد مفید عالم ہوئی۔ بلکہ

مرزا صاحب یہ اعلان کرتے آنجہانی ہو گئے۔

کوئی بھی کام میچا پورا نہ ہوا

نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

لہذا اب ہم اس اعلان کے حقدار ہیں۔ کہ الا لعنتہ اللہ علی

الظالمین۔

الہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا

اجتنابہ آمین ثم آمین۔

قَالَ اللَّهُ تَمَّالِي

وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْوِحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ
وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١١٢:٦﴾

وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَنْ عُمَرَ قَالَ إِنَّهُ سَيَأْتِي نَاسٌ يُجَادِلُونَكُمْ بِشَبَهَاتِ
الْقُرْآنِ فَخَذَوْهُمْ بِالسَّنَنِ - (دارمی مکتبہ ۱)

مَسْئَلَهُ

رَفْعُ نَزُولِ مَسِيحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَامِلٌ

اس حصہ میں مرزا غلام احمد کلویانی کی اپنے نظریہ وفات پر پیش کردہ تیس
آیات کا جدید انداز میں مسکت اور علمی جواب پیش کیا گیا ہے۔
جس کے مطالعہ سے انشاء اللہ مرزا کلویانی کے جمع باطل اور لغو استدلال کی
حقیقت الم نشرح ہو جائے گی اور اس کے تمام مکرو فریب۔ کذب و افتراء اور
جہالت و حماقت ہر شخص پر آشکارا ہو جائے گی انشاء اللہ العزیز۔

احقر الناس عبد اللطيف مسعود فادم نختم نبوتك
انقلبه

فہرست حصہ دوم پیش لفظ

- ۴ مرزا غلام احمد کی حیات مسیح کے خلاف تیس آیات
- ۵ وفات مسیح پر دلالت کرنے والی پہلی آیت
- یا عیسیٰ انی متوفیک الخ قلوبانی ترجمہ مع طرز استدلال
- ۵ الجواب بعون الوہاب
- ۱۲ لفظ تونی کی تحقیق مفصل
- آیت میں تقدیم و تاخیر اور ترتیب کا قلوبانی ڈھکوسلہ
- قلوبانی فلسفہ
- ۲۱ مرزا صاحب کی وفات مسیح پر پیش کردہ دوسری آیت
- ۲۱ بل رفعہ اللہ الیہ ترجمہ مع وجہ استدلال
- ۲۱ الجواب بعون الوہاب
- ۲۳ تونی رفع کی بحث
- ۲۶ ایک اہم نکتہ
- ۲۶ ایک اور مثال
- ۲۷ حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع سے قلوبانی استدلال اور اس کا جواب
- ۳۰ قلوبانی کی پیش کردہ تیسری آیت ترجمہ و طرز استدلال
- ۳۰ الجواب بعون الوہاب
- ۳۳ مرزا صاحب کی پیش کردہ (دربارہ معنی تونی) مثالیں

- ۳۵ قادیانی فلسفہ
مرزا صاحب کا ایک اور شوشہ
- ۳۷ تبصرہ و تجزیہ
- ۴۰ وفات مسیح پر قادیانی کی پیش کردہ چوتھی آیت
ترجمہ و طریق استدلال
- ۴۳ آیت کریمہ کے تعین مفہوم کے لیے بنیادی امر
امراول کی بحث (صیغہ لیومن)
- ۴۸ عمومی اور محاوراتی مثالیں
- ۵۰ وفات مسیح پر پانچویں آیت
ماالمسیح ابن مریم الا رسول مع ترجمہ و طرز استدلال
تبصرہ و تجزیہ
- ۵۲ قرآنی سیاق
- ۶۱ وفات مسیح پر پیش کردہ چھٹی آیت
واوصانی بالصلوة والزکوٰۃ ما دمت حیا" مع ترجمہ و طریقہ استدلال
- ۶۱ تبصرہ از قادیانی
- ۶۷ تجزیہ و تبصرہ از اہل ایمان
- ۶۸ قادیانی مشکل کا حل
- ۷۲ تیسرا قادیانی ڈھکوسلہ خدمت والدہ کا انقطاع
- ۷۳ قادیانی کی پیش کردہ ساتویں آیت
والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا" مع ترجمہ و استدلال
تبصرہ و تجزیہ
- ۷۶ وفات مسیح پر پیش کردہ آیات کی تین قسمیں
- ۷۷ دوسری قسم کی آیات سے پہلی آیت
ما محمد الا رسول
قادیانی ترجمہ و استدلال

- تبصرہ و تجزیہ از مؤلف
- ۸۳ قسم دوم میں سے قلوبانی استدلال کی دوسری آیت
تلك امة قد خلت لها ما كسبت الخ مع ترجمہ و طرز استدلال
- ۸۴ آیت کا سیاق و سباق
- ۸۵ قسم دوم کی تیسری آیت
وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد ترجمہ و استدلال
تبصرہ و تجزیہ از مؤلف
- ۸۷ قلوبانی موقف پر پیش کردہ قسم سوم والی آیات
پہلی آیت ولکم فی الارض مستقر و مناع الی حین مع ترجمہ و استدلال
تبصرہ و تجزیہ از مؤلف
- ۸۹ مستقر الاصلی کا معاملہ
- ۹۱ قسم سوم میں سے دوسری آیت
کل من علیہا فان الخ مع ترجمہ و استدلال
- ۹۲ تبصرہ و تجزیہ از مؤلف
- ۹۵ قسم سوم میں سے تیسری آیت
ومنکم من یتوفی و منکم من یرد الی ارض العمر الخ مع ترجمہ و استدلال
- ۹۵ تبصرہ و تجزیہ از مؤلف
- ۹۹ قسم سوم میں سے چوتھی آیت
ومن نعمة ننکسه فی الخلق مع ترجمہ و استدلال
تبصرہ و تجزیہ
- ۱۰۲ قسم سوم میں سے پانچویں آیت ترمہ و طرز استدلال
تبصرہ و تجزیہ از مؤلف
- ۱۰۴ قسم سوم میں سے چھٹی آیت
انما مثل الحیوة الدنیا کما انزلنا من السماء الخ ترجمہ و استدلال
تبصرہ و تجزیہ از مؤلف
- ۱۰۵

- ۱۰۸ قسم سوم میں سے ساتویں اور آٹھویں آیت
سورہ المؤمنون کی آیت ۱۲ تا ۱۵۔ ترجمہ و استدلال
تجزیہ و تبصرہ حسب اصول مسلمہ
- ۱۰۹ قسم سوم میں سے نویں آیت
وما ارسلنا من قبلك من المرسلین الا انهم لیاكلون الطعام الخ ترجمہ و
استدلال
- ۱۱۰ تجزیہ و تبصرہ از مولف
- ۱۱۰ قسم سوم میں سے دسویں آیت
والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا وهم یخلقون الخ ترجمہ و
استدلال
- ۱۱۳ تجزیہ و تبصرہ از مولف
- ۱۱۷ قسم سوم میں سے گیارھویں آیت
ماکان محمد ابا احد من رجالکم الخ ترجمہ و استدلال
تجزیہ و تبصرہ از مولف
- ۱۲۲ قسم سوم میں سے بارھویں آیت
فاستلو اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ ترجمہ و استدلال کلویانی
- ۱۲۲ تجزیہ و تبصرہ از مولف
- ۱۲۸ قسم سوم سے تیرھویں آیت
یا ابتھا النفس المطمئنة الخ ترجمہ و استدلال
تجزیہ و تبصرہ از مولف
- ۱۳۰ عام شہود میں تینوں قسم کی ملاقات کا ثبوت
- ۱۳۱ قسم سوم سے چودھویں آیت
اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم الخ ترجمہ و استدلال
تجزیہ و تبصرہ
- ۱۳۳ قسم سوم سے پندرھویں آیت

- ان المنتقین فی جنات ونہر فی مقعد صدق الخ ترجمہ و استدلال کاویانی
تجزیہ و تبصرہ
- ۱۳۵ فرعونوں کے متعلق قرآنی شہادت
- ۱۳۷ قسم سوم سے سولہویں آیت
- ان الذین سبقت لهم منّا الحسنی الخ ترجمہ و استدلال
- ۱۳۸ تجزیہ و تبصرہ از مولف
- ۱۳۹ قسم سوم میں سے سترہویں آیت
- این ماتکونوا یدرکم الموت الخ مع ترجمہ و استدلال
- تجزیہ و تبصرہ از مولف
- ۱۴۲ قسم سوم میں سے اٹھارہویں آیت
- وما جعلنا ہم جسداً لایاکلون الطعام الخ مع ترجمہ و استدلال
- تجزیہ و تبصرہ از مولف
- ۱۴۵ ایک عجیب اور منفرد نکتہ
- ۱۴۶ قسم سوم میں سے انیسویں آیت
- ما اتاکم الرسول فخذوه مع ترجمہ و استدلال
- ۱۵۳ قسم سوم میں سے بیسویں اور آخری آیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین

اخوة الاسلام۔ یہ بات اظہر من الشمس اور سو فیصد سے بھی بڑھ کر ثابت ہے کہ مرزا صاحب قلدیانی اور اس کے پیرو کار دشمن اسلام لایوں کے آلہ کار اور ان کے مخلص فدا کار ہیں ان کا دین و مذہب یا کس بھی حقیقت کے ساتھ دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے اس لحاظ لابی نے بظاہر جو چند مسائل اور نظریات (ختم نبوت اور مسئلہ رفع و نزول مسیح وغیرہ) کو اپنایا ہوا ہے یہ محض اک آڑ اور بہانہ ہے ورنہ درحقیقت ان کا قلبی طور پر ان مسائل یا دیگر کسی بھی مذہبی حقیقت سے ذرہ بھر دلچسپی نہیں ہے مرزا غلام احمد کے دعویٰ ہائے مجددیت مہدویت۔ محدثیت۔ مسیحیت اور نبوت نیز امام وحی اور کشف و نشانات محض اپنی اصل پوزیشن سے توجہ ہٹانے کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔ یا ان کو پرکشش اور قاتل توجہ بنانے کے لئے اپنایا گیا ہے۔

چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب خود وضاحت کرتے ہیں کہ

میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا ملاحظہ فرمائیے ان کی کتاب براہین احمدیہ ص ۵۳ ج ۵ خزائن ص ۶۸ ج ۲۱۔

ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا صاحب کس اخلاص اور راستبازی سے اپنی اصل پوزیشن واضح کر رہے ہیں کہ میرا ایک مشن ہے۔ ایک دعوت ہے۔ ایک ہدف اور مقصد ہے جس کی تکمیل کے لئے مجھے ان امور کے اظہار اور دعوے کرنے کی ضرورت پڑنی ہے۔ اب وہ اصل دعوت اور مشن کیا ہے وہ بھی کوئی راز نہیں ہے بلکہ اس کو بھی مرزا صاحب نے کھل کر ایک دفعہ نہیں بلکہ قدم قدم پر واضح فرما دیا ہے وہ ہے۔

مسلمانوں کو دین سے بالکل ہٹا کر یا ضعیف العقیدہ بنا کر تاج برطانیہ کے ماتحت کر دینا۔ مسلمان اپنے کلچر اور کردار و عمل سے لا تعلق ہو کر تاج برطانیہ کے

غلام بے دام بن جائیں یہ اس پوزیشن میں آجائیں جس کے لئے لارڈ مکالے نے ہندوستانی نظام تعلیم رائج کیا تھا۔ پھر چونکہ مسلمانوں کے جذبہ ملی کو ختم کرنے کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ غیرت و حمیت اور جذبہ جہاد تھا جو ہر دشمن اسلام کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے لہذا اس کو ختم یا بے اثر کرنے کے لئے قادیانی صاحب کو جو بھی ذریعہ یا بہانہ ہاتھ آیا وہ اس نے ضرور استعمال کیا۔ چونکہ حدیث رسولؐ میں مذکور تھا کہ مسیحؑ آکر جہاد موقوف کر دیں گے جزیہ ختم کر دیں گے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تمام مخالف اسلام قوتوں کو بذریعہ جہاد و قتال مغلوب کر لیں گے تو پھر نہ رہے مخالف اور نہ رہے گی ضرورت جہاد۔ کیونکہ ہر عمل ایک ضرورت کے تحت اختیار کیا جاتا ہے تو جب بوجہ مغلوبی کفار و مخالفین میدان کارزار ہی ٹھنڈا پڑ گیا تو جہاد کا کیا موقعہ رہا؟ اور پھر جزیہ تو کفار سے ہوتا ہے تو جب کفار ہی نہ رہے تو جزیہ کس سے لیا جائے گا لہذا مسیحؑ اس انداز سے جہاد و جزیہ کو موقوف کر دیں گے گویا یہ عدم سبب کی بنا پر از خود موقوف ہو جائے گا مگر مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت کر کے اس فرمان نبویؐ کا یہ مفہوم ظاہر کیا کہ مسیح بلا جہاد کئے محض اپنے حکم سے ان مسائل کی موقوفی کا اعلان کر دیں گے اس ضرورت کی بنا پر مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت کیا۔ پھر مہدی ہونے کا الگ دعویٰ نہ کیا کیونکہ اس عنوان سے اس کے آقائے نعمت انگریز بہادر اس سے تھوڑی دیر قبل مہدی سوڈانی سے کافی پریشانی اٹھا چکے تھے لہذا اس نے اس عنوان کو تو باقی رکھا مگر بصورت ادغام و اتحاد۔ کہ لا مہدی الا عیسیٰ حدیث میں آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لئے مجددیت اور محدثیت کا دعویٰ بھی کر دیا کیونکہ اس کی بھی گنجائش تھی نیز اس کے بعد مزید تقویت کے لئے دعویٰ نبوت بھی کر دیا چاہے بطور ظل ہی سہی۔ الحاصل یہ تمام چکر بازی کسی حقیقت مذہبی پر مبنی نہ تھی بلکہ محض تاج برطانیہ کی خدمت مقصود تھی چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اپنے دعاوی کے اظہار اور تائید کے لئے مرزا صاحب اور تمام قادیانی ہر حربہ استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرتے کسی آیت کی غلط تاویل کر کے۔ کسی ضعف حدیث کا سہارا لے کر۔ کہیں تاریخ یا لغتہ کا آسرا لیتے ہوئے اپنا ہدف

مضبوط کرنے کی سعی کریں گے۔ ان کو کسی اصول۔ ضابطہ کی پرواہ ہوتی ہے۔ نہ قرآن و حدیث کی نصوص صریح کا پاس ہوتا ہے۔

کسی بھی آیت کے مفہوم و مصداق کے متعلق نہ وہ شواہد قرآنی کی پرواہ کریں گے نہ کسی حدیث یا تفسیری قول کی۔ نہ کسی سابقہ امام۔ مجدد۔ مفسر و محدث کی بلکہ محض اپنی نفسانیت ہی کو وہ مقدم رکھیں گے۔

حتیٰ کہ وہ اپنے سابقہ نظریہ یا اقرار کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے۔ وہ اپنے مدعا کی تائید کے لئے ہر قسم کی گھپلہ بازی۔ غلط حوالہ جات۔ غلط ترجمہ و مفہوم اور استنباط سے ہرگز ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے نہ ہی کسی غلط حوالے پر شرمندگی اور خفت کا احساس کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے نظریات کے بارہ میں مرزا قادیانی کی تحریرات کی بھی پرواہ نہیں کرتے بلکہ وہ اسی پر متعہد رہتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ منہ سے نکلتا رہے۔ صحیح ہو یا غیر صحیح۔ چنانچہ آپ یہ تمام حقائق تمام قادیانی لٹریچر میں بر ملا دیکھ سکتے ہیں۔

اب معقولیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ بندہ خادم نے جب پوری دیانتداری اور خلوص سے مسئلہ رفع و نزول مسیح کو باضابطہ طور پر پیش کر دیا جس میں کوئی پہلو باقی نہیں رکھا بلکہ مسلمہ اصولوں کی روشنی میں راستبازی اور انصاف کا ہر تقاضا پورا کرتے ہوئے پیش کر دیا تو پھر مزید کسی اشکل۔ اعتراض اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہنا چاہیے تھی مگر وہ قادیانی ہی کیا جو کسی بھی حقیقت کو قبول کر کے اپنی معقولیت کا ثبوت دے بلکہ انہوں نے تو شکم مادر سے ہی قسم کھائی ہوئی ہے کہ ہم نے کسی بات کو کسی بھی طور پر تسلیم نہیں کرنا۔ چاہے آسمان نیچے اور زمین اوپر ہی کیوں نہ ہو جائے کوئی نہ کوئی شبہ نکالتے ہی رہنا ہے اس لئے بندہ خادم اور جمیع اہل حق علماء و عوام ان کی اس فطرت کو جانتے ہوئے کہ ان لوگوں کے سامنے حقیقت پسندی نہیں بلکہ محض دجل و فریب اور مغالطہ آمیزی ہے جس کے تحت محض عوام کو شک و شبہ میں رکھنا مقصود ہے پھر بھی ہم جھوٹے کو اس کے گہر تک پہنچانے کے لئے ان کی ہر بات کا جواب دیتے چلے جاتے ہیں تاکہ کسی بھی مرحلے پر کوئی بھی فرد یہ نہ کہہ دے کہ اہل اسلام کے پاس اس بات کا جواب

نہیں لہذا اب آپ اصل مسئلہ ملاحظہ فرما لینے کے بعد خود مرزا قادیانی کی وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کردہ تیس آیات قرآنی کا محققانہ اور منصفانہ جواب بھی سماعت فرمائیں تاکہ اہل اسلام کا نظریہ مزید سے مزید متفق اور واضح ہو جائے اور باطل پرستوں کے لئے زیادہ سے زیادہ سامان نجات و ندامت سامنے آجائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی حیات مسیح کے خلاف تیس آیات

یاد رہے کہ مرزا صاحب ابتداء میں عام اہل اسلام کے ساتھ متفق تھے کہ واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھالیے گئے تھے وہ اس جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہی پھر بحکم الہی قرب قیامت زمین پر اتریں گے اور امت مسلمہ کے سب سے اہم فتنہ دجال کو قتل کر کے دین حق کی اشاعت و ترویج کا فریضہ ادا فرمائیں گے۔ چنانچہ ابتداء میں انہوں نے اس مسئلہ کو متعدد قرآنی آیات سے بھی مدلل کیا اور کئی مواقع پر کھل کر اور تفصیل سے اس حقیقت کا اعلان کیا جیسا کہ آپ اس کتاب کے شروع میں پڑھ چکے ہیں لیکن پھر پینترا بدل کر دوسرا پہلو وفات مسیح پر دلائل کے انبار لگانے شروع کر دیئے اور کہنے لگے کہ اس مسئلہ پر تو قرآن مجید کی تیس آیات گواہ ہیں تمام صحابہؓ کا بھی اس پر اجماع ہے۔ نیز کئی اکابرین امت کو اس کا حامی ظاہر کیا لہذا ذیل میں ان کی پیش کردہ آیات اور ان کے مفہوم کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

جناب مرزا صاحب اپنی کتاب ازالہ اوہام طبع لاہور کے صفحہ نمبر ۵۹۸ پر یہ عنوان قائم کرتے ہیں کہ

قرآن شریف کی وہ تیس آیتیں جن سے مسیح ابن مریم کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (خزائن ص ۴۲۳ ج ۳)

پھر نمبر وار وہ آیات ص ۶۷ تک پیش کرتے چلے گئے ہیں۔

ملاحظہ خاطر رہے کہ مرزا صاحب کی پیش کردہ یہ تیس آیات ان کے ہاں بھی یکساں مفہوم نہیں رکھتی بلکہ ان آیات کو تین اقسام پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ اول وہ آیات جن میں خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے یہ کل ۷ آیات ہیں۔

۲- دوم وہ آیات جو عمومی طور پر وفات انبیاء کے تذکرہ میں وارد ہیں اور مرزا صاحب اس عموم سے وفات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔

۳- سوم وہ آیات جن میں نہ تو حضرت مسیح کا ذکر ہے نہ عموماً "نہ خصوصاً" بلکہ مرزا صاحب محض اپنی افتاد طبع سے ان کو دلیل بناتے ہیں ان کی تعداد بیس ہے۔ گویا پہلی قسم کی آیات ۷ ہیں دوسری صرف تین اور تیسری ۲۰ (بیس) کل ۳۰ (تیس) آیات۔

اب نمبر وار ان آیات سے مرزا صاحب کا استدلال اور اس کا جواب باصواب سماعت فرمائیے۔

وفات مسیح پر دلالت کرنے والی پہلی آیت

یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ (آل عمران آیت ۵۴)

ترجمہ از مرزا صاحب۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔ (ازالہ ص ۵۹۸ خزائن ص ۴۳۳ ج ۳)

الجواب بعون الوہاب

اس آیت کے ترجمہ لکھنے پر ہی مرزا صاحب نے اکتفا کیا ہے وجہ استدلال کا اظہار سوائے اس بات کے کچھ نہیں کیا (۱) لفظ توفیٰ کا ترجمہ موت۔ رفع کا ترجمہ عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانا۔ کر کے اپنے مقصود پر اشارہ کر دیا ہے مگر صرف اتنے سے اشارہ پر مرزا صاحب کا مقصود پورا نہیں ہو سکتا جب تک مندرجہ ذیل امور پر توجہ نہ دیں۔

نمبر۔ یہ امر مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا صاحب کی پیش کردہ آیات کریمہ آج نہیں بلکہ آج سے چودہ سو سال قبل نازل ہوئی تھیں اور ان کو نازل کرنے والے

خدا نے اسی وقت فرما دیا تھا کہ تم ان علینا بیانہ کہ اے میرے حبیب کریم ﷺ جیسے اس کے الفاظ آپ کے قلب اطہر پر نقش کرنا میری ذمہ داری ہے اسی طرح اس کے مفہوم و مصداق کا القا کرنا بھی ہمارا ذمہ ہے چنانچہ خاتم المرسلین ﷺ کا فرض منصبی تھا کہ آپ تلاوت الفاظ کے ساتھ اس کے معانی اور مفہوم کی تعلیم بھی امت کو دیں۔ (حسب فرمان۔ یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم وبعلمہم الكتاب والحکمة آل عمران ۱۶۴) وغیرہ نیز فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون النحل ۴۴ اس مضمون کی کئی اور بھی آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ الفاظ قرآنی کے ساتھ اس کا مفہوم و مصداق بتلانا بھی سید دو عالم ﷺ کے فرائض منصبی میں تھا تو فرمائیے ان آیات کا وہ مفہوم و معنی جو آپ پیش کر رہے ہیں وہ آپ نے صحابہؓ کو تعلیم فرمایا تھا یا نہیں؟

۲۔ ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے مقصد کی بنیاد عام طور پر لفظ تونی اور رفع پر رکھی ہے تو کیا ان الفاظ کا یہ معنی آنحضور ﷺ نے متعین فرمایا تھا۔ اور اس سے استنباط کر کے آپ نے وفات مسیح کے نظریہ کو واضح فرمایا تھا یا نہیں؟

۳۔ یہ مفہوم سابقہ کتب لختہ میں موجود ہے نیز بعد کے سلسلہ وار مجددین۔ محدثین۔ مفسرین نے اس مفہوم کے پیش نظر کبھی بھی اور کسی بھی دور میں اس نظریہ کا اثبات یا اظہار فرمایا تھا؟

۴۔ آپ نے خود قبل از دعویٰ اور تبدیلی مفہوم کسی بھی تفسیر۔ حدیث یا لغت یا ادب عربی کے کسی بھی گوشے میں یہ مفہوم معلوم کر لیا تھا؟ بالفرض اگر یہ مفہوم آپ نے معلوم کیا تھا تو اس کو ظاہر کیوں نہ کیا؟

۵۔ آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ قرآن مجید کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ نیز تسلیم کیا ہے کہ دین کی بنیادی باتیں ہر دور میں برابر شائع ذائع رہی ہیں (خزائن ص ۲۱۲ ج ۲۰) نیز یہ بھی آپ نے لکھا ہے۔ کہ مجددین امت دین کا صحیح مفہوم قائم کرنے کے لئے آتے ہیں (ایام الصلح) تو فرمائیے ان ضوابط کے مطابق ان الفاظ کا یہ مفہوم اور اس پر مبنی یہ نظریہ وفات کسی بھی دور میں ذائع شائع رہا ہے؟ حوالہ کتب معتبرہ پیش فرمائیے۔

۶۔ آپ نے تحریر کیا ہے کہ اہل اسلام از روئے قرآن و حدیث بطور تواتر کے ابتداء سے ہی آمد مسیح کی پیشگوئی کو بطور عقیدہ کے اپنائے ہوئے ہیں (خزائن ص ۳۰۴ ج ۶) نیز لکھا ہے کہ اس پیشگوئی کو سب نے بلا تعلق تسلیم کر لیا ہے (ازالہ ص ۵۵۷)

تو فرمائیے جب یہ نظریہ بطور تواتر کے بے شمار دلائل قرآنیہ و حدیثیہ کے تحت افراد امت کے رگ و ریشہ میں رچا ہوا تھا۔ تو پھر آپ کو اس سے منحرف ہونے کی کونسی مجبوری پیش آئی تھی؟

۷۔ قبل ازیں تبدیلی آپ بھی از روئے آیات قرآنیہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر ایمان رکھتے تھے نیز ان آیات اور ان الفاظ کا معنی وہی کرتے تھے جو عام کتب لغت و ادب یا تفسیر و حدیث میں متعارف تھے۔ چنانچہ آپ نے خود بھی سابقہ تحریرات میں سابقہ عقیدہ کے اظہار کے ساتھ ساتھ ان الفاظ کے معانی بھی وہی لکھے ہیں (مثلاً "براہین احمدیہ وغیرہ) تو پھر یکدم اس تبدیلی کی وجہ؟ کیا اتنی نمایاں تبدیلی کا دین اسلام میں کہیں احتمال و امکان ہے یا تھا؟

ہاتو برہانکم ان کنتم صادقین۔ نیز اب جو اپنی تائید میں اجماع صحابہ احوال سلف اور لغوی ضابطے پیش کرتے ہو وہ آپ کو قبل از تبدیلی معلوم تھے یا نہیں؟ اگر معلوم تھے تو اظہار کیوں نہ کیا اور معلوم نہ تھے تو آپ از خود آیات قرآنیہ سے حیات مسیح پر استدلال کیوں کرتے رہے۔ اور خواہ مخواہ من فسر القرآن براہ فہو لیس بمومن بل هو اخ الشیطان کا مصداق بننے رہے؟

فرمائیے جب آپ خود اس نظریہ رفع و نزول پر قرآنی آیات سے استدلال کر رہے ہیں اور وہ بھی اس کتاب میں جس کو آپ نے خدا کی وحی سے لکھا ہے چنانچہ اس کے بعد آپ اس کتاب کو تمام زندگی ہر کتاب میں بطور متن الہی کے پیش کرتے رہے اور یہ کتاب بقول شما آنحضرت ﷺ سے رجسٹرڈ بھی ہو چکی تھی تو پھر اس سے انحراف کی وجوہات کیا ہیں؟

۸۔ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ واقعات و قصص میں نسخ و تبدیلی نہیں چلتے

(خزائن میں ۱۵۳ ج ۱۱۶) تو پھر اس تحریر کا کیا مفہوم ہے کہ قرآن شریف کی وہ آیتیں جو بطور ہیسگوئی کے حضرت عیسیٰؑ کی طرف منسوب تھیں۔ وہ اب میری طرف منسوب ہو گئی ہیں (خز ص ۱۱۱ ج ۲۱ نیز خز ص ۳۶۹ ج ۱۷) کیا یہ واقعہ مسیح انبی متوفیک ورافک پہلے وقوع پذیر نہیں ہو چکا تھا؟ جس کی ایک خارجی اور واقعاتی صورت متحقق تھی جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی معظم ﷺ نے واضح فرما دیا اور پھر اس کے بعد صحابہؓ سے لے کر امت کے آخری فرد تک اسی طے شدہ اور متعین حقیقت کو تسلیم کئے چلا آتا ہے اور خود آپ بھی۔ اور بقول تمام افراد امت مع مجددین و مفسرین و آئمہ ہدی وہ ایک متعین و مشخص حقیقت ہے تو فرمائیے اس شخص اور متعین حقیقت کا بدل جانا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ کیا حقائق الاشیاء ثابتہ کے کلیہ سے آپ منحرف ہیں؟

۹۔ جب تمام آئمہ لغت و معانی نے لفظ توفی کا حقیقی مفہوم واضح کر دیا ہے کہ یہ لفظ دراصل ”وفی“ سے بنا ہے اور اس کا بنیادی مفہوم اخذ الیسی وافیاً ہے پھر یہ مفہوم بطور جنس کے ہے جس کی تین انواع ہیں۔ توفی بالانوم۔ توفی بالہوت الحقیقی اور توفی بلا معاد الی السماء اور ہر ایک معنی ملحدہ قرآن کی بنا پر اخذ کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

ایک جگہ لفظ توفی یوں استعمال ہوا ہے۔ وهو الذی یتوفکم باللیل وبعلم ماجرحتم بالنہار (الانعام)
ترجمہ وہ ذات جو تمہیں رات کو قبض کر لیتا ہے۔ تو یہاں اس کا معنی بوجہ قرینہ لیل کے نیند لیا جائے گا۔

۲۔ دوسرا استعمال یوں ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (الزمر ۴۲)

ترجمہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی جانوں کی قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت (یہ موقعہ بوجہ قرینہ لفظ موت حقیقی موت کا ہے) اور جو نہیں مرتیں ان کو نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے (یہ توفی بھی . معنی نیند ہے بوجہ قرینہ منام)

۳۔ تیسرا استعمال۔ انبی متوفیک ورافک الی (الرا عمران ۵۳)

یعنی اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا (نہ موت کے وقت نہ رات اور نیند کے وقت) بلکہ زندہ ہی قبضہ میں لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ دیکھئے یہاں لفظ توفی کے ساتھ نہ لفظ لیل یا نوم ہے کہ جو نیند کے معنی کے لئے قرینہ ہے اور نہ ہی یہاں لفظ موت کا ذکر ہے جو موت حقیقی کے معنی کے لئے قرینہ ہے۔ بلکہ یہاں ایک تیسرا قرینہ ہے جو اس کے تیسرے مفہوم کے لئے قرینہ ہو گا۔ وہ ہے رافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ فرمائیے بات کتنی صاف اور آسان ہے جو بلا تکلف اور بصراحت قرآنی استعمال سے واضح ہو رہی ہے اب فرمائیے کہ یہی حقیقی معنی اسلاف امت لے کر نظریہ رفع و نزول مسیح کے قائل نہیں ہیں؟ فرمائیے اس میں کونسا تکلف ہے؟ کونسی تحریف یا مبالغہ ہے؟ خواہ مخواہ بات کو الجھانا یہ کوئی انسان کا شیوہ نہیں۔ ”لائسلم“ اور ”میں نہ مانوں“ تو کوئی معقول بات نہیں۔ یہ اکھر قسم کے اور غیر معقول لوگوں کا شیوہ ہے۔

۱۰۔ فرمائیے جہاں الل لغت نے لفظ توفی کے متعدد استعمال تحریر کئے ہیں وہاں انہیں آئمہ لغت نے یہ نہیں لکھا کہ اصل معنی تو توفی کا اخذ الہی و ایما ہی ہے۔ موت نہیں ویسے اس کا مجازی معنی موت بھی محتمل ہے دیکھئے تاج العروس شرح قاموس از علامہ زبیدی۔ اسی طرح آپ کے ممدوح علامہ زمخشری بھی وضاحت کرتے ہیں کہ ومن الجواز۔ الموت۔ (اساس البلاغۃ)

فرمائیے یہ آئمہ لغت نہیں کیا ان کو ادب عربی اور فن معانی و نحو میں آپ سے کہیں بڑھ کر کمال حاصل نہ تھا۔ اور پھر ان کا یہ مفہوم ہے بھی عین منشا قرآن کے مطابق کیونکہ قرآن مجید میں ہر جگہ موت و حیاة کا قتل تو مشاہدہ ہے مگر کہیں حیات و توفی کا قتل نظر نہیں آتا۔ دور نہ جائیے خود اس آیت سورۃ زمر میں یہ نقشہ کھلی آنکھوں سے ملاحظہ فرما لیجئے۔ اعلان الہی ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حسین مونها والنتی لم تمت فی منامها گویا صرف اس حصہ میں ہی لفظ توفی کے حسب قرینہ ود استعمال یا دو مفہوم سامنے آگئے۔ پہلے جملہ میں توفی . معنی موت بوجہ قرینہ موت اور والنتی لم تمت فی منامها اس دوسرے جملہ میں توفی . معنی نیند ہے بوجہ قرینہ منام۔ چنانچہ دونوں خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہیں

(ازالہ) تو اگر توفی کا حقیقی معنی موت ہی ہوتا تو پھر حین موت کا کیا موقعہ تھا؟ کیا اس صورت میں تحصیل حاصل کی خرابی لازم نہ آتی تھی۔ یا اہل علم کی اصطلاح میں تقسیم شئی الی نفسہ والی غیرہ لازم نہ آتی جو کہ سراسر ممنوع ہے۔ الغرض اہل اسلام کا مفہوم اور اس پر مبنی ان کا نظریہ حیات مسیح سو فیصد برحق ہے۔ اس کے خلاف ذرہ بھی صحت کا احتمال و امکان نہیں ہے۔ بقیہ قرآنی استعمالات آگے چل کر ملاحظہ فرمائیے۔

۱۱۔ جناب مرزا صاحب اس حقیقت مذکورہ پر ایک برہاں عظیم یہ ہے۔ کہ خود آپ کے فرزند ارجمند مرزا بشیر الدین نے وضاحت کر دی ہے۔ کہ حضرت صاحب پہلے تو توفی کا مفہوم پوری نعمت دنیا کرتے تھے اس کے بعد پھر اس کا معنی موت کرنے لگے دیکھئے ان کی کتاب حقیقتہ النبوة (ص ۲۸۶)

یہ ایک کھلی دلیل ہے کہ یہ تبدیلی کسی غرض فاسد پر مبنی تھی ورنہ لغت میں تبدیلی کا آج تک امکان پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی کسی نے یہ حماقت کی ہے۔

۱۲۔ جناب وللا اس آیت کا حقیقی مفہوم اور مصداق علی وجہ المشاہدہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے جس سے کوئی بھی ذی ہوش انسان (مرزائی) انحراف نہیں کر سکتا الا من سفہ نفسہ و هو ہنا

اس آیت کریمہ کی روشنی میں آپ ذرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماحول کو ذہین نشین فرمائیں۔ یعنی اس آیت کا نزول کس ماحول اور حالات کے موقعہ پر ہونا بیان کیا جا رہا ہے یہی ناکہ

جب حضرت مسیح کو دعوت حق کے رد عمل میں یہود کی شدید مخالفت اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ وہ آپ کے خلاف آخری اور فیصلہ کن اقدام کرنے پر تل گئے۔ آپ کی جان کے دشمن بن گئے اور ان کے پروگرام اور منصوبہ کے مقابلہ میں رب کریم نے اپنا فیصلہ ظاہر کر دیا۔ و مکروا مکرا اللہ گویا انسانی اور خدائی تدبیر کا تقابل رونما ہونے لگا۔ تو خدائی اعلان ہو گیا واللہ خبیر الما کرین کراے ذرہ خاک یہ مسیح میرا پاکباز اور مقدس نبی ہے۔ یہ میرا مشن پیش کر رہا ہے تم اس کی مخالفت اور مزاحمت پر تل رہے ہو یاد رکھو تم اس کے مقابلہ میں

نہیں بلکہ میرے مقابلہ پر یہ حماقت کر رہے ہو لہذا یار رکھو تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے، ہمیشہ میری ہی تدبیر اور فیصلہ نافذ ہوتا رہا ہے۔ ولن تجد لسنة اللہ تبدیلا

ناظرین کرام ایک طرف یہ ماحول ذہن نشین رکھئے۔ اس کے بعد اس کی مثل کے طور پر دو موقع اور بھی ذہن میں جمائیے تاکہ حقیقت حل کھل جائے وہ واقعات یہ ہیں۔

۱۔ ایک واقعہ ہجرت ہے واقعہ خاتم الانبیاء کی ہجرت کا جس کا ذکر اور تفصیل پہلے حصہ میں بیان کر چکا ہوں بحوالہ الانفال ۳۰

۲۔ دوسرا واقعہ سورۃ نمل کی آیت ۵۰ میں مذکور ہے وہ بھی پہلے بیان کر چکا ہوں۔

آپ دوبارہ سابقہ اوراق کو پلٹ کر ان تینوں واقعات کی یکساں خوبی ذہن نشین کر لیں کہ یہ ایک ہی طرح کے واقعات اور ماحول ہیں پھر ایک ہی طرز کے الفاظ بھی ہیں۔ تو پھر ان واقعات کا نتیجہ بھی ایک ہی طرز کا تسلیم کرنا لازمی ہو گا۔ چنانچہ ان دو واقعات کا نتیجہ سب کے ہاں مسلم ہے۔ کہ خدا کے نبیؐ بحفاظت تمام اپنے دار الحجرت پہنچ گئے اور مخالفین اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئے۔

۳۔ اچھا یہ متفرق واقعات تو مشاہداتی اور تاریخی ہیں اگرچہ ان واقعات میں رتی بھر خفا نہیں مگر ایک چوتھا واقعہ بھی ہے۔ جو منکرین حیات کے لئے بھی واضح تر اور سو فیصد ناقابل تردید و انکار ہے۔ وہ جناب مرزا صاحب کا واقعہ اور ماحول ہے جو انہوں نے خود اپنا ذاتی مشاہدہ نہیں بلکہ تجربہ لکھا ہے۔ جس میں سو فیصد ماحول اور حالات وہی تھے جو بقول مرزا صاحب حضرت مسیح کے تھے صرف اتنا فرض تھا کہ وہاں یہود تھے اور مرزا صاحب کے اردگرد ہنود اور آریہ تھے۔ گویا فرق صرف افراد کا ہے ماحول کا ذرہ بھی نہیں۔

نیز دوسری مثالوں کے برعکس یہاں تو الفاظ بھی ہو بہو وہی ہیں یعنی خود مرزا صاحب کو عیسیٰ قرار دیکر یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک والے چارون وعدے اور اعلان سنائے جا رہے ہیں۔ تو اب ایمانداری کا تقاضا یہی ہے کہ اس

ماحول اور موقعہ پر جو حالات خود مرزا صاحب کو درپیش آئے وہی ہم مقدس رسول خدا حضرت عیسیٰؑ کے حق میں تسلیم کرنے کے لئے بیتاب ہیں۔

ہیلے آئے میدان میں صرف تاریخ و مشاہدہ نہیں بلکہ آپ کے ذاتی تجربہ کی روشنی میں اس آیت کا صحیح مفہوم اور لفظ تونی۔ رفع وغیرہ کا صحیح صحیح مفہوم و مصداق تسلیم کر لیتے ہیں۔ یعنی آپ لوگ جو جو حالات حضرت مسیح کے متعلق کہتے ہو کہ ان کو گرفتار کیا گیا۔ ان کی خوب توہین و تحقیر کی گئی پھر صلیب پر لٹکا دیا گیا اس کے بعد جو کچھ پیش آیا وہ سب کچھ سامنے رکھ کر موازنہ کیجئے کیا ایسے ہی مرزا صاحب کو بھی ہنود اور آریہ نے گرفتار کر لیا۔ تھپڑ مارے کانٹوں کا تاج سر پر رکھا آوازے کسے وغیرہ وغیرہ پھر ہاتھ پاؤں میں کیل ٹھونک کر اوہ موا کر دیا تھا۔ وغیرہ۔ اگر یہ تمام حالات مرزا صاحب پر بھی وارد ہوئے تو ہم حضرت مسیح کے متعلق بھی سب کچھ تسلیم کر کے آپ کے نظریہ کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر ہمیں کیوں مجبور کیا جاتا ہے۔

ناظرین کرام۔ آپ نہایت غور فکر اور دیانتداری سے اس آیت کا مفہوم اور جملہ اعتراضات کا جائزہ میری ان معروضات مع سابقہ تفصیل کی روشنی میں لے کر حق و باطل کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

لفظ تونی کی تحقیق مفصل

قرآن مجید میں ونی کا مادہ کل چھیاٹھ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ مجرد کا استعمال بالکل نہیں ہے۔ بلکہ تمام صیغے مزید فیہ کے صرف ۴ ابواب سے استعمال کئے گئے ہیں۔ باب الفعل ۱۸ مرتبہ تفصیل ۱۹ مرتبہ۔ باب فاعل ۲۵ مرتبہ اور باب استفعال صرف ایک مرتبہ ۲:۸۳ میں وارد ہوا ہے۔

اور دو مرتبہ الفعل التفصیل کا صیغہ آیا ہے۔ سورۃ توبہ کی آیت ۱۱۱ میں ومن اوفیٰ بعہدہ من اللہ اور دوسرے مقام سورۃ النجم میں وان سعیدہ سوف یری ثم یجزاہ الجزا الاوفی (آیت ۴۱)

ان تمام استعمالات میں مصدری معنی۔ اتمام واکمل۔ برابر ملحوظ ہے صرف لزوم و تعدیہ کا فرق جو خاصیات ابواب کے تحت ہے وہ ضرور ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اب ہمارے زیر بحث اس مادہ کا استعمال در باب التفصیل کی صورت میں ہے جو کہ قرآن مجید میں کل ۲۵ مرتبہ آیا ہے اور تمام مقالات میں بنیادی مفہوم قبض اور اخذ الیٰشی و ایفا لٹوظ ہے دوسرا کوئی مفہوم ہرگز نہیں۔ ہاں حسب ضابطہ مذکورہ یہ باب حسب قرآن تین طرح استعمال ہوا ہے۔ کما ذکرنا انفا مثلا جب مادہ التفصیل کے ساتھ قرینہ لیل یا منام کا ہو گا تو تونی کا معنی و مفہوم نیند ہو گا۔ ۲۔ اور جب اس کے ساتھ قرینہ لفظ موت وغیرہ ہو گا تو معنی حقیقی موت ہو گا۔ نمبر ۳ اور جب اس کے ساتھ قرینہ مذکورہ دو قرینوں کے علاوہ کوئی اور ہو گا تو اس کے مطابق اس کا مفہوم بھی الگ لیا جائے گا جیسے انی متوفیک ورافعک (۵۵:۳) تو اس کے مطابق تونی کا معنی رفع جسمانی سلوی لیا جائے گا۔ نہ دیگر کوئی معنی اب اس ضابطہ کو لے کر تمام مقالات پر غور کر لیں تو آپ کو یہی حقیقت فراہم ہو گی۔ کہ تونی کے ساتھ جو قرینہ مذکور ہو گا اسی کے مطابق مفہوم لیا جائے گا۔

ذیل میں تفصیلی مطالعہ پیش خدمت ہے

- ۱۔ حتی اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا وهم لا یفرطون (الانعام ۶۱) یہاں بوجہ قرینہ لفظ موت کے معنی تونی کا موت ہو گا۔
- ۲۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا (الزمر ۴۲) یہاں بھی تونی کا معنی بوجہ قرینہ لفظ موت کے موت حقیقی ہی لیں گے۔
- ۳۔ واللہ خلقکم ثم یتوفکم و منکم من یردالی اردل العمر (النحل ۷۰) یہاں بھی معنی یتوفکم بقرنیہ خلقکم کے موت ہی ہو گا۔
- ۴۔ قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم (السجدہ ۱۱) یہاں بھی معنی تونی بوجہ ذکر ملک الموت موت حقیقی ہی ہو گا۔
- ۵۔ و منکم من یتوفی من قبل و لتبلغوا اجلا مسمی الغافر ۴) یہاں بھی اجل مسمی کی مناسبت سے معنی موت حقیقی ہی ہو گا۔
- ۶۔ والذین یتوفون منکم و ینرون ازواجکم یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشر (البقرہ ۲۳۴) ینرون لزواجکم کے قرنیہ کی بنا پر معنی موت ہو گا۔

۷۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین (یوسف ۱۰۱) میں بھی بوجہ دعائے الحاق بالصالحین کے موت ہی مراد ہوگی۔

۸۔ فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفاهن الموت (النساء ۱۵) میں بھی بوجہ قرنیہ لفظ موت کے توفی کا معنی موت ہی ہوگا۔

۹۔ واما نرینک بعض الذی نعدهم اونتوفینک فبالینا مرجعهم (یونس ۳۶) الینا مرجعهم کے قرنیہ کی بنا پر معنی موت ہی لیں گے۔ نیز نرینک حیات کا مقتضی ہے لہذا اس کی ضد موت ہی ہوگی۔

۱۰۔ فکیف اذا توفتهم الملائکة یضربون وجوههم واد بارهم (محمد ۲۷) یہاں بھی بوجہ قرینہ ضرب علی الوجوه ولادبار کے معنی موت ہی ہو گا کیونکہ فرشتے قبض روح کے وقت ہی یہ کام کرتے ہیں۔ ایسے ہی بقیہ آیات میں بھی توفی کا مفہوم واضح کرنے کے لئے قرآن موجود ہیں۔ لہذا جب آیت زیر بحث میں نہ تو قرینہ لیل یا نوم ہے اور نہ ہی موت وغیرہ بلکہ یہاں رافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ ہے تو لازماً "یہاں مفہوم بھی دونوں سے الگ لیں گے اور وہ ہے رفع جسمانی الی السماء۔"

آیت کریمہ باعینسی انی متوفیک ورافعک میں تقدیم و تاخیر کا تنازعہ

ناظرین کرام۔ اہل اسلام کا صحیح اور اجماعی نظریہ اور اس آیت کریمہ کا صحیح مفہوم تو واضح ہو چکا کہ

توفی کا اصل لغوی مفہوم اخذایشی وافیا ہے جس کی تین صورتیں ہیں جو حسب قرینہ طے ہوں گی۔ چنانچہ اس کا بیان ہو گیا۔ اب ذیل میں بحوالہ مفسرین امت اس آیت کا بیان کردہ مفہوم اور اس کی مختلف توجیحات کا خلاصہ بھی سماعت فرمائیے۔

تمام مفسرین کرام اور آئمہ حدی مجددین مسلمین نے اصل نظریہ رفع ونزول مسیح جسمانی کو تسلیم کرتے ہوئے لفظ توفی کے ترجمہ و مفہوم میں انہی تینوں انواع کو ملحوظ رکھا ہے۔ ہاں مفسرین کرام نے احتمالاً طور پر انواع ثلاث میں سے ہر توجیہ کے

مطابق گفتگو فرمائی ہے کہ یہاں کونسی توجیہ لے کر اصلی مفہوم اور نظریہ اسلام کو مدلل اور مبرہن کیا جا سکتا ہے تو مفسرین کرام نے ہر توجیہ کو اختیار کر کے بھی اصل نظریہ رفع نزول جسمانی کو ثابت کر دیا ہے۔ تفصیل یوں ہے کہ

اگر لفظ کو اخذائشی و انفا کے تحت بلا کسی شرط کی رفع جسمانی پر محمول کیا جاوے تو یہ صورت سب سے صحیح قریب تر اور لوفق للحق ہوگی چنانچہ اسی کو ابن جریر نے اصح الاقوال سے تعبیر فرمایا ہے۔ لیکن اگر توفی کا معنی حقیقی موت لیا جائے تو اسکی دو صورتیں ہوں گی۔

۲۔ آیت میں تقدیم و تاخیر کا ضابطہ اختیار کیا جائے گا چنانچہ اس توجیہ کے بھی کئی مفسرین قائل ہیں کہ متوفیک کے معنی موت حقیقی ہی ہے مگر پھر آیت میں تقدیم و تاخیر اختیار کی جائے گی یعنی پہلے رفع جسمانی ہوا پھر آخر زمانہ میں آپ حقیقی موت سے دو چار ہوں گے۔ الغرض اس توجیہ سے بھی اصل نظریہ قائم دائم رہے گا صرف توجیہ میں فرق ہے۔

۳۔ توفی کا معنی حقیقی موت مراد لے کر یہ کہا گیا کہ آپ پر تین گھڑی یا سبع ساعت موت طاری رہی اس کے بعد زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا گیا۔ حتیٰ کہ بعض اقوال میں تین دن تک موت کا طریان بھی مذکور ہے مگر یہ اقوال ذاتی اقوال ہی ہیں۔ موید بالا آثار نہیں۔ اس صورت میں بلا تقدیم و تاخیر اختیار کئے حقیقی موت کا معنی تسلیم کیا گیا مگر نتیجہ وہی رفع جسمانی قائم رہا۔ اور اسی توجیہ کے ساتھ کئی مفسرین نے فرمایا کہ مسیح کا رفع بغیر موت کے ہی ہوا انہ رفع بغیر موت۔

اسی طرح بعض مفسرین نے توفی کا معنی نیند لے کر یہ توجیہ فرمائی کہ آپ پر نیند طاری کر کے آسمان پر لٹھکایا گیا تاکہ راستہ کی گھبراہٹ اور وحشت سے محفوظ رہیں۔

اور بعض نے موت بمعنی انقطاع من احوال الارض مراد لے کر توفی بمعنی موت مراد لے کر مفہوم کو فٹ کیا ہے۔

الغرض ہر ایک احتمالی توجیہ پر اصل عقیدہ سو فیصد صحیح طور پر قائم رکھا گیا۔ اسی اختلاف توجیہات کو مرزا قادیانی اختلاف مفسرین کا طعنہ دیکر اس نظریہ کو

اختلاف کا شکار قرار دیتا ہے اور اس عقیدہ کے اجماعی ہونے پر آوازے کس رہا ہے حالانکہ اصل حقیقت یہی ہے جو بندہ نے پیش کر دی۔ تمام اہمیت کا اصل نظریہ وہی رفع نزول جسمانی ہے اختلاف صرف کیفیت رفع میں ہے اور وہ بھی لغوی طور پر۔ احتمالی اور امکانی طور پر۔ کیونکہ لغت تمام احتمالی معانی اور مفہوم بیان کرتی ہے۔ اور مرادی معنی کے لئے قرآن پیش کرتی ہے۔ بندہ خلوم پہنچ کرتا ہے کہ کوئی بھی قدیانی میری پیش کردہ حقیقت سے زائد ایک شوشہ بھی ثابت کر دے تو منہ مانگا انعام پائے۔ تمام تفاسیر اکٹھی کر کے حق و باطل کی فیصلہ کرنے کے لئے بندہ ہر وقت حاضر ہے۔ فہل من مبارز

آیت میں تقدیم و تاخیر اور ترتیب کا قدیانی ڈھکوسلہ

مرزا قدیانی اور اس کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ آیت کریمہ میں چار وعدے بالترتیب ہیں جن کا وقوع بھی اسی ترتیب سے تسلیم کرنا ایمان بالقرآن کا تقاضا ہے یہ تقدیم و تاخیر کا معاملہ تو الحاد ہے کیا خدا کا کلام بے ترتیب ہو سکتا ہے ہم اللہ حق اس اشکال کا جواب دو طرح پر دیتے ہیں۔ تحقیق۔ الزامی

اول تحقیقی جواب یہ ہے

کہ اللہ علم کے ہاں کلام کی بلاغت یہ ہے کہ وہ مقتضی الحال کے مطابق ہو۔ تو یہاں حال کا تقاضا یہی تھا۔ کہ اس وقت حضرت عیسیٰ کے مخالف یہود آپ کو گرفتار کر کے بذریعہ صلیب قتل کے درپے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں اور اپنے مقدس رسول کی تسلی کے لئے فرمایا یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی اے میرے پیغمبر آپ پریشان نہ ہوں یہ مخالف آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے یہ ظالم اپنے منصوبہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے آپ خاطر جمع رکھیں۔ میں خود تمہاری حفاظت کروں گا یہ نہ آپ کو گرفتار کر سکیں اور نہ ہی قتل و صلیب سے دو چار کر سکیں گے بلکہ میں آپ کو اپنی حفاظت میں لوں گا اور پھر بجمہد عصری آپ کو اپنے پاس آسمان پر اٹھالوں گا۔ یہ ہے کلام کی بلاغت جو مقتضی الحال کی سو فیصد ترجمان ہے۔ چنانچہ خود مرزا صاحب نے بھی اس ماحول کی یہی

ترجمانی کی ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۳۹۴) پھر یہ بھی لکھا کہ یہ وعدہ تھا کہ جس کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں کہ یہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے اس میں کچھ بھی توقف نہیں۔ (آئینہ کمالات ص ۲۴۶)

اب ظاہر ہے کہ توفی کا وعدہ بلا توقف اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جبکہ اس کا مفہوم اللہ حق کے مطابق لیں۔ یعنی رفع ساوی۔ نہ کہ ہجرت الی الکشمیر کیونکہ اس صورت میں تو ۸۷ یا ۹۲ یا ۱۵۳ سال کے بعد توفی یعنی موت واقع ہوئی جو کہ ایک طویل توقف ہے تو واضح ہو گیا کہ لفظ کا مفہوم مسیح کو جسم بمع روح بحالت حیات ہی رفع الی السماء پیش آنے میں اصول بلاغت کے اور عظمت قرآن کے مطابق ہے۔ نہ کہ قادیانی مفہوم یعنی موت حقیقی کی صورت میں۔ تحقیقی جواب کی دوسری صورت یہ ہے کہ لفظ توفی کا معنی مجازی حقیقی موت لے کر بھی کلام الہی مقتضی الحال کے عین موافق ہو گا۔ وہ اس صورت میں کہ جب ماحول نہایت پریشان کن تھا خدا کا پیغمبر کفار کی یلغار کی زد میں، سقزائے بشریت گھبراہٹ میں مبتلا تھا تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی۔ کہ اے میرے مقدس نبیؐ یہ یہود آپ کو مار نہیں سکیں گے۔ بلکہ تمہاری موت تو میرے پروگرام اور ارادہ پر ہوگی۔ جب بھی ہوگی لیکن فی الحال میں تجھے ان کی یلغار سے سو فیصد محفوظ کر کے اپنے پاس اٹھانے والا ہوں۔ تو چونکہ یہودی منصوبہ کے تحت موت متوقع تھی لہذا پہلے اس کے متعلق وضاحت فرمائی۔ پھر دوسرے امور کا تذکرہ فرمایا۔ یہ ہے مقتضی الحال کی مطابقت۔

الزامی جواب یہ ہے

کہ قادیانی تقدیم و تاخیر کے ضابطہ کو جو عین بلاغت کے مطابق ہے آئمہ فن اس کی حمایت میں ہیں۔ چنانچہ امام سیوطی مجدد صدی دہم نے اپنی کتاب اللاتقان میں اس پر مستقل عنوان قائم کر کے متعدد قرآنی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ لہذا اس ضابطہ کو الحاد قرار دینا بہت قبیح جسارت ہے۔ نیز مجددین سے انکار و انحراف کا مذموم ارتکاب بھی ہے حتیٰ کہ اس آیت میں تو مرزا صاحب کے ممدوح ابن عباسؓ بھی تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں لہذا قادیانی اعتراض جاتا رہا۔ کہ یہ الحاد و تحریف

ہے۔ کیونکہ پھر ان اکابرین کو اس جرم میں ملوث ماننا لازم آئے گا۔ جو کہ سراسر غیر معقول اور غیر مسلم ہے۔
 دیکھئے تفاسیر آئمہ مثلاً ابن جریرؒ و ابن کثیرؒ

علاوہ ازیں جناب مرزا صاحب خود بھی اس ترتیب کو قائم نہیں رکھ سکتے دیکھئے ان کا اپنا ذاتی معاملہ کہ جب لیکھرام کے سلسلہ میں آریہ نے مرزا صاحب کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام بنایا تو بقول مرزا صاحب ان کو بلطفہ یہی الہام ہو یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک اس پر مرزا صاحب سراج یزید میں لکھتے ہیں کہ اس الہام (انی متوفیک) کے اس وقت خوب معنی کھلے۔ کہ میں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا (ص ۲۰ حاشیہ خزائن ص ۲۳ ج ۱۲) معلوم ہوا کہ توفی کا اصل معنی اور خاص کر حضرت عیسیٰؑ کی واقعہ میں یہ ہے کہ ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچانا۔

نہ کہ گرفتار کر کے۔ پھر نہایت توہین و تحقیر کے بعد آپ کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھونک کر مرنے کے لئے لٹکا دینا۔

جیسا کہ خود مرزا صاحب نے واقعہ میں ان امور میں سے کچھ بھی مرزا صاحب نو پیش نہیں آیا تو جب مرزا صاحب گرفتاری اور توہین سے محفوظ رہے تو ان کا رفع روحانی ہو گیا۔ پھر مدت بعد ان کی طبعی موت واقع ہوئی۔ اس طرح ہم کہتے ہیں کہ وعدے تو چاروں تھے مگر ان کا وقوع حسب تقاضا حالات رونما ہوا یعنی کفار کی یلغار سے کھل حفاظت پھر رفع الی السماء اس کے بعد اپنے وقت پر طبعی موت۔ اور اس کے درمیان مسیح کی مطاعن یہود سے تطہیر اور ان کے متبعین کا مخالفین پر غلبہ۔ اب فرمائیے یہ کلام کی بلاغت واضح ہو رہی ہے یا الحاد کا ظہور ہو رہا ہے۔ پھر مرزا صاحب از روئے حدیث رسولؐ لکھتے ہیں کہ قرآن کے بعد احادیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی یعنی موت حقیقی کے ہی مفہوم میں مستعمل ہے۔ گویا یہ لفظ اسلام میں بطور اصطلاح کے موت کے معنی میں استعمال ہے تو عرض ہے۔ کہ آپ کی بنیاد کہ قرآن میں کیلتا اور اصطلاحاً یہ لفظ معنی موت میں مستعمل ہے دوسرے معنی میں سلب کلی کے طور پر غیر مستعمل ہے۔ تو ہم نے تمہاری اس بنیاد کو تو علی

رؤس الاشهاد ختم کر دیا۔ کیونکہ قرآن میں بالصراحت یہ لفظ دیگر معانی میں مستعمل ہے جس کے تم خود بھی معترف ہو۔ تو جب بنیاد ختم تو اس پر استواری بھی کمزور اور غیر مفید ہوگی بلکہ ختم ہو گئی۔

اب حدیث کہ حوالہ سے گزارش ہے کہ فقط لفظ تونی کے مفہوم پر ہی اس نظریہ رفع و نزول کا مدار نہیں کہ اذا ثبت الشیئی ثبت به شیئی آخر کا ضابطہ تسلیم کرنا ہو گا بلکہ اس نظریہ کا ثبوت تو دیگر براہین میں واضح اور نصوص قطعیہ سے بھی موجود ہے جس کے تذکرے سے ایک ذخیرہ احادیث معمور ہے نیز خدا کے رسولؐ بیان لغت کے لیے نہیں آتے بلکہ وہ نصوص باہرہ کے ساتھ حقائق بیان فرماتے ہیں تو جب خاتم الانبیاء ﷺ نے مسئلہ رفع و نزول مسیحؑ کو بالصراحت اپنے بے شمار ارشاد سے واضح فرما دیا تو اب آپ کی زبان اقدس سے لفظ تونی کی لغوی تشریح کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔

جب آپ نے حلفاً و قسماً نزول مسیحؑ کو بالصراحت بیان کر دیا نیز آپ کے تمام حالات و کوائف بھی تفصیلاً بیان فرمادیئے تو پھر مزید کسی لغوی وضاحت کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے بلکہ اب امت کا فرض ہے کہ ایسے الفاظ کی تشریح از روئے لغت و محاورہ وہ کریں جو اس نظریہ حقہ کے ساتھ مطابقت کرے کیونکہ کلام الہی اور نبی معظم ﷺ تو مطاع اور متبوع ہوتے ہیں اور علوم لغت و محاورہ وغیرہ سب خدام کے درجے میں ہوتے ہیں۔

قدیانی فلسفہ

قدیانی الٹی گنگا بہاتے ہیں۔ مرزا صاحب مع پیروکاروں کے اسلام کے اصول اور نظریات کو ڈکٹرنری کے حوالہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب خود بھی اعتراف کر چکے ہیں کہ اصطلاحی امور میں لغت کی طرف رجوع کرنا محض حماقت ہے۔ (ازالہ ص ۵۳۸ خز ص ۳۸۹ ج ۳)

لہذا اسلامی الفاظ و اصطلاحات اور نظریات بلا حوالہ لغت کے تسلیم کرنا ہی دین ہو گا۔ نہ کہ طے شدہ امور میں۔ پھر نئے سرے سے لغوی بحثوں کے ذریعے رخنہ اندازی کرنا دین ہو گا۔ اس لئے جب یہ نظریہ متعین طے شدہ اور اجماعی

ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بجدہ غرضی آسمان پر تشریف لے گئے اور پھر دوبارہ وہی تشریف لائیں گے دوسرا کوئی فرد نہیں آنے کا۔ اور یہ نظریہ مع جملہ تفصیلات امت کے آئمہ ہدیٰ نے اپنی تحریرات میں لکھ دیا ہے اور اس کو امت مرحومہ نے حرز جان بنا لیا ہے تو اب چودہ سو سال بعد لغوی تحقیقات کا ہوا کھڑا کرنا کون سی خدمت اسلام ہے۔ اس طرح تو آج کل منکرین صلوة و زکوٰۃ وغیرہ بھی لغوی سمارے پر ان شعائر کا انکار کر رہے ہیں تو کیا وہ بھی برحق ہوں گے؟ لیکن اگر وہ حق پر نہیں تو وہی وطیرہ اختیار کر کے آپ کس طرح حق پرست ہو سکتے ہیں کیونکہ طریقہ کار آپ دونوں کا یکساں ہے۔ کیا سرسید نے بقول مرزا صاحب بھی تاویلات کا چکر چلا کر قرآنی تعلیمات کو مسخ نہیں کر ڈالا۔

ایک اور طرح سے یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی
 ومطہرکم من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق البذین کفروا
 ظاہر میں پہلے یاعیسیٰ یعنی اسم علم مذکورہ ہے اس کے بعد چار دفعہ ضمیر
 خطاب مذکور ہے جس کا مرجع یہی اسم علم ہو گا۔ اب یہ بات مسلم ہے کہ اسم علم
 عیسیٰ آپ کے جسد مع روح کے مجموعہ پر صادق آتا ہے لہذا چاروں معاملات کا
 تعلق بھی آپ کی حیات سے ہو گا۔ آپ کی توفیٰ بمعنی جسد مع روح پر صادر ہو
 گی۔ اور رفع بھی۔ پھر تطہیر من الزام کفار سے۔ اور پھر آپ کی ذات اقدس کے
 پیروکاروں کو غلبہ کا وعدہ تسلیم کرنا ہو گا یہ تو بالکل غیر معقول بات ہے کہ توفیٰ بمعنی
 موت تو آپ کے جسد پر واقع ہو گا۔ مگر رفع آپ کی روح سے متعلق ہو پھر تطہیر
 کا عمل بھی آپ کے جسد مع روح سے متعلق ہو آخر میں فوقیت بھی آپ کے
 ذات (مجموعہ جسد مع روح) سے ہی متعلق ہو۔ یہ تو انتشار ضائر ہو گا جو کہ سراسر
 ناجائز ہے لہذا بلیغ و فصیح کلام کی شان و عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ چاروں ضمیروں
 کا مصداق و مرجع علم ذات عیسیٰ ہی کو قرار دیا جائے جو کہ جسد مع روح کا مصداق
 ہے۔

پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ وعدہ سوم کہ آپ کو کفار سے پاک رکھا جائے
 گا۔ اس کا منہوم الزامات سے تطہیر نہیں کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ نے بزبان مسیح ابتدا

ہی سے کر دی تھی۔ اب یہ تظہیروں ہو گی کہ آپ کو کفار کی رفاقت اور مصاحبت سے جدا کر کے ملا اعلیٰ کی پاک ترین ماحول میں لیجایا جائے۔ یہ معنی صرف اسلامی نظریہ کے مطابق ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

مرزا صاحب کی وفات مسیح پر پیش کردہ دوسری آیت

بل رفعہ اللہ الیہ

یعنی مسیح بن مریم مقتول و مصلوب ہو کر مردود اور ملعون کی موت سے نہیں مرا جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ جاننا چاہئے کہ ہنس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ ورفعنہا مکانا علیا یہ آیت حضرت ادریسؑ کے حق میں ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہم نے ادریسؑ کو موت دیکر مکان بلند میں پہنچا دیا کیونکہ اگر وہ بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے تو پھر بوجہ ضرورت موت جو ایک انسان کے لئے ایک لازمی امر ہے یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ یا تو وہ کسی وقت اوپر ہی فوت ہو جائیں یا زمین پر آ کر فوت ہو جائیں مگر یہ دونوں شقیں ممتنع ہیں کیونکہ از روئے قرآن مجید جسم خاکی موت کے بعد پھر خاک میں مل جاتا ہے اور اسی سے اس کا حشر ہو گا اور ادریسؑ کا زمین پر آنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ رفع سے مراد عزت کی موت ہے جیسا کہ مقررین کے لئے ہوتی ہے اور بعد از موت ان کی روح طین تک پہنچائی جاتی ہے۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر (ازالہ ص ۵۹۹)

الجواب بعون الوهاب

اس آیت کے متعلق قادیانیت یعنی مرزا صاحب اور ان کے پیروکار سخت اضطراب کا شکار ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے جناب مرزا صاحب نام تو پوری آیت کالے رہے تھے مگر نوٹ صرف ایک ہی جملہ کر رہے ہیں پھر سیاق و سباق کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں اس کے بعد کئی قیود و شواہد ملا کر اپنا مدعا حاصل کرنا چاہتے ہیں

مگر حاصل نہ کر سکے کیونکہ پھر بھی اصل معنی نہیں مرادی معنی ہی پر اکتفا کرنے کی لائق ہوئے ہیں۔ ورنہ کہیں لغت وغیرہ میں دکھائیں کہ جہاں رفع کا معنی عزت کی موت لکھا ہے نیز اس کا عکس بھی دکھائیں کہ رفع کے عکس وضع کا معنی ذلت کی موت ہے۔ کیونکہ الرفع صند الوضع ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

۲۔ مرزا صاحب کے دست راست حکیم نورالدین صاحب اس کا ترجمہ ہی ہمارے حق میں کر رہے ہیں دیکھئے ان کی کتاب (فصل الکتاب ص ۳۱۳ و ۳۱۴ حاشیہ طبع ربوہ) اب اسکے بعد قادیانیوں کا اس آیت کو اپنی تائید میں پیش کرنا کیسے جائز ہو گا۔ ترجمہ مکمل آیت وقولہم انا قتلنا المسیح یوں ہے۔ کہ اور کتنا یہودیوں کا کہ ہم لوگوں نے عیسیٰ مسیح رسول اللہ مریم کے بیٹے کو قتل کیا۔ اور ان لوگوں نے نہ مارا اس کو اور نہ سولی پر چڑھایا اس کو۔ لیکن قتل اور سولی دینے کا شبہ ہوا ان کو اور ہر آئینہ جن لوگوں نے اختلاف کیا اس میں وہ اس کے متعلق شک میں ہیں اور ان لوگوں کو اس کا کچھ بھی یقینی علم نہیں ہے مگر گمان کی پیروی اور نہ مارا اس کو از راہ یقین بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف ابھار لیا۔

ملاحظہ فرمائیے کہ حکیم صاحب آیت کریمہ کا ترجمہ سو فیصد ہماری تائید میں کر رہے ہیں اور بقیہ دو افراد متبوع اور تابع باہمی تضاد کا شکار ہیں۔ ادھر امت مسلمہ کا ایک ایک فرد اس آیت کو اپنے نظریہ کے لئے نص صریح اور نص قطعی قرار دیتا ہے مجددین امت۔ اکابرین مفسرین۔ اور آئمہ تصوف و کلام جملہ بل رفعہ اللہ الیہ کو رفع و نزول مسیح کے لئے حجت قاطعہ قرار دیتے ہیں حضرت علامہ محمد ابراہیم میرسیالکوٹی فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کا اس آیت کو وفات مسیح پر پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے عیسائی پادری قرآن مجید سے الوہیت مسیح پر دلائل پیش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ یعنی جیسے عیسائی الٹی گنگا بہاتے ہیں۔ ایسے ہی قادیانی اس آیت سے وفات مسیح ثابت کرنے کی سعی کر کے الٹی گنگا بہا رہے ہیں حالانکہ نہ وہ ثابت نہ یہ۔ اب بندہ خادم اور ناچیز عرض کرتا ہے۔ قادیانی اور اس کے پیروکار جیسے آیت یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک میں لفظ تونی اور رفع پر زیادہ زور دیکر مغالطہ آمیزی اور دھول کرتے ہیں اس طرح اس آیت میں لفظ

رفع کے ساتھ لفظ قتل صلب وغیرہ پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ لہذا اگر ان الفاظ کی بحث از روئے لغت و محاورہ مکمل کر دی جائی نیز لفظ صلب کا مفہوم واضح ہو جائے تو قلابیانیت خلل ہاتھ رہ کر مکمل طور پر پسپا ہو جائے گی۔

بلکہ میں اس سے بھی قبل ایک مزید ضابطہ کی طرف توجہ دیکھنا چاہوں گا۔ وہ ہے ابتدائے کتاب میں ذکر کردہ مسلمہ اصول کہ اصل صحیح تفسیر شواہد قرآنی سے کی جائے گی۔ پھر حدیث رسول سے پھر تفسیر صحابہؓ اس کے بعد مجددین و مصلحین کی تفسیر سے۔ پھر مرزا صاحب کا اعتراف کہ قرآن کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ اور دین کی بنیادی باتیں ہر زمانہ میں برابر شائع ذائع رہی ہیں۔ نیز لکھا کہ سلف خلف کے لئے بطور وکیل کی ہوتے ہیں ان کی گواہی آنے والی ذریت کو ماننا ہی پڑتی ہے۔ کما ذکر ت ہذہ الاصول فی افتتاح الکتاب بالا حالات التامہ

لہذا ان ضوابط کے تحت اصل نظریہ رفع نزول مسیح کی حیثیت نیز زیر بحث آیات کا صحیح مفہوم و مصداق طے کرنے میں کوئی الجھن اور دقت پیش نہیں آتی چاہئے چنانچہ الٰہ حق اس اصول کے تحت اس نظریہ پر مع دلائل تفصیلیہ قائم ہیں اور ہماری تمام بحث اور مدافعت و مزاحمت ان ہی حدود میں منحصر ہے اس تمام جد و جہد میں ہم کسی قسم کی گھپلہ بازی افراط و تفریط۔ تحریف و تاویل بے انصافی اور سینہ زوری سے کبلی اجتناب و احتیاط پر قائم ہیں۔ یہ تو کلی اور مجموعی جواب ہے۔ اب کچھ تفصیلات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

لفظ رفع کی بحث

یہ بحث بھی بالوضاحت پہلے پیش کر چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عربی زبان میں لفظ رفع کا معنی ماوضع لہ کسی چیز کو اس کی جگہ اور مستقر سے اوپر کو اٹھانا ہے۔ اور اس کی ضد۔ وضع یعنی کسی اٹھائی ہوئی چیز کو نیچے رکھ دینا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کل ۲۹ مرتبہ وارد ہوا ہے جس میں سے سترہ مقامات پر اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے اور ۱۲ مقامات پر مجازی معنی میں۔ اور مجازی معنی کا ضابطہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں مجازی معنی کے لئے کوئی قرینہ اور علامت مذکور

ہوتی ہے۔ چنانچہ بارہ میں سے آٹھ مقامات پر مجازی معنی لینے کے لئے قرینہ لفظ درجات واضح طور پر موجود ہے اور بقیہ چار مقامات پر دیگر قرآن موجود ہیں۔

پھر یہ بھی غرض کر دیا تھا کہ حقیقی اور مجازی مفہوم میں ایک طرح کی نسبت اور ربط بھی موجود ہوتا ہے۔ مثلاً "علم والوں کے درجات بلند ہوں گے۔ بعض رسولوں کے بعض پر درجات بلند ہیں وغیرہ تو ظاہر ہے کہ یہ درجات کی بلندی روحانی سہی مگر اس کا انجام تو جنت الفردوس ہی ہو گا جو کہ حسی طور پر منفی مقام سے نہایت ہی بلند ہے ایسے ہی مادی بلندی۔ معنوی رفعت کو مستلزم ہوتی ہے جیسے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھایا۔ تو اس سے مقصود اصل تو انکا اعزاز و اکرام ہی ہے۔ ایسے ہی رفع ابوہ علی العرش میں جو مادی اور حسی رفعت ہے اس سے بھی معنوی رفعت یعنی اعزاز و اکرام ہی مقصود ہے گویا حسی اور معنوی امور میں۔ ظاہر اور باطن میں باہمی ارتباط اور تلازم بھی ہوتا ہے دونوں میں۔ کبلی تباہ اور تباہ نہیں ہوتا۔ اس بنا پر قادیانیوں کا کہنا کہ مسیحؑ جسمانی طور پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ اس سے مراد عزت کی موت ہے جس کا اظہار یہود کے ایک غلط نظریہ کی تردید کے لئے کیا گیا ہے (کہ مصلوب ملعون ہوتا ہے) حالانکہ یہ بات بالکل غیر معقول اور غلط ہے کیونکہ ان کا یہ نظریہ بائبل سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ اس کی کھل وضاحت پہلے کر دی گئی ہے۔ نیز یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک نبی اور حق پرست ہر حالت میں معزز ہی ہوتا ہے بلکہ شہادت کی صورت میں مزید معزز و مکرم ہو جاتا ہے لہذا اس کے اعلان کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ پھر اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو تھلائے بقیہ مقتولین کے لئے کس آیت میں ان کے رفع روحانی کا ذکر ہے؟

اس بحث میں قادیانی کا یہ عذر کہ رفع الی اللہ کے تسلیم کرنے سے خدا تعالیٰ کی جنت اور مکان ثابت ہو جائے گا جو کہ اس کی شلیان شان نہیں ہے اس لئے یہاں لازماً "رفع روحانی تسلیم کریں گے۔ تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ مسیحؑ کا رفع جسمانی دلائل قطعیہ سے ایک ثابت شدہ حقیقت ہے نیز استلزام جنت و مکان کا جواب بھی گزر چکا ہے کہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ وہ خدا جو آسمان میں

رہتا ہے خزص ۲۹۹ ج ۱۵ اور لکھا کہ خدا کی جنت اوپر کی ہے خزص ۱۰۸ ج ۷ نیز مرزا محمود نے سورہ ملک کی آیت اء منتہ من فی السماء کا ترجمہ کیا ہے وہ ذات جو آسمان میں رہتی ہے۔ (تفسیر صغیر)

تو اگر استلزام جنت و مکان سے بچنے کے لیے رفع جسمانی کا انکار کرتے ہو تو یہ جرم تم خود نہایت دلیری سے کر چکے ہو۔ لہذا اگر تمہاری ان تحریرات سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے کوئی خلاف شان بات لازم نہیں آتی تو پھر ہمارے نظریہ رفع جسمانی سے بھی ہرگز لازم نہ آئے گی بلکہ اس کا مفہوم وہی ہو گا جو آئمہ ہدی کے ہاں مسلم ہے اور جو مفہوم تم نے ذہن نشین کر کے یہ تحریرات لکھیں ہیں۔ نیز جناب مرزا صاحب بھی ہماری طرح بھی رفع الی اللہ کے قائل ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہم جسم مع روح کے رفع کے قائل ہیں اور قادیانی صرف رفع روح کے۔ حالانکہ دونوں صورتوں میں خدا کی جنت تو ثابت ہو ہی جاتی ہے۔ چاہے روح کا رفع ہو یا جسم مع روح کا۔ جب مطلق رفع الی اللہ کا اقرار کر لیا گیا تو گویا اقرار جزء سے اقرار کل کا ارتکاب ثابت ہو ہی جائے گا لہذا قادیانیوں کو رفع جسمانی کے اقرار سے کوئی جھجک محسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ایک عرض یہ بھی کی تھی کہ اگر تمہارے ہاں رفع کا مفہوم رفع معنوی یا روحانی ہی ہے تو پھر بتلائیے رفع جسمانی و مادی کے لئے لغت عربی میں کون سا لفظ استعمال ہوتا ہے؟

مرزا صاحب نے آخر میں رفع روحانی یا عزت کی موت مراد لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسیح طبعی موت سے دوچار ہو کر عند ملیک مقتدر یعنی طین (مقعد صدق) میں پہنچ چکے ہیں لہذا وہ واپس نہیں آسکتے۔ جو اب "گزارش ہے کہ

قرآن مجید میں رفعہ اللہ الیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس اٹھالیا تو اس پاس اور قرب و تقرب سے ان کا بہشت میں داخلہ کیسے ثابت ہو گیا؟ کیا آسمانوں پر صرف بہشت ہی ہے اور کوئی خطہ یا مقام نہیں ہے؟ طین ہی ہے اور کوئی مقام نہیں ہے؟ صاحب بہادر خدائی خلقت کی وسعت کا کون لورا کر سکتا ہے؟ دیکھئے وہاں ملا اعلیٰ کا مقام بھی ہے جس میں زندہ فرشتے اپنی ذمہ داری اور ڈیوٹی ادا کر

رہے ہیں وہاں ملا کہ مقربوں مقام ہے وہاں اور بھی بے شمار ذو حیات مخلوق کے مقامت اور احاطے ہیں یہ جنت تو اس فضا اور خلا کے کسی کونے و کھدرے میں اپنی تمام تر وسعتوں سمیت الگ متمیز ہے یہ تمام فضا علوی پر محیط نہیں لہذا عند مقعد صدق عند ملیک مقتدر سے مسیح کا رفع روحانی کیسے ثابت ہو جائے گا؟ ان کا داخلہ ملیں میں ہو چکا ہے لہذا واپسی ناممکن ہے یہ سب کلویانی توہمت اور مفروضے ہیں جن کا حقیقت کے ساتھ کچھ تعلق نہیں جب کہ از روئے حقیقت ان کا باذن الہی رفع جسمانی ہوا ہے۔ پھر حسب حکمت الہی نزول بھی لازم ہو گا۔ باقی قتل و صلب اور شبیہ مسیح کی بحث بالتفصیل گذر چکی ہے یہاں صرف مرزا صاحب کے اس آیت سے استدلال کا جواب حاضر خدمت ہے۔

ایک اہم نکتہ

یہ ہے۔ کہ مسئلہ رفع و نزول مسیح حقانی پر تمام اشکالات اور اعتراضات کا جواب مالک حقیقی نے ایک ہی جملہ میں دیدیا تھا کہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً کہ وہ بڑا زبردست اور قوتوں والا ہے کوئی بھی چیز اس کے ارادہ اور مشیت میں حائل نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس نے ایسا کیوں کیا زمین پر ہجرت کرا کے اپنے مقدس نبی کی حفاظت کیوں نہ فرمائی تو فرمایا حکیماً وہ حکمتوں والا ہے اس کی حکمتیں کوئی نہیں جان سکتا۔ اس کا یہ معاملہ اسکی حکمت کے عین مطابق ہے۔ تو گویا سارے نظریہ کی جان یہ فرمان الہی ہے۔ وکان اللہ عزیزاً حکیماً

اس کی ایک اور مثال

سید دو عالم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا انا اولیٰ بعیسیٰ ابن مریم کہ میں حضرت عیسیٰ کے ساتھ زیادہ مطابقت رکھتا ہوں۔ یعنی کئی امور میں میں ان کے قریب اور مشابہ ہوں۔ مثلاً

۱- حضور کو جسمانی طور پر معراج ہوتی۔ تو مسیح کو بھی جسمانی طور پر آسمان پر اٹھا لیا گیا

۲- حضرت مسیح نے نہایت تفصیل سے آنحضور کی عظمت و شان بیان فرمائی۔

اسی طرح آنحضور ﷺ نے بھی حضرت مسیح کی عظمت و شان تفصیل سے بیان فرمائی۔

۳۔ آنحضور ﷺ کی ہجرت معجزانہ طور پر خدائی حکمت کے تحت مدینہ کو ہوئی جس کا ذکر سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۴۰ میں پائیں الفاظ فرمایا

الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانی اثنین اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سكينته علیه وایده بجنود لم تروها وجعل كلمه الذين كفروا اسفلی وكلمه الله هی العليا والله عزیز حكیم آخر میں عزیز حکیم کا لاحقہ بیان فرمایا

اسی طرح حضرت مسیح کی ہجرت جو کہ بل رفعہ اللہ الیہ کے تحت آسمان پر کرائی گئی اس کا لاحقہ بھی یہی بیان فرمایا وکان اللہ عزیزا حکیمان۔ تو یہاں واضح فرمایا کہ دونوں ہجرتیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں حالات کی سو فیصد منفی فضا میں ہوتیں۔ محض خدائی تائید کے ساتھ ایک ہجرت میں رفیق رحیم ملا نہ کہ صدیق اکبر تھے اور دوسری ہجرت میں رفیق وابدنہ بروح القدس کے تحت جبرائیل امین تھے۔ دونوں ہجرتوں کو تکمیل پذیر کرنے والی ذات عالی عزیز حکیم ہے۔ لہذا ان دونوں جسمانی ہجرتوں میں کوئی استعجاب یا اشکال ملحوظ خاطر نہ کیا جائے۔

حضرت اور لیس علیہ السلام کے رفع سے استدلال

جناب مرزا صاحب نے رفع و نزول مسیح کے عقیدہ کی صحیح پوزیشن مشکوک کرنے کے لئے حضرت اور لیس کے متعلق قرآنی جملہ۔ ورفعناہ مکانا علیا (کہ ہم نے ان کو بلند مقام پر اٹھالیا) سے استفادہ کیا ہے کہ جیسے مسیح کے بارہ میں بل رفعہ اللہ الیہ وارو ہے ویسے ہی اور لیس کے بارہ میں بھی رفع کا ذکر آیا ہے تو کیا حضرت اور لیس بھی آسمان پر اٹھائے گئے تو ان کا کیا انجام ہو گا آیا وہ کسی وقت آسمان پر ہی فوت ہوں گے یا زمین پر آکر فوت ہوں گے۔ کیونکہ از روئے قرآن

انسان کو مرکز زمین میں دفن ہونا امر لازم ہے۔ تو ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث میں ان کی موت یا نزول کے متعلق کوئی صراحت نہیں۔ لہذا یہی یلت ثابت ہوئی کہ ان کا رفع بھی روحانی ہوا تھا ایسے ہی حضرت مسیح کا رفع بھی روحانی بصورت ”عزت کی موت“ تسلیم کرنا پڑے گا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

خدائے عظیم و خیر نے دونوں واقعات کو اپنے پاک کلام میں بیان فرمایا ہے مگر دونوں میں نمایاں فرق ہے کیونکہ حضرت اوریس کے لئے صرف ایک ہی جملہ ہے ورفعنہا مکانا علیا کہ ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھالیا۔ تو یہ مکانا علیا بلندی درجات کے مفہوم میں ہے اور مسیح کے حق میں ایسا نہیں وہاں بلکہ یہاں رافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ مذکور ہے جس میں بائناق جمع امت اور آقائے امت ﷺ جسمانی رفع ہی ہے کیونکہ یہاں رفع کے مجازی معنی کے لئے کوئی قرینہ (مکان یا درجہ) مذکور نہیں ہے لہذا دونوں میں مطابقت کیسی؟

۲۔ حضرت اوریس کے متعلق صرف رفع مکان کا ذکر ہے اس کے بعد قرآن یا حدیث میں مزید کچھ بھی مذکور نہیں لہذا اس واقعہ کو اسی حد تک تسلیم کیا جائے گا۔ جبکہ حضرت مسیح کے متعلق قرآنی تفصیلات اور پھر فرامین نبوت میں تفصیلات کا یہ عالم ہے کہ اب اس مسئلہ میں کسی قسم کا تجوز۔ تاویل یا استعارہ وغیرہ کی رتی بھر گنجائش نہیں رہتی اس اختصار و تفصیل کے پیش نظر دونوں واقعات کو ہم مثل تصور کرنا از حد جہالت اور الحاد و ضلالت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سابقہ حصہ میں اس کی کافی تفصیلات مذکور ہو چکی ہیں۔ فلیلا حظ ہناک

۳۔ حضرت مسیح کے واقعہ رفع جسمانی کو دوسرے عام واقعات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حضرت مسیح کی ذات اور آپ کے حالات قدرت اور انفرادیت کے حامل ہیں آپ کی ذات اور حالات قدرت الہی کا نمونہ اور معجزہ ہیں لہذا ان کی مثل و نظیر تلاش کرنا اسے جیٹہ انفرادیت اور آیت اللہ سے نکلنے کا مترادف ہے جو کہ سو فیصد غیر معقول اور خلاف حق ہے۔

ملاحظہ فرمائیے فرمان الہی

قال كذلك قال ربك هو على هين ولنجعله آية للناس
 ورحمة منا وكان امرا مقضيا (مریم ۲۱)
 وجعلنا ابن مریم وامه آية (المومنون ۵۰)

ترجمہ اور ہم نے مسیح اور ان کی والدہ کو قدرت کی نشانی بنایا تو جب مسیح سنت
 الہی نہیں بلکہ آیت الہی ہیں تو ان کے حالات کی مثال و نظیر تلاش یا پیش کرنا کلام
 الہی کی تکذیب ہے حقیقت پسندی اور راستبازی نہیں۔ لہذا رفع مسیح کی مثال رفع
 اور لیس یا دیگر مرفوعات کے ساتھ مطابق کرنا سراسر جھالت و ضلالت ہے۔ کیونکہ
 مسیح آیت الہی ہے اور دیگر سنت الہی ہیں۔ اس اصول کے تحت کسی بھی عموم سے
 وفات مسیح پر استدلال کرنا جھالت ہوگی۔ کیونکہ عموم سے ایک مخصوص جزئی پر
 استدلال قابل قبول نہیں تو جو جزئی بمنص صریح آیت اللہ ہونے کی بنا پر ندرت و
 انفرادیت اور اختصاص کے خاص درجہ میں ہے وہ مطلق عموم کے تحت کیسے
 مندرج ہو سکتی ہے۔ لہذا مرزا قادیانی کا عموماً سے استدلال سراسر جھالت اور
 حماقت ہے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

تیسری آیت حضرت عیسیٰ بن مریم کے مرنے پر کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے۔ یہ ہے

فلما توفیتنی كنت انت الرقيب عليهم

ترجمہ یعنی جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تویی ان پر نگہبان تھا

ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ تمام قرآن شریف میں توفی کے معنی یہ ہیں کہ روح کو قبض کرنا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ

قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم اور پھر فرماتا ہے ولکن ابدالذی یتوفاکم اور پھر فرماتا ہے کہ یتوفهن الموت اور پھر فرماتا ہے حتی اذا جاء تھم رسلنا یتوفونھم (سورۃ الاعراف پ ۸) پھر فرماتا ہے توفنه رسلنا ایسا ہی قرآن شریف کی تیس مقام میں توفی کے معنی امات اور قبض روح کے ہیں لیکن افسوس کہ بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف کی رو سے اس جگہ توفیتنی سے مراد رفعتنی لیا ہے۔ اور اس طرف ذرہ خیال نہیں کیا کہ یہ معنی نہ صرف لغت کے مخالف بلکہ سارے قرآن کریم کے مخالف ہیں پس یہی تو الحاد ہے کہ جن خاص معنوں کا قرآن کریم نے اول سے آخر تک التزام کیا ہے ان کو بغیر کسی قرین قویہ کے ترک کر دیا گیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۰ و ۶۰۱ خزائن ص ۴۲۴ ج ۳)

الجواب بعون اللام الوہاب

جناب قادیانی صاحب نے اس موقع پر حسب عادت دجل و فریب کے بکثرت مظاہرے کئے ہیں۔

۱۔ آیت کو اول و آخر سے حذف کر کے اس کا ایک مختصر سا جملہ نوٹ کر کے کہہ دیا کہ آیت کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے۔ حالانکہ جب تک کھلی آیت نوٹ نہ کی جائے صحیح مفہوم حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ اسے آیت کہہ سکتے ہیں بلکہ بعض آیات تو آیات ماسبق والحق کو ملائے بغیر صحیح مفہوم واضح نہیں کرتیں۔ مگر یہاں تو مرزا صاحب نے پوری آیت بھی نقل نہیں کی اور کہہ دیا کہ یہ آیت اور

پھر اس سے مطلب کا مفہوم اخذ کر کے علمائے ربانی کو الحاد کا طعنہ بھی دینے لگے۔ نیز سراسر بطور کلیہ کے لفظ توفی کو امات کے معنی میں منحصر کر دیا۔ حالانکہ خود بھی دو مقامات پر معنی غیر موت تسلیم کر چکے ہیں مگر یہاں پھر ایجاب کلی کا اظہار کر دیا جو کہ سراسر دجل و فریب ہے۔

نیز جو شواہد پیش کئے وہ مسئلہ زیر بحث کے مطابق بھی نہیں کیونکہ وہاں واضح طور پر معنی موت کے قرائن موجود ہیں غرض یہ کہ مختصر سا اقتباس قادیانی دجل و فریب اور الحاد و ضلالت کا مرقع ہے۔

پھر دہری یہ کہ پہلی دو آیتوں کے متعلق لکھا کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے مگر اس تیسری پر سرخی جمادی کہ یہ کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے گویا یہ آیت قادیانیوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور نمایاں طور پر ان کے موقف پر نص صریح ہے۔ حالانکہ یہ بھی سراسر دھوکا ہے۔

- اب سابقہ تفصیل کے علاوہ یہاں مزید معروضات سماعت فرمائیے۔
- اس آیت کا صحیح صحیح مفہوم اس وقت واضح ہو گا جب کہ اس آیت کے عنوان (انت قلت) کا پس منظر سامنے آجائے چنانچہ بندہ ناچیز نے اس پس منظر کو پہلے حصہ میں بالوضاحت بیان کر دیا ہے۔ اس وضاحت سے قادیانیوں کا یہ دجل و فریب مزید خوب کھل جاتا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ آپ کو سوال ہو گا کہ یہ کب بگڑے۔ آپ عرض کریں گے کہ میری موجودگی میں تو بگڑے نہیں ہاں وفات کے بعد بگڑے ہیں۔ حالانکہ یہ سوال بگڑنے کے متعلق نہیں بلکہ صرف کہنے کے متعلق ہے اور وہ بھی محض توہین و تبکیت کے لئے نہ کہ استعظام و استعجاب کے لئے۔ جیسا کہ اس کے دوسرے شواہد اس پر واضح دلیل ہیں۔

اس کے بعد ذیل میں قادیانی مستدل (توفی) پر کچھ سماعت فرمائیے لفظ توفی کے مفہوم کے تعین کرنے کا ضابطہ حصہ اول میں حقیر نے بیان کر دیا ہے کہ لفظ توفی کا بنیادی اور ماوضع لہ معنی اخذائیشی و افیا ہے۔ جس کے حسب قرائن تین انواع ہیں یعنی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ لفظ توفی کے ساتھ اگر لفظ موت وغیرہ کا قرینہ مذکور ہو تو اس کا معنی حقیقی موت ہو گا۔

۲۔ توفی کے ساتھ اگر لفظ لیل یا منام کا قرینہ مذکور ہے تو اس کا معنی نیند ہو گا۔

۳۔ توفی کے ساتھ اگر لفظ رفع مذکور ہو تو پھر اس کا مفہوم رفع جسمانی یا اصعاد الی السماء ہو گا۔

یاد رہے لغت عربی میں کسی لفظ کا معنی متعین کرنے میں قرآن اور صلات کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے بلکہ وہ بنیاد ہوتے ہیں۔ مثلاً لفظ رغبت کا صلہ اگر فی حق توفی معنی رغبت و میلان ہو گا۔ اگر اس کا صلہ عن ہو تو پھر رغبت کا معنی اعراض ہو گا۔ مثلاً ومن یرغب عن ملت ابراہیم الا من سفہ نفسہ ایسے ہی لفظ ضرب کے حسب صلہ کئی معنی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر اس کا صلہ ل ہو تو معنی ”بیان کرنا“ ہو گا قال اللہ تعالیٰ واضرب لہم مثلاً ”اصحاب القریۃ اگر اس کا صلہ فی ہو تو معنی چلنا ہو گا جیسے ضربتم فی الارض و آخرون یضربون فی الارض اگر یہ فعل مطلق یعنی بلا صلہ کے آئے تو معنی ”مارنا“ ہونا جیسے و اضربوہن خذیبدک ضعفنا فاضرب بہ اور کبھی متعدی بہا بھی مارنے کے معنی میں آتا ہے اور کبھی بلا صلہ کے بیان کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ غرضیکہ افعال کا مختلف صلات اور قرآن سے متعلق ہو کر صحیح مفہوم متعین ہو جاتا ہے اسی اصول پر آئمہ لغت و عربیہ نے لفظ توفی کا مفہوم تین طرح پر حسب قرینہ متعین فرما دیا ہے امام راغب اور ابن تیمیہ وغیرہ کی مثال واضح ترین ہے۔

لہذا اسی اصول پر لفظ توفی از باب نفع حسب قرآن تین طرح پر ہے۔ لفظ موت کے قرینہ کے ساتھ وغیرہ۔ لیل یا نوم کے قرینہ کے ساتھ۔ اور لفظ رفع کے قرینہ کے ساتھ۔ قرآن مجید میں ۲۵ مقامات میں یہ تینوں ہی قرآن مستعمل ہیں کوئی کم کوئی زیادہ اور کوئی کم ترین۔ اگرچہ ایک دفعہ بھی ایک معنی عام معنی سے الگ آ جائے تو پھر بھی کلیت ٹوٹ جاتی ہے۔ لہذا مرزا صاحب کا بطور کلیت کے کہنا کہ قرآن مجید میں اس لفظ کا معنی یہی ہے کہ روح کالے لینا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا سراسر حقیقت اور دیانتداری کے خلاف ہے۔ کیونکہ دو مقامات پر تو خود بھی توفی کا

معنی نیند تسلیم کر چکے ہیں لہذا کلیت کیسی۔

مرزا صاحب کی پیش کردہ مثالیں

ناظرین کرام۔ مرزا صاحب نے لفظ توفی کا معنی موت لینے کے لئے اس موقع پر ۵ مثالیں پیش کی ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب ان مثالوں سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ دیکھو ان آیات میں لفظ توفی آیا ہے مگر معنی موت ہی ہے دوسرا نہیں ہو سکتا لہذا بقیہ قرآنی مقالمات پر بھی اس لفظ کا معنی موت ہی لیں گے۔ تو گزارش یہ ہے کہ جناب قلوبانی نے اس مثالوں کے درج کرنے میں بھی وہی اپنی بنیادی فطرت یعنی دجل و فریب کا مظاہر کیا ہے کیونکہ حسب ضابطہ مذکورہ بالا مثالوں میں لفظ توفی کے ساتھ قرینہ ہی موت مذکور ہے تو معنی دوسرا کیسے لیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے میں نے صحیح معنی متعین کے لئے دس آیات کا حوالہ دیا ہے کہ فلاں آیت میں اس قرینہ کی بنا پر معنی موت لیں گے۔ اور فلاں آیت میں اس قرینہ کی بنا پر معنی نیند لیں گے اور فلاں آیت میں اس قرینہ کی بنا پر معنی رفع الی السماء لیں گے مگر مرزا صاحب نے آیات ہی وہ ذکر کیں جن کا واضح طور پر قرینہ لفظ موت مذکور ہے لہذا معنی بھی لازماً موت ہی ہو گا۔ مگر دیگر ان آیات میں جن میں قرینہ دوسرے معنی کا ہے ان کو بھی ذکر کر کے اپنے کلیہ کو ثابت کرتے تو بہادری تھی۔ یہ کیا چکر ہوا کہ آیات تو موت کے قرینہ والی ذکر کریں اور نفی دوسرے معنی کی کریں۔ جناب والا ان آیات کے معنی میں بوجہ قرینہ موت ذکر ہونے کے ہم آپ سے تنازعہ ہی نہیں کرتے کہ یہاں معنی کچھ اور ہے یہ تو ہم بشرح صدر تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیات اسی مفہوم میں وارد ہیں۔ بات تو دوسری آیات کے متعلق ہے جن میں قرآن دوسرے معنی میں کہ وہاں یہ معنی نہ ہو گا۔ مثلاً اللہ ینتوفی الانفس حین موتھا کے بعد والا جملہ والتی لم تمت فی منامھا اور آیت وهو الذی ینتوفکم باللیل کہ ان دونوں آیات میں لفظ توفی ہے مگر قرینہ منام اور لیل ہے لہذا معنی موت نہیں بلکہ نیند ہو گا۔ جس کو مرزا صاحب بھی دوسرے مقام پر شرح صدر سے تسلیم کرتے ہیں علاوہ ازیں دو مقام اور ہیں جن میں لفظ توفی ہے اور ان کے ساتھ نہ موت ہے نہ لیل و منام بلکہ

وہاں قرینہ ہے۔ رفع الی اللہ لہذا وہاں مفسوم لازماً موت اور نیند کے علاوہ ہو گا اور وہ ہے۔ رفع الی السماء بحمدہ۔ اب فرمائیے اس میں الخلو والی کونسی بات ہے؟

بالفرض اگر یہ طریقہ الخلو ہے تو پھر تمہارے کلیہ کے مطابق ہوالذی یتوفکم باللیل اور والتی لم تمت دونوں مقام پر معنی غیر از موت کرنا بھی الخلو ہو گا جرات کرو اور لگاؤ فتویٰ الخلو۔ تو اگر یہاں معنی نیند الخلو نہیں تو تیسرا معنی جو اسی ضابطہ قرآن کے مطابق ہے وہ کیسے الخلو ہو گا۔ خدا را کچھ تو سوچئے۔ یہ معنی تو اکابرین امت نے کیا ہوا ہے۔ جن میں آپ کے مسلمہ مجددین و مہلمین آتے ہیں۔ ابن عباس سے لے کر ابن تیمیہ اور ابن کثیر سب آتے ہیں کیا یہ سب حضرات طہدین قرار پائیں گے؟ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ تو جب تمام آئمہ حدی اس لفظ کے مفسوم میں اور نفس نظریہ رفع ونزول میں متفق اللسان والقلب ہیں۔ تو پھر ان سے کسی بھی شق (مفسوم توفی یا نظریہ حیات) میں انکار یا انحراف کرنا کونسی دیانتداری اور حقیقت پسندی ہو گی۔ جب کہ تم لوگ یہ بھی مانتے ہو۔ کہ سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں ان کی شہادت آنے والی ذریت کو ماننا ہی پڑتی ہے۔ (ازالہ ص ۳۷۴ و ۳۷۵) اور یہ بھی مانتے ہو کہ مجددین کا ماننا فرض ہے ان سے انحراف فسق و کفر ہے۔ تو اب فرمائیے آپ کا نفس مسئلہ یا دلائل مسئلہ میں ان سے انحراف فسق و کفر نہ ہو گا۔ بلکہ وینبع غیر سبیل المومنین نولہ ما نول کے تحت اور من شد شدنی النار کے تحت۔ دائمی جہنم نہ ہو گا؟ خدا را کچھ تو خدا کا خوف کیجئے محض انانیت کے تحت اپنا اور دیگر مخلوق خدا کا بیاد غرق نہ کیجئے۔

پھر مرزا صاحب از روئے حدیث رسولؐ لکھتے ہیں کہ قرآن کے بعد احادیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی یعنی موت حقیقی کے ہی مفسوم میں مستعمل ہے۔ گویا یہ لفظ اسلام میں بطور اصطلاح کے موت کے معنی میں استعمال ہے تو عرض ہے۔ کہ آپ کی بنیاد کہ قرآن میں کیلتاً اور اصطلاحاً یہ لفظ معنی موت میں ہے دوسرے معنی میں سلب کلی کے طور پر غیر مستعمل ہے۔ تو ہم نے تمہاری اس بنیاد کو تو

۴۳
 علی رؤس الاشهاد ختم کر دیا ہے کیونکہ قرآن میں بالصرحت یہ لفظ دیگر معانی میں مستعمل ہے جس کے تم خود بھی معترف ہو۔ تو جب بنیاد ختم ہو گئی تو اس پر استواری کبھی کمزور اور غیر مفید ہوگی بلکہ ختم ہو گئی۔

اب حدیث کے حوالہ سے گزارش ہے کہ فقط لفظ تونی کے مفہوم پر ہی اس نظریہ رفع و نزول کا مدار نہیں کہ اذا ثبت الشینی مثبت شینی آخر کا ضابطہ تسلیم کرنا ہو گا بلکہ اس نظریہ کا ثبوت تو دیگر براہین اور نصوص قطعہ میں بھی موجود ہے جس کے تذکرہ سے ایک ذخیرہ احادیث معمور ہے نیز خدا کے رسول ﷺ بیان لغت کے لئے نہیں آئے بلکہ وہ نصوص باہرہ سے حقائق بیان فرماتے ہیں لہذا جب خاتم الانبیاء ﷺ نے مسئلہ رفع و نزول مسیح کو بالصرحت اپنے بے شمار ارشادات سے واضح فرما دیا تو اب آپ کی زبان اقدس سے لفظ تونی کی لغوی تشریح کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔

جب آپ نے حلفاً و قسماً "نزول مسیح بالصرحت بیان کر دیا نیز آپ کے تمام حالات و کوائف بھی تفصیلاً بیان فرما دیے تو پھر مزید کسی لغوی وضاحت کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے بلکہ اب امت کا فرض ہے کہ ایسے الفاظ کی تشریح از روئے لغت و محاورہ وہ کریں جو اس نظریہ حقہ کے ساتھ مطابقت کرے کیونکہ کلام الہی اور نبی معظم ﷺ تو مطاع اور متبوع ہوتے ہیں اور علوم لغت و محاورہ وغیرہ سب خدام کے درجے میں ہوتے ہیں۔

قلویانی فلسفہ

قلویانی الہی گنگا بہاتے ہیں۔ مرزا صاحب مع پیروکاروں کے اسلام کے اصول اور نظریات کو ڈکٹری کے حوالہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب خود بھی اعتراف کر چکے ہیں کہ اصطلاحی امور میں لغت کی طرف رجوع کرنا محض حماقت ہے۔ (ازالہ ص ۵۳۸ خز ۳۸۹ ج ۳)

لہذا اسلامی الفاظ و اصطلاحات اور نظریات بلا حوالہ لغت کے تسلیم کرنا ہی دین ہو گا۔ نہ کہ طے شدہ امور میں پھر نئے سرے سے لغوی بحثوں کے ذریعے رخنہ اندازی کرنا دین ہو گا۔ اس لئے جب یہ نظریہ متعین، طے شدہ اور اجماعی

ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بحمدہ آسمان پر تشریف لے گئے اور پھر دوبارہ وہی تشریف لائیں گے دوسرا کوئی فرد نہیں آنے کا۔ اور یہ نظریہ مع جملہ تفصیلات امت کے آئمہ ہدی نے اپنی تحریرات میں لکھ دیا ہے اور اس کو امت مرحومہ نے حرز جان بنا لیا ہے تو اب چودہ سو سال بعد لغوی تحقیقات کا ہوا کھڑا کرنا کون سی خدمت اسلام ہے۔ اس طرح تو آج کل کے منکرین صلوة و زکوٰۃ وغیرہ بھی لغوی سارے پر ان شعائر کا انکار کر رہے ہیں تو کیا وہ بھی برحق ہوں گے؟ لیکن اگر وہ حق پر نہیں تو وہی طریقہ اختیار کر کے آپ کس طرح حق پرست ہو سکتے ہیں کیونکہ طریقہ کار آپ دونوں کا یکساں ہے۔ کیا سرسید نے بقول مرزا صاحب بھی تلویحات کے ہمانے اور سارے بے شمار حقائق دین کا انکار نہیں کیا۔

جناب سرسید نے ایسے ہی بے ثبوت قواعد اور من مانی تلویحات کے بل بل بوتے پر سارے ہی حقائق قرآن کو مسخ نہیں کر دیا۔ جس پر جناب مرزا صاحب نہایت مضطرب اور سیخ پا ہو رہے ہیں ذرا دیکھئے مرزا صاحب کی کتاب (آئینہ کمالات ص ۲۲۶ سے ص ۲۷۳) تک کا حاشیہ نیز حکیم نور الدین صاحب کا وہ معقول ضابطہ کہ تلویحات کا سارا لیکر تو ہر ملحد اور زندیق سب کچھ ثابت کر سکتا ہے (المفہوم مکتوب نور الدین ص ۸ ملحق بہ ازالہ اوہام خزائن ص ۶۳۱ ج ۳)

اس بنا پر مرزا صاحب کو حدیث کا حوالہ دینا مفید نہیں ہے کہ اس میں بھی ہر جگہ توفی کا معنی موت ہی لیا گیا ہے صاحب بہادر یہ تو مقضی الحال کا مسئلہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس لفظ کو استعمال ہی ایسے مواقع پر فرمایا ہے کہ جہاں مقضی الحال یا قرینہ کلام صرف موت حقیقی کا مقضی تھا تو پھر آپ کا استدلال کیسے درست ہو گا۔ ہاں اگر آپ نے یہ لفظ حضرت مسیح کے متعلق یا قرینہ رفع الی السماء کے ساتھ بیان فرما کر معنی موت حقیقی کا اظہار یا اعلان فرمایا ہو تو بات کیجئے ورنہ آپ کو کیا فائدہ؟ پھر یہ بھی سن لیں کہ ایک موقع پر خاتم الانبیاء ﷺ نے آپ کے ایجاب کلی کا استیانتاں بھی کر دیا ہے جس کا حوالہ سابقہ حصہ میں ذکر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ

من رمی الجمار لا یدری مالہ حتی ینوفاہ اللہ یوم القیامۃ اخرجہ

العلامہ المنذری فی الترغیب والترہیب ص ۲۰۷ ج ۲ بحوالہ مسند
بزار مع تصحیح اسنادہ

مرزا صاحب کا ایک اور شوشہ

آنجمالی اس تیسری آیت کے متعلق آخر میں لکھتے ہیں کہ
افسوس کہ بعض علماء جب دیکھتے ہیں کہ تونی کے حقیقی معنی حقیقت میں
وفات دینے کے ہیں تو پھر یہ دوسری تاویل کرتے ہیں کہ آیت فلما توفیتنی
میں مذکور تونی آپ کے نزول کے بعد ہوگی لیکن تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات
رکیکہ کرنے سے ذرہ نہیں شرماتے وہ نہیں سوچتے کہ فلما توفیتنی سے پہلے
واذ قال یعیسیٰ ہے اور ظاہر ہے کہ قال لفظ ماضی ہے اور اس سے پہلے لفظ از
ہے۔ جو خاص ماضی کے لئے آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سوال از
جواب نزول قرآن سے پہلے کا ہے اس کے بعد کا نہیں اور پھر حضرت کا جواب بھی
فلما توفیتنی وہ بھی ماضی ہے۔ اور جو بعض دوسرے حصے ہیں وہ بھی بلفظ ماضی
بیان کئے گئے ہیں اور وہ بھی انہی معنوں کی موید ہیں۔ مثلاً یہ قصہ اذ قال ربک
للملائکۃ انی جا علیک فی الارض خلیفہ تو کیا اس کے یہ معنی کرنے
چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کسی استقبال کے زمانہ میں ملا نہ کہ ہے یہ سوال کرے گا سوا اس
کے قرآن مجید اس سے بھرا پڑا ہے اور حدیثیں بھی اس کی مصدق ہیں کہ موت
کے بعد اور قیامت سے پیشتر بطور باز پرس کے ایسے سوال ہوتے ہیں۔ (ازالہ ص
۶۰۲ خزائن ص ۲۲۵ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ

اس طویل اقتباس کے جواب کے لئے چنداں محنت کی ضرورت نہیں ہے
بلکہ اسی قدر کافی ہے کہ مرزا صاحب یہاں اس سوال جواب کے سلسلہ کو نزول
قرآن سے پیشتر کا قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت بقول قرآن سو فیصد غلط ہے
کیونکہ اس آیت سے پیشتر بھی مذکور ہے کہ یوم یجمع اللہ الرسل اور اس
آیت کے آخر میں بھی وضاحت ہے۔ ہذا یوم ینفع الصادقین صدقہم لئلا

اس پر مزید گفتگو بلا ضرورت ہے مگر ہمارے مخاطب چونکہ حقیقت پسند نہیں ہیں لہذا جھوٹے کو ان کے گھر تک چھوڑ آنے کے لئے مزید معروضات بھی سماعت فرمائیے۔

۱۔ جناب مرزا صاحب نے یہاں تو واقعہ کو قصہ ماضی قرار دیا ہے مگر اپنی تحریرات میں بے شمار مقامات پر وہ خود اس واقعہ کو مستقبل یعنی قیامت کا تسلیم کرتے ہیں لہذا ساری بحث ختم۔

۲۔ ازاں اگرچہ ماضی کے لئے آتا ہے مگر کبھی مستقبل کے لئے بھی آجاتا ہے اور از روئے علمائے بلاغت یہ اصول طے شدہ ہے کہ بعض امور مستقبلہ کو بصیغہ ماضی اس لئے بیان کیا جاتا ہے تاکہ ان کی قطعیت واضح تر ہو جائے گویا یہ واقعہ جس کے وقوع کا آئندہ زمانہ میں بیان کرنا مقصود ہے وہ اتنا قطعی اور یقینی ہے کہ گویا وہ واقع ہی ہو چکا ہے تو اس مقصد کے حصول کے لئے آئندہ کے واقعات کو بصیغہ ماضی بیان کر دیا جاتا ہے۔ لا ثبات قطعینہا جیسے فرمایا اذالشمس کورت واذالنجوم انکدرت لفظی ترجمہ جب سورج لپیٹ دیا گیا اور جب ستارے ماند پڑ گئے۔ تو کیا یہی ترجمہ کریں گے۔ کیا واقعہ سورج زمانہ ماضی میں لپیٹ دیا گیا تھا اور ستارے ماند پڑ گئے تھے۔ نہیں خدا کے بندو۔ یہ واقعات و حالات آئندہ بسلسلہ قیامت رونما ہوں گے۔ تو ان استقبالی واقعات کو اظہار قطعیت کے لئے بصیغہ ماضی ذکر کیا جا رہا ہے۔ ایسی مثالیں قرآن مجید میں بیسیوں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح یہ واقعہ زیر بحث بھی ہے۔ جس کا اعتراف خود مرزا صاحب نے متعدد مقامات پر کیا ہے۔ کہ یہ واقعہ قیامت کو ہو گا۔ حوالہ جات کی ضرورت نہیں لہذا بحث ختم۔

باقی اس سوال و جواب کا پس منظر اور لفظ توفی کا مفہوم اور لفظ نوفیتنی کا مفہوم وہ تفصیلاً پہلے حصہ میں گذر چکا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح مرزا صاحب اور ان کے پیروکار اس آیت کو ناقابل جواب سمجھتے ہیں اسی قدر یہ آیت ان کے مخالف اور ہمارے حق میں نہایت واضح تر اور ٹھوس ہے۔

صرف ایک جملہ پر غور کی ضرورت ہے پھر قادیانیوں کا بنا بنایا گھروندہ ایک سیکنڈ میں زمین بوس ہو جاتا ہے وہ یہ کہ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ اے اللہ میں ان کی مگر لائی کرتا رہا جب تک میں ان میں موجود رہا۔ ما دمت فیہم فرمایا نہ کہ ما دمت حیا تو جب تو نے میری توفی کر لی تو تو ہی ان کا محافظ و مگر ان تھا تو اب مسیح کی زندگی کے دو مرحلے ثابت ہوئے ایک قوم میں موجودگی اور دوسرا عدم موجودگی۔ اور پھر عدم موجودگی بذریعہ توفی ہوئی۔ تو اب بات صاف ہے کہ آپ کا اہل فلسطین سے دوسری جگہ (ہمارے ہاں آسمان پر اور قادیانیوں کے ہاں کشمیر میں) انتقال بذریعہ توفی ہوا۔ لہذا اگر توفی کا معنی موت کریں تاکہ قادیانی فتویٰ الحاد سے بچ جائیں۔ تو مطلب ہوا کہ آپ قوم فلسطین سے رخصت مر کر ہوئے یعنی آپ کشمیر میں حقیقی موت کے ذریعہ ہوئے زندگی کی صورت میں نہیں تو پھر قادیانیوں کو کشمیر کے ستاسی یا ہانوے سلہ زندگی کا ثبوت قرآن و حدیث سے الگ دینا پڑے گا۔ کیونکہ آپ تو بوجہ توفی حقیقی موت مر گئے۔ اب کشمیر والی زندگی کس آیت سے ثابت کریں گی۔ لہذا قادیانیوں کو بجائے لینے کے دینے پڑ گئے۔

ادھر ہمارا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ ہمارا موقف نہایت سہولت اور آسانی سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ ہمارے اکابر نے اصل اجماعی نظریہ کے مطابق اور لغوی ضابطہ کے تحت اس کا معنی رفع عننی فرمایا ہے لہذا ہمارا موقف واضح ہو گیا۔ کہ حضرت مسیح اپنا دور رسالت اہل فلسطین میں پورا کر کے اور کسی زمینی مقام پر ہجرت فرما نہیں ہوئے بلکہ اللہ کریم نے آپ کو اپنی حکمتوں کے تحت بحفاظت تمام بحد العصری آسمان پر اٹھالیا تھا اب اس صورت میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا کوئی الجھن پیش نہیں آئی جبکہ قادیانی بری طرح پھنس گئے ان کو لینے کے بجائے دینے پڑ گئے۔ جس آیت کو وہ ناقابل جواب دلیل سمجھ کر اہل حق کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تھے وہی آیت ان کے لئے تباہ کن اور اہل اسلام کے لئے فتح و مسرت کا جشن ثابت ہوئی۔ فالحمد لله رب العالمین

وفات مسیح پر مرزا قلیانی کی پیش کردہ چوتھی آیت
مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ

وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موتہ

اور ہم اسی رسالہ میں اس کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔ (ازالہ اوہام

ص ۶۰۳ خزائن ص ۴۲۵ ج ۳)

دوسری جگہ مرزا صاحب ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ

کوئی لال کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر

(جو ہم نے لال کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے) ایمان نہ رکھتا

ہو قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لاوے جو مسیح اپنی طبعی موت

سے مر گیا۔ (خزائن ص ۲۹۱ ج ۳)

پھر اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ

یعنی جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ کوئی لال کتاب اس بات پر

دلی یقین نہیں رکھتا کہ درحقیقت مسیح مصلوب ہو گیا ہے کیا عیسائی لور

کیا یہودی صرف ظن اور شبہ کے طور پر ان کے مصلوب ہونے کا خیال

رکھتے ہیں یہ ہمارا بیان صحیح ہے کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا ہاں اس

کی موت کے بارہ میں انہیں خبر نہیں کہ وہ کب مرا اور اسکی ہم خبر دیتے

ہیں کہ وہ مر گیا اور اس کی روح عزت کے ساتھ ہماری طرف اٹھائی

گئی۔ (ازالہ ص ۳۷۲ خزائن ص ۲۹۱ ج ۲)

دوسری جگہ لکھا ہے کہ (کسی سائل کا سوال نقل کرتے ہوئے)

وان من اهل لکتاب الا لیؤمنن به قبل موت

کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تمام لال کتاب اس پر ایمان لے

آویں گے سو اس آیت کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ

مسیح اس وقت تک جیتا رہے گا جب تک کہ تمام لال کتاب اس پر ایمان

نہ لے آویں۔

پھر لاجواب سے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

پس واضح ہوا کہ سائل کو یہ دھوکا لگا ہے کہ اس نے اپنے دل میں یہ خیال کر لیا ہے کہ آیت فرقانی کا منشاء یہ ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب کے فرقوں کا اس پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم کر لیں کہ آیت موصوفہ ہلا کے یہی معنی ہیں جیسا کہ سائل سمجھا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ زمانہ صعود مسیح اس زمانہ تک کہ مسیح نازل ہو جس قدر اہل کتاب دنیا میں گذرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ وہ سب مسیح پر ایمان لانے والے ہوں حالانکہ یہ خیال بالبدہت باطل ہے ہر ایک شخص خوب جانتا ہے کہ بے شمار اہل کتاب مسیح کی نبوت سے کافر رہ کر اب تک واصل جہنم ہو چکے ہیں اور خدا جانے آئندہ بھی کس قدر کفران کی وجہ سے آتشی بتور میں پڑیں گے اگر خدا کا یہ منشاء ہوتا کہ وہ تمام اہل کتاب فوت شدہ مسیح کے نازل ہونے کے وقت اس پر ایمان لاویں گے تو وہ ان سب کو اس وقت تک زندہ رکھتا جب تک کہ مسیح آسمان سے نازل ہوتا لیکن اب مرنے کے بعد ان کا ایمان لانا کیونکہ ممکن ہے۔ (ازالہ اوہام ص

۳۶۷ و ۳۶۸ خزائن ص ۲۸۸ ج ۳)

ناظرین کرام مندرجہ بالا طویل ترین قادیانی اقتباسات کے نقل کرنے کا منشاء یہ ہے تاکہ مرزا صاحب کی لاچاری اور بے بسی اور چکر بازی سب پر عیاں ہو جائے۔ فرمائیے خدا کی لاریب اور عظیم الشان کتاب ایسی ہو سکتی ہے۔ کہ جس کی ایک مختصر سی آیت کی تشریح و توضیح اس قدر الجھی ہوئی ہو کہ ایک پھیلی اور معمر بن کر جائے۔ اللہن والحفیظ۔

اصل ہمت یہ ہے کہ مرزا صاحب جب جاوہ حق سے بھٹک گئے۔ دیاننداری اور حقیقت پسندی سے محروم ہو گئے تو ان سے ایسی ہی فضول اور لالیعنی باتوں کا صدور ہو سکتا ہے۔ پھر یہ تو صرف مرزا صاحب کی بھول بھلیاں ہیں اسکے بعد دیگر قادیانی اساطین کی اس آیت کے متعلق گوہر افشائیاں اس سے بھی بڑھ کر مضحکہ خیز

ہیں جن کا ذکر یہاں محض بے فائدہ ہے کیونکہ وہ محض ایک طے شدہ اتفاق نظریہ سے قادیانی انکار و انحراف کی ایک مضحکہ خیز تصویر کشی ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے

کہ یہ آیت اصل نظریہ رفع و نزول کے لئے نص صریح ہے جس سے استدلال دور رسالت سے کیا جا رہا ہے اور کسی بھی فرد مسلم نے اس استدلال میں تردید یا انحراف نہیں کیا چنانچہ پہلی مرتبہ جب سرخیل محدثین جلیل القدر صحابی رسول ﷺ نے نزول مسیح پر اس آیت کریمہ سے استدلال پیش کیا تو کسی ایک صحابی نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ تمام ذخیرہ کتب حدیث و تفسیر سے ایک فرد کو بھی پیش کرنا محال ہے جس نے صحابی رسول کے اس نظریہ اور اس استدلال سے اختلاف ظاہر کیا ہو ماسوائے اس قادیانی کذاب کے بلکہ تمام آئمہ امت مہدیین و مسلمین و مفسرین محدثین اس اجماعی نظریہ (رفع و نزول مسیح حقانی) پر احادیث سے دلائل دیتے وقت سرفہرست اس آیت اور استدلال کو پیش کرتے ہیں اور اسی بنا پر سیدالمدین امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ بھی اپنی صحیح بخاری میں (جس کو بائبل امت مع مرزا قادیانی اصح الکتاب بعد کتب اللہ کا مقام حاصل ہے) نزول مسیح کا باب منعقد فرما کر سب سے پہلے نمبر پر اسی حدیث رسول کو پیش کرتے ہیں جس میں صحابی رسول اس آیت سے استدلال پیش کر رہے ہیں لہذا اس ترتیب سے واضح ہو گیا کہ نظریہ رفع و نزول مسیح ایک اتفاق اور اجماعی نظریہ ہے اور اس آیت کی دلالت عند جمیع الامت نزول مسیح حقانی پر واضح ترین برہان ہے لہذا اب اس حقیقت سے انکار یا انحراف من شد شد فی النار کا ہی مصداق ہو سکتا ہے۔ ومن یتبع غیر سبیل المومنین نصلہ جہنم کا ہی مستحق ہو سکتا ہے نیز بقول مرزا قادیانی اس حقیقت سے انحراف و انکار مہدیین امت سے انحراف و انکار قرار پا کر فسق و کفر ہی ہو سکتا ہے۔ تو چونکہ اس آیت کا صحیح مفہوم بالکل واضح اور دو ٹوک طور پر امت مرحومہ کے ہاں اتفاق اور اجماعی طور پر مسلم چلا آ رہا تھا لہذا مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کو اس میں بہت محنت کرنا پڑی مگر پھر بھی بے فائدہ رہی چنانچہ اس جھنجھلاہٹ اور پریشانی سے بچتے ہوئے مرزا صاحب

کے دست راست حکیم نورالدین صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں بیان کرتے ہیں۔
 اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے
 موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہو گا اوپر ان کے گواہ۔ (دیکھئے ان کی کتاب
 فصل الخطاب ص ۳۱۳ طبع ربوہ)

ف یہ وہ اہم کتاب ہے کہ جسے مرزا صاحب کے حکم پر نہایت اہتمام سے
 تصنیف کیا گیا لہذا اس کے مندرجات بھی مرزا صاحب کو منظور ہوں گے۔ (تفصیل
 فصل الخطاب کے پیش لفظ میں) ملاحظہ فرمائیے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ حکیم صاحب نے اس معرکہ الارا کتاب میں کتنی صفائی
 سے اصل حقیقت کا اظہار و اعتراف کیا ہے اب اتنی وضاحت کے بعد کسی قلوبانی
 کے لئے اس آیت کے مفہوم میں کوئی خلجان نہیں رہنا چاہئے۔

آیت کریم کے تعین مفہوم کے لئے بنیادی امر

یہ ہے کہ اس میں لفظ لیومنین قتل غور ہے اور دوسرا امر بہ اور قبل
 موتہ کی مجرور ضمیروں کے مرجع کا تعین ہے ان دونوں امور کے تصفیہ کے بعد
 آیت کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔

امراول کی بحث

لیومنین صیغہ واحد مذکر غائب موکد ہائون تعلقہ مع لام تائید ہے یعنی اس
 کے آخر میں نون مشدودہ ہے جو کہ دو مقاصد کے لئے آتا ہے اول وہ فعل مضارع
 (جو کہ حل و مستقبل دونوں کا محتمل ہوتا ہے) کو مستقبل کے لئے خاص اور
 متعین کرتا ہے حل کا زمانہ اس سے بالکل منزع ہو جاتا ہے اور دوسرا مقصد اس
 کا اس فعل کے وقوع میں قطعیت اور تائید پیدا کر دینا ہے مزید برآں اس کے
 شروع میں لام مفتوحہ برائے تائید فعل ہے لہذا درین صورت ایسے فعل میں تائید
 در تائید آ جاتی ہے چنانچہ اسی بنا پر اس کا ترجمہ اردو میں یوں کیا جاتا ہے کہ وہ
 ضرور ب ضرور زمانہ مستقبل میں ایمان لائے گا۔ چنانچہ مبتدی طلباء کو ایسے افعال

کی اسی انداز سے تعلیم دی جاتا ہے مثلاً لیضر بن کا ترجمہ یوں کر لیا جاتا ہے کہ وہ ایک مرد ضرور بہ ضرور مارے گا (زمانہ مستقبل میں) لہذا اس اصول صرفی کی بنا پر جو کہ تمام آئمہ فن کے ہاں متفقہ ہے نیز قرآن مجید کے تمام ایسے مقامات اسی مفہوم کے حامل ہیں۔

جیسے تم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (ال عمران آیت ۵۵)

۲ تم لتسئلن عن النعیم

۳ قل بلی و ربی لتبعتن تم لتنبئن بما عملتم (۰)

واذ تاذن ربک لیبعثن علیہم الی یوم القیامۃ من یسومہم سوء

العذاب (الاعراف ۱۷)

فوربک لتسئلنہم اجمعین (الحجر ۹۲)

لسئلن الذین ارسل ائیمہم ولسئلن المرسلین (الاعراف ۶)

غرض یہ کہ ایسی مثالیں قرآن مجید سے بکثرت دی جاسکتی ہیں کہ جن میں ایسے افعال بہر صورت زمانہ مستقبل کے لئے اور تاکیدی مفہوم کے لئے آتے ہیں کوئی ایک مثل بھی کہیں سے اس کے خلاف فراہم نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہ بات محقق ہو گئی کہ فعل لیومنن کا وقوع زمانہ مستقبل میں ہو گا اور لازماً ہو گا

۲- مرجع ضمیر مجرور کا تعین

اہل حق کے نظریہ کے مطابق لیومنن بہ اور قبل موتہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع ہیں۔ کیونکہ اس سے بھی قبل کی آیت سے انہی کا ذکر

چلا آ رہا ہے۔

تلاوت کیجئے۔

وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ - وما

قتلوه وما صلبوه - ولكن شبه لهم - ان الذین اختلفوا فیہ لفی

شک منه ما لهم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوه یقینا بل

رفعه اللہ الیہ وكان اللہ عزیزاً حکماً - وان من اہل الکتاب

الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامتہ یکون علیہم شہیداً
ترجمہ اور ان کے اس بات کے کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم
کو جو کہ اللہ کا رسول تھا قتل کر دیا۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا
اور نہ ہی اسے صلیب پر چڑھایا۔ لیکن اس کی شہید ہونے کے سامنے آگئی
بلا شک جو لوگ آپ کے بارہ میں اختلاف رکھتے ہیں وہ سب اس کے
متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ ان کو اس کے متعلق کوئی صحیح علم نہیں
سوائے گمان کی پیروی کے۔ اور اس کو انہوں نے ہرگز قتل نہیں کیا بلکہ
اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور
حکمتوں والا ہے اور کوئی اہل کتاب سے ایسا فرد نہیں رہے گا جو اسکی
موت سے قبل اس پر ایمان نہ لے آوے اور وہ قیامت کے روز ان پر
گواہ ہو گا۔

اب غور فرمائیے کہ شروع آیت میں عیسیٰ بن مریم ہی اسم ظاہر ہے جس
کے متعلق آئندہ تمام تفصیلات دی جا رہی ہیں لہذا جہاں بھی کوئی ضمیر ہوگی اس کا
مرجع اور اس کا مصداق یہی اسم ظاہر ہو گا جہاں بھی ”اس“ ضمیر ہوگی اس کا مرجع
یہی عیسیٰ بن مریم ہوں گے جو کہ روح مع الجسد دونوں کا مجموعہ ہے لہذا مکتنا فعل
سے لے کر آخر تک تمام افعال کا مفعول بہ وہی مجموعہ روح مع الجسد ہو گا۔ مثلاً
وما قتلوه وما صلبوه اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لہم بہ۔ وما قتلوه
بل رفعہ اللہ اس کے بعد ان کی آیت لیومنن بہ قبل موتہ اور یکون علیہم
یہ تمام ضماں اس اسم ظاہر عیسیٰ بن مریم کی طرف راجع ہوں گی جس کے حالات و
کوائف بیان ہو رہے ہیں ورنہ کلام الہی میں فصاحت و بلاغت کے برعکس تعقید
پیدا ہو جائے گی اور کلام الہی متفقہی کے مطابق نہ رہے گا وحو محال۔ پس ثابت ہو
گیا کہ زیر بحث دونوں مجرور ضمیریں (بہ اور قبل موتہ) حضرت مسیح کی طرف ہی
پھرتی ہیں کسی بھی دوسرے فرد کی طرف ہرگز راجع نہیں ہوں گی۔ یہ اس لئے
بھی کہ اس کے بعد پھر انہی کا ذکر ہے کہ ویوم القیامتہ یکون علیہم شہیداً
کہ وہ عیسیٰ بن مریم قیامت کے دن ان پر یعنی اپنی قوم پر گواہی دینے والے ہوں

گے۔ اگر ان دو چیزوں میں ہی بحث پیدا کر لیں کہ ان کا مرجع مسیح کے علاوہ کتبلی ہے یا کچھ اور تو پھر یکن کی ضمیر جو لازماً حضرت مسیح کی طرف راجع ہے اس کی فشگ صحیح اور معقول نہ رہے گی۔ نیز یہ شہادت اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جبکہ آپ دوبارہ دنیا میں آویں گے اور وہ لوگ آپ پر ایمان بھی لے آویں تو پھر ان پر آپ یوم قیامت گواہی دے سکیں گے کہ اے اللہ تعالیٰ میں نے ان کو صراط مستقیم کی تعلیم دی تھی ورنہ بلا شہود فی القوم ان پر گواہی کیسے ہوگی

دیکھئے مسیح نے پہلے مرحلہ کے متعلق بھی فرمایا کہ وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم گویا شہادت دینے کے لئے مشہود علیہم میں ہونا ضروری ہے تو اس لحاظ سے آپ کی دوبارہ آمد کا وقوع لازمی ہے تاکہ یہ جملہ قرآنی درست رہ سکے۔ ویوم القیامتہ یکون علیہم شہیدا تو معلوم ہوا کہ آپ کی آمد ثانی لازماً ہوگی جس میں تمام موجودہ اہل کتاب لیومنن بہ اور قبل موتہ کی ضمانت مجبور راجع الی السج ہی ہیں دوسرا کوئی احتمال نہیں اگرچہ بعض بزرگوں نے احتمالاً اس کا مرجع مسیح کے علاوہ اور بھی لکھا ہے مگر وہ قول اور توجیہ مروج ہے چنانچہ مرزا صاحب کے ممدوح مجدد صدی ہشتم ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ

بہنا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر عن طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح ومن طریق رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ واللہ انہ الآن لحدی ولكن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون

اس طرح علامہ عسقلانی لکھتے ہیں

وان من اهل الكتاب احد الا لیومنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ وهم اهل الكتاب الذین یکونون فی زمانہ فتکون ملتہ واحده وہی ملتہ الاسلام وبہنا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری) نیز مرزا صاحب کے ممدوح رئیس المتوفین ابن العربی کے خاص معتقد اور ترجمان صاحب

الیواقیت والجواہر لکھتے ہیں کہ

الدلیل علی نزولہ قولہ تعالیٰ وان من اهل الكتاب
الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ای حین یُنزل والحق انہ رفع بجسده
والی السماء والا یمان بہ واجب قال تعالیٰ بل رفعہ اللہ الیہ
(ص ۱۳۶ ج ۲ طبع مصر)

ایسے ہی دیگر اکابرین امت ان آیات کو حیات و نزول کے لئے نصوص
قطعہ قرار دیتے ہیں یہ بوجہ اسی کے ہے کہ یہ ضما تر راجع الی المسیح ہیں
ورنہ ان کو بطور عبارة النص کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔ فافہم وتدبر
ولانکن من الہالکین

اب اتنی صحیح اور زبردست شہادت کے بعد کس ذی ہوش انسان کے لئے
کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ان ضما تر کا مرجع دلیل و برہان اور حقیقت کے
مطابق حضرت مسیح ہی ہیں تو معنی یوں ہو گا کہ تمام اہل کتب جو اس وقت موجود
ہوں گے وہ آپ پر آپ کی موت سے پہلے ایمان لے آویں گے چنانچہ یہی ترجمہ
جناب حکیم نور الدین نے بھی کر کے تمہارے لئے تمام راستے بند کر دیئے ہیں لہذا
اب محض اپنے من گھڑت اور اختراعی نظریہ کی تائید کے لئے تمام حقائق اور اصول
سے انحراف و انکار کوئی معقول بات نہیں ہو سکتی۔ اب آپ خیال فرمائیں کہ مرزا
صاحب کا ازالہ ص ۳۷۲ پر لیونن کا ترجمہ زمانہ ماضی کے مطابق کرنا کہل کی
معقولیت اور دیانتداری ہے۔

جب کہ دوسری طرف مرزا قبل موت کی ضمیر مجبور کا مرجع حضرت مسیح کو
ہی قرار دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیے
خزائن ص ۲۹۹ ج ۳ و ص ۲۹۷ ج ۳ و ازالہ ص ۳۷۲ و ص ۳۷۵ وہاں لکھا ہے
(قبل ایمانہ بموتہ)

بعد ازاں معنی استقبال کے پیش نظریہ مغالطہ دینا۔ کہ اس طرح تو لازم آئے
گا کہ جب تک تمام کے تمام اول و آخر یہود و نصاریٰ مسیح پر ایمان نہ لاویں وہ نہ
میں۔ ان کا اس وقت تک زندہ رہنا لازمی ہے جب تک مسیح دوبارہ تشریف لے

آویں۔ تو چونکہ یہ محل اور غیر ممکن ہے لہذا آمد مسیح ثانی بھی غیر ثابت۔
 تو جو لہا "گزارش ہے کہ یہ ضابطہ کس نے بنایا ہے اور کون اس کا قائل ہے
 دیکھئے قرآن میں ہے یا اہل لکتاب قد جاء کم رسولنا (مائدہ آیت ۱۵ و ۱۹)
 نیز یا اہل کتاب تعالو الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم تو کیا یہاں یہ
 ضروری قرار دو گے کہ اول تا آخر تمام یہود و نصاریٰ کو یہ خطاب ہے؟ یا صرف
 موجودین کو اور نئے فرمایا یا یہاں لہا انسانوں کو رسول اللہ الیکم جمعیا
 تو کیا یہ تمام نوع انسانی کو خطاب ہے اولین و آخرین یا موجودین اور بعد
 والوں کو اور نئے حضرت مسیح کا اعلان یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم
 میں اول و آخر تمام اولاد یعقوب کو خطاب ہے یا صرف موجودین کو یا یہاں لہا
 ضرب مثل فاستمعالہ میں خطاب تمام اول و آخر نوع انسانی کو ہے یا صرف
 موجود عند نزول القرآن سے لے کر آخر تک؟

ایسی مثالیں مزید بھی بیسیوں پیش کی جاسکتی ہے کہ جن میں ایسے کلام کا
 مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد حاضرین ہی ہوں گے نہ کہ پہلے والے بھی

عمومی اور محلو راتی مثالیں

اگر کوئی کہے کہ جب میں ایم اے کے امتحان میں کامیاب ہو گیا تو تمام
 کلاس یا یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کی پارٹی کروں گا۔ تو کیا اس سے یہ لازم
 آئے گا کہ اس اعلان کے وقت جو بھی پروفیسر یا سٹوڈنٹ ہے ان سب کا اس کی
 کامیابی تک اوارہ میں رہنا اور نہ مرنا لازمی ہے۔

اگر کوئی اپنے ۱۰ سالہ بچے کے متعلق کہدے کہ میں اس کی برات یا ولیمہ
 میں تمام دوستوں یا تمام رشتوں داروں کو بلاؤں گا۔ تو کیا اس بچے کی برات جو مثلاً
 ۱۰ سال بعد تیار ہوگی اس وقت تک تمام احباب یا اقارب کا زندہ رہنا لازمی ہو جاتا
 ہے۔ بتائیے کون پاگل اسی جملہ کا یہ معنی لے گا یا کوئی لیتا ہے ظاہر ہے کہ ہر
 آدمی اس اعلان یا بات سے یہی سمجھتا ہے کہ بوقت کامیابی یا برات ان میں سے جو
 زندہ رہے گا ان سب کو پارٹی میں شامل کرنے سے یہ اعلان یا وعدہ پورا ہو جائے گا

کیونکہ اتنا ہی مفہوم تھا ایسے ہی تمام اہل کتاب کا ایمان لانے کا تقاضا اتنا ہی ہے کہ اس وقت جو زندہ ہوں گے وہ سب آپ پر ایمان لے آویں گے نہ کہ اول و آخر تمام مراد ہیں۔ تاکہ کوئی محال لازم آئے۔ لہذا مرزا صاحب کا ایسی پچگانہ باتیں کرنا نہایت غیر معقول اور گھٹیا حرکت ہے جو ایک ذی ہوش انسان کے لئے مناسب نہ تھی۔ مگر افسوس کہ جناب قادیانی نے اتنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس سے آگے بھی قدم بڑھانے ہوئے لکھتے ہیں کہ

بعض لوگ نہایت تکلف سے یہ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت خدا دوبارہ سابقہ مرے ہوئے اہل کتاب کو زندہ کر دے

افسوس صد افسوس مرزا صاحب محض اپنا اللو سیدھا کرنے کے لئے کیسی بے سروپا باتیں بنانا کر لوگوں کے ذمہ لگاتے ہیں۔ اب مرزا صاحب کا ذمہ یہ ہے ان بعض کی نشاندہی تو کریں کہ کس نے ایسی بات لکھی ہے؟ پھر اور لکھا ہے کہ

بعض لوگ شرمندہ ہو کر (کس بات سے) دبی زبان سے یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسیح کی آمد ثانی کے وقت زندہ موجود ہوں گے اور وہ سب مسیح کو دیکھتے ہی ایمان لے آویں گے اور قبل اس کے جو مسیح فوت ہو وہ سب مومنوں کی فوج میں داخل ہو جائیں گے لیکن یہ خیال ایسا باطل ہے کہ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ (دیکھئے ازالہ ص ۳۶۸ خزائن ص ۲۸۹ ج ۳)

ناظرین کرام آخر عیاری و مکاری کی بھی ایک حد ہوتی ہے الزام و بھتان کی کوئی انتہا ہوتی ہے لیکن ہمارے مرزا صاحب تو یہاں بالکل فری ہو گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آنجناب کو کیا کہوں اور کیا لکھوں؟

اصل بات تو وہی ہے کہ اذا فانك الحياء فافعل ماشئت نیز مرزا صاحب کو ان کا یہ اصول بھی جتلانا مفید ہو گا۔ کہ انہوں نے لکھا ہے من فسر القرآن براہ فلیس ہو بمومن هواخ الشیطان کما فی القدمہ پھر یہ بھی خیال رہے کہ قادیانی کتب میں ایسے من گھڑت اور فرضی الزامات اور ان کے جوابات بکثرت ہیں۔

بھلا بتائیے کون لوگ شرمندہ سے ہو کر یہ تاویل کرتے ہیں کہ اہل کتب سے مراد موجودین ہیں۔ بلکہ یہ عین حقیقت ہے جس کو صراحتاً اکابرین امت بلکہ فایدانیوں کے مسلمہ مجددین نے بھی لکھا ہے کس عام مصنف نے نہیں لکھا پھر ایسے مقبولان ان بارگاہ النبی کو بعض لوگ اور شرمندہ کا لفظ استعمال کرنا اس قادیانی شاطر و عیار کا ہی حوصلہ ہو سکتا ہے؟ کوئی معقول انسان اتنی جرات نہیں کر سکتا پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ وہ مسیح کو دیکھتے ہی اہل ایمان کی فوج میں داخل ہو جائیں گے۔ کس قدر ٹھٹھہ اور شغل بازی ہے جو صرف کسی بد فطرت ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ میں اس سے زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں سمجھتا۔ یہ قادیانی تو وہ خناس ہے جس نے حضرت مسیح کے متعلق اپنی (حقیقتہ الوحی ص ۲۹ خزائن ص ۳۱ ج ۲۲) پر وہ کچھ اگل دیا جس کی جرات اہلیس مردود بھی نہیں کر سکتا۔ کسی مسلمان مجھے تو تصور میں بھی اتنی جسارت نہیں ہو سکتی۔

ناظرین کرام۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ کہ جناب مرزا قادیانی اس آیت کریم کے متعلق کہ جسے اکابرین امت بالخصوص خود قادیانی کے ممدوح اور مرکز عقیدت بزرگوں نے (مثل ابن عباسؓ۔ ابن حجرؒ۔ ابن تیمیہؒ ابن عربیؒ وغیرہ) نے ان آیات کو رفع نزول مسیح کے لئے بطور عبارة الص اختیار کیا ہے ان کے متعلق یہ لکھتا ہے کہ بعض لوگ شرمندہ سے ہو کر۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ جناب مرزا کہاں تک معقولیت پسند ہے۔

۱۔ محالاًخوان قادیانی مزاج تو یہ ہے کہ ایک طے شدہ اور مسلمہ حقیقت کو جب تلپٹ کرنے پر آتا ہے تو پھر سیاق و سباق۔ ایمان و کفر۔ حق و باطل اور اپنے پرانے کا ذرہ خیال نہیں رکھتا بلکہ اپنی نفسانی غرض براری کے لئے ہر حرکت بد نہایت جرات سے کر گزرتا ہے جس کا ایک نمونہ اسکی یہ تحریر ہے۔ لہذا ایسے انسان کی کسی بھی تحریر۔ تحقیق یا اسکے نتیجہ پر کان لگانا کسی صحیح المدعا فرد بشر کا کام نہیں ہو سکتا۔

وفات مسیح پر پانچویں آیت یہ ہے کہ۔

ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامامہ

صدیقہ کان یا کلان الطعام (المائدہ ۷۶)

ترجمہ یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔

یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ کان کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ جو حال کو چھوڑ کر گزشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم طعام کھانے سے اس وجہ سے روکی گئیں کہ وہ فوت ہو گئیں اور چونکہ کانا کے لفظ میں جو تشبیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسیٰ بھی حضرت مریم کے ساتھ شامل ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں لہذا حضرت مریم کی موت کے ساتھ ان کی موت بھی مانی پڑی۔ کیونکہ آیت موصوفہ ہلا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت مریم تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکی گئیں لیکن حضرت ابن مریم کسی اور وجہ سے اور جب ہم اس آیت مذکورہ ہلا کو اس دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھیں کہ ما جعلنا ہم جسدا لا یا کلون الطعام (الانبیاء ۹) جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو تو اس یقینی اور قطعی نتیجہ تک ہم پہنچ جائیں گے کہ فی الواقع حضرت مسیح فوت ہو گئے۔ کیونکہ پہلی آیت سے ثابت ہو گیا کہ اب وہ کھانا نہیں کھاتے اور دوسری آیت بتلا رہی ہے کہ جب تک یہ جسم خاکی زندہ ہے طعام کھانا اسکے لئے ضروری ہے اس سے قطعی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ زندہ نہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۲۰۳ و ۲۰۴ خزائن ص ۳۶۵ و ۳۶۶ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ

ناظرین کرام مرزا صاحب کا نقل آیت کے بعد والی استدلالی عبارت کو بغور مطالعہ کرنے سے آپ پر مرزا صاحب کا علمی مقام اور دیانتداری خوب واضح ہو

جائے گی۔ کہ آنجمنی کیسی الٹی سیدھی اور بے مقصد باتیں کر رہے ہیں۔ کیا بقول خود چار اساتذہ سے علم حاصل کرنے والی ہستی نیز ازاں بعد وحی الہام سے بھی حصہ کثیرہ پانے والی ہستی کی علمی اور استدلالی کیفیت یہ ہے۔ الامان والنجیظ۔

۱۔ سب سے پہلے آیت کا نفس ترجمہ ہی خلاف اصول نقل و عقل ہے اور پھر اس آیت کو وفات مسیح پر نص صریح قرار دینا پرلے درجہ کی جہالت یا حماقت ہے۔ کیونکہ مطلق نص کے ذکر سے عبارة النص ہی مراد ہوتی ہے اور اس کی تعریف ہے ما ینق لہ الکلام۔ تو اب یہ عجیب نص ہے کہ جس میں موت کا متعین لفظ ہی نہیں ہے اور نہ ہی یہ آیت موت مسیح کے لئے وارد ہوئی ہے بلکہ یہ تو بدلیل سیاق و سباق قرآن مجید مسیح و مریم کی نفی الوہیت کے لئے بغور عبارة النص ہے نہ کہ ان کی موت کے لئے۔ اس لئے کہ عام عیسائی مسیح کی اور بعض عیسائی حضرت مریم کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں بظاہر ان کے معجزات کی بنا پر تو رب کریم نے پہلے تو ان کے اس عقیدہ کی مذمت فرمائی کہ یہ کفر ہے دوسرے نمبر پر مسیح کی رسالت اور مریم کی صدیقیت بیان فرمائی کہ مسیح کے معجزات الوہیت کی بنا پر نہیں بلکہ نبوت کی بنا پر قدرت الہیہ سے صادر ہوتے تھے کما ہوا المذکور فی اناجیل المروجہ۔ اور حضرت مریم کے خوارق ان کی کرامت تھیں جو کہ ان کے مقام صدیقیت کی بنا پر ہاذاں الہی صادر ہوتے تھے۔ ازاں بعد ان کی بشریت بیان فرمائی اکل طعام کی بنا پر کیونکہ الہ محتاج اکل و شرب نہیں ہو سکتا اگرچہ نفی الوہیت کے لئے متعدد دلائل تھے مگر ان میں سے ایک نمایاں کو بیان فرما کر ان کا مخلوق ہونا ثابت کیا گیا۔

قرآنی سیاق

۱ لقد کفر الذین قالو ان اللہ هو المسیح بن مریم وقال
المسیح یبی اسرائیل عبدوا اللہ ربی وربکم انه من یشرک
باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وما واه النار وما للظالمین
من انصار۔

۲ لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة وما من اله الا اله واحد وان لم ينتهوا عما يقولون ليمسن الذين كفروا منهم عذاب اليم۔ افلا يتوبون الى الله ويستغفرونه والله غفور رحيم۔

۳ بالمسيح ابن مريم الا رسول..... الى ان قال انظر كيف نبين لهم الايات ثم انظر انى يوفكون قل اتعبدون من دون الله مالا يملك لكم ضرا ولا نفعا" والله هو السميع العليم۔
قل يا اهل الكتاب لا تغلوا فى دينكم غير الحق (المائد آيت ۷۲ تا ۷۷ كل چھ آيات

ناظرین کرام آیت نمبر ۷۷ سے پہلا مضمون اور اس کے بعد والا مضمون وہی اثبات توحید اور نفی الوہیت مسیح وغیرہے تو پھر یہ آیت نمبر ۷۷ وفات مسیح پر نص صریح کیسے ہو گئی؟ جو کہ سیاق و سباق سے بالکل خارج ہونے کے مترادف ہے۔
یہ قادیانی مکاری۔ کہ آیت کو اس کے سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے اپنی مرضی کا مفہوم اخذ کرنا یہ صرف قادیانی فطرت اور مزاج ہے۔ حالانکہ خود مرزا صاحب نے ایسا طریقہ اختیار کرنے والوں کو بندر اور سور سے بدتر لکھا ہے نیز من ملنی تفسیر کرنے والے کو طہر غیر مومن اور اخ الشیطان قرار دیا ہے۔ لہذا اب بالفعل ان افعال بد کے ارتکاب کرنے پر خود مرزا صاحب کیوں اس کے تحت نہ آئیں گے؟

عجیب ہلت ہے کہ ایک مفہوم کو پہلے نص صریح قرار دینا پھر مختلف اور متعدد قرآن کے حوالہ سے اس کا مفہوم اخذ کرنا کیا تضاد اور تناقض نہیں ہے؟ جو کسی بھی ہوش مند انسان کے لئے مناسب نہیں ہے۔

۲۔ بقول مرزا صاحب جب قرآن مجید کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے تو کیا یہ قادیانی مفہوم کسی ایک مفسر نے کسی بھی زمانہ میں بیان فرمایا ہے؟ ہم سب ازمنہ کی ہلت نہیں کرتے۔ نیز مرزا صاحب کا اعتراف کہ مجددین دین کا صحیح مفہوم قائم کرنے کے لئے آتے ہیں وہ جملات کی تفسیر کرتے ہیں وہ خدا کے الہام سے

بولتے ہیں ان سے انحراف فسق و کفر ہے۔ ان تمام ضوابط کا تقاضا آپ پورا کر دیں۔ ہم فوری طور پر سر تسلیم خم کر دیں گے۔ ہل منکم رجل رشید

۳۔ اس آیت کا ترجمہ آپ نے خود جنگ مقدس میں جو کیا ہے۔ نیز آپ کے دست راست حکیم نور دین نے فصل الخطاب ص ۲۸ و ص ۶۶ پر اور رسالہ اربطال الوہیت مسج ص ۲ پر جو کیا ہے آیا وہ صحیح ہے یا وہ مرقع الحلو و زندقہ؟ کیونکہ آپ نے خود تفسیر ہارائے کو الحاد قرار دیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا۔ کہ آپ پہلے سابقہ مجددین اور آئمہ ہدی کی تائید اس زیر بحث مفہوم کے لئے پیش کریں نیز اپنی اور حکیم صاحب کے ترجمہ و مفہوم کی تطبیق پیش کریں تو پھر آپ کی بات معقول ہو سکتی ہے۔ اور آپ انحراف سلف اور تناقض کلام سے بچ سکتے ہیں۔ ورنہ آپ کی خیریت کی کوئی صورت ممکن نہیں ہو گی چہ جائید آپ کس بھی منصب مجدد ہدی یا مسیح کے مستحق قرار پاسکیں ازان بعد مزید گزارش یہ ہے کہ

اس آیت سے قادیانی استدلال بروقت مسیح سیاق و سباق کے علاوہ دو امور پر مبنی ہے

۱۔ لفظ خلت کا مفہوم و معنی موت اور من قبلہ الرسل میں الف لام استغراقی قرار دینا لہذا امور سابقہ کے علاوہ جب تک یہ امور صحیح ثابت نہ ہو سکیں تو بھی قادیانی استدلال ہباء منشور ہو جائے گا اور یہ دونوں امر ثابت ہونا ناممکن ہیں تو قادیانی استدلال بھی زمین بوس ہو گیا۔

امراول لفظ خلت کا معنی حقیقی اور ماوضع لہ

بندہ خادم از روئے لختہ اس کا معنی حصہ اول میں بیان کر چکا ہے۔ اب یہاں مختصراً کچھ مزید سماعت فرمائیے۔ کہ یہ لفظ در اصل موت کے معنی میں ہرگز نہیں بلکہ انتقال مکانی یا زمانی کے لئے وضع ہے اور پھر اس کے بالتح کسی ذو مکان یا ذو زمان کے لئے استعمال ہو گا۔

از روئے قرآن مجید خلت کا مفہوم

یہ مادہ قرآن مجید میں مختلف صیغوں میں کل ۲۸ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔
 خلا بصیغہ ماضی۔ خلت ماضی غائب مونث واحد خلوا بصیغہ ماضی غائب نخل۔
 یخلت۔ فخلوا۔ الخلیہ

۲ مرتبہ ۱۵ مرتبہ ۷ مرتبہ صرف ایک ایک مرتبہ کل ۲۸ = ۴
 ان میں سے کسی ایک مقام پر بھی یہ لفظ حقیقی موت کے لئے نہیں آیا
 بلکہ۔ خلوت۔ گزرنے۔ چھوڑ دینے خالی کر دینے اور گزشتہ کے معنی میں آیا ہے۔
 اگر کہیں اس کا معنی مجازاً "یا مراداً" موت لیا بھی جائے تو اس سے اس کا
 حقیقی معنی موت کیسے ثابت ہو جائے گا دیکھئے موت حقیقی کے لئے ہمارے اردو اور
 مقامی محاورہ میں مجازاً کئی الفاظ مستعمل ہیں۔

مثلاً۔ فلاں شخص گزر گیا۔ فلاں بزرگ کا وصال ہو گیا یا پردہ پوش ہو گئے

فلاں شخص رحلت کر گیا۔ فلاں رخصت ہو گیا

فلاں شخص انتقال کر گیا۔ فلاح آدمی چل بسا یا چلا گیا

فلاں شخص اللہ کو پیارا ہو گیا۔ فلاں ہم سے روٹھ گیا دنیا چھوڑ گیا

تو کیا ان الفاظ (رحلت۔ انتقال۔ خدا کا پیارا ہونا۔ روٹھنا۔ وصال اور رخصت ہونا)

میں سے کوئی ایک بھی حقیقت موت کے لئے موضوع ہے؟ ہرگز نہیں حالانکہ ان

کا استعمال عام کیا جاتا ہے ایسے ہی لفظ خلت کا معاملہ سمجھ لیجئے کہ اگرچہ اس کا

مفہوم کس وقت مجازاً معنی موت میں استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کا معنی حقیقی یا ما

وضع نہ موت ہرگز نہیں ہو گا۔ بلکہ یہ گزرنے۔ دنیا چھوڑ جانا۔ انتقال و رحلت کا

متراوف ہے۔

لفظ موت میں بھی مجازو تبحوز کا دخل

ناظرین کرام مشاہدہ کے مطابق یہ حقیقت آطر من الشمس ہے کہ ہمارے

عام محاورہ اور بول چال میں مجاز کا بڑا عمل دخل ہے۔ مگر ہم کبھی کسی کھلے کا شکار

نہیں ہوئے۔ بلکہ موقعہ کلام سے صحیح مفہوم اخذ کر لیتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کہتا

ہے کہ میرا بیٹا تو شیر ہے۔ دوسرا یہ جملہ بولتا ہے کہ آج میں نے سرکس میں ببر

شیر دیکھا۔ تو جب عام مجلس میں یہ دو جملے آویں گے تو ہر عام و خاص لفظ شیر کا مفہوم بلا کسی غور و فکر یا لغت اور ڈکشنری کی کتاب دیکھے بغیر معلوم کر لے گا پہلے جملہ میں حسب قرآن شیر سے مراد بہادر ہونا ہے۔ چیرنے پھاڑنے والا جنگل یا چڑیا گھر۔ یا سرکس کا شیر مراد نہیں۔ ایسے ہی دوسرے جملہ سے ہر عالم و جاہل سمجھ لے گا کہ اس شیر سے مراد کوئی بہادر انسان نہیں بلکہ وہی چیرنے پھاڑے والا درندہ مراد ہے۔ جو جنگل میں ہوتا ہے یا کسی پنجرہ میں بند ہوتا ہے! ایسے ہی مجاز کا دائرہ یہاں تک وسیع ہے کہ

لفظ موت میں بھی نہایت وسعت ہے اگر اس کا ایک استعمال انفکاک روح کے لیے ہے اور وہی حقیقی ہے تو بے شمار مواقع دیگر معانی کے لئے بھی مستعمل ہے مثل "۱" کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی تو مر گیا یعنی وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا۔ مغلوب و مفتوح ہو گیا مقروض ہو گیا۔ شکست کھا گیا۔ کاروبار میں یا کسی بھی کوشش اور جدوجہد میں ناکام ہو گیا۔ ہار گیا۔ ان تمام معانی کے اظہار کے لئے لفظ موت عام استعمال ہو رہا ہے۔ قرآن مجید میں بے ایمان اور بد عمل انسان کو بھی مردہ کہا گیا ہے نیز نیند پر بھی لفظ موت کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ پہلے حصہ میں اس کی مثالیں بیان ہو چکی ہیں تو جب روز مرہ کے استعمال میں حقیقت و مجاز میں اتنی وسعت ہے۔ تو پھر اس ایک لفظ خلعت کو اپنے بعض نفسانی مقاصد کے لئے صرف ایک ہی مفہوم میں منحصر کرنا اور وہ بھی بلا دلیل اور خلاف محاورہ قرآن کون سی دیانتداری اور معقولیت ہے۔ جیسا کہ تم نے یہی اکثرین لفظ رفع اور تونی میں اختیار کیا ہوا ہے۔

لفظ خلوا کا قرآنی استعمال

واذا اخلا بعضهم الى بعض قالوا اتحدثونهم البقرہ ۶۲:۷ یہاں معنی خلا باہمی ملاقات ہے نہ کہ مرنا

۲- وان من امت الا اخلا فيه نذير الفاطر ۲۴ یہاں معنی امت میں تبلیغ و رسالت مراد ہے نہ کہ موت

۳- وقد خلت من قبلهم المثلات یہاں معنی واقع ہونا مراد ہے نہ کہ موت
 ۴- سنتہ التی قد خلت فی عبادہ ۸۵ والفتح ۲۳ یہاں معنی جاری ہونا مراد
 ہے نہ کہ موت۔

۵- واذا خلوا الی شیاطینہم قالوا انا معکم یہاں بھی معنی باہمی ملاقات
 ہے نہ کہ موت۔

۶- واذا خلوا عضوا علیکم الا نامل من الغیظ ۱۱۹:۳ ایضاً۔

۷- اقتلو یوسف او اطرحوه یخل لکم وجہ ابیکم ۹:۱۲ یہاں معنی توجہ
 کا مختص ہونا ہے نہ کہ موت۔

۸- فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلہم ۵:۹ یہاں
 معنی تخلیفہ یعنی چھوڑ دینا ہے نہ کہ موت۔

۹- فهل ینظرون الا مثل ایام الذین خلوا من قبلہم یونس ۱۲ یہاں معنی
 گزرتا مراد ہے نہ کہ موت و فنا۔

۱۰- واذا الارض مدت والقت ما فیہا وتخلت ۸۳ : ۳ معنی خالی ہو جانا
 ہے نہ کہ مرجانا۔

۱۱- کلو واشربوا ہیناء بما اسلفتم فی الایام الخالیہ ۲۳:۶۹ الخالیہ کا
 معنی گزشتہ اور گزرے ہوئے ہے نہ کہ موت۔

۱۲- قد خلت من قبلکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا (آل عمران
 ۱۳۷) یہاں معنی گزرتا اور واقع ہونا ہے۔

جناب مرزا صاحب فرمائیے ان ۱۲ مقالات پر لفظ خلت اور اس کا مادہ استعمال
 ہوا ہے فرمائیے معنی موت کالے سکتے ہو؟ اگر کہو کہ یہاں معنی مجازی ہے تو اس
 کی دلیل اور قرآن پیش کرو ورنہ جان نہیں چھوٹے گی کادیانی صاحب اپنے ہی بیت
 الفکر کی اندھیری کونٹھڑی میں بیٹھ کر عقائد کے فیصلے نہیں ہو جاتے یہاں تو چار
 دانگ عالم میں تمام ماحولیات کو طوطا رکھنا پڑتا ہے ورنہ من شد شدنی النار کا دھک
 لگ جاتا ہے وبتبع غیر سبیل المومنین کے نتیجہ میں عہد جہنم کی اتھاہ
 گہرائیوں کی ڈبکیاں پلے پڑ جاتی ہیں اور وما ہم بخارجین کا ایوارڈ قسمت میں

ہو جاتا ہے وہاں کوئی نور دین۔ احسن امر وہی یا دیگر لنگوٹھے ہرگز کام نہیں آسکتے۔ نہ کسی مٹھن لال۔ ٹیچی لور دیگر کسی ولایتی ہرکارے کچھ کر آسکیں گے۔ نہ ہی ملکہ برطانیہ کام آئیں گی بلکہ وہاں تو لیس لانسان الا ما سعی ولا نزر وازرة و زر اخری کا ضابطہ چلے گا۔

دیگر قرآنی استعمالات

قیامت کے دن بعض ٹولیوں کو کہا جائے گا۔

ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس (الاعراف ۳۸)

کنالک ارسناک فی امة قد خلت من قبلها امم (۳۰:۱۳)

فرمائیے کہ قیامت کے دن کس جماعت کو کہا جائے گا کہ تم بھی ان جماعتوں میں شامل ہو جاؤ جو تم سے پہلے مر چکی ہیں کیا روز قیامت بھی موت کا درود ہو گا۔ کیا ان زندوں کو مردوں میں داخل ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے؟

پھر آیت ۲ میں آنحضور ﷺ کی بعثت ایسی امت میں ہوئی کہ جس سے پہلے تمام امتیں مر چکی ہیں؟ یہی معنی کرو گے؟ فرمائیے کیا ہم سے پہلی امتیں یہود نصاریٰ تمام کی تمام مر چکی ہیں؟ یا آج بھی موجود ہیں بلکہ امت مسیحی تو ہم سے بھی دوگنا زیادہ ہے۔ دیگر بھی بے شمار گروہ انسانی دنیا میں موجود ہیں تو جناب ان کے خلو سے مراد ان کا زمانہ عروج و ترقی کا گزر جانا مراد ہے جب کہ وہ فضلتکم علی العالمین کے منصب پر فائز تھیں اب ان کا دور گزر گیا۔ لیکن ان کے افراد موجود ہیں۔ اچھا صاحب اگر کوئی کہہ دے کہ ربوہ شہر میں کئی اے سی یا تھائیڈار ہو گزرے ہیں یا ہو چکے ہیں۔ یا پاکستان کے کئی صدر یا وزیر اعظم ہو چکے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ تمام مر بھی چکے ہیں یا معنی یہ ہو گا کہ وہ اپنا زمانہ سروس پورا کر کے یہاں سے چلے گئے ہیں پھر وہ کسی دوسری جگہ تعینات ہیں یا ریٹائر ہو چکے ہیں یا کس لور ملک میں چلے گئے یا دنیا سے رخصت ہو گئے وغیرہ یہ تمام احتمال ہو سکتے ہیں مرنا ضروری نہیں۔ بلکہ مطلق خلو لور گزرنا مراد ہے۔ یعنی یہاں سے چلے گئے گزر گئے آگے ان کا کیا حال ہے اس کا بیان اس لفظ کے معنی میں شامل نہیں ہے۔ وہ اس کے دائرہ مفہوم سے خارج ہے۔ فافہم ولا نکز من

الہالکین۔

ایسے ہی بقیہ قرآنی آیات تلک امة قد خلت کا مفہوم ہو گا۔ کہ یہ افراد ابناء یا یہ افراد امت فلاں قوم اپنا عروج و ترقی پورا کر چکے۔ اس کے بعد ان کا کیا ہوا۔ آیا وہ مرچکے معدوم ہو گئے یا اور کسی جگہ مظلومی یا مغلوبی کی زندگی گزار رہے ہیں یہ مفہوم خلت کے تحت نہیں ہے بلکہ اس کے معلوم کرنے کے لئے اور ذرائع درکار ہوں گے۔

ملاحظہ فرمائیے قرآن مجید میں آیا ہے وان من امة الا خلا فیہا نذیر

(ناظر)

اس کا ترجمہ کیسے ہو گا کہ کوئی بھی امت ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی نذیر (نبی یا رسول) نہ آیا ہو یا گزرا فرمائیے یہ ترجمہ صحیح ہے یا یہ کہ ہر امت میں ایک رسول فوت ہوا ہے۔ کیسی بے تکلی بات ہو گی۔ کہ مقصد آمد و بعثت رسول نبی ہے نہ کہ ان کا مرنا۔ لہذا آیت زیر بحث میں قدر خلت کا ترجمہ مرنے سے کیسے کیا جائے گا؟

چنانچہ اس آیت کا ترجمہ آپ کے حکیم نور دین نے ہمارے مطابق یعنی ”گزرا ہوا“ ہی کیا ہے نہ کہ مرا ہوا دیکھیے ان کی کتاب فصل الخطاب ص ۲۸۔ ایسے ہی اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۱ پر مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ بھی یوں ہی مذکور ہے۔

کوئی بھی گروہ نہیں مگر ان میں نذیر گزرے ہیں (نہ کہ مرے ہیں) لہذا ثابت ہوا کہ خلت کا معنی موت نہیں بلکہ گزرتا ہے۔

الرسل کی بحث

دوسری بحث جو قادیانی استدلال کی بنیاد ہے وہ ہے الرسل کا الف لام۔ جسے مرزا صاحب اور اس کے متبعین استغراقی قرار دیکر اور عموم کی فضا پیدا کر کے حضرت مسیح کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتے ہیں مگر یہ لوگ یہ مفلا کسی بھی صورت حاصل نہیں کر سکتے۔

اس لئے کہ

۱۔ اول تو اس کی دوسری قرأت رسل بھی ہے۔ دیکھیے تفسیر قرطبی تحت هذه الآیة

۲۔ ازروئے محاورہ قرآنی یہاں استغراق مراد لینا ممنوع ہے کیونکہ پھر دوسرے کئی مقامات پر بھی ایسے ہی الفاظ معرف باللام آئے ہیں لیکن وہاں استغراق والا معنی قطعاً ناممکن ہے۔ مثلاً

۱۔ ولقد اتینا موسیٰ الكتاب وقفینا من بعدہ بالرسل (البقرہ ۸۴)

۲۔ کلاً نقص علیک من انباء الرسل الخ (۱۱۰:۱۱)

۳۔ حتی اذا استئیس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا (۱۱۰:۱۲)

۴۔ ویقتلون النبین بغیر حق الخ (۶۱:۲ و ۶۱:۳)

الغرض ایسی کئی آیات قرآنیہ پیش کی جا سکتی ہیں جن میں لفظ جمع ذوی العقول کے لئے معرف باللام آئے مگر استغراق معنی نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ مطلق جنس مراد لیں گے حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ بھی ایسی ہی ہے کہ اگر من قبلہ الرسل سے مراد استغراق لیں تو خود مسیح اور آنحضور ﷺ شامل نہیں ہو سکتے کہ آپ سے قبل تو جملہ انبیاء و رسل فوت ہو گئے ایک فرد بھی سچے رسولوں کا باقی نہیں رہا۔ جو کہ استغراق کا مفاد ہے۔ لہذا استغراق حقیقی مراد لینے میں سارا معاملہ ہی نابود ہو جائے گا۔ نیز اس مقام پر خود مرزا صاحب نے ترجمہ میں سب رسولوں کا لفظ ترک کر دیا ہے۔ لہذا استغراقی ختم۔ ایسے ہی مذکورہ بالا مقامات پر بھی مرزا صاحب اور حکیم صاحب نے معنی جنس لیا ہے استغراقی نہیں لیا۔ ترجمہ ”کئی رسول“ یا ”رسول“ ہی کیا ہے سب رسول نہیں کیا۔

الرسل میں استغراق تو محال ہے کیونکہ ازروئے قرآن مجید لفظ رسول فرشتوں پر بھی استعمال ہوا ہے اور محض مبلغین اور قاصدوں پر بھی۔ ملاحظہ فرمائیے

۱۔ اللہ یصطفیٰ فمن الملائکة رسلاً (النحل ۷۵) یہاں فرشتوں کے لئے لفظ رسل آیا ہے جو کہ رسول کی جمع ہے۔

۲۔ الحمد لله الذی فاطر السموات والارض جاعل الملائکة

رسلا یہاں بھی فرشتوں کے لئے رسول آیا ہے۔

۳۔ فلما جاءہ الرسول قال ارجع الی ربک الخ ۵۰:۱۳ یہاں مطلق قاصد کے لئے لفظ رسول آیا ہے۔

۴۔ فقبضت قبضۃ من اثر الرسول یہاں جبرائیل کے لئے ہے۔

۵۔ انه لقول رسول کریم۔ وانہ لقول رسول کریم ۱۰:۶۹ و ۱۹:۸۱ ان دونوں آیات میں بھی جبرائیل کے لئے ہے۔

ان حوالجات کی روشنی میں جب عام قاصدوں خصوصاً فرشتوں پر بھی لفظ رسول بولا گیا ہے تو پھر یہ بھی الرسل میں شامل ہو کر خلت یعنی موت کا شکار ہو چکے ہوں گے۔ قرمائیے جبرائیل کی موت مان لو گے؟ یہ ہے تمہاری من مانی تفسیر کا انجام کہ جبرائیل کو بھی مارنے لگے۔ العیاذ باللہ

بقیہ کلویانی وسوسے

کانا یا کلان الطعام میں کانا کو ماضی کے لئے قرار دینا۔

جواب۔ یہ بھی مرزا صاحب کی جہالت کا کرشمہ ہے کیونکہ کلن کی دو قسمیں ہیں کلن تامہ جو کہ ”ہے“ کے معنی آتا ہے مثلاً ”وکان اللہ عزیزاً“ حکیمانہ۔ کا ترجمہ یوں ہو گا۔ کہ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور حکمتوں والا ہے۔ نہ کہ تھا۔ اور دوسرا کلن ناقصہ کہلاتا ہے جو کہ مضارع پر داخل ہو کہ اس کو ماضی استمراری بنا دیتا ہے جیسا کہ کانا یا کلان الطعام میں ہے۔ کہ وہ دونوں ماضی میں کھانا کھایا کرتے تھے۔

مگر اس سے کلویانی کا اگلا استدلال۔ کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اب نہیں کھاتے کیوں؟ کہ وہ دونوں مر گئے ہیں۔ تو جیسے مریم کی موت ثابت ہو گئی اس طرح مسیح کی موت بھی ثابت ہونا لازمی ہے یہ بات مرزا کی سراسر جہالت ہے کیونکہ دونوں کے لئے اکل الطعام کا اثبات مجموعی یعنی ایک ساتھ مقصود نہیں ہے بلکہ مطلقاً اکل الطعام مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں ہستیاں الہ نہ تھیں کیونکہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے تو بوجہ محتاج الی الاکل کے ان کی الوہیت منعدم ہو گئی۔ اب اس سے کیسے ثابت ہو گیا کہ ایک کے مرنے سے دوسرا بھی مر گیا۔

یہاں مقصود تو ضرورتِ اکل و شرب کی بنا پر نفی الوہیت ہے۔ کہ مسج بھی اکل و شراب کے محتاج تھے اور مریم بھی۔ لہذا دونوں ہی الہ نہ ہوں گے۔ کیونکہ الہ اکل و شرب کی احتیاج سے منزہ ہوتا ہے۔

اس کی محاوراتی مثل یوں سمجھیے۔ کہ اگر ہم کہیں کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری۔ حضرت مولانا محمد حیات۔ مولانا لال حسین اختر۔ مولانا تاج محمود رحمہم اور مولانا عبدالرحیم اشعر اور مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی اکٹھے قلوبانیت کے تعاقب میں سرگرم عمل رہتے تھے۔ تو کیا اب اس سے ان تمام حضرات کی وفات ثابت ہو جائے گی نہیں بلکہ فوت شدہ اکابر کے زمانہ کی بات ہو رہی ہے کہ وہ سب اور یہ موجودین سب ایک ہی مشن پر یعنی ردِ قلوبانیت کے لئے سرگرم عمل رہتے تھے یا مثلاً کوئی کہے مرزا غلام احمد صاحب اور مرزا بشیر الدین محمود۔ حکیم نور الدین۔ جلال الدین شمس وغیرہ سب ہی مرزائیت پھیلانے میں رواں دواں رہتے تھے۔ تو کیا پہلے تین افراد کے ہلاک ہو جانے پر جلال الدین شمس کی ہلاکت بھی اس دور میں ثابت ہو جائے گی جب کہ یہ مدت تک زندہ رہا۔ اسی طرح مرزا محمود بھی مرزا غلام احمد اور حکیم نور دین کے بعد مدت تک زندہ رہے۔ ایسے ہی کانا یا کلان سے مقصود صرف ان کی احتیاج الی الاکل کی بنا پر نفی الوہیت ہے حیات و وفات تو زیر بحث ہی نہیں ہے نیز اگر ایک کا انقطاع عن الاکل بھی بوجہ موت مقصود ہو تو بھی دوسرے کی موت لازمی نہیں کیونکہ دونوں کا کھانا اور پھر ایک کا منقطع عن الاکل ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ پہلے دونوں کھایا کرتے تھے اور اب دونوں نہیں بلکہ ان میں سے ایک ہی کھاتا ہے۔ دوسرا نہیں۔

۳۔ آگے چل کر مرزا صاحب ماجعلناہم جسدا کے تحت یہ ثابت کر رہے ہیں کہ جسم انسانی کے لئے کھانا لازمی ہے گویا بلا طعام جسم انسانی باقی ہی نہیں رہ سکتا۔ ان الفاظ سے علی سبیل الدوام کھانا بقاءے جسد کے لئے امر لازم ثابت ہوتا ہے جو کہ سراسر ممنوع ہے۔ واقعی جسم کے لئے غذائیت لازمی ہے تاکہ جسم کی تحلیل کی خانہ پری ہوتی رہے مگر غذائیت کی کسیت۔ نوعیت اور وقفہ کا تعین یہ مرزا صاحب کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ مالک الملک کے سپرد ہے اس معاملہ کو

وہی خوب جانتا ہے۔

تو کیا ان تحریرات صریحہ اور واضحہ کے وقت آپ کو اجماع صحابہؓ یاد نہ تھا۔ یہ تمہیں آیات ذہن نشین نہ تھیں۔ یا یہ ابھی نازل ہی نہ ہوئی تھیں؟ العیاذ باللہ۔ آپ کو اس وقت امام بخاری کا متوفیک۔ میتک لکھنا مستحضر نہ تھا؟ ابن تیمیہ۔ ابن قیم۔ ابن حزم۔ امام مالک رحمہم اللہ وغیرہ بے شمار اکابر کی تصریحاً زیر نظر نہ تھیں؟ قرآن مجید کے الفاظ۔ تونی۔ رفع۔ قدخلت۔ اور الرسل کا استغراق ابھی آپ پر منکشف نہ ہوا تھا؟ یا ابھی یہ الفاظ ہی قرآن مجید میں شامل نہ ہوئے تھے؟ العیاذ باللہ

نیز عربی لغات و محاورات ابھی مرتب و مدون ہی نہ ہوئے تھے یا آپ ہی ان سے جاہل تھے؟ آخر کوئی توجہ لازماً ہوگی۔ پہلے تو آپ خود اور آپ کے دست راست حکیم نور دین نے قدخلت من قبلہ الرسل کا مفہوم یہ نہیں لیا۔ اب یہ انقلاب کیسے آگیا؟ دیکھیے اپنی جنگ مقدس ص اور حکیم صاحب کی فصل الخطاب وغیرہ

اب آپ بڑھ بڑھ کر تفسیری حوالجات پیش کرتے ہیں۔ کیا اس وقت یہ تفاسیر مرتب نہ ہوئی تھیں؟ مرزا صاحب اور مرزا سید! کچھ تو ہوش کرو کونسی احمقوں کی جنت میں بستے ہو۔ یہ چودہ سو سال کے واضح ترین حقائق پہلے مستور تھے یا اب مستور ہو گئے ہیں؟ آخر اتنا عظیم اور عجیب انقلاب کیسے رونما ہو گیا؟ کہاں سے ہو گیا اگر یہ سب کتب لغات و تفاسیر وغیرہ موجود تھیں تو بقول مرزا محمود آنجنابی مرزا کلایانی کو تونی کا مفہوم بدلنے کی ضرورت کیوں درپیش آگئی؟

آیا لفظ تونی۔ رفع۔ خلت وغیرہ کا مفہوم پہلے ان کتب کثیرہ میں موجود نہ تھا؟ یا موجود تھا؟ اگر نہیں تھا۔ تو اب آپ یکایک ان کتب سے حوالجات کیسے دینے لگے۔ کیونکہ پہلے آپ اور آپ کے دست راست حکیم نور دین صاحب بھی ان الفاظ کے معانی موجود نہ کرتے تھے دیکھیے اپنی کتب جنگ مقدس۔ فصل الخطاب وغیرہ۔ آیا اب خود بخود یہ مفہوم تو ان میں تمہاری کرامت کے طور پر داخل نہیں ہو گیا؟ یا تم نے خود ان میں شامل کر دیا ہے؟ اگر پہلے ہی ان میں موجود تھا تو پھر

تمہیں نظر کیوں نہ آیا تھا؟ صاحب بہادر کچھ تو ضرور ہے۔ یا آپ بدل گئے یا یہ کتب کثیرہ بدل گئیں۔

قادینانی اجماع کا ڈھکوسلہ

قادینانی نے بیسیوں مقامات پر لکھا ہے کہ اولین اجماع خطبہ صدیقیؓ کے ضمن میں وفات مسیح پر پرفیوض۔ محدث یا مورخ نے اس اجماع کا کہیں بھی تذکرہ کیا ہو جب کہ مندرجہ بالا کتب میں متعدد اجماعات صحابہؓ کا تذکرہ موجود ہے۔ آپ اپنے اس اجماع کی ایک ہی نقل پیش کرو منہ ماٹکا انعام پاؤ۔ میرا چیلنج ہے کہ تا قیامت کوئی بھی قادینانی ایک نقل پیش نہیں کر سکتا لہذا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فانقوا النار التي اعدت للكافرين۔ اس کے خلاف آؤ ہم حیات مسیحؑ پر عمد صحابہؓ سے لے کر تا ہنوز متواتر نقول اجماع پیش کرتے ہیں ایک دو نہیں بیسیوں نقول پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ بندہ حقیر نے حصہ اول میں اس سلسلہ میں بے شمار نقول درج کر دی ہیں ازاں بعد یہ بھی سن لیجئے کہ نزول مسیحؑ بحمدہ العصریٰ پر تو اجماع انبیاء بھی منعقد ہے جیسا کہ حدیث معراج میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں معراج کی رات حضرت ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ سے ملا تو باہمی قیامت کا تذکرہ کرنے لگے تو سب نے یہ بات ابراہیمؑ پر رکھی کہ آپ بتائیں فقال لا علم لی بہا تو انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا فقال لا علم لی بہا آخر انہوں نے یہ معاملہ حضرت مسیحؑ پر ڈال دیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے وقوع کا تو مجھے علم نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں ہاں رب کریمؑ نے قرب قیامت میری ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے کہ اس وقت دجال نکلے گا تو مجھے دنیا میں بھیجا جائے گا۔ میرے پاس دو عمدہ تلواریں ہوں گی جب دجال مجھے دیکھ لے گا تو سکے کی طرح پگھلا شروع ہو جائے گا۔ قال فیہلکہ اللہ الخ تصریح لما تواتر فی نزول المسیح ص ۱۵۸ حدیث نمبر ۱۳۔

ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث سے تو حیات و نزول مسیحؑ پر انبیاء کرام کا اجماع بھی ثابت ہو رہا ہے کیونکہ سب کے سامنے یہ تذکرہ ہوا اور سب نے اس مذاکرہ میں حصہ لیا اور جب مسیحؑ کے قتل دجال کے لئے قرب قیامت زمیں پر

جانے کا ذکر کیا گیا تو کسی ایک نے بھی اختلاف یا اعتراض نہیں کیا کہ آپ تو فوت ہو کر یہاں آئے ہیں آپ کس طرح دوبارہ دنیا میں جا سکتے ہیں۔ تو معلوم ہوا نزول ثانی پر انبیاء کا بھی اتفاق و اجماع ہے صحابہ کرام کا بھی اجماع ہے اس کے بعد تمام آئمہ امت اور تمام افراد امت کا بھی اس عقیدہ پر اجماع ہے جس کا تذکرہ مرزا کادیانی بھی بارہا اپنی کتب میں کر چکا ہے۔ اور اس کے برعکس کادیانی کے انکار حیات پر کسی بھی اجماع حتیٰ کہ انفرادی قول کا کہیں دور دراز کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا۔ لہذا ہمارا موقف سو فیصد حقیقت و اتعہ ثابت ہوا اور اس کے خلاف کادیانی نظریہ محض من گھڑت اور سو فیصد کذب و افتراء ثابت ہوا۔ فالحمد للہ والمنة علی ذالک

وفات مسیح پر مرزا قادیانی کی پیش کردہ

چھٹی آیت واوصانی بالصلوة والزکوٰۃ ما دمت حیا (مریم ۳۴)
استدلال۔ اس کی تفصیل ہم اسی رسالہ میں بیان کر چکے ہیں۔ (ازالہ ص ۴۳۶
خزائن ص ۳۳۱ ج ۳)

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انجیلی طریقہ پر نماز پڑھنے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ ان کی نماز کی حالت میں ان کے پاس یونہی بڑے رہتے ہیں مردے جو ہوئے اور جب دنیا میں حضرت عیسیٰؑ آئیں گے۔ تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھا کریں گے۔ (خزائن ص ۴۲۸ ج ۳) حوالہ مذکورہ بالا کے مطابق مرزا صاحب آیت کر ترجمہ اور پھر اپنے نظریہ پر یوں استدلال کرتے ہیں کہ

ترجمہ یعنی حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے فرمایا ہے کہ نماز پڑھتا رہ اور زکوٰۃ دیتا رہ اور اپنی والدہ پر احسان کرتا رہ جب تک تو زندہ ہے۔

تبصرہ از قادیانی

اب ظاہر ہے کہ ان تمام تکلیفات شرعیہ (احکام شرعیہ) کا آسمان پر بجالہ محل ہے اور جو شخص مسیح کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ زندہ مع الجسد آسمان کی طرف اٹھایا گیا اس کو اس آیت موصوفہ کے منشاء کے موافق یہ بھی ماننا پڑے گا کہ تمام احکام شرعی جو انجیل اور توراہ کی رو سے انسان پر واجب العمل ہوتے ہیں وہ حضرت مسیح پر اب بھی (بوجہ موجود فی السماء ہوں گے) واجب ہیں کہ تو اپنی والدہ کی خدمت کرتا رہ اور پھر آپ ہی اس کے زندہ ہونے کی حالت میں ہی اس کو والدہ سے جدا کر دے اور تاحیات زکوٰۃ کا حکم دیوے اور پھر زندہ ہونے کی حالت میں ہی ایسی جگہ پہنچا دے جس جگہ نہ وہ آپ زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور نہ زکوٰۃ کے لئے کس دوسرے کو نصیحت کر سکتے ہیں اور صلوة کے لئے تاکید کرے اور جماعت مومنین سے دور پھینک دیوے جن کی رفاقت تکمیل صلوة کے لئے ضروری ہے کیا ایسے اٹھائے جانے سے بجز بہت سے نقصان عمل اور ضائع ہونے

حقوق العباد اور فوت ہونے خدمت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کچھ اور بھی فائدہ
ہوا۔ (ازالہ ص ۴۳۶ و ۴۳۷ خزائن ص ۳۳۱ و ۳۳۲ ج ۳)

تجزیہ و تبصرہ

مندرجہ بالا مذکورہ ترجمہ و تشریح اور استدلال ملاحظہ کر کے ہر لڑی ہوش
انسان ہکا بکا رہ جاتا ہے کہ یہ قادیانی فنکار کیا تماشہ کر رہا ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ کے
متعلق نصوص قطعیہ نازل کرنے والا قادر و قیوم اور علیم و خبیر خدائے ذوالجلال۔
ان قادیانی نکلت ہے واقف نہ تھا؟ پھر انہی نصوص صریح کے تحت خاتم الانبیاء
ﷺ جس نے اس نظریہ کو نہایت وضاحت و تفصیل سے بکثرت اور حلفاً پیش فرمایا
وہ اس قادیانی دقائے سے باذن الہی باخبر نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول
ﷺ پر ایمان و یقین کے تحت تمام صحابہ کرام اور آئمہ ہدیٰ اور افراد امت جنہوں
نے اس نظریہ کے متعلق تمام نصوص اور تصریحات کے پیش نظر متفق اللسان
والقلب ہو کر اس نظریہ کو اتفاقاً بطور عقیدہ کے حرز جان بنا لیا اور بڑے بڑے
جلیل القدر اکابرین امت (مجددین ^{ملہ} مفسرین محدثین متصوفین اور متکلمین
وغیرہم) نے آیات قرآنیہ بل رفعہ اللہ الیہ اور وان من اہل الكتاب وغیرہ کو
باتباع مبین قرآن و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس نظریہ حقہ پر بطور
عبارة النص پیش فرما کر اس عقیدہ کو متفق علیہ مجمع علیہ اور واجب الایمان قرار دیا
ہے۔ آخر ان کے اذہان بالغہ و قلوب صافیہ پر یہ اشکالات وارد نہ ہوئے تھے؟ مگر
اس قادیانی عیار کی گجرات دیکھئے کہ کبھی اس نظریہ کو شرک قرار دیتا ہے اور کبھی
ضلالت قرار دے کر اس کے خلاف پر قسمیں اٹھاتا ہے۔ مثلاً ابن مریم مرچکا حق
کی قسم وغیرہ۔

اور کبھی خدا اور دارالجز سے بے خوف ہو کر اس کے خلاف (وقات مسیح) کو
قرآن کا منصوص و منطوق۔ آنحضور ﷺ کا صریح و واضح ارشاد۔ صحابہ کا اجماعی اور
اکابرین امت کا اتفاقی نظریہ قرار دیتا ہے ازاں بعد نصوص قرآنیہ اور تصریحات
احادیث میں وہ الحاد و تحریف کا چکر چلاتا ہے کہ اس کا پیرو مرشد جناب عزازیل بھی
انگشت بدندان رہ جاتا ہے۔ الغرض یہ قصہ طویل ہے۔ فی الحال مندرہ بالا اقتباس کے

متعلق کچھ سماعت فرمائیے کہ جناب قادیانی نے اس آیت میں مندرجہ ذیل شہادت اور وسوسے پیدا کئے ہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰؑ کو زندگی بھر نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ اب بعد رفع وہ کوئی نماز پڑھتے ہوں گے۔ اور کس مال کی کس کو زکوٰۃ دیتے ہوں گے؟

۳۔ تاحیات والدہ کی خدمت کی تاکید تھی تو وفات مریم کے بعد اس حکم کی تعمیل کیسے ممکن ہے؟

۴۔ نیز ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کیا صورت ہوگی؟

۵۔ عجیب بات ہے کہ خدا تعالیٰ خود ہی تاحیات نماز و زکوٰۃ کا حکم دے اور خود ہی اس ماحول سے دور کر دے پھر خود خدمت والدہ کا حکم دے اور پھر خود ہی والدہ کو موت دیکر اس تعمیل میں مانع پیدا کر دے۔

قادیانی مشکل کا حل

یہ ہے کہ صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ تمام احکام تکلیف شرعی سے متعلق ہیں اور ان کا محل تعمیل وار دینا ہے نیز احکام شرعیہ کی ادائیگی اسباب و علل پر موقوف رکھی گئی ہے۔ لہذا جب کسی حکم کا سبب منعدم اور موقوف ہو جائے یا مکلف ہی مستحق تکلیف نہ نہ ہو تو اس حکم کی تعمیل بھی لازم نہیں ہوتی۔ جیسے نماز کا مسئلہ ہے کہ اس امت کی پانچ نمازیں ان کے اسباب یا ان کے وقت آنے پر فرض ہوتی ہیں مطلق نہیں جیسے حکم الہی ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ فرمان نبویؐ ہے صلوا محکم حتیٰ کہ فرمایا فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون اور فرمان نبویؐ من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر او کما قال مگر ان تمام نصوص کا تقاضا حضور وقت پر موقوف ہے نہ کہ ہر وقت کما قال اللہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا لہذا ۱۰ بجے دن کو یہ تمام نصوص کثیرہ ایک مسلم صالح کے لئے ذرہ بھی خطرہ نہیں اس کی طرف متوجہ نہ ہوں گی ہاں جب ظہر کا وقت ہو جائے گا تو یہ تمام نصوص اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے ادائیگی نماز کا پابند اور مکلف بنائیں گی۔ نیز یہ تمام تفہیمات قبل از بلوغ بھی کسی فرد

مسلم کو کچھ نہ کہیں گے ایسے ہی زکوٰۃ کا حکم ہے تو یہ حکم ایسے مومن صالح کو سو سال تک کچھ نہ کہے گا جب تک کہ اس کے پاس اس کا نصاب فارغ از ضروریات موجود نہ ہو اور پھر حولان حول بھی نہ ہو جائے جب یہ تمام حالات اور اسباب متحقق ہوں گے اس وقت زکوٰۃ کی تاکید اور عدم ادائیگی کی صورت میں تیشہات اس کو جھنجھوڑنے لگیں گی یوں ہی رمضان کا مسئلہ ہے اور ایسے ہی فریضہ حج کا معاملہ ہے۔ گویا کسی حکم کا سبب اور مکلف کی اہلیت کا وجود ادائیگی مامورہ کے لئے لازمی ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے فرمان الہی ہے۔

واوحینا الیہم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وأیتنا الزکوٰۃ
تو کیا کوئی قادیانی ثابت کر سکتا ہے کہ تمام انبیاء کرام ہر سال باقاعدہ زکوٰۃ دیتے رہے۔ حتیٰ کہ خود سید دو عالم ﷺ کو بھی یہ حکم تھا مگر کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ آپ کو کبھی ادائیگی زکوٰۃ کا موقع ملا ہو کیونکہ یہ تو سب (نصاب اور حولان حول) پر موقوف ہے جب اسباب ہی متحقق نہ ہوں تو حکم کی تعمیل کیسے متصور ہوگی۔ (در اصل قادیانی علوم دینیہ سے مطلق جاہل ہے اس کو نفس وجوب اور وجوب ادا میں بھی تمیز نہیں ہے۔ ایسے ہی حضرت مسیح کو نماز و زکوٰۃ کا دائمی حکم تو ہے مگر اسباب پر موقوف۔ جب اسباب ہی متحقق نہ ہوں گے۔ تو ادائیگی احکام بھی ملتوی۔ لہذا قادیانی وسوسے اور ڈھکوسلے سب کے سب بیکار اور حوالہ ابلیس ہوں گے۔

۲۔ بعد ازاں وسوسہ دوم بھی محض قادیانی دجل و فریب کا کرشمہ ہے۔ کہ پہلے عیسائی نماز پڑھتے تھے اب وہ کونسی نماز پڑھتے ہوں گے اور پھر نازل ہو کر کونسی پڑھیں گے۔

دیکھئے کتنی آسان بات ہے کہ ایسے اعمال فرعیہ میں نسخ و تبدیلی ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ ایک ہی دور رسالت میں ایک حکم مختلف صورتوں میں مامورہ ہوتا ہے جیسے آنحضور ﷺ کی نماز میں کتنی تبدیلیاں آئیں مثلاً شروع میں صرف دو نمازیں فرض تھیں۔ پھر پانچ۔ پہلے دوران نماز سوال جواب اور گفتگو کی اجازت پھر

منسوخ۔ پہلے بیت المقدس کی رخ پھر خانہ کعبہ کی طرف۔ ایسے دوسرے احکام کا معاملہ ہے تو جب ایک نبی کے دور رسالت میں اعمال میں رد و بدل ہو رہا ہے تو پھر دوسرے دور رسالت کے شروع ہو جانے سے یہ تبدیلی کیسے عجیب اور باعث حیرت ہو گی۔ دیکھئے تمام نبیوں کو نماز کا حکم ہے مگر اس کی کیت و کیفیت میں لازمی فرق ہے اوقات میں فرق شرائط و ارکان میں فرق۔ ایسے ہی کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم کا معاملہ ہے کہ مطلق صوم کے حکم میں تو سب برابر مگر اس کیت و کیفیت میں نمایاں فرق۔ ایام کا فرق۔ اوقات کا فرق۔ دیگر ارکان و شرائط اور آداب کا فرق لازمی ہے تو کیا اس سے اس حکم کی تعمیل میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے گی؟ لہذا تمہیں حضرت عیسیٰ کے متعلق کسی پریشانی میں مبتلا ہونے یا امت مسلم کو متردد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں آپ حسب حکم الہی دنیا میں بھی نماز پڑھتے تھے اب آسمان پر بھی پڑھ رہے ہوں گے۔ اس کے بعد آمد ثانی پر نماز پڑیں گے مگر اس وقت کے طریقہ کے مطابق کیونکہ ہر دور رسالت کے مطابق نماز زکوٰۃ اور دیگر اعمال شرعیہ کا نفاذ ہوتا ہے جسے ہر فرد امت کو زیر عمل لانا پڑتا ہے۔ پھر یہ مسئلہ صرف نماز تک ہی نہیں بلکہ اللہ کریم نے ان کو امت محمدیہ کے دوران کی تمام ضروریات بھی فراہم کر دی ہیں۔ یعلمہ الكتاب والحکمة کا کورس اور نصاب ان کو پڑھا دیا ہے۔ لہذا وہ اس معاملہ میں سو فیصد خود کفیل ہوں گے ان کو اس درد کا تقاضا پہلے ہی معلوم ہے۔ وہ اسی کے مطابق اپنے تمام اعمال و افعال بجالائیں گے تمہیں پریشان ہونے یا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسی طرح ادائیگی زکوٰۃ کا معاملہ ہے تو یہ بھی سن لیجئے کہ از روئے قرآن مجید زکوٰۃ کے دو مفہوم ہیں۔

۱۔ یہ فریضہ معروفہ ۲۔ تزکیہ باطن۔ اور دونوں کو لغوی معنی شامل ہے کیونکہ لغت میں زکوٰۃ کا معنی وہی ہے جو قرآن نے بیان کر دیا۔ سنئے۔ فرمایا

خذ من اموالہم صدقة تطہرہم وتذکبہم بها (التوبہ ۱۰۳)

یعنی زکوٰۃ کا معنی طہارت مال اور تزکیہ قلب و نفس ہے۔

۲۔ فاردنا ان یبدلہما ربہما خیرا منہ زکوٰۃ (الکہف ۸۱)

۳۔ وحنانا من لدنا وزكوة (قال فی یحیی) (مریم ۱۳)

۴۔ قد افلح من زكها (الشمس ۹)

۵۔ بل اللہ یزکی من یشاء (النساء ۴۹)

۶۔ خاتم الانبیاء ﷺ کی صفت ویزکیہم کئی مرتبہ (۲:۱۲۹ و ۱۵۱ و ۳:۱۲۴ و

۲:۲۶) مذکور ہے لہذا اگر اس جگہ یہ اصطلاحی زکوٰۃ مراد لیں تو یہ اسباب پر موقوف

ہوگی۔ تم اسباب ثابت کرو ہم ادائیگی ثابت کر دیں گے الا فلا اور اگر صرف

تزکیہ نفس و تطہیر روحانیت مراد ہے تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ وہ ہمہ اوقات

اور ہمہ حالات زیر عمل ہو سکتا ہے ویسے یہ دوسری شق حضرت مسیح کے متعلق

زیادہ لائق و انسب ہے کیونکہ آپ کی بشارت پر ہی اعلان کر دیا گیا تھا۔

قال انما انا رسول ربک لا ہب لک غلاما زکیا نیز آپ کے مماثل بھائی

حضرت یحییٰ کے متعلق بھی یہی احتمال قوی ہے کیونکہ ان کے بارہ میں فرمایا۔

وحنانا من لدنا وزكوة نیز خاتم الانبیاء ﷺ نے بھی واضح فرمایا۔ لکل شیء

زکوة وزکوة الجسد الصیام (مشکوٰۃ) ایسے ہی پھر زکوٰۃ اصطلاحی کا مقصود بھی تو

یہی تزکیہ قلب ہی ہے تو پھر آپ کو مسیح کے حق میں اس حقیقت کے تسلیم کرنے

میں کوئی مشکل درپیش ہے صرف یہی کہ اس سے مرزا صاحب کا ڈرامہ خراب

ہو جاتا ہے؟ امکانی طور پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مسیح پر حسب موقعہ زکوٰۃ

کی ادائیگی عائد کی گئی۔ جسے آپ نے حسب موقعہ و حالات پورا بھی کیا ہو گا۔

نوٹ

دار دنیا میں اصطلاحی زکوٰۃ بمع زکوٰۃ قلب و روح بوجہ اس کے اہل ہونے

کے اور دار آخرت میں ہم للزکوٰۃ فاعلون کے تحت اور بوجہ رفاقت ملائکہ

کے دوسری صورت زکوٰۃ مامور بہ ہوگی۔

غرض یہ کہ قادیانی و سوسوں سے ہمارے اصل نظریہ پر کچھ بھی اثر نہیں پڑ

سکتا ہمارے مہربان پروردگار جو کہ نہایت علیم و نجیب ہے اس نے تمام حالات و

عوارضات کو ملحوظ فرما کر ہمیں یہ نظریہ حقہ تعلیم فرمایا ہے ہمارا رب نسیان و جھل

اور بداء وغیرہ کی تمام خباثتوں سے منزه ہے۔

تیسرا قادیانی ڈھکوسلہ خدمت والدہ کا انقطاع

تو یہاں بھی وہی ضابطہ ملحوظ کر لیں کہ احکام شرعی اسباب پر موقوف ہوتے ہیں جب اسباب ہی متحقق نہ ہوں تو احکام بھی موقوف ہوں گے۔
اب دیکھئے اور خوب آنکھیں کھول کر دیکھئے
اللہ تعالیٰ نے ہر اہل ایمان کو حکم دیا ہے اور بطور ضابطہ کے دیا ہے۔

۱- وقضى ربك ان الا تعبدوا الا الله وبوالوالدين احسانا (نبی اسرائیل ۱۲۳)

۲- واعبدوا الله ولا تشركوا به وبوالوالدين احسانا (النساء ۳۶)

۳- ان اشكر لى ولوالديك الى المصير (لقمان ۱۴)

۴- ووصينا الانسان بوالديه حسنا (عنكبوت ۸)

ان کے علاوہ دیگر آیات کی روشنی میں جب ہر انسان کو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے تو کیا کوئی قادیانی ثابت کر سکتا ہے کہ ہر انسان کو دنیا میں ماں باپ دونوں زندہ مل بھی سکتے ہیں کسی انسان کا باپ یا ماں بچپن میں نہیں مرتا۔ وکذا لک العکس ہر ایک کو خدمت کا موقعہ ملتا ہے؟ عجیب تماشہ ہے مرزا قادیانی کو ابلیس لعین کہاں کہاں بھٹکا رہا ہے۔ کیا کس بچہ کی ماں پیدائش کے وقت نہیں مرتی۔ تو وہ اس حکم پر کیسے عمل کرے گا؟ کیا اسے خدا نے حکم دیکر پھر تعمیل حکم میں رکاوٹ نہیں ڈال دی۔ مرزا صاحب احکام شرعیہ اسباب پر موقوف ہوتے ہیں۔ اطاعت والدین کا حکم نہایت موکد ہے مگر اسکی تعمیل کا موقعہ مکان یا ماں یا باپ کی زندگی اور موجودگی پر موقوف ہو گا۔ جب یہ دار دنیا میں ہے تو حضرت مسیح کے متعلق تمہارا یہ فلسفہ۔ کہ ماں کی خدمت کا حکم دیکر خود مسیح کو آسمان اٹھالیا۔ گویا آپ ہی اس حکم کی تعمیل میں رکاوٹ پیدا کر دی۔ عجیب ابلیسی فلسفہ ہے۔ اس طرح تو بے شمار احکام بے کار ہو جائیں گے۔ مثلاً نکاح کا حکم طلاق کے احکام۔ والدین کے لئے بچوں کو دودھ پلانے کا حکم۔ تو جس کے بچے ہی نہ ہوں وہ اس حکم کا تارک تصور کیا جائے گا؟ وراثت کے احکام ہیں دیگر ادائے حقوق کے اعمال ہیں تو یہ سب اسباب پر موقوف ہوں گے اور الغلام اسباب سے ملتوی قرار

پائیں گے۔ اور یہ کلفت ہرگز تارک احکام نہ کہلائے گا۔ ہل منکم رجل رشید جناب مرزا صاحب تمہارے ایسے ڈھکوسلوں اور وساوس سے حقائق مضحل نہیں ہوں گے۔ لہذا تم یہ تمام خرافات اور حماقتیں چھوڑ کر سیدھے سیدھے دائرہ اسلام میں آ جاؤ ورنہ خیر نہیں۔

ناظرین کرام عجیب تماشہ ہے کہ یہ عیار مسیح کو رفع آسمان کی صورت میں ان اعمال کا تارک قرار دے رہا ہے اور خود اس کی یہ کیفیت ہے کہ باوجود دعوی نبوت اور مسیحیت کے کسی بھی اسلامی فریضہ کی ادائیگی میں پورا نہیں اترتا۔ ہر جگہ رخصتوں پر ہی عامل رہتا ہے وہ بھی ادھورا ذرا کس مرزائی کو حلف دیکر پوچھ لیں۔ کہ سچ بتاؤ تمہارے اس گرو نے بنجوتہ نماز کی عزیمت کی سطح پر مکمل ادائیگی کی ہے؟ مرزا صاحب کو کبھی زکوٰۃ فرض کی ادائیگی کی توفیق ہوئی۔ حالانکہ صاحب نصاب تھا اور آسمان پر یا عالم برزخ میں نہ تھا بلکہ اسی دار تکلیف میں موجود تھا؟ کبھی اس نے فریضہ حج ادا کیا کبھی قربانی ادا کی؟ کبھی مکمل رمضان کے روزے ہی رکھنے کی توفیق ہوئی ہو۔ سبحان اللہ یہ فرائض کا تارک خدا کے مقدس نبی پر ایسے لچر اعتراضات پیش کر رہا ہے۔ العیاذ باللہ

قادیانی کی وفات مسیح پر پیش کردہ

ساتویں آیت۔ والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا (مریم ۳۴)

وجہ استدلال قادیانی۔ اس آیت میں واقعات صرف تین بیان کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اگر رفع و نزول واقعات صحیحہ عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود کے ساتھ ہیں ان کا بیان بھی ضروری تھا کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ سو اس جگہ پر خدا تعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں رچا بسا ہوا ہے صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال بچ اور خلاف واقع ہے بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔ (ازالہ ص ۶۵۸ خزائن ص ۳۲۸)

جناب قاریانی کا یہ کہنا کہ اگر حسب عقیدہ اہل اسلام واقعات رفع نزول- ثابت شدہ تھے تو ان کا تذکرہ ان امورِ محمد ﷺ میں کیوں نہیں ہوا؟

عجیب بات ہے کہ مرزا صاحب مدعی وقت مسیح بن کر اپنے دعویٰ پر دلائل پیش کرنے کھڑے ہیں مگر ان الفاظ میں بجائے اثبات مدعا کے اس سے قبل ہمیں ڈانٹ رہے ہیں کہ اس کا ذکر کیوں نہیں ہوا؟ بتلائیے اثبات دلیل کے موقعہ پر الزام خصم کا یہ کونسا ضابطہ علمی ہے؟ اچھا صاحب ہم آپ کی یہ بے اصولی بھی برداشت کر کے تمہاری صحیح راہنمائی اور ہدایت کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اور تمہارے اشکال و خلیجوں کو صاف کرتے ہیں۔

صاحب بہادر ملاحظہ فرمائیے کہ بعض دفعہ اثبات مدعا یا نفی ناگوار کے لئے صرف ایک ہی واضح امر کو ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت ما المسیح بن مریم الا رسول میں نفی الوہیت مسیح کے لئے صرف احتیاج الی الاکل کے ذکر پر ہی بوجہ وضوح کے اکتفا کیا گیا ہے حالانکہ اس کے لئے اور بھی کئی امور ذکر ہو سکتے تھے مگر اکتفا علی الضرورة کو ملحوظ رکھا گیا ایسے ہی اس موقعہ پر مسیح کے مقدس اور راستباز ہونے پر انہی تین واقعات پر اکتفا فرمایا گیا لہرچہ مزید بھی کئی امور ذکر ہو سکتے تھے خاص کر وہ امور بھی جن کا تم مطالبہ کرتے ہو۔ مگر مقصود ان تین سے بھی حاصل ہو سکتا ہے لہذا انہی پر اس موقعہ پر اکتفا کیا گیا اگرچہ اس کے علاوہ دوسرے متعدد امور بھی دیگر مواقع پر مذکور ہیں پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ ضروری نہیں کہ تمام متوافق امور کو ایک ہی دفعہ اور ایک ہی موقعہ پر بیان کر دیا جائے بلکہ حسب ضرورت متفرق مقالات پر بھی بیان ہو سکتے ہیں۔ والحقکہ عند اللہ العلیم الخیر یہاں بھی ایسا ہی ہے دیکھئے تمہارا مطالبہ تو اس سے قبل ہی مذکور ہے کہ وجعلنی مبارک اینما کنت پھر مسیح کے امور مخصوصہ صرف اتنے ہی نہیں بلکہ مسیح کی تو ذات ہی ولنجعلہ آیہ کے تحت مجموعہ عجائب و منفرات ہے ولادت سے لے کر رفع تک اور اس کے بعد نزول سے وفات تک قدم قدم پر آپ کی خصوصیات جلوہ گر ہیں۔ لیجئے۔ یہ پورا

ہوا آپ کا مطالبہ کہ کیا آپ کا رفع و نزول کا واقعہ مورد سلامتی نہیں تھا؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ وہ بھی ضرور مورد سلامتی ہے مگر وہ چونکہ ولادت و موت کے درمیان ہی مندرج ہے لہذا اس کو علیحدہ ذکر کرنے کی حاجت نہیں تھی کیونکہ یہاں تو عجائبات اور نوادرات کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کو تفصیلاً بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کوئی وعظ کی کتاب نہیں۔ اچھا جی اب آپ بھی ذرا بتلائیں کہ تمہارے نظریہ کے مطابق مسیح کی گرفتاری۔ توہین و تحقیر۔ کیلیوں کا ہاتھ پاؤں میں لگایا جانا۔ پھر قریب الہرگ ہو جانا اور علاج معالجہ کے ذریعے تندرست ہو کر طویل ترین دشت و جبل کے اسفار اور پھر ۹۲ سال یا ۵۳ سال تک گمنامی اور بلا شہرت کی زندگی گزار کر غیر معروف مقام پر مدفون ہونا یہ امور محل سلامتی نہیں ہو سکتے تھے؟ ان کا تذکرہ بھی ذرا واضح کر دیں ہم نے تو تمہارا مطالبہ مع شہی زائد کے پورا کر دیا آپ ہمارے مطالبہ کا نصف یا ثلث ہی واضح کر دیں مرزا صاحب صرف دست سوال دراز کرنے کی عادت ہی نہ رکھیں۔ کبھی کچھ خود بھی ہاتھ سے چھوڑ دیا کریں مزید براں اب آپ کا وہ مطالبہ بھی پورا ہو گیا جو کسی وقت آپ ان امور کو حضرت محی کے امور ثلاثہ و سلام علیہ یوم ولدو ویوم یموت و یم یبعث حیا کے ساتھ ملا کر کہہ دیتے ہیں کہ جب دونوں کے حالات یکساں بچان ہوئے تو نتیجہ بھی ایک ہونا چاہئے لہذا جب بچی مرفوع الی السماء نہیں ہوئے تو مسیح کیسے مرفوع ہو گئے۔ جب کہ دونوں حضرات ان امور ثلاثہ میں برابر کے شریک ہیں۔ اب دیکھ لیں کہ حضرت مسیح کے لئے وجعلنی مبارک اینما کنت ہے۔ بچی کے لئے مسیح کے لئے انی متوفیک ورافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ پتہ بچی کے لئے نہیں مسیح کے لئے وان من اہل الکتاب ہے جو کہ محی کے لئے نہیں۔ مسیح کے لئے اذ تکلم الناس فی المہد وکھلا ہے جو کہ محی کے لئے نہیں مسیح کے لئے وبعلمہ الکتاب والحکمة ہے جو کہ محی کے لئے کہیں نہیں۔ مسیح کے لئے وانہ لعلم للساعة ہے جو محی کے لئے نہیں۔ مسیح کے لئے ولنجعلہ آية آيا ہے جو کہ حضرت محی کے لئے نہیں۔ غرض یہ کہ آپ نے صرف تین امور میں اشتراک دکھا کر اپنا

دعویٰ وفات مسیح ثابت کرنا چاہا مگر ہم نے بے شمار امور منفرده پیش کر کے دونوں کے نتیجہ کے اشتراک اور یکساگی کی نفی کر کے مسیح کی انفرادیت ثابت کر دی
لہذا تمہارا مقصد ناکام و نامراد ہوا

علاوہ ازیں ہمارے دعویٰ پر بے شمار نصوص قطعیہ موجود ہیں جن کے بیان و ذکر سے قرآن و حدیث اور ہزارہا کتب آئمہ امت مزین ہیں۔ لہذا یہ عقیدہ رفع و نزول مسیح محض ایک خیال نہیں بلکہ بقول شام بھی ایک حقیقت قطعیہ ہے جو کہ بطور عقیدہ ہر فرد مسلم کے رگ و ریشہ میں رچی بسی ہوئی ہے۔ دیکھئے اپنی ہی تحریر مندرج (شملۃ القرآن ص ۸۰۲ و خزائن ص ۲۹۸ و ۳۰۴ ج ۶ ازالہ ۵۵۷)

مرزا صاحب آخر میں ذرا یہ بھی واضح کر دیں۔ تمہارے خیال کے مطابق اصل مسیح نے نہیں آنا تھا بلکہ اس کے مثل نے آنا تھا۔ تو بتائیے اس کا ذکر بھی کہیں قرآن و حدیث میں صراحتاً "موجود ہے؟"

ناظرین کرام مرزا غلام احمد کی وفات مسیح پر پیش کردہ تیس آیات کی ہم نے بغرض سہولت درجہ بندی کر دی تھی۔ چونکہ یہ تمام آیات قادیانی مقصد پر یکساں دلالت نہیں کرتیں بلکہ کوئی عند المرزا بطور عبارة المص اوہ کوئی دلالت المص وغیرہ کے طور پر ہے لہذا میں نے ان کی یوں درجہ بندی کر دی کہ سات آیات تو وہ ہیں جن میں حضرت مسیح کا ذکر آیا ہے جن سے مرزا قادیانی نے ان کی وفات پر استدلال کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور نمبر ۲ پر تین آیات ایسی ہیں جن میں مسیح کا ذکر تو نہیں مگر دیگر انبیاء کا ذکر ہے جن کے عموم سے قادیانی نے استدلال کیا ہے اور تیسری قسم کی آیات وہ ہیں جو ذکر مسیح اور دیگر انبیاء کے ذکر سے بھی خال ہیں ان کے عموم و اطلاق سے بھی مرزا صاحب نے استدلال کرنے کی سعی نامراد کی ہے۔ حالانکہ ان سے استدلال کی کوئی وجہ جواز نہیں اور نہ ہی آج تک کس نے کیا ہی ہے تو یہاں تک پہلی قسم کی سات آیات کا ذکر مع جمیع استدلال و اشکالات کے رد کے ہو چکا اب دوسری قسم کی آیات سے قادیانی استدلال مع جواب سماعت فرمائیے۔ چنانچہ ان میں سے پہلی آیت یہ ہے

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم
 علی اعقابکم (ال عمران ۱۳۴)

ترجمہ از قادیانی یعنی محمد رسول ﷺ صرف ایک نبی ہیں ان سے پہلے سب نبی
 فوت ہو چکے ہیں اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو ان کی نبوت
 میں کوئی نقص لازم آئے گا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ۔

وجہ استدلال

اس آیت کا ما حاصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو
 کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک موجود ہے اور ظاہر ہے کہ
 اگر مسیح بن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہو
 سکی۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۶ خزائن ص ۴۲۷ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ

قادیانی کا استدلال آیت کے عموم سے ہے عبارة النص کے طور پر نہیں۔
 نیز عموم آیت سے بھی اس بنا پر کہ آیت کے اندر مندرج الفاظ قد خلت کا معنی
 موت اور الرسل کا معنی بطور استغراق یعنی سب رسول ثابت ہو مگر یہ دونوں
 بنیادیں صحیح نہیں اس لئے کہ

۱۔ کسی بھی کلام کے عموم سے خاص جزئی پر استدلال اصولاً صحیح نہیں ہوتا کیونکہ
 عموم کی دلالت اپنے افراد پر نہایت کمزور اور ظنی ہوتی ہے۔ پھر اس وقت تو بالکل
 ناجائزہ ہو گا جبکہ کس خاص جزئی کا حکم کس مستقل اور منفرد دلیل سے الگ ثابت
 ہو چکا ہو۔ جیسے قرآن مجید میں ہے انا خلقنا الانسان من نطفه امشاج
 (الدھر)

ملاحظہ فرمائیے یہاں تمام نوع انسانی کی خلقت کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ
 ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے حالانکہ حضرت آدم و حوا کی خلقت مستقل
 دلیل سے بلا نطفہ ثابت ہے لہذا وہ ہرگز اس عموم میں شامل نہیں ہوں گے ایسے
 ہی کئی دیگر عموماً قربانی ہیں مگر انہیں تمام افراد کے لئے تسلیم نہیں کیا جاسکتا مثلاً

شہد کے متعلق ہے۔ یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفا للناس (النمل ۲۹) دیکھئے الناس سے ہر فرد انسانی مراد نہیں لے سکتے کیونکہ حارا الطبع (گرم مزاج) کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ فائدہ مند نہیں ہوتا۔

۲۔ ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس (الروم) یہاں بھی تمام انسان مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ صالحین فساد کے ختم کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں نہ کہ پھیلاتے ہیں۔

۳۔ لا ملن جہنم من الجنة والناس اجمعین (حم سجدہ ۱۳) فرمائیے یہاں ناس میں عموم مراد لے سکتے ہیں کذالک امثلثہ اخری قد ذکر تھا۔ الغرض قرآن مجید میں الناس ۲۴۱ مرتبہ آیا ہے جن میں سے چند مقامات پر لفظ بعض سے استثناء مراد لے کر باقی تمام سے بھی عموم مراد نہیں لے سکتے۔

پھر یہ بھی اہل علم کا اصول ہے کہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے۔ ایسے ہی اس آیت سے قادیانی استدلال کی حالت ہے کہ اس آیت کے عموم سے خاص ذات مسیح کے لئے حادثہ موت کا اثبات نہیں ہو سکتا بلکہ ناممکن ہے کیونکہ اللہ کریم نے آپ کی ذات کو ولنجعلہ آیہ فرمایا ہے لہذا ان کی ذات اور ان کے حالات و واقعات ندرت اور انفرادیت کے حامل ہوں گے۔ کسی عموم سے ان کے لئے کوئی کام ثابت نہ ہو گا۔ خصوصا جب کہ اللہ کریم نے کئی نصوص قطعیہ میں اور خاتم الانبیاء ﷺ نے بیسیوں ارشادات میں آپ کی ذات اقدس کو مخصوص کر لیا ہے لہذا اس آیت کے عموم سے مسیح کی وفات پر استدلال سراسر حماقت و جہالت ہی نہیں بلکہ الحاد و زندقہ بھی ہو گا۔

چونکہ مسیح علیہ السلام کا رفع جسمانی بطور اعجاز کے ہے لہذا اس کو بھی عموم کے تحت مندرج کرنا خلاف دیانت و حقانیت ہے۔ جیسے خاتم الانبیاء ﷺ کا واقع معراج جسمانی جو کہ آپ کا نہایت عظیم الشان معجزہ اور خصوصیت ہے اسے کسی بھی عموم سے رد نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح رفع مسیح بھی ان کا ایک اعجازی اور منفرد واقعہ ہے اس کو بھی کس عموم سے منکوک نہیں کیا جاسکتا۔

جیسے واقعہ معراج میں ذکر کردہ لفظ اسری کو اس کے نظائر قرآنی مثل ناسر

بعبادی .تقطع من الليل (سورۃ: ۸۱) ولقد اوحینا الی موسیٰ ان اسری بعبادی (طہ ۷۷) اور فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون (الذخاں ۲۳) کے تحت عموم میں داخل کر کے معراج جسمانی کو مشکوک نہیں کر سکتے اور جیسے نوع انسان خلق من نطفۃ کے تحت۔ خلق آدم و حوا کو غلط مفہوم نہیں پہن سکتے اس طرح تم عام استعمال کے تحت مسیح کے رفع الی السماء کو بھی مخدوش نہیں کر سکتے اور اس طرح تم قد خلت من قبلہ الرسل کے عموم سے حیات و نزول مسیح کو بھی مخدوش و مشکوک نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ذات مسیح اور ان کے تمام حالات و واقعات آیت اللہ کے تحت ہو کر انتہائی ندرت اور انفرادیت کے حامل ہیں مثلاً ان کی ولادت بچپن جوانی نبوت و معجزات تمام کے تمام ندرت اور خصوصیت کے حامل ہیں لہذا اسکے بعد کے حالات بھی اسی طرز پر ہوں گے۔ ان کا رفع جسمانی اور ایک مدت تک ملائکہ کے ماحول میں رہنا پھر ایک خاص زمانہ میں الہی حکمتوں کے تحت نازل ہونا اور منفرد اعمال کا بجالانا ازاں بعد طبعی وفات سے دوچار ہونا۔ ملت اسلامیہ کے ہاتھوں ان کی تکلیف و تدفین ہونا اور روضہ رسولؐ میں استراحت فرما ہونا یہ تمام کے تمام حالات و کوائف انفرادیت کے حامل ہیں لہذا ان کو کس بھی عموم کے تحت لانا کرنا الحاد و ضلالت ہے۔

اس کے بعد الفاظ آیت خلت اور الرسل کی بحث تو وہ پہلے حصہ میں نیز ماالمسیح بن مریم الا رسول کے تحت گذر چکی ہے مزید طوالت کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں نفس آیت کے مفہوم کے متعلق اختصاراً کچھ پیش خدمت ہے کہ اس آیت کا مدلول صرف یہ ہے کہ واقعہ احد میں جب یہ افواہ پھیلی کہ قد قتل محمدؐ تو صحابہ کرامؓ نہایت پریشانی میں مبتلا ہو گئے حتیٰ کہ فاروق اعظمؓ جیسے اکابر تو یہاں تک پہنچ گئے کہ تلوار لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مامات محمدؐ بلکہ آپ اپنے رب کے پاس گئے ہیں ابھی آکر منافقوں کو قتل کریں گے نیز فرمانے لگے کہ جو یہ کہے گا فقتله بسیفی هذا انما رفع الی السماء کما رفع عیسیٰ بن مریم الملل والنحل للشہر ستانی علی ہامش ابن حزم (ص ۲۱ ج ۱) وایضاً قد بقلہ الکلابانی فی خزائن ص ۵۸ ج ۱۵)

تو گویا یہاں خیال یہ پیدا ہو گیا تھا کہ آپ رسول ہیں لہذا فوت نہیں ہو سکتے
یعنی رسالت اور موت میں منافاة تصور کر لئی گئی پھر جب صدیق اکبر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا

من كان بعين محمد افان محمد اقدمات ومن كان يعبد الله فان الله
حى قيوم او كما قال ازالا بعد كچه اور آيات بھی تلاوت فرمائیں جن میں سے
ایک یہ تھی ما محمد الا رسول جس سے مقصد یہ تھا کہ آپ واقعی رسول ہیں
لیکن رسالت اور موت میں تنافی نہیں دیکھئے پہلے بھی سلسلہ رسالت چل رہا تھا
رسول فوت ہوتے گئے۔ اگر رسالت اور موت میں منافاة ہوتی تو پہلے رسول کیوں
مرتے لہذا اس ضابطہ کے متعلق آنحضور ﷺ بھی اگر فوت ہو جائیں تو انکار کی
کوئی ضرورت نہیں۔ تو غرض صرف رسالت اور عدم موت میں تلازم کی نفی
ہے۔ اور وہ مطلق ذکر رسل سے ہو جاتی ہے استغراق کی حاجت ہی نہیں نیز یہاں
بحث صرف اور صرف وفات رسول میں تھی نہ کہ جمع الانبياء یا حضرت عیسیٰ کی
اس لئے ازالا بعد آپ نے انک میت وانهم ميتون کی تلاوت کی۔ اور آیت
کے اگلے حصہ میں افان مات او قتل میں صرف آپ کی ہی موت کا تذکرہ ہے
عام رسولوں کا نہیں نیز قول فاروق سے بھی آپ نے ملحوظ صرف رفع الی السماء ہی
رکھا جو کہ مشبہ ہے اگلا جملہ کما رفع عیسیٰ بن مریم پر قطعاً توجہ نہیں دی جو کہ
مشبہ بہ ہے۔ کیونکہ یہ مشبہ بہ کا مسئلہ طے شدہ تھا آپ نے اس تشبیہ اور تطبیق
کو ختم کیا۔ کہ یہ تشبیہ نہیں بنتی کیونکہ مسیح تو جسد مرفوع ہیں اور حضرت کا جسد
اطھر سامنے موجود ہے۔ تو ان دلائل اور حقائق سے واضح ہو گیا کہ اس واقعہ اور
خطبہ صدیق کے دوران رفع مسیح کا تذکرہ ہوا۔ اس کا تصور استحصار تھا۔ مگر وہ زیر
بحث ہی نہ آیا کیونکہ وہ تو مفروغ عنہ تھا اسکی اس وقت ضرورت ہی نہ تھی۔ بلکہ
صدیق اکبر نے کما رفع عیسیٰ بن مریم کو نظر انداز کر کے اور زیر بحث نہ لا کر اس
کی قطعیت کا اعلان فرما دیا کہ رفع مسیح تو برحق ہے مگر رسول اللہ ﷺ کا رفع
سماوی تسلیم نہیں بلکہ وہ تو فوت ہو چکے ان کا جسد اطھر سامنے موجود ہے لہذا انما
رفع الی السماء کما رفع عیسیٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس لیے قلوبانی کا بار بار اور

موقعہ بموقعہ یہ لکھنا اور دواہلا کرنا کہ خطبہ صدیقؑ میں مسئلہ وفات مسیح پر صحابہؓ کا اجماع منعقد ہو گیا۔ سراسر جہالت و ضلالت اور کذب و افتراء ہے۔ بلکہ یہاں تو بطور اشارۃ النص یا دلالت النص کے حیات مسیح پر اجماع منعقد ہو رہا ہے نہ کہ وفات پر چنانچہ ایک دوسرے موقعہ پر جب کہ صحابی جلیلؓ مجلس صحابہؓ میں یہ فرمان رسول معظمؐ نقل کرتے ہیں کہ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان یبزل فیکم (ابن مریم) اور پھر اس پر قرآنی استشہاد بھی پیش فرمایا کہ فاقروا ان شتم وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ تو بطور عبارتہ النص یہ نظریہ اجماع صحابہؓ کے تحت آجاتا ہے کیونکہ آپ کے بیان کرنے پر اس وقت یا کسی بھی وقت کسی بھی صحابیؓ نے اس پر رتی بھر اختلاف کا اظہار نہیں فرمایا اور اس کے بعد تمام آئمہ ہدی مجددین مفسرین و محدثین متکلمین وغیرہ اسی اجماعی صورت والی حدیث رسولؐ کو بطور نص صریح کے سرفہرست نقل کرتے چلے آ رہے ہیں حتیٰ کہ امام بخاریؒ نے بھی اپنی صحیح میں باب نزول عیسیٰ بن مریم منعقد کر کے سرفہرست اسی حدیث مبارک کو نقل فرمایا ہے اور اس اجماع امت میں شمولیت فرما کر منکرین حیات مسیح کی جڑ کاٹ دی ہے لیکن کج طبع اور بد فطرتی کا علاج کہیں نہیں۔ کہ اتنی صراحت و وضاحت ہوتے ہوئے بھی قادیانی ہی راگ الاپے جا رہے ہیں کہ اس موقعہ پر اجماع صحابہؓ منعقد ہو گیا تھا۔ نیز امام بخاریؒ کو قائلین وفات میں بار بار داخل کر رہے ہیں۔ الامان والحفیظ۔

کیا قادیانی صاحب دنیا میں ایسی ہی راستبازی اور تقویٰ کی فضا قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے؟ جو ان کی بعثت کی علت غائی تھی اگر ایسا ہی تقویٰ دنیا میں قائم کرنے آئے تھے تو وہ تو سو نصید قائم ہو چکا ہے لہذا مرزا صاحب اپنی ناکامی کا رونا کیوں رونے بیٹھ گئے؟ (خزائن ص ۲۹۳ ج ۲۲) کیونکہ وہ تو جعلی اور منافی تقویٰ کا خوب قیام کر چکے ہیں اگر اس موقعہ پر واقعی وفات مسیح پر اجماع منعقد ہو گیا تھا جس کا آپ نے بیسیوں کتب میں تذکرہ کیا ہے تو تمہاری سابقہ تحریر کا کیا مفہوم ہو گا؟ کہ

آیت ہو الذی ارسل رسولہ کے تحت مسیح جب دوبارہ دنیا میں نازل

ہوں گے (براین ص ۳۹۸ و ص ۵۰۵) نیز (ازالہ ص ۵۵۷) پر یہ لکھنا کہ اس عظیم پیسگوئی کو سب نے بالا تفاق قبول کر لیا ہے اور انجیل بھی اس کی مصدق ہے نیز شہادۃ القرآن میں یہ کہنا کہ از روئے احادیث بخاری و مسلم ترمذی کتب مشہور نیز کتب شیعہ۔ اناجیل اور کتب متکلمین و تصوف۔ ہزارہا کی تعداد میں آمد مسیح کی مصدق و مشاہد ہیں۔ (شہادۃ القرآن ص ۲) نیز لکھنا کہ یہ عظیم الشان پیسگوئی تو بطور عقیدہ کے ابتدا ہی سے تمام مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے۔ ائمہ حدیث مثل بخاری و مسلم وغیرہ نے صرف اس کی اسٹوری تائید کر دی ہے ورنہ یہ تو قومی تو اتر سے ثابت ہے۔

قسم دوم میں سے قلابانی استدلال کی دوسری آیت

تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا

تسنلون عما كانوا يعملون (البقرہ ۱۳۴)

قلابانی استدلالی ترجمہ

یعنی اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے ہیں یہ ایک گروہ تھا جو

فوت ہو گیا ان کے اعمال ان کے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے

اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۷

خزائن ص ۴۲۸ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ۔ ناظرین کرام فرمائیے۔ اس آیت کریمہ میں عیسیٰ کا ذکر کہاں

ہے؟ نیز ہمارا وہی سابقہ مطالبہ۔ کہ قد خلت کا ترجمہ موت ثابت نہیں ہو سکتا اور

نہ ہی الرسل میں لام استغراقی ہے لہذا تمہارا مدعا اور استدلال سو فیصد مردود۔ اگر

تمہیں ضرور ہی ضد کرنا ہے تو ثابت کیجیے

۱۔ خلی بعضهم الی بعض۔ (البقرہ ۷۶)

۲۔ واذا خلوا الی شیاطینہم

۳۔ وان من امة الا خلا فیہا نذین (غافل)

۴۔ ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ (البقرہ ۷۵

وغیرہ)

اگر اس کا صحیح معنی یہی ہے تو فرمائیے کہ

جناب مرزا صاحب نے اپنی مشہور تحریر جنگ مقدس ص ۷ پر اس کے

خلاف کیوں ترجمہ کیا تھا۔ حکیم نور الدین نے اپنے رسالہ ابطال الوہیت مسیح پر اس

کا ترجمہ مندرجہ بالا ترجمہ کے خلاف کیوں کیا؟ نیز حکیم صاحب نے مندرجہ بالا

آیت نمبر ۳ کا ترجمہ بھی تمہارے مفہوم کے خلاف کیا ہے (فصل الخطاب ص ۶۶)

پھر سب سے حیران کن یہ امر بھی ہے کہ جناب حکیم صاحب نے آیت ما

محمد الا رسول کا ترجمہ بھی ہمارے موافق کر دیا ہے۔ (فصل الخطاب ص ۲۸)

نیز اعجاب العجائب یہ بات ہے۔ کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کا یہ ترجمہ

ناممکنات سے ہے کیونکہ تلک امت کا مشار الیہ انبیاء صرف۔ حضرت ابراہیم۔ اسمعیل۔ اسحق۔ یعقوب ہیں دیکھیے۔ (البقرہ کی آیت نمبر ۱۳۱ یا ۱۳۲) تو فرمائے کہ حضرت ابراہیم سے قبل کے تمام نبی فوت ہو گئے تو اس میں عیسیٰ کیسے شامل ہوں گے۔ یہ تو ان کے مدتوں بعد تشریف لائے نیز جیسے آیت ما محمد الا رسول کے نزول کے وقت خود آنحضور ﷺ بقید حیات تھے اور آیت ما المسیح بن مریم الا رسول کے تحت مسیح بھی زندہ ہونے چاہیے۔ کیونکہ دونوں آیات قرآن میں آپ پر ہی نازل ہوئیں پھر اسی ضابطہ کے مطابق اس آیت کے مطابق یہ امت (ابراہیم۔ اسمعیل اسحق و یعقوب) بھی زندہ ثابت ہو گئی کیونکہ ان سے پہلے کے تمام نبی فوت ہو گئے نہ کہ یہ بھی۔ دیکھیے مرزا صاحب کا ترجمہ کہ اس وقت سے پہلے کے تمام نبی فوت ہو گئے۔ تو گویا ابھی یہ نہیں ہوئے۔

آیت کا سیاق و سباق

اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمين ووصى بها ابراهيم بنيه ويعقوب بينى ان الله اصطفى لكم الدين فلا تموتن الا وانتم مسلمون ۝ ام كنتم شهداء اذا حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدى۔ قالوا نعبد الهك واله ابائك ابراهيم واسماعيل واسحق الها واحدا نحن له مسلمون۔ آگے یہ آیت ہے تلک امة قد خلت۔

فرمائیے تلک کا مشار الیہ کون سے انبیاء ہوئے؟ کیا ان میں عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں؟ جب وہ مذکور ہی نہیں تو تمہارا استغراق کدھر گیا؟ اور جب وہ ان میں مذکور نہیں تو پھر ان کی موت پر استدلال کیسا؟ دراصل جب کسی ذہن پر کسی چیز کا جنون سوار ہو جائے تو وہ ہر وقت اسی خیال و وہم میں غرق رہتا ہے جیسا کسی نے کسی بھوکے سے پوچھا۔ کہ دو اور دو کتنے؟ تو فوراً کہہ اٹھا۔ چار روٹیاں۔

مثل مشہور ہے کہ سلون کے اندھے کو سب ہر اسی نظر آتا ہے یہی معاملہ

ہے مرزا صاحب کا کہ جب ان کو مسیح کے مارنے اور اپنے مسیح بننے کا جنون سوار ہو گیا تو ان کو ہر طرف موت ہی موت نظر آتی ہے۔ مثلاً "توئی کا معنی موت۔ رفع کا معنی عزت کی موت۔ خلت کا معنی بھی موت۔ عجیب پاگل پن ہے۔

معقول انسان کوئی ٹھوس بات کرتا ہے۔ مگر مرزا صاحب تو ہر وقت اسی دھن میں غرق رہتے ہیں کہ کاش مسیح کی موت جلد ثابت ہو جائے تو میرا کچھ بن جائے۔ کیونکہ جب تک وہ سیٹ خالی نہ ہوگی مرزا صاحب جو ایک معذور انسان ہیں یہ کیسے اس سیٹ پر بر اجماع ہو سکتے ہیں؟ پھر ان کی دلیری اتنی ہے جیسا کہ یہود کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم ذرا ہمت کر کے وطن موعود میں قدم تو رکھو۔ فتح تمہاری ہی ہوگی تمہارا دشمن فوراً مغلوب ہو جائے گا مگر وہ لوگ اتنے بزدل نکلے کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔ انا لن ندخلها ابدا" ما داموا فیہا۔ فاذهب انت وربک فقاتلا انا ہہنا قاعدون (الانبیاء ۲۳) الغرض اس آیت سے قادیانی استدلال سو فیصد غیر معقول ہے کیونکہ علاوہ معنی خلت اور الرسل کے پھر بھی ان کی نمائندگی ناممکن ہے بلکہ الٹ ان کی جہالت و حماقت کی دلیل بن جاتی ہے۔

چنانچہ آج تک کسی ایک مفسر یا مجدد نے اس آیت سے یہ مفہوم نہیں لیا۔ لہذا بتایا جائے کہ مرزا صاحب کو من شد شدنی النار کی کون سے مجبوری لاحق ہو رہی ہے؟ کہ انہوں نے کھینچ تن کر ہر جگہ موت مسیح ہی ثابت کرنا ہے جس کے لئے کچھ ترجمہ میں ڈنڈی ماریں گے اور کچھ استدلال میں۔ پھر سلف صالحین سے رابطہ رہے یا کٹ جائے اس بات کی رتی بھر پرواہ نہیں۔ ہاں انہیں جناب عزرا زیل سے مفارقت و اقطع گوارا نہیں۔

قسم دوم میں سے قادیانی استدلال کی تیسری آیت

وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افانن مت فہم

الخالدون۔ (الانبیاء ۳۳)

قلویانی استدلالی ترجمہ۔ یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے نہیں دیا پس اگر تو مر گیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں

اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنۃ اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے نہیں بچا اور نہ آئندہ بچے گا اور لغت کی رو سے خلو کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہے کیونکہ تغیر موت اور زوال کی تمہید ہے پس نفی خلود سے ثابت ہوا کہ زمانہ کی تاثیر سے ہر ایک شخص کی موت کی طرف حرکت ہے اور پیرانہ سالی کی طرف رجوع اور اس سے مسیح ہی مریم کا بوجہ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کے باعث سے فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ (ازالہ

ص ۶۰۷ خزائن ص ۳۰۳۲)

تبصرہ و تجزیہ۔ ناظرین کرام مندرجہ بالا اقتباس میں کلویانی علم و معرفت اور طرز استدلال کے اچھے ملاحظہ فرمائیے۔

- ۱۔ اس میں حضرت مسیح کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ پھر آپ کی وفات پر استدلال کیسا؟ جب موضوع کا ذکر ہی نہیں تو اس پر کسی معمول کا ترتیب کیسے ممکن ہو گا؟
- ۲۔ کلی کی تاثیر یا مفہوم اپنے افراد کے لئے ہمیشہ ظنی ہوتا ہے۔ بوجہ امکان استثناء کے۔

۳۔ ہر کلیہ عموم مخصوص البعض ہوتا ہے خصوصاً جب کہ وہ مخصوص جزئی کہ جس کا حکم الگ واضح کر دیا گیا ہو۔ وہ عموم کے تحت نہیں آتا۔

۴۔ مرزا صاحب نے استدلال۔ مفہوم عام سے بطور سنۃ اللہ کے کیا ہے جب کہ حضرت مسیح نبص قرآنی سنۃ اللہ کے تحت نہیں بلکہ وہ آیت اللہ ہیں (و لنجعلہ آیہ) لہذا اس آیت سے ان کے لئے استدلال سراسر باطل ہو گا۔

۵۔ ہم بھی اس آیت کے مدلول اور مفہوم سے مسیح کو مستثنیٰ نہیں سمجھتے کیونکہ ہمارے ہاں وہ بھی ایک موقعہ پر وفات سے ہم کنار ہونگے خلود کے ہم ہرگز قائل نہیں۔ پھر ہمارے خلاف اس آیت سے استدلال کیسا؟

۶۔ جیسے اس آیت کے نزول کے وقت مخاطب یعنی سید دو عالم ﷺ بلکہ آپ کے مخالفین بھی زندہ تھے۔ اسی طرح مسیح بھی زندہ ہیں لہذا اس آیت سے مسیح کی

وفات پر بھی استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم ان سب کو ایک دن حادثہ وفات و موت سے ہمکنار ہونا تسلیم کرتے ہیں کوئی پہلے کوئی پیچھے۔ اور یہ تفاوت اور وقفے حکمت الہی پر مبنی ہیں مخلوق کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ دریں صورت قلوبانی استدلال سو فیصد ناکام و نامراد ہو گیا۔

۷۔ نیز اس بنا پر بھی کہ آج تک اس آیت سے کسی طہ نے بھی اس نظریہ کے لئے استدلال نہیں کیا۔ لہذا ہم قلوبانی استدلال کو رد کرتے ہیں۔

ناظرین کرام۔ قلوبانی پیش کردہ تیس آیات میں سے دوسری قسم کی تین آیات کی بحث بھی مکمل ہو گئی اب اس کے بعد ان آیات پر تبصرہ درج ہو گا کہ جو کسی بھی سطح پر نہ مسیح سے متعلق ہیں اور نہ ہی کسی اور نبی سے بلکہ وہ بالکل ہی مطلق اور عام ہیں مرزا صاحب نے محض سینہ زورنی سے ان کو اپنا متدل بنانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے کمزوری استدلال سے الرجک ہو کر آپ کے نامور مرید قاضی نذیر نے پاٹ بک میں ان آیات کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔

قلوبانی موقف پر پیش کردہ تیسری قسم کی آیات

پہلی آیت ولکم فی الارض مستنقر و متاع الی حین۔

قلوبانی استدلال۔ یعنی تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہو گے

یہاں تک اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ گے۔ یہ آیت جسم

خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے کیونکہ لگم جو اس جگہ فائدہ

تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی

آسمان پر جا نہیں سکتا بلکہ زمین سے نکلا اور زمین میں ہی رہے گا اور

زمین میں ہی داخل ہو گا۔ (ازالہ ص ۶۰۹ خزائن ص ۴۲۹ ج ۳)

تبصرہ و تجزیہ۔ سبحان اللہ۔ کیا ہی بے نظیر استدلال اور طرز استنباط ہے کیونکہ

مدلول خاص ہے اور دلیل عام سے بھی عام۔ کیا کہتے قلوبانی الہامی دقائق و معارف

کے۔ مجدد قلوبانی کے اندر کیسی قوت قدسیہ متحرک ہو رہی ہے۔ کہ ایسے عجیب و

غریب شگوفے چھوڑنے کا باعث بن جاتی ہے۔ واقعی مرزا جی کا ملہم آپ کو ایسے ہی

نادر اور غیر سوق الیہ الہام کرتے رہنے پر مستحق مبارکبادی ہے۔ واقعی یہ

خزینہ علم و معارف کم من علم ترک للآخرین خزائن (ج ۲ ص ۸) کا زریں مصداق ہیں۔ واقعہ "آپ ہی اس ترقی یافتہ اور ایشی دور کے لئے نادر و نایاب اور یگانہ روزگار فرد وحید مبعوث ہونے کے لائق تھے۔ الہی غیر النہایة والغایة ترجمہ و تشریح میں الہی سیدھی قیود و شرائط۔ واقعی عارف کلویانی کا ہی حصہ تھا۔

لکھم کی لام برائے تخصیص کا انمول نکتہ سیویہ اور فراء سے بھی پوشیدہ رہا تھا؟ کیونکہ وہ کم من علم ترک للآخرین کا مصداق نہ تھے۔ نیز اس آیت کا بطور عبارة النص اپنے مدلول یعنی وقت مسیح پر دلالت کرنا تو تاریخ اسلام کے ۸۲ عدد مجددین و مسلمین اور دیگر عارفین حق پر بھی منکشف نہ ہوا۔ اس سری مفہوم کے خاص الخاص راز دان صرف کلویانی طہم و محدث ہی ہو سکتے تھے۔ کیونکہ تیرہ صدیوں میں کثرۃ مخالفت و مکالمت کے لئے جناب پیچی اور مٹھن لال وغیرہ کو صرف یہ گورداسپوری مغل بچہ ہی مل سکا۔ اچھا صاحب لگتے ہاتھ یہ بھی واضح کرتے جائیں۔ جسم خاکی اور آسمان پر جاننا کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ آیا آج تک کسی بھی مجدد۔ مفسر کے حاشیہ خیال میں یہ حقیقت آئی ہے یا نہیں؟ پھر یہ بھی بتائیے کہ یہ رکلوٹ صرف زمین والوں کے لئے ہے یا آسمان والوں کے لئے زمینی آمد پر کوئی پابندی ہے؟ بینوا وتوجروا عنداللہ اچھا صاحب آپ کا یہ استدلال نہایت نادر ہے مگر ذرا کچھ میرا تعاون بھی لے لیں کہ اس سے واضح اور آپ کے مفید مطلب کی ے ایک دوسری آیت بھی تھی۔ منها خلقنکم وفيہا نعیدکم ومنها نخرجکم نارة اخری۔ ط) یہ کیوں نوٹ نہ کی؟ نیز اگر اس کا یہ ہی مفہوم ہے۔ تو وہ لوگ جو ہوائی جہازوں پر سفر کرتے رہتے ہیں ان کو منع کریں۔ کہ یہ سفر تمہارے لئے منع ہے۔ قرآن کے خلاف ہے۔ نیز سمندری سفر بھی ممنوع ہے۔ جی صاحب قرآن مجید میں تو یہ بھی آیا ہے۔ ولکم ما فی الارض جمعیا" جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہر انسان کے لئے روئے زمین کی تمام اشیاء کا استعمال لازمی ہے یعنی ہر قسم کے جانور۔ پودے اور جملوات وغیرہ ہر انسان کو استعمال کرنا لازمی ہیں۔ کوئی حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا مسئلہ نہیں۔

آخر قرآن کی آیت ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔ وجعلنا الليل لباسا و جعلنا النهار معاشا اور ومن رحمتهم جعل لكم الليل والنهار لتسكنوا فيه ولتبلغوا من فضله ولعلكم تشكرون۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے رات کو پردہ اور آرام کے لئے اور دن کو حصول معاش کے لئے بنایا ہے۔ لہذا جو لوگ دن کو بھی سو لیتے ہیں اور جو لوگ رات میں بھی معاش کا بندوبست کرتے ہیں وہ سراسر قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اس کی بھی آپ کو تبلیغ کرنا چاہیے۔ پھر اگر کوئی سر پھرا کہہ دے کہ جعلی تکوینی کے لئے مجبور الیہ کا لزوم ضروری نہیں تو اس کو منکر قرآن ہونے کا فتویٰ لگا دیجیے۔ اور فرما دیجیے کہ امور الہی ہر لحاظ سے قابل تسلیم ہیں تکوینی ہوں یا تشریحی۔ یہ تکوینی اور تشریحی کی تقسیم کرنا محض شرارت ہے۔ آخر دونوں فرمودہ الہی ہیں۔

جی صاحب اصل بات یہ ہے۔ کہ اہل علم کا یہ اصول سو فیصد برحق ہے کہ مدلول خاص یا دعویٰ خاص کے لئے دلیل بھی خاص ہونا ضروری ہے ورنہ عموم و خصوص میں کیسے تلازم ہو گا نیز لکم کی تخصیص بنا بر تقدیم کے بھی ہے جو آپ بیان نہ کر سکے۔ پھر صاحب پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مسیحؑ جو کہ آیت اللہ ہیں ان کے لئے سنۃ اللہ پر قیاس ممنوع ہے۔ نیز ایک ضابطہ یہ بھی ہے کہ من فسر القرآن برائیه فلیتبوءا مقعده من النار چنانچہ آپ خود بھی اس کو کہیں تسلیم کر چکے ہیں۔ نیز اسلاف سے روگردانی اور انحراف بھی نہایت قابل مذمت ہے لہذا اس آیت سے اور دیگر ایسی عمومی آیات سے استدلال بروفات مسیحؑ ہرگز جائز نہیں بلکہ الحاد و ضلالت ہے۔ لہذا آپ کچھ احتیاط اور پرہیز کرتے تو کیا ہی بہتر ہوتا۔

مستقراصلی کا معاملہ

مرزا صاحب مستقراصلی کے حوالہ سے انسان کے لئے رفع الی السماء کو محال قرار دے رہے ہیں لیکن انہیں ملحوظ خاطر ہونا چاہیے کہ مستقراصلی کا معنی چیز نہیں ہے کہ کوئی چیز اپنے مستقراصلی سے عارضی طور پر بھی دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکے۔ چیز کا

مسئلہ واقعہ یوں ہی ہے مگر مستقر سے جدائی جائز بلکہ واقع ہے۔ جیسے کسی کا ٹھکانہ لاہور ہو تو وہ کچھ مدت کے لئے کراچی یا پشاور بھی جا سکتا ہے بلکہ دوسرے ممالک۔ نہیں دوسرے براعظم میں بھی منتقل ہو سکتا ہے۔ دیکھیے خود کلویانی کا خاندانی مستقر سمرقند تھا مگر ان کا خاندان اپنے مستقر تک کو بدل لیتا ہے۔ اس میں کچھ بھی استحلالہ لازم نہیں آیا ایسے ہی انسان کا مستقر طبعی واقعی زمین ہے اور ملائکہ کا آسمان لیکن عارضی طور پر دونوں تباہ بھی کر سکتے ہیں۔ ملائکہ اپنا مستقر طبعی ترک کر کے زمین پر آتے جاتے ہیں اس طرح مخلوق انسانی بھی اپنے مستقر طبعی سے منتقل ہو کر آسمان پر جا سکتی ہے پھر مسیح کا تو معاملہ ہی جدا ہے کیونکہ ان کی طبع اور جبلت میں ملکیت کا بڑا دخل تھا۔

اور سنئے

موجودہ دور میں کسی ملک کے مرکز اور دارالخلافہ کو مستقر کہا جاتا ہے، دیکھئے پہلے ہمارے ملک کا دارالخلافہ یعنی مستقر کراچی تھا مگر پھر ایوبی دور میں وہاں سے منتقل ہو کر اسلام آباد بن گیا ایسے تاریخ عالم میں مستقر کی تبدیلی ایک عام بات ہے۔ اسی طرح واقعی انسان کا طبعی ٹھکانہ اور مرکز زمین ہی ہے مگر اس میں تبدیلی بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے آپ لفظ مستقر سے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی سعی نہ کریں۔

لہذا ان کے حق میں ان کا مستقر طبعی بہت زمین کے آسمان ترجیح رکھتا ہے۔ کیونکہ ان کی جبلت میں جبرائلی اثرات بھی نمایاں تھے۔ اس لئے حسب نظریہ مرزا صاحب کسی اور کے لئے مستقر کی پابندی ہو تو ہو مگر مسیح کا معاملہ بلحاظ مستقر طبعی جدا ہے۔ لہذا ان کے متعلق اس بارہ میں کوئی بات نہ کریں۔

نیز یہ بھی بتلائیے کہ جب آپ مسیح کے رفع جسمانی کے قائل تھے اور اس پر آیات اور احادیث نبویؐ پیش کرتے تھے اس وقت یہ آیت یاوہ تھی؟ مستقر طبعی کا فارمولہ ذہن نشین نہ تھا؟

دراصل مرزا صاحب آپ کو مسٹر درشنی (جو مرزا صاحب کے ایک فرشتہ کا نام ہے) نے مغالطہ دیا ہے۔ کہ مستقر اور جیز دو حقیقتوں کو گڑبڑ کر کے آپ کو اشتباہ میں ڈال دیا ہے ذرا توجہ کیجیے۔

فرمائیے امام رازیؒ جیسا فلسفی ان آیات کے تحت اس امتناع کا کیوں قائل نہ ہوا؟ ظاہر ہے کہ امام رازیؒ بھی مجدد زمان اور نہایت اعلیٰ درجہ کے محقق و ملہم تھے وہ الہام الہی کے باغی نہیں بلکہ پابند ہی تھے وہ اور ان جیسے متعدد اصحاب عقل و معرفت کو یہ امتناع کیوں نہ سوجھا انہوں نے بالصرحت رفع الی السماء کا اجماعی دعویٰ کیوں کر دیا؟

صاحب فرق اتنا ہی تھا کہ وہ لوگ صاحب عقل و فکر ہوتے ہوئے یونہی ہالغیب کے تحت رہتے تھے لہذا وہ عقلی ڈراموں کو نظر انداز کر کے نصوص قرآنیہ کا اتباع کر لیتے تھے اور آپ باوجود اس اقرار و اعتراف کے۔ کہ۔

۱۔ تعلیمات انبیاء اکثر مانوق العقل ہوتی ہیں (شہادۃ القرآن ص ۵۳)

۲۔ اور ہم تعلیمات الہی پر ایمان لاتے ہیں وان لم نعلم حقیقتہا (آئینہ المالات ص ۴۱) پھر بھی عقلی گھوڑے دوڑاتے ہو۔ حالانکہ یہ مناسب نہ تھا۔

قسم سوم میں سے دوسری آیت

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (المن)
 ترجمہ استدلال۔ یعنی ہر ایک چیز جو زمین پر موجود ہے اور زمین
 سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے یعنی دمدم فنا کی طرف میل کر رہی
 ہے۔ مطلب یہ کہ ہر ایک جسم خاکی کو نابود ہونے کی طرف ایک حرکت
 ہے اور کوئی وقت اس حرکت سے خالی نہیں وہی حرکت بچہ کو جوان کر
 دیتی ہے اور جوان کو بڑھا اور بڑھے کو قبر میں ڈال دیتی ہے اور اس قانون
 قدرت سے کوئی باہر نہیں خدا تعالیٰ نے فان کا لفظ اختیار کیا۔ غنی کا
 نہیں تا معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں یکدفع واقع
 ہوگی بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے لیکن ہمارے مولوی یہ گمان
 کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی فانی جسم کے ساتھ جس میں بموجب
 نص صریح کے ہر دم فنا کلام کر رہی ہے بلا تغیر و تبدل آسمان پر بیٹھا ہے
 اور زمانہ اس پر اثر نہیں کرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی
 مسیح کو کائنات الارض میں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔

اے حضرات مولوی صاحبان کہاں گئی تمہاری توحید اور کہاں گئے
 وہ لمبے چوڑے دعوے اطاعت قرآن کے ہل منکم رجل فی قلبہ
 عظمة القرآن مثقال ذرۃ (ازالہ ص ۶۱۹ و ۶۲۰ خزائن ص ۳۳۳ و ۳۳۵ ج

(۳)

تبصرہ و تجزیہ۔ ناظرین مجھے اور تمام اہل حق کو واسطہ ایک سفلی اور لا
 اور تینے سے پڑا ہے لہذا اس کو بار بار طوطے کی طرح حرف حرف کر کے سمجھانا پڑتا
 ہے لو مرزا صاحب پھر شروع سے سمجھئے۔

۱۔ آپ گھر سے نکلے تھے وفات مسیح کی جزئی ثابت کرنے۔ مگر ہر جگہ دلیل عام
 دے رہے ہیں جو قطعی طور پر تمہارے مدعا پر دلالت نہیں کرتی۔ دیکھیے اور پھر

دیکھئے کہ اس میں ذات مسیح کا کوئی ذکر بلکہ اشارہ بھی نہیں اور آپ کو بار بار یاد دہانی کرائی گئی۔ کہ دلیل عام مدلول خاص پر دال نہیں ہوتی۔ خصوصاً "جب کہ وہ مدلول خاص دیگر بے شمار دلائل قطعیہ جزئیہ سے ثابت ہو چکا ہو۔ نیز جب کہ وہ ویسے ہی عموم۔ اطلاق اور سنت سے الگ آیت اللہ کا مصداق ہو۔ تو پھر کسی بھی صورت میں دلیل عام اس خاص الخاص مدلول پر دلالت نہ کرے گی۔ لہذا آپ کا اس آیت کو کسی بھی سطح پر وفات مسیح کے لئے پیش کرنا سراسر دجل و فریب اور بدترین علمی اور اخلاقی بددیانتی ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ کائنات کی ہر چیز بتدریج مضطرب الفنا ہے مگر یہ تدریج اور حرکت تغیر متفرق طور پر اثر انداز ہو رہی ہے گویا مفہوم حرکت کلی مشکک کے طور پر ہے۔ پھر ذرا قلب و ذہن کے درتچے کھول کر ملاحظہ فرمائیں کہ کائنات کی لاتعداد جزئیات یکساں متحرک الی التغبیر و الفنا نہیں بلکہ بعض تو لاکھوں سال سے بظاہر آلائن کما کان ہیں۔ جیسے آسمان۔ فلکیات وغیرہ۔ بعض ارضی چیزیں بھی تغیر پذیری میں نمایاں تفاوت کی حامل ہیں۔ جیسے عناصر اربعہ۔ پہاڑ۔ دریا و سمندر۔ بعض اس سے سریع۔ جیسے کئی طویل العمر درخت و جاندار۔ حتیٰ کہ بعض موجودات چند ہی لمحات وجود پذیر ہو کر پردہ فنا میں چلی جاتی ہیں۔ اور بعض حسب تدبیر و حکمت الہی سو دو سو سال بعض دس بیس سال اور بعض چند گھنٹے اور بعض چند منٹ بعد تو جب یہ تمام امور انسانی مشاہدہ میں ہیں تو تمام کائنات کے متعلق ایک ہی قانون بیان کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ دیکھئے مختلف اجناس کا زمانہ وجود متفاوت۔ پھر انواع کا پھر انواع کی جزئیات میں نمایاں تفاوت۔ جیسے انسان کی بقا یعنی عرصہ حیات اور چار پاؤں کا اور پھر نوع انسانی میں سے بعض ۱۰۰ سال زندہ رہتے ہیں اور بعض ۱۰۰ منٹ بعض اس سے بھی کم۔ دیکھیے آپ کی عمر بمطابق الہام ۷۵ برس۔ مگر بعض انسان ۱۰۰ سال سے بھی متجاوز ہو جاتے ہیں خود تیرے خاندان

میں بعض بچے چھ ماہ میں فوت ہو گئے اور بعض نوسال میں اور بعض ابھی حیات میں خدا جانے ان میں سے کس نے ۱۰۰ سال تک رہنا ہے اور کس نے اس سے کم یا زیادہ۔

پھر دیکھیے آپ جیتے جاگتے ۷۰ سال بھی پورے نہ کر سکے کہ تغیر و فنا کا شکار ہو گئے مگر اصحاب کف نیند کی حالت میں بھی ۳۰۹ سال تک اسی عالم تغیر و فنا کی فضا میں ویسے کے ویسے رہے حتیٰ کہ وہ لاش جو چوبیس گھنٹہ میں بو چھوڑ دیتی ہے مگر رب قدیر نے فرعون کی لاش ہزاروں سال سے جوں کی توں بطور عبرت رکھی ہوئی ہے۔ صاحب یہ جہاں کسی اندھے مادے یا طبع کے کنٹرول میں نہیں بلکہ اس علیم و خبیر اور حی و قیوم ذات کے کنٹرول میں ہے کہ جو ہر جزئی کائنات پر الگ الگ کنٹرول کی صورت جاری کر سکتا ہے اور کر رہا ہے۔ لہذا ذرا توجہ سے اور ہوش سے بات کریں کہ مسیح ایسے ہو گئے ایسے ہو گئے یہ کوئی عقل کی بات نہیں۔ آپ بے مقصد توہماتی گھوڑے نہ دوڑاتے پھریں۔

بھلا جس ذات نے اسے ایک موقعہ پر امت کی قیادت کے لئے بھیجا ہے وہ اسے زمانہ کی اثر اندازی سے محفوظ نہیں کر سکتا پھر اس نے اسے اس ماحول میں رکھا ہوا ہے جو کہ غیر متغیر ہے دیکھیے ملائکہ لاکھوں سال سے ایک ہی غیر متغیر حالت میں موجود ہیں وہ بوڑھے یا ارنل عمر کو نہیں پہنچے تو اس غیر متغیر ماحول میں حضرت مسیح جو ملکی الطبع بھی ہیں وہ چند ہزار سال یکساں حالت میں نہیں رکھے جا سکتے؟ مرزا صاحب کیسی بہکی بہکی باتیں سناتے ہو۔ تم نے کہا ہوا ہے کہ میں محدود القدرت خدا کو نہیں مانتا۔ پھر یہ باتیں کیوں کرتے ہو؟ تو جیسے تمام کائنات مع ملائکہ آسمان و زمین ایک دن پردہ عدم میں چلے جائیں گے حالانکہ وہ کروڑوں برس سے یکساں حالت میں ہیں جس سے ان کی الوہیت ثابت نہیں ہو جاتی تو اسی طرح حضرت مسیح بھی چند ہزار برس تک وہاں بلا تحقق الوہیت رہ کر نازل ہوں گے تو

پھر عام انسانی طبعی اور فطری قانون کو اپنائیں گے۔ تمہیں اتنی پریشانی کیوں ہو رہی ہے۔ نیز یہ بھی خیال رہے کہ جس ماحول میں حضرت مسیح رہ رہے ہیں وہاں کا ٹائم ٹیبل قادیاں وغیرہ کے ٹائم ٹیبل سے نہایت جدا ہے کیونکہ یہاں کا ہزار سال اور آسمانی ماحول کا صرف ایک دن ہوتا ہے تو اس لحاظ سے ابھی تو مسیح کو آسمان پر گئے ہوئے صرف دو دن ہوئے ہیں آپ ابھی سے پریشان ہونے لگے کم از کم ایک ہفتہ تو ان کو وہاں آرام سے گزار لینے دیجیے۔ واہ مرزا جی آپ کتنے تنگ دل اور جلد باز نکلے۔

اپیل خدمت ہے کہ قرآن کریم جو کہ کلام الہی ہے اسے آپ اپنے نفسانی مقاصد کے تحت بازپچہ اطفال نہ بنایا کریں۔ یہ قادر قیوم کا کلام ہے اس کا مفہوم اور مصداق وہ خوب جانتا ہے نیز زمان و مکان کے تمام اختیارات اس کے دست قدرت میں ہیں ان کا کنٹرول اس کے ہاتھ میں ہے آپ یا کسی دیگر فرد کائنات کے ہاتھ میں نہیں لہذا صبر سے سہیے جیسا مالک کو منظور ہو گا تو وہ مسیح حقانی اپنی ڈیوٹی پر آجائیں گے۔ آپ خواہ مخواہ دہشت پیدا کر کے مخلوق خدا کو پریشان نہ کریں۔

قسم سوم میں سے تیسری آیت

ومنکم من ینوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا (الحج)

کادیانی استدلال۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح تم پر جاری ہے۔

بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر تک رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت بھی مسیح بن مریم کی موت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس سے

ثابت ہوتا ہے کہ انسان اگر زیادہ عمر پاوے تو دن بدن ارذل عمر کی طرف حرکت کرتا ہے یہاں تک کہ بچے کی طرح نادان محض ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۸ و ۶۰۹ خزائن ص ۳۲۸ و ۳۲۹ ج

(۳)

تبصرہ و تجزیہ۔ حسب سابق اس دلیل میں بھی وہی نقص ہے کہ یہ دلیل عموم اور اطلاق کے طور پر بنائی گئی ہے جو کہ سراسر ممنوع ہے۔ نیز مرزا صاحب نے بالصرحت ذکر کیا ہے کہ سنت اللہ کے تحت یا قاعدہ عمومی کے تحت مسیح پر بھی یہ حالات وارد ہو چکے ہیں۔ حالانکہ مسیح نبی قرآن آیت اللہ ہیں (ولنجعلہ آية) سنت اللہ کے تحت نہیں ہے۔ لہذا تقریب تام نہ ہوئی تو ثبوت مدعا بھی نہ ہو گا۔

اوپر یہ بھی واضح کر چکا ہوں کہ دلیل عام سے ایک جزئی پر استدلال ممنوع ہے خصوصاً "جب کہ اس کا حکم انفراداً" دیگر نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہو۔ جیسا کہ حیات عیسیٰ جو کہ دیگر متعدد نصوص قرآنیہ اور ارشادات نبویہ سے مبرہن ہو چکی ہے تو پھر اس حقیقت ثابتہ کو کسی بھی دلیل عام سے مخدوش نہیں کیا جا سکتا۔

مثال دیگر۔ فرمان الہی ہے۔ والمطلقت ینربصن بانفسهن ثلثة قرؤ۔

(البقرہ)

دیکھیے اس آیت میں مطلقاً "طلاق یافتہ عورتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ والمطلقت جمع کا لفظ ہے حامد۔ غیر حاملہ۔ شوہر دیدہ۔ شوہر نا دیدہ۔ سب ہی اس میں شامل ہوں گی ان کا سب حکم عدت گزارنا اور مدت عدت وغیرہ یکساں ہونا چاہیے مگر یہ استدلال درست نہیں کیونکہ دوسری جگہ بعض مطلقہ عورتوں کا حکم الگ بیان فرمایا گیا جیسے

۱۔ یا ایہا الذین آمنوا اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیہن من عدة تعتدونها۔ (الاحزاب)
 دیکھیے اس جگہ خلوة صحیحہ سے محروم مطلقہ کا حکم الگ ہونا بیان فرمایا لہذا وہ اس
 عموم سے خارج ہو گئی۔

۲۔ اسی طرح دوسری جگہ دو جزئیوں کو مستثنیٰ فرمایا۔ والنسی یسنن من
 المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر والانی لم یحضن
 واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (الطلاق)

تم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیہن من عدة تعتدونها
 مندرجہ بالا صورتوں کے علاوہ عدۃ کے بارہ میں ایک اور صورت بھی ہے وہ
 خاتون جس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ تو جب ایک
 مختصر سے عمومی قاعدہ میں اتنی استثنائی صورتیں نکل آئیں تو وہ عموم جو تمام بنی
 نوع پر مشتمل ہے اس میں استثنائی صورتیں کہاں تک وسعت پذیر ہو سکتی ہیں؟
 لہذا کلویانی کا اس آیت کے عموم سے کس عام انسان کے لئے نہیں۔ کسی
 عام نبی یا رسولؐ کے لئے نہیں بلکہ اس خاص نبی معظمؐ کی وفات پر استدلال کرنا۔
 کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ولنجعلہ آیتہ فرما کر ابتداء سے ہی سنت اللہ سے الگ
 کر لیا نیز ان کی حیات و مملت کے تمام منفرد کوائف مستقل دلائل قطعیہ سے
 منفرداً امتیازی صورت میں ثابت فرما دیئے۔ ان کی حیات و وفات پر ایسے عموم و
 اطلاق سے استدلال کرنا کہاں کی دیانتداری اور معقولیت ہو سکتی ہے؟

۳۔ بقول مرزا صاحب تدریجی حرکت حیات انسانی یا دیگر مخلوقات میں مسلم۔ مگر
 اس کی کیفیت اور نوعیت کی حد بندی سوائے خدا کے کون کر سکتا ہے؟ جب کہ
 حرکت کی کیفیت موجودات میں نہایت متفاوت اور متنوع ہے۔ جیسا کہ بعض
 افرلو کوٹو ہاسل سے آج تک بلا تدریج یکساں حالت میں موجود ہیں اور بعض یہ

تمام مراحل۔ (ابتداء۔ توسط اور انتہا) چند ایام تک پورا کر لیتے ہیں۔ تو پھر محض عموم سے ہر فرد اور جزئی کا حکم ایک ہی کیفیت پر کیسے ثابت ہو سکتا۔ جب کہ اس عموم و اطلاق سے بھی محض قدرت خداوندی کے حوالہ سے کئی استثنائی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

نیز ہر عموم۔ اطلاق اور عام قوانین و ضوابط میں استثنائیات کا تحقق ایک مسلمہ حقیقت ہے ایک اور مثال۔ ارشاد نبویؐ ہے الماء طهور لا ینجسہ شینی۔

اگر اس عموم کو تمام جزئیات میں یکساں موثر تسلیم کر لیا جائے تو بہت سی خرابی لازم آئے گی مثلاً وہ قلیل پانی جس میں نجاست غلیظہ مثل بول۔ براز۔ مردار یا شراب مل جائے۔

۲۔ وہ پانی جس سے ایک دفعہ طہارت کر لی گئی ہو۔ یعنی ماء مستعمل۔

۳۔ خنزیر اور کتے کا جوٹھا پانی۔

۴۔ پھولوں، پھلوں یا سبزیوں کا پانی۔ عریقات وغیرہ

ظاہراً "الماء طهور" الخ کے عموم میں ان پانیوں کو شامل کر لیا جائے گا۔ مگر یہ عموم مراد لینا سراسر باطل ہے کیونکہ ان کا حکم الگ الگ دلیل سے علیحدہ ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا یہ عموم مراد لینا سراسر باطل ہے۔

تو معلوم ہوا کہ ہر عموم اور اطلاق میں لازماً استثنائیات ہوتی ہیں۔ کل عام قد خص منه البعض لہذا مرزا قاریانی کی پیش کردہ اس دلیل عام سے ہر فرد انسانی کا حکم یکساں طور پر ثابت نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ حضرت مسیحؑ کی وفات کلمہ مسئلہ کا ثبوت ممکن ہو سکے کیونکہ وہ تو آیت اللہ بھی ہیں اور جب اس آیت کے عموم کے تحت سنت اللہ کا بھی مکمل طور پر داخل ہونا لازم نہیں چہ جائیکہ آیت اللہ کا داخلہ ممکن ہو۔ تو پھر اس آیت کے عموم و اطلاق سے وفات مسیحؑ کی خاص

جزئی کس طرح ثابت ہو سکے گی۔

نیز اس آیت کی رو سے سنۃ اللہ کو دو ہی طرح پر ثابت کرنا سراسر جہالت ہے کیونکہ اسی قرآن نے اور بھی طرح بیان فرمائی ہے۔ کہ رحم ملامت ہی میں مخلقت وغیرہ مخلقت کی بھی ایک طرح ہے نیز مشاہدہ میں بے شمار افراد انسانی طبعی عمر سے بھی پیشتر عالم آخرت کو سدھار جاتے ہیں لہذا سنۃ اللہ کو دو طرح پر ہی منحصر کر دینا سراسر جہالت ہے۔

قسم سوم میں سے چوتھی آیت

ومن نعمہ نذکسہ فی الخلق

یعنی جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہو تو اس کی پیدائش کو نثا دیتے ہیں یعنی انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔ حواس میں اس کے فرق آجاتا ہے۔ عقل اس کی زائل ہو جاتی ہے اب اگر مسیح بن مریم کی نسبت فرض کر لیا جائے کہ اب تک وہ جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ ایک مدت دراز سے اس کی انسانیت کے قوی میں کبلی فرق آگیا ہو گا اور یہ حالت خود موت کو چاہتی ہے اور یقینی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ مدت سے وہ مر گئے ہوں گے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۰)

تبصرہ و تجزیہ۔ سابقہ نقائص کے علاوہ مندرجہ بالا اقتباس میں دو امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب کی نئی اصطلاح۔ ”انسانیت کی طاقتیں“ نہایت حیران کن ہے۔ کیوں کہ اس موقع پر جسمانی طاقتیں یا قوی کا محاورہ چاہیے تھا۔ ”انسانیت کی طاقتیں“ اک ناقابل فہم اور بے محل اصطلاح ہے۔

۲۔ مرزا صاحب نے سارا اقتباس محض مفروضوں پر استوار کر کے اپنا مفاد فراہم

کرنے کی مذموم سی سسی کی ہے مثلاً۔ ماننا پڑے گا۔ بکل فرق آگیا ہو گا۔ یہ حالت موت کو چاہتی ہے۔ ماننا پڑتا ہے۔ وہ مر گئے ہوں گے کیا ہو گا ہو گا کی گردان سے نظریات ثابت کیے جاسکتے ہیں؟ عجیب قدیانی فلسفہ ہے۔

حالانکہ اس کے خلاف یعنی رفع و نزول مسیح پر نصوص قرآنیہ اور بے شمار ارشادات خاتم الانبیاء مذکور ہیں جن کی روشنی میں امت مسلمہ کا ایک ایک فرد بقول مرزا یہ عقیدہ ابتداء سے حرز جان بنائے ہوئے ہے اور ہزارہا کتب اسلام میں یہ نظریہ مندرج ہے تو اتنے اہم نظریہ کو اس ہو گا ہو گا کی گردان سے کیسے مخدوش یا منعدم کیا جاسکتا ہے؟

مرزا صاحب! ایسے عموماً کا تذکرہ نوعی یا جنسی طور پر ہوتا ہے نہ کہ اس سے فرد فرد کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔

مرزا صاحب ہم نوعانہ کہ فرداً تغیرات ثلاثہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ افراد مخلوقات ابتداء میں ضعف و اضمحلال کے تحت ہوتے ہیں پھر مضبوطی اور کمال کو پہنچتے ہیں اس کے بعد پھر زوال پذیر ہونے لگتے ہیں حتیٰ کہ پھر معدوم ہو جاتے ہیں مگر کیا آپ یہ تمام مراحل ہر فرد مخلوق کے لئے یکساں ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ ہر پودہ۔ درخت۔ حیوان۔ یا انسان بالترتیب ان تمام مراحل سے گزرتا ہے اور کوئی فرد ابتدائی حالت میں معدوم نہیں ہوتا۔ یا تھوڑا سا سفر حیات طے کر کے ختم نہیں ہو جاتا ہے اور کسی وجہ سے حیات سے محروم ہو جاتا ہے۔ کئی چھوٹے چھوٹے جانور بہت جلد تلف ہو جاتے ہیں ایسے ہی انسان کبھی ایک آدھ سانس ہی لے کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اس پر من بعد ضعف قوۃ کا دور آتا ہی نہیں ارذل عمر۔ نکوس خلقت وغیرہ کا مرحلہ تو دور کی بات ہے۔ فرمایے کیا یہ تمام حقائق آپ کے تجربہ اور مشاہدہ میں نہیں آئے؟ دیکھیے بعض پودے چند دنوں کے مسمن اور بعض صد ہا برس تک سرسبز رہتے ہیں۔ اور بے شمار مخلوقات لاکھوں برس سے

جوں کی توں موجود ہیں جیسے آسمان۔ ملائکہ۔ دیگر فلکیات حتیٰ کہ زمین اور اس کی بے شمار چیزیں۔ فرمائیے پانی اور آگ بھی ایک مخلوق الہی ہے تو کیا اس پر بھی جوانی کے بعد بڑھاپا آچکا ہے؟ جب کل من علیہا فان ہے ہر چیز تغیر پذیر اور متحرک الی الفنا ہے۔ تو پھر ان مستثنیات کا بھی کوئی ضابطہ بتاتے۔

باقی رہا حیات انسانی کا مسئلہ۔ تو وہ بھی نہایت متفاوت ہے۔ کسی زمانہ میں انسان کی عمر ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ ہوا کرتی ہے مگر اب اوسط زندگی نہایت کم ہو گئی ہے پھر مختلف ممالک میں بھی اوسط عمر کا بڑا فرق ہے خود سید دو عالم ﷺ نے اپنی امت کی اوسط عمر ۶۰ سے ۷۰ بتائی ہے۔ تو اس قدر تفاوت کا مشاہدہ کے بعد بھی ان تغیرات ثلاثہ کے تحت حضرت مسیح کی وفات ثابت کرنا کون سی عقل اور دیانت کی بات ہے نیز یہ بھی فرمائیے کہ یہ قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے جس کا صحیح مفہوم بقول شامہ زمانہ میں برابر موجود رہا ہے تو کیا آپ کا یہ مفہوم اور اس کے تحت وفات مسیح کا یہ نظریہ بھی سابقہ ادوار میں ذائع شائع اور زبان زد رہا ہے؟

مرزا صاحب ابتدائے اسلام سے بیسیوں مجددین مہتممین تشریف لائے جن کا فرض منصبی یہی تھا کہ وہ دین حق کو صحیح خطوط پر قائم رکھیں ہر نقص کمزوری بے جا دخل اندازی چھانٹ کر دین کی صحیح پوزیشن قائم کریں تو فرمائیں تمہارے ۸۲ مسلمہ مجددین میں کسی ایک نے بھی آپ جیسے نظریات پیش کئے ہیں؟ یا آپ کو ہی یہ جدید فلسفہ سوجھا ہے؟

کیا آپ کا نیا فلسفہ جو آپ نے اپنی کتاب حقیقتہ الوحی (ص ۱۳۹ و ۱۵۰) پر

پیش کیا ہے کہ

میں بھی ابتدا میں عام اسلامی رسمی عقیدہ حیات مسیح پر کار بند تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی وحی نے مجھے اس عقیدہ کے بدلنے پر مجبور کر دیا تو میں اس نئے نظریے یعنی وفات مسیح کا مدعی بن گیا۔ فرمائیے اس کی کوئی نظیر اور مثال تاریخ رسالت یا

انسانیت میں موجود ہے؟ آپ اپنی مسیحیت کے لئے تو ایلیا کی نظیر پیش کر لیتے ہیں اسی طرح دیگر مسائل میں امثال و نظائر کا مطالبہ کرتے ہو لہذا برائے مہربانی اپنے اس نظریہ کی بھی کوئی مثال و نظیر پیش کرو؟

الحاصل یہ تمام رد و قدح اور دلائل و استدلال کا چکر محض دجل و فریب ہے جس میں رتی بھر صداقت نہیں لہذا اہل حق کو ایسے واہیت خرافات سے اجتناب ہی کرنا چاہئے اور ہمہ وقت مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگنا چاہئے۔ واللہ الموفق للخیر والصلاح اللهم احفظنا من فتنة المسيح الدجال

قسم سوئم میں سے پانچویں آیت یہ ہے

اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعف و شیبۃ

ترجمہ یعنی خداوند خدا ہے جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوۃ دے دی پھر قوۃ کے بعد ضعف اور پیرانہ سال دی۔

طرز استدلال

یہ آیت بھی صریح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ کوئی انسان اس قانون قدرت سے باہر نہیں اور ہر ایک مخلوق اس محیط قانون میں داخل ہے کہ زمانہ اس کی عمر پر اثر کر رہا ہے یہاں تک کہ تاثیر زمانہ سے وہ پیر فرقت ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ (ازالہ ص ۳۱۰)

تبصرہ و تجزیہ

جناب قلوبانی صاحب اپنے اختزاعی موقف میں اتنے بے خود ہو چکے ہیں کہ انہیں اپنے ماحول کی بھی خبر نہیں رہی۔ انہوں نے مشاہدہ سے بھی آنکھیں موندھ لی ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا صاحب بطور کلیہ کے کہہ رہے ہیں کہ کوئی بھی انسان اس قانون قدرت سے باہر نہیں ہر مخلوق اس سے گونہ قانون محیط میں داخل ہے۔ ابتدا۔ قوت وکمل۔ اور پھر زوال و پیرانہ سالی فرمائیے کہ کیا واقعی ہر فرد پر یہ تین مرحلے وارد ہوتے ہیں؟ ضعف و بچپن۔ جوانی و قوت۔ اور تیسرے نمبر پر بڑھاپا۔ کوئی انسان بچپن میں نہیں مرتا؟ کوئی جوانی میں نہیں مرتا؟ بلکہ تینوں مراحل سے لازماً گزرتا ہے کیا مرزا صاحب کے ماحول میں یہی حالات ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر پہلے جو آیت پیش کر چکے ہیں ومنکم من یتوفی کہ تم میں سے کوئی قبل از قوت کے ہی مر جاتا ہے اور کوئی ارنل عمر کی طرف لڑھک جاتا ہے یہ آیت اس کے خلاف ہو جائے گی۔ مرزا صاحب کچھ تو ہوش کیجئے۔ اپنے شعور کو بیدار فرمائیے آپ یہ کیا لکھ رہے ہیں کہ ہر ایک انسان کے لئے ان تینوں مراحل اور ادوار سے گزرنا لازمی ہے جناب دلا پھر آپ کا مبارک کیوں پہلے ہی داغ مفارقت دے گیا وہ پہلے ہی مرحلہ پر کیوں چل بسا۔ وہ من بعد ضمت قوۃ اور ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا و شیبہ کے دو مرحلے کیوں نہ طے کر سکا کیا وہ اس قانون قدرت سے مشنی ہو گیا تھا۔ ایسے ہی آپ کی جڑواں بہن جنت کا معاملہ سمجھ لیجئے۔ سبحان اللہ مرزا صاحب کہیں مراق و ہسٹریا کا دورہ زیادہ شدید تو نہیں ہو گیا کیونکہ یہ بڑی الٹا چیز ہے یہ ایک حقیقت کو کئی پہلو پر دکھاتی ہے غالباً اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے عام طور پر یہی لکھا کہ مسج بعد از واقعہ صلیب کشمیر میں ۸۷ سال رہے کیونکہ تیس سال کی عمر میں وہ مرفوع الی السماء ہوئے جب کہ ان کی کل عمر ۱۲۰ سال تھی تو اس طرح ان کی مدت رہائش ۸۷ سال بنتی ہے اور کہیں اس وقفہ ہجرت کو ۹۲ سال تحریر کر دیا کیونکہ کئی جگہ نکل عمر ۱۲۵ سال لکھ دی ہے اب اس کے بعد تیسری بات بھی سنئے کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ ۱۲۰ برس زندہ رہے تو اس حساب سے وقفہ سکونت در کشمیر ۳۳ : ۱۲۰ = ۱۵۳ سال بنتا

ہے۔ یہ ہے قلوبیانی ذہن و فراست کے کرشمے تو فرمائیے کہ ایسا ذہن کوئی صحیح نظریہ مرتب کرنے کے لائق ہو سکتا ہے؟

جناب قلوبیانی صاحب یہ ضابطہ نوع کے متعلق ہے نہ کہ افراد کے متعلق۔ کیونکہ نوع انسانی پر اکثر یہ تین دور آتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ ہر فرد بشر کا ان تین مراحل سے گزرنا ناگزیر ہے ورنہ وہ ہائی ہو گا۔ یہ تو عموم و اطلاق کا منظر ہے اس سے ایک خاص جزئی کا فیصلہ کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ دلیل عام سے کبھی بھی مدلول خاص ثابت نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ وہ جزئی دیگر نصوص قطعہ سے ثابت ہو چکی ہو لہذا آپ خوب ذہن نشین کر لیں کہ۔ ذات مسیح کا معاملہ سنت اللہ اور عام قانون قدرت کے تحت نہیں بلکہ وہ ولنجعلہ آیت کے تحت قدرت و انفرادیت کا ایک نمایاں فرد ہے اس کے کوائف (ولادت جوانی۔ دور رسالت مع معجزات۔ حیات طیبہ) تمام کے تمام عام قانون قدرت کے تحت کسی بھی عموم و اطلاق سے وابستہ اور متاثر نہیں ہو سکتے بلکہ وہ سب قدرت الہی اور اعجاز کے خاص الخاص نمونہ ہیں لہذا مسیح کے متعلق آپ کے یہ خیالات کہ وہ اب تک تینوں مراحل طے کر چکے ہوں گے لہذا وہ اب حیات سے منقطع ہو گئے ہوں گے۔ یہ خیالات بالکل بے ثبوت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عام قانون قدرت اور سنت اللہ سے الگ رکھا ہے۔ پھر یہ مراحل ثلاثہ کا معاملہ اس سطح ارض پر چلتا ہے جب کہ مسیح علیہ السلام اس عالم ناموت سے ماورا عالم بالا میں سکونت پذیر ہیں جہاں ان ادوار ثلاثہ کا کوئی عمل و دخل نہیں چلتا وہ ماحول غیر متغیر ہے لہذا آنجناب الان کما کلن بالکل صحیح تندرست اور ایک ہی حالت میں موجود ہیں ان پر کسی قسم کا کوئی تغیر وارد نہیں ہوا۔ اس لئے وہ اس آیت کے مفہوم میں داخل ہی نہیں لہذا تمہارا استدلال سراسر باطل ہے۔

قسم سوم سے چھٹی آیت یہ ہے

انما مثل الحیوة الدینا کماء انزلناه من السماء فاختلط به نبات الارض مما یاکل الناس والانعام

قلویانی ترجمہ و استدلال یعنی اس زندگی و دنیا کی مثل یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثل ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے پھر وہ روئیدگی بوہتی اور پھولتی ہے اور آخر کٹنی جاتی ہے۔ یعنی کھیتی کی طرح انسان پیدا ہوتا ہے اول کمال کی طرف رخ کرتا ہے پھر اس کا زوال ہوتا جاتا ہے کیا اس قانون قدرت سے مسخ باہر رکھا گیا ہے۔ (ازالہ ص ۷۱۱)

تجزیہ و تبصرہ

بندہ خادم بارہا عرض کر چکا ہے کہ

۱۔ ایسے عموماً سے وفات مسخ کا اثبات سراسر جہالت و حماقت ہے کیونکہ دلیل عام سے دلوں خاص کا اثبات نہایت غیر مقبول اور ناقابل تسلیم ہے۔
۲۔ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ تو انحصار الخاص ہے کیونکہ آپ کی حیات وغیرہ بلکہ آپ کی ذات اقدس ہی نبیوں سے قطعاً آیت اللہ ہے سرایا اعجاز و اختصاص ہے نیز آپ کی حیات ساوی اور بعد آزاں نزول الی الارض۔ مستقل دلائل قطعاً سے مدلل و مبرہن ہے لہذا آپ کی ذات و حالات ایسے اطلاقات و عموماً سے قطعاً الگ ہوں گے۔

۳۔ یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ آپ کے ذکر کردہ ادوار ثلاثہ (ابتداء۔ کمال ادا زوال) مطلقاً "نوع انسانی کے متعلق ہیں کہ اکثر افراد ان سے دو چار ہوتے ہیں نہ یہ کہ ہر فرد پر ان تینوں مراحل کا وارد ہونا لازمی ہے کیونکہ یہ تو مشاہدہ کے بھی خلاف ہے لہذا اس عموم و اطلاقات سے کسی ایک جزئی پر حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ بھی لازماً ان حالات سے دو چار ہوئے ہوں گے خصوصاً جب کہ وہ فرد خاص (مسخ) دیگر مخصوص دلائل سے مختص کر دیا گیا ہو۔

۳۔ جناب قادریانی آپ نے کھیتی کو مشبہ بہ اور انسانی زندگانی کو مشبہ قرار دیکر کھیتی والے مراحل انسان کے لئے ثابت کرنے کی سعی ہے۔ اور پھر اس عموم سے فرد خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فیصلہ صادر کیا ہے۔ حالانکہ آپ کے اس استدلال میں قدم قدم پر آپ کو ناکامی ہو رہی ہے۔ اس لئے کہ مشبہ بہ یعنی کھیتی کا معاملہ بھی آپ کے مقصود کے مطابق نہیں ہوتا۔ ذرا اپنے ماحول کا مطالعہ فرمائیے کہ بعض پودرے شروع سے ہی سوکھ کر ختم ہو جاتے ہیں بعض کمال کو پہنچ کر اور بعض ارذل حالت تک پہنچ کر نیست ہوتے ہیں اور بعض اس سے بھی گزر جاتے ہیں پھر بعض پودوں کا مقصد ہی ابتدا میں استعمال ہوتا ہے اور بعض کا موقعہ کمال پر اور بعض کا اس کے بعد۔ آپ مختلف جڑی بوٹیاں سبزیاں اور پھلوں کا جائزہ لے کر ان حقائق کو اخذ کر سکتے ہیں تو جب آپ کے مشبہ بہ کے حالات انتہائی متفاوت اور مختلف ہیں تو مشبہ یعنی حیات انسانی کی کیا کیفیت ہو گی۔ دیکھئے مشبہ بہ کی طرح بعض افراو بشر پیدا ہی مردے ہوتے ہیں بعض چند سانس لے کر روانہ ہو جاتے ہیں بعض چند دن۔ چند ہفتے چند ماہ۔ اور بعض چند سال۔ بچپن میں ہی بعض عقوان جوانی میں اور بعض کمال جوانی پر اور بعض اس کے بعد جب مالک چاہے۔ غرض یہ کہ مخلوقات میں سے کسی ایک کے متعلق کوئی گارنٹی نہیں کہ وہ کتنے لمحات اور کتنا عرصہ موجود رہے گا۔ لمحہ لمحہ اور قدم قدم پر ناتوس رحلت بچ رہا ہے تو آپ کس بھرے پر اپنے بیان کردہ مشبہ اور مشبہ بہ کو لازماً "اودار ثلاثہ" کا مورو قرار دے رہے ہیں۔ پھر اور بھی سنئے بعض مخلوقات ایسی بھی ہے اگرچہ وہ بھی معرض فنا میں ہیں مگر وہ کروڑوں سال سے جوں کی توں معرض حیات میں ہیں ان پر کوئی تغیر و تبدل اثر انداز نہیں ہوا۔ مثلاً ارض و سما۔ ملائکہ اور دیگر کئی مخلوقات جو علم الہی میں ہیں اگرچہ سب کی سب معرض فنا و ہلاکت میں ہے مگر اس کی کیفیت میرے یا تمہارے دائرہ اور اک میں نہیں بلکہ وہ خالق مختار کے قبضہ

و کنترول میں ہے کیونکہ یخلق مايشاء ويختار وليسئل عما يفعل الا يعلم من خلق يدبر الا امر من السماء الى الارض وهو الطيف الخبير

مرزا صاحب جیسے مختلف انواع کا بقا وجود الگ الگ اور متفاوت ہے اسی طرح افراد انواع کا بقا بھی نہایت متفاوت اور مختلف ہے ایک فرد ایک منٹ میں حلقہ فنا میں چلا جاتا ہے اور اسی نوع کا دوسرا فرد ہزاروں لاکھوں برس میں بھی معرض وجود میں رہ سکتا ہے۔ یہ سب کچھ جی قیوم کے اختیار میں ہے دیکھئے پہلے زمانہ میں ایک فرد بشر ہزاروں سال زندہ رہتا تھا پھر سینکڑوں سال اور اب اس کا دائرہ حیات عموماً چند عشروں میں سمٹ آیا ہے۔ جناب من۔ یہ وجود فنا۔ یہ تغیر و تبدل کسی اندھے بہرے بارہ اور طبیعت کی تاثیر نہیں بلکہ ایک قادر و مختار اور عظیم و حکیم باجبروت ذات کے دائرہ اختیار میں ہے جس کے علم و حکمت کو سوائے اس کے تمام مخلوقات مل کر بھی اور اک نہیں کر سکتیں۔ لہذا اگر مالک حقیقی ایک فرد بشر یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو کچھ حکمتوں کے تحت کچھ مدت تک زندہ رکھ پلے اور وہ بھی غیر متغیر ماحول میں تو آپ کو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ موت و حیات کا مالک تو وہ ہے آپ نہیں اس لئے جو کچھ اس قدر پر نے اپنے کلام لازوال میں اور اس کے حبیب کریم ﷺ نے اپنے بے شمار ارشادات علیہ میں ہڈن الہی واضح فرما دیا ہے کہ خدا کا مقدس نبی اپنے اختیار سے نہیں بلکہ قادر قیوم ذات کے زیر اختیار کچھ مدت کے لئے آسمان پر ملائکہ کے ماحول میں لے جایا گیا ہے اور حسب نفا الہی اپنے وقت پر دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے اس کے بعد پھر موت سے دوچار ہو کر روضہ رسولؐ میں استراحت فرما ہوں گے تو آپ کو یہ حقیقت تسلیم کر لینا چاہئے اگرچہ آپ کے فہم و اوراک میں نہ آئے اس لئے کہ وما اوتینم من العلم الا قليلا کمل عظیم و خیر ذات الہی اور کمل ذرہ خاک کا فہم و اوراک

ناظرین کرام یہ ہے حقیقت جو ازونے قرآن و حدیث اور مشاہدہ و تجربہ آپ کے سامنے پیش کر دی گئی لہذا آپ قادیانی کے ایسے دلائل سے قطعاً مرعوب یا متاثر نہ ہوں۔

قسم سوم میں سے ساتویں اور آٹھویں آیت

پوری آیت بلکہ پورا مضمون یوں ہے

ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین۔ ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین۔ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما۔ ثم انشانیہ خلقا اخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ ثم انکم بعد ذالک لمینون (المومنون ۱۲ تا ۱۵) آیات

جناب مرزا صاحب نے صرف آخری آیت نقل کی ہے۔ ثم انکم بعد ذالک لمینون جس سے انجناب کا مقصود بالکل مبہم رہ جاتا ہے مگر ان کو اس سے غرض نہیں انہوں نے تو صرف لفظ موت کو دیکھا ہے جو نہی لفظ موت کو دیکھا اندھا دند حضرت مسیح پر چسپاں کر کے لغز بلند کر دیا کہ لو بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت ہو گئی۔ تم کیوں نہیں مانتے خدا کا خوف کرو قرآنی فیصلہ کو تسلیم کرو۔ قرآن سے انحراف کوئی ایمانداری ہے قرآنی فیصلہ کے بعد متناقض اور قابل تاویل احادیث کے سہارے الجلو کا راستہ اختیار مت کرو۔ آخر تم نے خالق کے حضور پیش ہونا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

اس طرح جعلی عکس ڈال کر عوامی ذہنوں کو مرعوب کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ امت خاتم الانبیاء ﷺ کے بھولے بھالے افراد کو ایسے مکاروں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اس طرح سورۃ زممر کی آیت کریمہ

الم تر ان الله انزل من السماء ماء فسلكه ينابيع في الارض ثم يخرج به زرعا مختلفا الوانه ثم يهيج فتراه مصفرا ثم يجعله حطاما ان في ذلك لذكرى لاولى الالباب آیت ۲۱

اس سے بھی مرزا صاحب اپنے نظریہ پر استدلال کی ناکام کوشش کی ہے مگر اس کا جواب بھی آیت نمبر ۱ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے لہذا دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ان آیات کے متعلق صرف ایک قاعدہ واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ

حسب اصول مسلمہ

کیا کسی بھی مجدد و ملہم نے یا کسی بھی مفسر و محدث نے بلکہ اس سے اوپر آنحضور ﷺ یا کسی صحابیؓ نے حیات و نزول کے خلاف کبھی استدلال کیا ہے؟ اگر کہیں کوئی ایک جملہ بھی موجود و مذکور ہو تو پیش کیجئے۔ ورنہ من يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم کی وعید شدید سے اپنے آپ کو اور دیگر افراد ملت کو بچائیے۔ سلف کی گواہی پر اکتفا فرمائیے ان سے انحراف۔ انکار کا وبال مت اٹھائیے کہ یہ نہایت خطرناک اور تباہ کن مرحلہ ہے آپ بقول شما اسی مفہوم کو اختیار کیجئے جو کہ ہر زمانہ میں شائع ذائع رہا ہے اس سے انحراف و انکار کر کے الحلو کے راستہ پر نہ چلئے منصوص تشریح سے ہٹ کر من فسر القرآن براہ فہو لیس بمومن بل هو اخ الشيطان کا مورد نہ بنئے۔ کما قلت فی کتابک انما الحجة ص ۴

قسم سوم میں سے نویں آیت یہ ہے

وما ارسلنا من قبلك من الرسالين الا انهم لايكفون الطعام ويمشون

فی الاسواق (الفرقان)

قادیانی ترجمہ مع استدلال

یعنی ہم نے تجھ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب وہ تمام نبی نہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ بازاروں میں پھرتے ہیں اور ہم پہلے نبص قرآنی ثابت کر چکے ہیں کہ دنیوی حیات کے لوازم میں سے طعام کا کھانا ہے سو چونکہ وہ اب تمام نبی طعام نہیں کھاتے لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب فوت ہو چکے ہیں جن میں بوجہ کلمہ حصر مسیح بھی داخل ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۳ و ۶۱۴)

تجزیہ و تبصرہ

قادیانی نظریہ اور اس پر طریقہ استدلال سب کا سب و عقلانی معاملہ ہے جسے علم و معرفت اور اصول پسندی سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا۔ چنانچہ قادیانی استدلالات انہی حقائق کے منظر ہوتے ہیں۔ اب آپ مندرجہ بالا آیتوں کا بیجا و سبقت اور مفہوم پر غور فرمائیں تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ یہ آیت کفار کے اس نظریہ کے رد میں وارد ہوتی ہے کہ ان کا خیال تھا کہ

نبی اور رسول جنسی بشر سے نہیں ہونا چاہئے بلکہ کوئی اعلیٰ آسمانی مخلوق ہونی چاہئے چنانچہ ان کا قول نقل کیا گیا قالو ما لہذا الرسول یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق (الفرقان)۔

ترجمہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا پیتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ یعنی رسول تو ان ضروریات اور حالات سے بے نیاز اور منزہ ہونا چاہئے۔ تو اس کے جواب میں

فرمایا کہ <http://mujahid.xtgem.com>

تاریخ عالم گواہ ہے کہ ہمیشہ نبی اور رسول اسی شان کے آتے رہے وہ تمام دنیاوی عوارضات کے محتاج ہوتے تھے کھانے پینے اور بازاروں اور رستوں پر برائے ضرورت تبلیغ وغیرہ چلنے پھرنے والے تھے ان علاقے سے بے نیاز اور منزہ نہ تھے وہ نہ عین دھڑنہ تھے بلکہ وہ ذی حیات اور کھاتے پیتے تھے۔ یہ معنی نہیں جو مرزا صاحب نے کیا ہے کہ وہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔ دیکھئے ان کی بے ڈھنگی اور جھکی فصاحت۔ کا پیکر مگر حقیقت سے دور و مجبور۔ اس لئے کہ اس سے تو لازم آئے گا کہ ہر جسد اور جسم لازماً کھانے کا محتاج ہے حالانکہ یہ کلیہ بالکل غلط ہے کیونکہ فرشتے بھی اجسام نوریہ ہیں مگر وہ کھانے کے محتاج نہیں۔ قاموس میں لکھا ہے۔ الجسد محرکۃ جسم الانسان والجن والملائکہ معلوم ہوا کہ ہر جسم و جسد کے لئے طعام لازم نہیں ہاں یہ ٹھیک ہے کہ بے جان جسم کو کھانے کی ضرورت نہیں مگر جاندار جسم کے لئے کھانا ضروری نہیں ورنہ فرشتے بھی بوجہ جسم ہونے کے کھانے سے مستغنی نہ ہوتے۔ لو مرزا جی آپ کا سارا فلسفہ بے کار ہو گیا۔

۲۔ نیز یہ آپ کو کس نے بتا دیا کہ ہر جسم کو آپ جیسی غذائیت ہی درکار ہے۔ روٹی۔ گوشت۔ دودھ۔ گھی۔ دیگر مقویات وغیرہ۔ ان کے سوا کوئی جسم باقی نہیں رہ سکتا۔ صاحب بملور اس متغیر جہاں میں غذا کی صد ہا صورتیں ہیں تو اس غیر متغیر جہاں میں کیا کیفیت ہو گی۔ وہ تو ملائکہ کا ماحول ہے تو جیسے ان کی حیاة و بقا کے لئے غذائیت مہیا ہوتی ہو گی۔ وہی مسج کے لئے بھی ہو تو آپ کو کیا خلجان ہے۔

۳۔ احادیث نبویہ میں مذکور ہے۔ کہ آخر زمانہ میں مسلمانوں کے لئے ملوی خورد و نوش کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا تو ان کی غذا بھی فرشتوں والی ہو گی۔ یعنی تسبیح و تہلیل تو جب اس جہاں میں عام انسانوں کے لئے ایسا مرحلہ آ سکتا ہے تو مسج کے لئے اس غیر متغیر جہاں میں یہ بہ نسبت کیوں نہیں ہو سکتا آپ کیوں پریشان ہیں؟

۴۔ احادیث نبویہ میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ آپ نے ایک موقعہ پر جنت کا پھل کھڑنا چاہا مگر بوجہ نہ کھڑا لیکن فرما دیا کہ اگر وہ کھڑ لیتا تو تمہیں وہ قیامت تک کے لئے کفایت کر جاتا۔ تو جب جنت کے پھل اس دنیا میں ظہور پذیر ہو کر اپنی دائمی تاثیر ظاہر کر سکتے ہیں تو خود عالم بلا ہر پہنچے ہوئے مسیح کے لئے یہ انتظام نہیں ہو سکتا؟

۵۔ شہدا کے متعلق مذکور ہے کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق بھی پاتے ہیں تو جب شہدا کی یہ شان ہے تو ایک لولو العزم نبیؐ جو کہ شہید سے بدرجہا بلند مقام ہے اس کے لئے یہ روزی کا دائمی نظام نہیں قائم ہو سکتا؟

۶۔ اس کی علاوہ وہ کئی دلائل اور مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر آخر کار قلبانی ضد مان بھی لی جائے تو بھی مرزا صاحب نے بات واضح کر دی۔ کہ ان کی ملاقات کئی نبیوں سے ہوتی رہی مگر ان سب سے الگ مسیح کے ساتھ ان کا معاملہ جدا ہے وہ یہ کہ انہوں نے مرزا صاحب کے ساتھ مل کر ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھلیا اور ایک دفعہ مرزا صاحب نے لکھا کہ انہوں نے میرے ساتھ ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھلیا (تذکرہ ص ۳۲۷) تو صاحب آپ بات لمبی کیوں کرتے ہیں جب آپ حیات کے لئے کھانا لازمی قرار دیتے ہیں اور پھر آپ خود ہی اس کی شہادت بھی دے رہے ہیں کہ مسیح کھانا کھاتے ہیں بلکہ مجھے بھی کھلاتے ہیں تو اب آپ کی کونسی الجھن باقی رہ گئی؟ آپ کا فلسفہ کہ جسم زنی حیات کے لئے کھانا ضروری ہے اور مسیح کھانا کھاتے بلکہ مرزا کو بھی کھلاتے ہیں تو پھر یہ کھانے پینے والا مسیح مردہ کیسے ہو گیا خدا رکھ تو حیا چاہئے تمام شرائط و لوازم کا آپ اعتراف بھی کریں اور پھر بھی نتیجہ سے انکار کریں یہ کونسی عقل مندی اور شرافت ہے۔

۷۔ ا صاحب بہادر سابق عموم و اطلاق والا ضابطہ بھی ملحوظ خاطر رکھیں۔ کہ اول تو اس آیت میں مسیح کا کوئی تذکرہ صریح سے نہیں ہے نہ زندگی کا نہ موت کا۔

لہذا اس آیت سے ان کی موت پر استدلال کیسا؟ اگر کچھ تعلق ہو بھی تو آپ کی حیات اس عموم سے مستثنیٰ ہو گی۔ کیونکہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے بالخصوص جب کہ اس مخصوص کا اختصاص دیگر نصوص قطعاً سے اظہر من الشمس ہو چکا ہو۔

۸۔ نیز بتائیے آیت جو چودہ سو سال قبل نازل ہوئی تھی آج تک کسی بھی فرد نے آپ جیسا مفہوم لیا ہے؟ اگر نہیں لیا اور یقیناً نہیں لیا تو آپ واتباع غیر سبیل المؤمنین کی وعید سے بچتے۔ من شد شد فی النار لے خطرناک انجام سے ہوشیار ہو جائے۔ سلف کی مخالفت نیز مجددین سے انحراف و انکار کی بد انجامی سے چوکنے ہو جائے اس سے زیادہ کیا عرض کروں اللہ کریم ایسے دسوس سے اپنی بھولی بھالی مخلوق کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

قسم سوم میں سے دسویں آیت

والذین بدعون من دون اللہ لا یخلقون شیاء وہم یخلقون۔ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایاں یبعثون (النمل آیت ۲۰ و ۲۱)

ترجمہ و استدلال از قادیانی

یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کئے جاتے اور پکارے جاتے ہیں کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں مرچکے ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

دیکھو یہ آیتیں کس قدر صراحت سے مسیح اور ان سب انسانوں کی وفات پر دلالت کر رہی ہیں جن کو یہود اور نصاریٰ اور بعض فرقے رب کے اپنا معبود ٹھہراتے تھے اور ان سے دعائیں مانگتے تھے اگر اب بھی آپ لوگ مسیح بن مریم کی وفات کے قائل نہیں ہوتے تو سیدھے یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمیں قرآن

شریف کے ماننے میں کلام ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۳ و ۶۱۴)

جناب قادیانی اپنے مقصد کے اثبات کے لئے اتنے بدحواس ہو چکے ہیں کہ ترجمہ آیت تک صحیح نہیں ہو رہا۔ استدلال تو دور کی بات ہے تلمیحیے کہ من دون اللہ کا ترجمہ بغیر اللہ کس اصول کے مطابق ہے۔ اموات کا ترجمہ وہ مرچکے ہیں۔ بیضہ ماضی کرنا کونسی گرائمر کے مطابق ہے اس طرح غیر احیاء کا ترجمہ ”زندہ بھی تو نہیں ہیں“ یہ کس ضابطہ لغت کے مطابق ہے۔

نیز استدلال کے ضمن میں یہ بات کہ یہ آیت بصرحت ان سب انسانوں مع مسیح کی وفات پر دلالت کر رہی ہے جن کو یہود و نصاریٰ اور بعض عرب اپنا معبود بناتے تھے۔ یہ تخصیص کہاں سے لی گئی ہے قرآن سے۔ حدیث سے یا محض اپنی تک بندی سے

پھر مندرجہ بالا من گھڑت ترجمہ اور استدلال کے بعد جعلی عکس ڈالنا کہ اگر تم وفات مسیح تسلیم نہیں کرتے تو سیدھے قرآن ہی کا انکار کر دو۔ یہ کونسی دیانت اور شرافت ہے۔

جناب قادیانی صاحب

۱۔ ذرا دل و دماغ کے درتچے کھول کر سماعت فرمائیے کہ جب بقول شمار قرآن کا صحیح مفہوم ہر زمانہ موجود رہا ہے تو آیا تمہارا یہ مفہوم بھی ہر زمانہ میں نہ سہی کسی ایک ہی دور میں (سوائے تمہارے) کبھی لیا گیا ہے؟

۲۔ کسی حدیث یا تفسیر صحابی یا کسی بھی مجدد و ملہم یا مفسر نے یہ مفہوم احتمال طور پر بھی اخذ فرمایا ہے۔

۳۔ کیا اموات جو میت کی جمع ہے اسکا ترجمہ ماضی کرنا اصول لغت و محاورہ صحیح ہے؟

۴۔ الذہن، یٰٰ یعن سے مراد صرف مسیح اور نہ سب سے انسان ہی مراد لیتا آپ نے

یہ کہل سے اخذ کیا ہے کیا اس میں عزیر اور دیگر زمانہ ماضی کے دو۔ سولع۔
 یغوث یعوق نسرین لوات مناة۔ جل ہبل وغیرہ بت اور تھان شامل نہیں؟ کیا ان
 معبودان باطل میں ملا کہ ٹمس و قمر جنات اور تمہارے پڑوس والے بتیں کوڑ
 ہندوؤں کے معبود شامل نہیں؟ اگر شامل نہیں تو اس کی دلیل و برہان؟

۵۔ نیز مسیح کے بعد جو متعدد انسانی حلقوں میں مشرک کئی انسانوں کی پوجا کرتے
 ہیں اور ابھی کئی ایسے جعلی معبود (ملنگ پیر وغیرہ) آئندہ بھی ہوں گے۔ وہ الذین
 یدعون من دون اللہ میں شامل نہیں؟

۶۔ کیا مسیح کے علاوہ دوسرے معبودان باطل پھر زمانہ حال کے کئی جوگی۔ ملنگ
 وغیرہ جو ابھی بٹے کئے زندہ سلامت ہیں لوگ ان سے حاجت طلب کرتے ہیں ان
 کو سجدے اور انکی نذر و نیاز کا وعدا ہو رہا ہے۔ یہ اموات میں ابھی شامل نہیں
 ۷۔ اگر ٹمس و قمر ملا کہ و جنات الذین یدعون من دون اللہ میں شامل ہیں تو
 کیلیہ تمام بھی مرچکے ہیں کیا یہ زندہ اور بقید حیات نہیں؟

۸۔ قرآن مجید میں خاتم الانبیاء ﷺ کو حین حیات فرمایا گیا۔ انک میت وانہم
 میتون تو کیا خیال ہے نزول آیت کے وقت بقید حیات تھے یا رحلت فرما چکے تھے
 آیا انہم میتون کے تحت تمام مشرکین مل کر غیر احیا تھے اور مرچکے تھے زندہ نہیں
 تھے۔

۹۔ آپ کے اڑوس پڑوس میں ہندو لوگ۔ گنکا کو سانپ کو درختوں کو۔ گائے
 وغیرہ نیز تمام انواع مخلوق کو قتل پرستش جان کر پوجا کر رہے ہیں تو کیا یہ چیزیں
 الذین یدعون من دون اللہ میں شامل نہیں؟ وجہ استثناء بیان فرمائیے پھر بتائیے یہ
 سب مرچکے ہیں؟

۱۰۔ جناب مرزا صاحب عالم شعور و مشہود میں آنکھیں کھول کر مندرج بالا امور
 کا جواب باصواب مرحمت فرمائیے ورنہ آپ ہر قسم کے مواخذہ اور الجھن میں ایسے

پھنس گئے کہ ابدالاباد تک چھٹکارا ناممکن ہے۔

۱۱۔ نیز آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے اتنے بے سدھ ہو کر کیوں پڑے ہیں۔ انہوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے آپ جو یہ لکھتے ہیں کہ ہزاروں میل مسیح ہو سکتے ہیں تو آپ ان کو از روئے قرآن و حدیث زندہ تسلیم کر کے بھی میل کا دعویٰ داغ دیں مشیلٹ کے لئے اصیل کا مرنا کوئی ضروری ہے کیا کسی کال کے عین جیات اس کے ہم رنگ یا ہم طبع نہیں بن سکتا؟

۱۲۔ قدیانی صاحب۔ آپ ہر تنکے کا سارا تلاش کرتے پھرتے ہیں فرمائیے کہ کیا دینی نظریات ایسے عمومی احتمالات سے ثابت ہو جاتے ہیں صاحب بہادر اثبات عقیدہ کے لئے دلائل قطعیہ درکار ہوتے ہیں جب وفات مسیح پر آپ کے بقول کئی نصوص قطعیہ موجود ہیں اجماع صحابہؓ بھی ہے اور بے شمار اکابرین امت کی تائیدات ہیں۔ گلاب شاہ مانگ کی پیسگوئی موجود ہے۔ قبر مسیح کا پوائنٹ بھی موجود ہے۔ تو پھر آپ ایسے اطلاقات اور عموماً کا سارا کیوں تلاش کرتے پھرتے ہیں جن کو آج تک کسی بھی فرد امت نے اس مسئلہ میں ملحوظ نہیں رکھا کیا آپ اپنے ان اکابرین میں سے جن کو آپ وفات مسیح کا قائل قرار دیتے ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی اس آیت یا دیگر آیات سے اس موقف پر استدلال فرمایا ہے جب ایسا نہیں تو آپ من فسر القرآن براتہ فہو لیس بمومن بل ہو اخ الشیطان کے تحت کیوں ابلیس رجیم سے یارانہ گانٹھ رہے ہیں۔

صاحب بہادر ایسی صورت میں آپ کیوں یاتبغ غیر سبیل المومنین کے تحت فصلہ جہنم اپنا رہے ہیں آخر یہ آیات نزول قرآن کے وقت سے لے کر آپ کے دعویٰ مسیحیت کے روز تک اسی قرآن مجید میں مذکور تھیں۔ ان کا یہ مفہوم کسی بھی لمحہ نہیں لیا گیا تو آپ کو سلف سے انحراف و انکار کی کیا مصیبت پیش آگئی کیا اچھا ہوتا کہ آپ بھی سلف صالحین کے راستہ پر قائم رہتے

اور مغضوب علیہم اور ضالین میں شامل نہ ہوتے۔

قسم سوم میں سے گیارھویں آیت

ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبیین
(الاحزاب)

ترجمہ و استدلال از قلوبانی

یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے
اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔

استدلال - یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی
رسول دنیا میں نہیں آئے گا پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح
ابن مریم رسول اللہ دنیا میں آ نہیں سکتا۔ کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور
رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل
حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے
اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ
امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا اور یہ خیال کہ پھر وہ موت کے بعد زندہ
ہو گیا۔ مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہو گیا تاہم اس
کی رسالت جو اس کے لئے لازم غیر مسفک ہے اس کے دنیا میں آنے سے روکتی
ہے ماسواء اس کے ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسیح کا مرنے کے بعد زندہ ہونا اس قسم
کا نہیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے بلکہ شہد کی زندگی کے موافق ہے جس میں مراتب
قرب و کمال حاصل ہوتے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۳ و ۶۱۵)

تبصرہ و تجزیہ

ناظرین کرام توہل باطل اور غلط بیانی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے مگر ہمارے

مرزا صاحب تو نہایت بے باکی اور جرات سے ہر ایک حد کو پھاندنے میں ذرا بھی جھجک یا ندامت محسوس نہیں کرتے اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ جس آیت کریمہ کو نصوص صریح کے طور پر سید الرسل ﷺ تمام صحابہ کرام اور جمیع آئمہ امت مل کر اور ہر فرد ملت آپ کی ختم نبوت کے لئے حجت قاطعہ تسلیم کرتے چلے آئے ہیں اسی کو یہ طبقہ ضلہ کبھی اجرائے نبوت کی دلیل بناتا ہے اور کبھی نزول مسیح کے لئی رکاوٹ قرار دیتا ہے حالانکہ اصل حقیقت بالکل واضح اور طے شدہ ہے کہ یہ دونوں عقیدے (آپ کا آخر نبی ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جسمانی) آنحضور ﷺ سے لے کر آج تک ہزارہا تصریحات اور شہادت کی روشنی میں الگ الگ مشہور و معروف اور زبان زد چلے آ رہے ہیں آج تک ان دونوں میں کسی نے بھی تضاد و تناقض کا وہم تک نہیں کیا کیونکہ خاتم النبیین کا مفہوم حسب تصریحات قرآن و حدیث یہ ہے کہ عمدہ رسالت و نبوت کے آخری تاجدار محمد رسول اللہ ﷺ ہیں آپ کے بعد کسی بھی فرد انسانی کو اس اعزاز سے نوازنا جائے گا۔ کوئی بھی فرد دنیا میں آکر انی رسول اللہ البکم کا دعویٰ اعلان نہ کرے گا جیسا کہ خدائی تعلیمات کی حامل کتب و صحائف کا آخری مجموعہ قرآن مجید سب کے آخر میں آچکا ہے اسکے بعد کوئی کتاب کوئی صحیفہ ہرگز نہ آئے گا کیونکہ قرآن مجید اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے بعینہ اسی طرح انبیاء و رسل کا آخری فرد بھی دنیا میں تشریف لا چکا ہے چنانچہ ان دونوں ذرائع ہدایت کا وعدہ تھا۔ کوائف و ہدایات اور ہادیان مل و ام (رسل و انبیاء) البقرہ ۳۸ والاعراف (۳۵) چونکہ یہ دونوں سلسلے لازم و ملزوم اور بیک وقت اور اکٹھے ہی شروع کئے گئے تھے لہذا دونوں کا اختتام بھی اکٹھا ہی ہونا چاہئے تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بلا استثنا کتب و صحائف کے متعلق اعلان کر دیا۔ و تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا اور الیوم اکملت لکم دینکم اور ^{معلیم} اور ہادیوں کے اختتام کے بارہ میں فرمایا

ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين
(الاحزاب ۴۰)

تو جیسے قرآن مجید خاتم الکتب ہے اور اس کے قوانین و مسائل خاتم الشرائع
ہیں کہ ان کے بعد کوئی عقیدہ کوئی حکم یا ضابطہ نازل نہیں ہو سکتا اسی طرح محمد
رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی کوئی رسول یا نبی بحیثیت سابقہ یعنی بحیثیت نبی اور
رسول نہیں آ سکتا اسی بنا پر خود خاتم الانبیاء ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ

ان الرساله والنبوة قد انقطعت فلا رسو بعدی ولا نبی (الترمذی - ج ۲)
نیز خود مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی ختم نبوت کا نفس الامری اور حقیقی مفہوم تسلیم
کر کے اس کے اختتام کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ اس نے خود لکھا ہے کہ
ان الله افتح وحیه من آدم و خنم علی نبی کان منکم (آئینہ کمالات ص
۴۲۰)

اسی طرح لکھا ہے کہ

ما كان الله ان يرسل نبيا بعد رسولنا خاتم النبيين وما كان الله ان
يحدث سلسله النبوة بعد انقطاعها (آئینہ کمالات ص ۳۷۷)

اسی طرح بے شمار تصریحی بیانات میں مرزا قادیانی نے اس حقیقت کو نہایت
شرح صدر سے تسلیم کیا ہے لہذا اب آمد مسیح اس کے معارض کیسے ہو سکتی ہے؟
کیونکہ مسیح دوبارہ آ کر اپنی نبوت کا اعلان نہیں فرمائیں گے بلکہ مطلقاً اہتداع
شریعت محمدی اور اس کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہوں گے نہ کوئی دعویٰ ہو
گا اور نہ کوئی اعلان۔ بخلاف مرزا قادیانی کہ اس نے آکر سب کچھ کیا ہے دعویٰ
بھی کیا اعلان بھی کئے نیز پہلے اقرار بھی کئے اور پھر انکار بھی کر دیا۔ لہذا اس کے
دعویٰ تو ختم نبوت کے منافی ہیں مگر آمد مسیح حقیقی اس کے منافی نہیں پھر یہ چونکہ
آیت ختم نبوت کے لئے صریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہ آئے گا۔ یعنی

کوئی فرد ایسا نہ آئے گا کہ جو پیدا ہو کر پھر عمدہ نبوت پائے۔ یہ ناممکن ہے بخلاف حضرت عیسیٰؑ کے وہ اپنا عمدہ رسالت پورا کر چکے ہیں اب تو صرف میثاق الہی لتؤمن بہ و لتصرنہ کی ایفاء کے لئے آئیں گے۔

لہذا اب یہ دونوں عقیدے اسلام کے روز اول سے الگ الگ اور غیر متضاد تسلیم کئے جاتے رہے ہیں کسی نے بھی اس میں تضاد و تاقض نہ سمجھا تو طریق شرافت یہی ہے کہ ہم بھی انہی سلف صالحین آئمہ ہدی مجددین و مہمبین اور مفسرین و محدثین کی پیروی میں ان دونوں نظریات کو الگ الگ اسی سطح پر تسلیم کر لیں کیونکہ خلف کے لئے سلف کی شہادت ماننا لازم ہے ورنہ ویتبع غیر سبیل المومنین کا بھیانک خطرہ سامنے کھڑا ہو گا۔ پھر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ نبی کی ماہیت اور حقیقت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ تمام دین و شریعت بواسطہ جبرائیل اخذ کرے اور جبرائیل امین کی آمد بعد از خاتم الانبیاء ممتنع ہے تو پھر آمد نبی کیسے ممکن ہو سکتی ہے ہم عرض کریں گے کہ یہ ضابطہ مسلم ہے مگر یہ اشکال نزول مسیح کے متعلق تو ہرگز پیش نہیں آسکتا کیونکہ ان کو اللہ کریم نے پہلے ہی کتاب و حکمت کی تعلیم دے دی ہے جیسے کہ حضرت آدم کو خلافت ارضی پر عملاً "متمکن کرنے سے قبل ہی و علم آدم الاسماء کلہا کی تعلیم دیدی تھی۔ لہذا آمد ثانی پر حضرت مسیح کو تو نئے طور پر اخذ احکام اسلامیہ کی ضرورت لاحق نہ ہو گی۔ نہ بہ طریق وحی جبرائیل اور نہ ہی بطور اخذ من الہ الارض۔

ہاں تمہارا اپنا معاملہ ضرور خراب ہو جائے گا کیونکہ تم نے اس واضح اقرار (انتشاء نزول جبرائیل) کے بعد پھر اپنے اوپر نزول وحی کا اعلان و اظہار کرنا شروع کر دیا تھا اور اپنی وحی کو مثل قرآن کے قطعی قرار دیا تھا نیز دعوی نبوت و رسالت میں نہایت مبالغہ اختیار کر کے اپنے لئے قانون کو توڑنے لگے۔ لہذا اگر بفرض تسلیم نزول مسیح خاتم الانبیاء ﷺ کے خلاف ہے تو تمہاری نبوت اس سے کہیں بڑھ کر

محل اور ممتنع ہوگی۔ اور تمہارا ظل و بروز کا چکر بھی محض وجل فریب ہے کیونکہ ایسا نظریہ اسلام میں قطعاً نہیں ہے۔ نیز اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی ظل اور صاحب ظل کی حیثیت الگ الگ ہوتی ہے جیسا کہ تم نے خود لکھا ہے کہ مسیح کی روحانیت دو تین مرتبہ اپنے مثل کے ظہور کے لئے مضطرب ہوئی جس کے نتیجہ میں پہلی دفعہ اس کا مصداق آنحضرت ﷺ تھے دوسری مرتبہ میں تھا اور تیسری دفعہ ایک قبر تجلی کا ظہور ہو گا اور صف عالم لپیٹ دی جائیں گی۔ (آئینہ کمالات ص ۳۴۲ تا ۳۴۱) تو جیسے حضرت مسیح اور آنحضرت ﷺ باوجود ان کے مثل ہونے کے الگ شخصیت ہیں اسی طرح آپ بھی باوجود مثل مسیح ہونے کے الگ حیثیت و شخصیت کے حامل ہوں گے۔ کیونکہ کسی سابق کے قدم پر آنا یہ اس کا مثل بن کر آنا اسکے ساتھ علاقہ عیسیٰ نہیں ہو جاتا بلکہ صرف صفات میں اتحاد اور یکساںگی ہو سکتی ہے۔ لہذا اگر خاتم الانبیاء ہونے کی خلاف ورزی بصورت نزول مسیح لازم آتی ہے تو تیرے آنے اور دعویٰ مسیحیت و نبوت کرنے سے اس کی خلاف ورزی کہیں بڑھ کر ہوتی ہے۔ لہذا آپ مسیح کے بجائے اپنی فکر زیادہ کریں۔

نیز آج تک کسی بھی مجدد و معلم مفسر و محدث نے اس آیت کریمہ کو نزول مسیح کے خلاف قرار نہیں دیا لہذا یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ نظریات ایسے استزانات اور اقتضات سے ثابت نہیں ہوتے بلکہ ان کے اثبات کے لئے مستقل نصوص صریحہ قطعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اگر مسیح کو موت کے بعد زندہ ہونا تسلیم کیا جائے تو یہ بات محض روحانی ہے جس میں اسلامی نظریہ کی حقیقت فوت ہو جاتی ہی تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ہم ایسا نظریہ نہیں رکھتے بلکہ ہمارے ہاں وہ زندہ ہی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ لہذا آپ ایسی مزید ویسے کاریوں سے پرہیز فرمائیں۔ آپ خواہ مخواہ ایک نظریہ ہمارے ذمہ لگا کر اس پر اپنی من گھڑت استواری نہ شروع کر دیں۔ آپ کا مرادنی ہوگی۔

قسم سوم میں سے بارہویں آیت

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون النحل ۳۳۔

ترجمہ یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔

وجہ استدلال۔ سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتب یعنی یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا کسی نبی گزشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو تو وہی آتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس امر متنازعہ فیہ کا مشکل ایک مقدمہ حضرت مسیح بن مریمؑ آپ ہی فیصلہ کر چکے ہیں اور ان کے فیصلہ کا ہمارے فیصلہ کے ساتھ اتفاق ہے دیکھو کتب سلاطین و کتب ملاکی نبی اور انجیل متی جو ایلیا کا دوبارہ آنا آسمان سے اترنا کس طور سے حضرت مسیح نے بیان فرما دیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۱۶ و ۶۱۷)

تبصرہ و تجزیہ

مرزا کلویانی نے اس آیت کو خدا جانے کس طرح اور کس حوالہ سے وقت مسیح کی دلیل بنایا ہے کیونکہ نہ اس کا سیاق و سباق اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے اور نہ ہی اس میں وقت مسیح یا کسی نبی بلکہ مطلقاً موت و حیات کا تذکرہ ہے حتیٰ کہ کسی بھی امام تفسیر یا لغت نے اس سے کسی کی بھی موت و حیات پر استدلال نہیں کیا غرضیکہ ہر طرح سے یہ آیت مسئلہ زیر بحث سے بے تعلق ہے مرزا صاحب کا معاملہ تو وہی ضرب المثل ہے کہ ”سلون کے اندھے کو ہر سو ہریالی ہی سو جھتی ہے“ یہی معاملہ مرزا کلویانی کا ہے کہ اس پر ایک ہی دھن سوار ہے کہ کسی نہ کسی طرح حضرت مسیحؑ فوت ہو جائیں تاکہ میں اپنا الو سیدھا کر سکوں۔ مگر بسا آرزو کہ خاک شد۔

۱۔ اس آیت کا سیاق یوں ہے کہ اس سے قبل بعثت انبیاء اور ان کے مرکزی پیغام یعنی توحید کا ذکر ہے۔ آیت (۳۶) اس کے بعد انبیاء اور امتہ کی آویزش۔ مخالفت اور انبیاء کرام کے صبر و استقامت اور الہ العزیز کا ذکر ہے اور اس کے نتیجے

میں اہل ایمان کے حسن انجام اور منکرین کی بد انجامی کا ذکر ہے۔ اس کے بعد آیت مذکورہ میں اس حقیقت کو واضح کیا جا رہا ہے۔ کہ حق و باطل کی تحریک اور اس کے متعلقات اور انجام شروع سے اسی طرح چلا آ رہا ہے اگر تمہیں ان تاریخی حقائق کی خبر نہ ہو تو اہل کتاب (یسود و نصاری) جن کو ان حالات و واقعات کا نہایت گہرا تجربہ ہے ان سے دریافت کر لو۔ یہ ہے آیات کا سیاق و سباق۔ فرمائیے اس میں زیر بحث مسئلہ کا کہاں ذکر ہے۔

۲۔ بقول مرزا کسی آیت کا سر پیر کٹ کر اپنی طرف سے کوئی مفہوم پیش کرنا سراسر الحاد و ضلالت ہے ایسا انسان بقول ان کے کتوں اور سوروں سے بھی بدتر ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۱۹۵ خزائن ص ۳۰۳ و ۳۰۴ ج ۲۳)

۳۔ مجددین مسلمین کے مفہوم سے انکار و انحراف کرنا اور سلف صالحین سے ہٹ کر کوئی جدید مفہوم بیان کرنا تو کھلم کھلا فسق اور کفر ہے۔ خدا جانے مرزا صاحب اتنی بیباکی اور جرات کا مظاہرہ کیوں کرتے ہیں حالانکہ خود لکھا کہ اگر ہم بے باک اور کذاب ہو جائیں اور خدا اور رسول کے سامنے افتراؤں سے نہ ڈریں تو ہزار درجہ ہم سے کتے اور سور اچھے ہیں۔ (نشان آسمانی ص ۲)

لو صاحب یہ ہے نتیجہ ایسی حرکت بد کل۔ اور وہ بھی باقرار کلوینی ازاں بعد یہ بھی سماعت فرمائیے کہ

مرزا صاحب اس آیت کے تحت ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ ہم اپنے متنازعہ امور میں اہل کتاب (یسود و نصاری) کی طرف رجوع کریں تاکہ اصل حقیقت واضح ہو جائے۔

سبحان اللہ ثم سبحان اللہ۔ مرزا صاحب اس صورت میں تو آپ کا معاملہ سنگین ہو جائے گا کیونکہ وقد قال النبی لا تسئلوا اهل الکتاب فانہم لن ینہدوکم وقد ضلوا۔
۱۔ یہ مسئلہ ہمارے ہاں متنازعہ فیہ ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہ رفع و نزول کا مسئلہ تو ہمارے ہاں ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ متعدد قرآنی آیات۔ ایک سو کے قریب ارشادات پیغمبر اور ہزار ہا تصریحات آئمہ امت مسلسل اور متواتر ابتداء سے آج

تک چلی آ رہی ہے تو پھر یہ مسئلہ تنازعہ کیسے ہو گا؟ بالفرض اگر یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے تو پھر کوئی مسئلہ بھی طے شدہ نہ ملے گا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود اس مسئلہ کے متعلق نہایت

۲۔ وضاحت سے اعتراف کر لیا۔ کہ یہ مسئلہ اہل اسلام کی مع دیگر شمولات کے ہزارہا کتب میں مذکور ہے نیز لکھا۔ کہ شروع سے آج تک تمام مسلم افرو اس کو بطور عقیدہ کے اپنائے ہوئے ہیں یہ ہیستگونی نہایت نمایاں اور اتفاقی ہے۔ دیکھیے شہادۃ القرآن ص ۳ و ۹ و ازالہ ص ۵۵۷ وغیرہ۔ لہذا یہ مسئلہ تنازعہ ہی نہیں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرنے کی کیا حاجت ہے؟

۳۔ بصورت دیگر اگر ہم اہل کتاب کی طرف رجوع کرنے لگیں تو وہاں سے بھی بعینہ یہی حقیقت حاصل ہوگی جیسا کہ تم نے خود لکھا ہے۔ کہ اس اجماعی عقیدہ (رفع و نزول مسیح) کی انجیل مصدق ہے چنانچہ بندہ نے مقدمہ کتاب میں انجیل سے کھل وضاحت نقل کر دی ہے یعنی انجیل سے مسیح کی زبانی تفصیلی طور پر بیان ہے کہ واقعہ "حضرت مسیح صلیب سے محفوظ رہتے ہوئے زندہ ہی آسمان پر اٹھائے گئے اور آخر زمانہ میں پھر وہی تشریف لادینگے بلکہ مسیح نے یہ بھی وضاحت فرمادی کہ خبردار! بہت سے جموٹے مسیح میرے نام سے آویگئے ان کے قریب بھی نہ پھلکنا انجیل متی دیکھئے متی باب ۲۴ نیز مرقس اور لوقا وغیرہ۔

فرمائیے دریں صورت بھی تمہیں کچھ حاصل نہ ہوا بلکہ آپ نے وضاحت کر دی کہ میں خود ہی آؤں گا کوئی مثیل وغیرہ نہیں آئے گا اسی طرح خود صادق و امین علیہ السلام نے نہایت تفصیل سے آپ کے تمام حالات و کوائف بیان فرما کر ہر قسم کے تجوز اور استعارے کی جڑ کٹ دی۔ لہذا جناب قلابانی کو کسی بھی طرف سے رتی بھرتائید یا تصدیق میسر نہیں ہو سکتی۔

۴۔ اگر ہم اپنے مسائل میں اہل کتاب کے ہی پلے پڑ جائیں تو معاملہ دگرگوں ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کی بائبل تو محرف ہے اس سے کوئی مسئلہ اصل صورت میں کیسے فراہم ہو سکتا ہے۔ اوہر قرآن پاک تو خود ان کے لئے فیصلہ کرنے کے لئے نازل ہوا ہے چنانچہ فرمایا کہ یہ قرآن پاک تمہارے اکثر مختلف فیہ مسائل کو

حل کرتا ہے۔ جب معاملہ یہ ہے تو مرزا صاحب ہمیں پھر ان کے پاس کیوں بھیج رہے ہیں؟ باقی رہا آیت مذکورہ۔ تو یہ ایک عام اور جزوی سامئلہ تھا جو ہمارے ہاں بھی نہایت واضح تھا یہ مشرکین مکہ کو محض تصدیق مزید کے لئے کہا جا رہا ہے کہ حق و باطل کے انجام و نتیجہ کے متعلق اگر ہمارے بیان پر اعتماد نہیں تو اصحاب بائبل سے تصدیق کراؤ وہ بھی اس حقیقت سے انکار نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ یہ تفصیل ان کی بائبل میں قدم قدم پر مذکور ہے۔

نہایت افسوس ہے۔ کہ یہود تو فیصلہ کرانے کے لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری دیں اور یہ صاحب الٹا ہمیں ان کے پاس بھیج رہے ہیں افسوس صد افسوس۔ یہ ہیں مجددین۔ کیا خوب تجدید فرما رہے ہیں۔

۵۔ اہل ذکر سے مراد تو علمائے اسلام نے علمائے مجتہدین بھی مراد لئے ہیں کہ عوام الناس اپنے پیش آمدہ مسائل میں اہل اجتہاد و علم کی طرف رجوع کریں۔ مگر قلدیانی ہمیں ہر حالت میں یہود و نصاریٰ کے پاس بھیج رہے ہیں۔

۶۔ مرزا صاحب اگر ہم تمہارے کہنے کے مطابق پوپ پادریوں سے مسائل پوچھنے جانے لگیں تو وہ ہمیں اپنے من گھڑت عقائد کی ہی تعلیم دیں گے۔ وہ ہمیں توحید کی بجائے تثلیث کا وعظ سنائیں گے۔ مسیح کی نبوت و بشریت کی بجائے ہمیں مسیح کی الوہیت اور اسیست کا لیکچر دیں گے۔ وہ ہمیں مالک یوم الدین کی بجائے مسیح کو روز حشر کا مالک بتائیں گے۔ وہ ہمیں خاتم الانبیاء ﷺ کی جگہ مسیح کی منجی ہونے کا وعظ و تلقین کریں گے وہ قرآنی دعویٰ تحریف بائبل کی بجائے ہمیں الٹا قرآن میں گڑ بڑ کی نشاندہی کریں گے۔ وہ ولقد کرمنا بی آدم کی بجائے ہر انسان کے پیدا ہونے کا فلسفہ سنائیں گے۔ فرمائیے ان کے پاس جانے کا کیا فائدہ ہوا؟

۷۔ مرزا صاحب آپ نے بھی ساری زندگی عیسائیوں کے ساتھ گزاری مناظرے مباحثے کئے مگر تم نے اس آیت کے مطابق کسی تنازعہ معاملہ میں ان کا کوئی فیصلہ قبول نہیں کیا۔ حتیٰ کہ ان سے اپنی مسیحیت بھی تسلیم نہیں کرائی لہذا آپ ہمیں کیوں ان کے پاس بھیج رہے ہیں جب کہ ان کے پاس آپ کے لئے

بھی کچھ نہیں ہے نہ ہی وہ مسج کی جگہ کسی دوسرے کی آمد کے قائل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی وہ تمہاری تائید کر سکتے ہیں۔ آپ خود ان سے اپنے مسائل میں کیوں تقضیہ نہیں کراتے حتیٰ کہ اس ایلیا کے مسئلہ میں ہی ان سے فیصلہ کرالو۔ اگر وہ آپ کی تائید کر لیں تو ہم بھی شائد اس پر غور کریں۔

۸۔ مرزا صاحب آپ مراق و ہیستریا کے جوش میں آکر محض ہوائی اور خیالی باتیں نہ کیا کریں کبھی حقیقت کا اظہار بھی کر لیا کریں جبرائیل سے رابطہ تو بقول شام بھی ناممکن ہے کم از کم اپنے پیچی۔ مٹھن لال۔ درشنی وغیرہ بے شمار مسخرے قسم کے ہر کاہوں کی ہر بات نہ مان لیا کریں کم از کم خود بھی کچھ سوچ لیا کریں۔ تو شائد کچھ نہ کچھ آپ حقیقت کے قریب رہیں۔

۹۔ بوقت بشارت نبی علیہ السلام حضرت زکریا کو آپ کے متعلق کافی خصوصیات بتلائی گئیں مگر یہ مشیت والی بات جو نہایت اہم تھی یہ نہیں بتلائی۔ کہ دیکھو یہ فرزند ایلیا کا بھی مثل بن کر آئے گا۔ بلکہ وہاں تو التائیس کا رد فرمایا ہے کہ لم نجعل له من قبل سمیا کہ ہم نے آپ کا سہمی یا ہم نام پیدا ہی نہیں کیا گویا۔ نبی کا ہم نام پہلے ہوا ہی کوئی نہیں تو ایلیا کیسے یوحنا بن گئے کیوں کہ آپ کی حیثیت بالکل منفرد ہے نہ آپ جیسا کوئی اور نہ ہی آپ کسی جیسے۔ تو پھر آپ مثل ایلیا کیسے بن گئے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے کہ هل تعلم له سمیا۔ کہ تم خدا کا ہم مثل کس کو دیکھتے ہو؟ تو جیسے خدا کا سہمی یعنی ہم صفات کوئی نہیں اسی طرح آپ کی خصوصیت بھی یہ بتائی گئی کہ ولم نجعل له من قبل سمیا۔ کہ آپ کے پہلے آپ کا ہم صفت کوئی ہوا ہی نہیں۔ نہ ایلیا نہ کوئی اور۔ تو پھر آپ کیسے ایلیا کے ہم مثل اور قائم مقام بن گئے لہذا اس آیت کے تحت قدیانی یوحنا کو مثل ایلیا کی مثل کی بنا پر اپنے آپ کو مثل مسیح بننے کا سارا فلسفہ محض سفہ ہی ہو گا۔

۱۰۔ بالفرض اگر حلیم بھی کر لیں کہ واقعی یوحنا ایلیا کے قائم مقام ہو کر آگئے تھے لہذا مجھے بھی مسج کا قائم مقام مانو۔ تو بھی یہ محض جہالت ہو گی۔ کیونکہ یہ ایک واقعہ تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی بعض حکمتوں کی بنا پر ایسا کر دیا ہو مگر

یہ مثل آئندہ کے لئے دائمی ملے موجبہ کیسے بن گئی۔ کہ جو بھی آئندہ کی پیسگوئی ہو اس میں حقیقت ہرگز نہ ہو گی بلکہ ہمیشہ ہم آہنگی اور مماثلت ہی چلا کرے گی۔ اگر یہ ضابطہ مان لیں تو معاملہ نہایت خراب ہو جائے گا دیکھیے کتب سابقہ میں ہمارے سید کائنات ﷺ کے متعلق بے شمار پیسگوئیاں ہیں جو کہ سو فیصد حقیقی طور پر پوری ہوئیں اگر وہیں بھی کوئی کاریابی جیسا ہٹ و حرم مخالف اٹھ کر کہہ دیتا کہ جی صاحب پیسگوئی تو واقعی موجود ہے مگر ایسی پیسگوئیاں ہمیشہ استعارہ کے رنگ میں پوری ہوتی ہیں اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ اور اسم احمد سے مراد بعینہ وہ آمنہ کالال اور فرزند ابراہیم نہیں بلکہ اس سے مراد فلاں ہے اور فلاں ہے۔ تو فرمائیے یہ فلسفہ بھی آپ کو قبول ہو گا؟

ایسے ہی سابقہ کتب میں خانہ کعبہ کے متعلق قرآن مجید کے متعلق امت مسلمہ کے متعلق بے شمار پیسگوئیاں ہیں تو کیا آپ ان سب امور میں استعارہ اور تجویز کا رنگ لئے پھرو گے۔ جناب من پھر تو سارا معاملہ ہی خراب ہو جائے گا خدا تعالیٰ کی کسی بھی بات کا اعتقاد نہ رہے گا ہر حقیقت تمس نس ہو کر رہ جائے گی کلویانو ذرا انکھیں کھول کر اپنے گرو کے ٹیلی فلسفے کے نتیجہ کا ادراک کرو۔ تو کیا پھر کوئی حقیقت باقی رہ جائے گی؟

اسی طرح نزول مسیح کا نظریہ بھی کسی قسم کے استعارہ یا تجویز کا شکار نہیں ہو سکتا ورنہ پھر اتنی تصریحات محض الہی طفل تسلیاں ہی ہوں گی۔ کسی حقیقت کا منظر نہ ہوں گی۔ فرمائیے یہ تمہارے فلسفے کون احمق قبول کر سکے گا؟

۱۱۔ اس آیت کے پس منظر میں تفسیر مہائگی میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کہہ رسول کا نوع بشر سے ہونا تسلیم نہ کرتے تھے۔ تو ان کو سمجھانے کے لئے منجملہ دیگر دلائل کے یہ بھی فرمایا۔ کہ تم علمائے یہود و نصاریٰ پر بڑا اعتقاد کرتے ہو چلو ان سے ہی دریافت کر لو کہ آیا پہلے رسول اور نبی انسانوں میں سے آتے رہے یا کسی اور مخلوق سے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ تاریخ رسالت و نبوت سے خوب متعارف تھے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ یہی بتلائیں گے کہ واقعی نبی و رسول نوع بشر سے ہی آتے رہے ہیں۔ کہ کسی اور نوع مخلوق سے۔ یہ بات چونکہ عام تھی اس لئے منکرین

رسالت کو بر سبیل تنزل یہ فرمائش کی گئی ورنہ اس پر کسی نظریہ کا مطلق - تحقق اور ثبوت مبنی نہیں ہے۔ فتکفرو ولا تکن من الہالکین۔
قسم سوم میں سے تیرھویں دلیل

یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة

مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

ترجمہ از کلویانی۔ یعنی اے نفس تجی آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میرے بہشت میں آجا۔

استدلال۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گزشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن معراج کی حدیث میں جس کو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنے صحیح میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح بن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔

لذا حسب دلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا آمنا بکتاب اللہ القرآن الکریم وکفرنا بکل ما ینخالفہ ایہا الناس اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء قد جاء تکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصلور فاتبعوه ولا تتبعوا اسیبل فتفرقکم عن سبیلہ (ازالہ اوہام ص ۶۱۷ و ۶۱۸)

تبصرہ و تجزیہ۔ جناب مرزا کلویانی ہر آیت کے متعلق تحریر فرما رہے ہیں کہ یہ آیت صریح دلالت کر رہی ہے اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ اور حسب دلالت صریحہ اس نص کے الخ وغیرہ وغیرہ

سوال یہ ہے۔ کہ یہ صراحت۔ یہ ظاہر وغیرہ۔ کیا اس وقت جناب کلویانی صاحب پر ہی صاف اور ظاہر الدلالہ ہیں یا یہ صفائی اور ظہور پہلے بھی کسی مجدد۔ ملہم۔ صحابی۔ تابعی۔ اہل کشف و تصوف پر منکشف ہوا؟ آخر یہ آیات آج سے تیرہ صدیاں پیشتر اللہ تعالیٰ نے مع بیان و تبیان کے اپنے آخری نبی معظم ﷺ پر

نازل فرمائی تھیں اور آپ نے ان کی تعلیم حسب ارشاد الہی۔ وبعلمہم الكتاب مقدس جماعت صحابہؓ کو دی تھی انہوں نے تابعین کو اور انہوں نے تبع تابعین کو۔ اور انہوں نے حسب فرمان نبوی۔ یحمل هذا العلم من کل خلف عدولہ۔ اس سلسلہ تعلیم کو آگے چلایا جس کے نتیجے میں سینکڑوں ہزاروں مفسرین مجتہدین۔ مجددین و مصلحین پیدا ہوئے تو فرمائیے کہ یہ صراحت و ظہور آپ سے قبل بھی کسی پر منکشف ہوئے یا صرف آپ کا ہی یہ مقدر تھا؟ کم ترک للآخرین کے تحت یہ دلالت صریحہ آپ ہی پر منکشف ہوئی۔ بیواؤ تو جروا

۲۔ کیا اس آیت کریمہ میں حضرت مسیح کی حیات و وفات کا تذکرہ ہے؟ یا آپ صرف عموم و اطلاق سے ہی کام چلا رہے ہیں۔ اگر تذکرہ ہے تو بتلائیے ورنہ یاد رکھیے کہ حضرت مسیح کا معاملہ بوجہ آیت اللہ ہونے کے نہایت انفرادیت اور ندرت کا حامل ہے۔ وہ کسی عموم و اطلاق میں مندرج نہیں ہو سکتا۔

۳۔ آپ کا یہ لکھنا کہ مرنے سے قبل کسی کا دخول جنت ممکن نہیں ہے تو یہ آپ کو کس نے بتایا ہے؟ حالانکہ حسب تصریحات خدا اور رسول ﷺ دخول جنت موت کے متصل نہیں بلکہ قیامت کے بعد وقوع پذیر ہو گا۔ پہلے نہیں ورنہ پھر قیامت کا کیا مقصد ہو گا؟

۴۔ اسی طرح آپ کا حدیث بخاری سے استدلال بھی آپ کی جہالت کا ثبوت ہے کیونکہ قرآن و حدیث سے ایک دوسرے کی ملاقات تین طرح پر ہو سکتی ہے۔ (۱) زندہ کی زندہ سے جسمانی ملاقات۔ (۲) زندہ کی دوسرے کی روح سے ملاقات۔ (۳) روح کی روح سے ملاقات۔ اور یہ معراج جسمانی تینوں درجات کا حامل ہے دیکھیے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی ملاقات حضرت مسیح کے ساتھ پہلے درجہ کی یعنی جسمانی تھی۔ (۲) حضرت موسیٰ و ابراہیمؑ کی باہمی ملاقات تیسرے درجہ کی یعنی دونوں طرف سے روحانی تھی۔ (۳) خاتم المرسلین صاحب المعراج ﷺ کی ملاقات دو صحرا انبیاء کے ساتھ دوسرے درجہ کی یعنی ایک طرف سے جسمانی اور دوسری طرف سے روحانی تھی۔ کیونکہ بدلات قرآن و حدیث امت کا اتفاق عقیدہ ہے کہ سید المرسلین ﷺ کو معراج بیداری میں اور اسی جسد غضری کے ساتھ

ہوا تھا۔ اسی لئے اس واقعہ کو سن کر قسم قسم کے اعتراض و شکوک ظاہر کئے گئے اور کئی ضعیف الایمان افراد ایمان سے پھر گئے اگر معراج روحانی ہوتا تو اتنا شور و شغب کیوں برپا ہوتا؟ نیز اللہ تعالیٰ کو ان تمام شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے اتنا اہتمام کیوں کرنا پڑتا کہ اس واقعہ کو لفظ سبحان سے شروع فرما کر تمام استبعادات کی جڑ کٹ دی پھر واقعہ بیان فرمایا اور آخر میں لسنریہ من آیتنا فرما کر اس کے جسمانی ہونے کو مبرہن اور مدلل فرمایا۔

عالم شہود اور خارج میں تینوں قسم کی ملاقات کا ثبوت

(۱) یہ تو ہر شخص کے مشاہدہ میں ہے ہر روز ایک زندہ انسان دوسرے زندہ انسان سے جسمانی طور پر ملاقات کرتا ہے۔

(۲) دونوں طرف سے روحانی ملاقات یہ بھی ہم خواب کی صورت میں کرتے رہتے ہیں۔

یہ دونوں ملاقاتیں تو ہمارے مخاطب مرزا کلدیانی بھی بلا کھٹکے تسلیم کرتے ہیں۔

(۳) کلدیانی تنازع تیسری قسم میں ڈالتے ہیں۔ کہ ایک طرف سے جسمانی اور دوسری طرف سے روحانی ملاقات ہو۔ اس کو مرزا صاحب نہیں مانتے۔ تو ان کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ یہ وہی ملاقات کی قسم ہے جس کے متعلق آپ نے بارہا لکھا ہے کہ میں نے بارہا کشف میں فلاں سے ملاقات کی حضرت مسیح سے بھی کی۔ ان کے ساتھ بارہا کھانا بھی کھایا آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام سیوطی دربار رسالت میں حاضر ہو کر کئی مسائل کی تصحیح کرا لیا کرتے تھے۔ یہ تمام واقعات اس تیسری تنازع قسم کے لئے دلیل ہے۔ اور سنیے

بخاری شریف میں آرہا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ ایک قبر پر سے گزرے تو فرمایا کہ ان کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور وہ بھی معمولی باتوں میں۔ کہ ایک پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا غیبت کیا کرتا تھا۔ اسی طرح بخاری میں ہی منقول ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فتح بدر کے بعد اسی میدان کے ایک کنویں میں تمام مقتولین کفار کے لاشے ڈالوائے اور پھر ان سے خطاب فرمایا انا قد وجدنا

ما وعد ربنا حقا“ فهل وجدتم ما وعدكم ربكم حقا (ص ۶۱۳ ج ۲)
 تو یہ دونوں واقعات صحیحہ اس متنازع ملاقات کے اثبات کی دلیل ہیں۔ اب
 فرمائیے تسلی ہوئی یا نہیں کہ ایک زندہ فرد کسی مردہ کی روح سے ملاقات کر سکتا
 ہے اس سے گفتگو کر سکتا ہے۔

اسی طرح صاحب بہادر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کا معاملہ
 ہے کہ آپ بحسدِ عنصری ہی عالم ہلا پر موجود تھے اور سید الانبیاء ﷺ بھی بحسدِ
 عنصری آپ سے ملاقات فرما رہے تھے آپ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام سے ملاقات
 دوسری قسم کی تھی کہ ایک طرف سے جسمانی طور پر اور دوسری جانب سے روحانی
 طور پر۔ لہذا معاملہ صاف ہوا کہ نہ یہ آیت وقتِ مسیح کی دلیل بن سکی اور نہ ہی
 حدیث معراج کا استدلالِ قلابی صاحب کو مفید ثابت ہوا۔

ویسے میرے خیال میں کلابانی کو نہ دلالت کی اقسام معلوم ہیں اور نہ ہی
 نصوص کی تقسیم ذہن نشین ہے اسی لئے وہ ہر موقعہ پر نصِ صریح کا اور دلالت
 صریح کا جملہ بولتے رہتے ہیں تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ دلالت کی کئی اقسام
 ہیں اور نصوص کی بھی کئی اقسام ہیں۔ اور ہر دلیل اور ہر نص یکساں موثر نہیں
 ہوتی پھر عقائد و نظریات ہر قسم کی دلیل یا نص سے ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ
 ان کے اثبات کے لئے دلالت بھی قطعی چاہیے چنانچہ ہمارے نظریہ رفع و نزول
 مسیح کے لئے نصوص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت موجود ہیں جن سے نمٹنا
 کلابانی کے بس کی بات نہیں تو پھر ان اختراعی نصوص و دلالت سے وہ کیا کچھ ثابت
 کر سکیں گے۔ اللہ اللہ تے خیر سلا

لہذا ایمان بالکتاب و کفر ماسوا کا تقاضا وہ نہیں جو آنجمنی ظاہر کر رہے ہیں
 بلکہ اس ضابطہ کا تقاضا وہ ہے جو ہم نے قرآن و حدیث اور جمیع ائمہ ہدیٰ کی جانب
 سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح اپنے جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے
 گئے اور جب تک خدا چاہے گا وہیں رہیں گے اور پھر ہڈنِ الہی زمین پر نازل ہو کر
 امتِ مرحومہ کی قیادت فرمائیں گے اور دجال کو ختم کریں گے۔

قسم سوم میں سے چودھویں آیت

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (الروم)

استدلال کلویانی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں۔ پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے پھر تکمیل اور تربیت کے لئے روحانی اور جسمانی طور رزق مقوم اسے ملتا ہے پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جس کی رو سے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہوں حالانکہ قرآن کریم اول سے آخر تک یہ التزام کرتا ہے کہ اگر کسی واقعہ کے ذکر کے وقت کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فی الفور اس قاعدہ کلیہ سے اس کو باہر نکال لیتا ہے یا اس کے واقعات خاصہ بیان کر دیتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص

۶۱۸ و ۶۱۹)

تبصرہ و تجزیہ۔

ناظرین کرام جناب کلویانی صاحب ہر عموم و اطلاق سے ناجائز فائدہ اٹھا کر حضرت مسیح کی موت کے درپے رہتے ہیں حالانکہ یہ ضابطہ کوئی ذی عقل انسان تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس آیت کے استدلال میں آنجہانی سے نوع انسانی کے متعلق صرف چار مرحلے وابستہ کئے ہیں حالانکہ وہ قرآن مجید میں چار ہی نہیں بلکہ پانچ ہیں جن کی وضاحت سورہ بقرہ کے ابتداء ہی میں ہو چکی ہے۔ فرمایا کیف تکفرون وکنتم امواتا۔ فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (البقرہ ص ۲۸)

قبل از حیات انسان غیر حی یعنی مردہ تھے پھر خلق ہو گئے پھر موت کا وردو اور پھر حیات۔ درمیان میں لازمہ حیات اعطائے رزق ضمنی طور پر ہو گیا اور سورہ روم میں صریحی طور پر بیان کر دیا گیا ہے اس طرح کل مرحلے پانچ ہوتے ہیں۔ اور بعض آیات میں حیات دنیویہ کو تین مرحلوں میں بیان فرمایا۔ ابتداء بچپن۔ قوت و جوانی پھر بڑھاپا اور ارذل عمر۔

چنانچہ بندہ خادم نے ان آیات گزشتہ کے تحت ان کا صحیح مفہوم بالوضاحت

بیان کر دیا ہے کہ ایسی آیات جن انسانیت سے وابستہ ہیں ہر فرد کا یہ مسئلہ نہیں ہے کیونکہ ہمارے مشاہدہ میں یہ حقیقت سامنے ہے کہ تمام افراد انسانی ان مراحل سے نہیں گزرتے۔ بلکہ بعض پیدا ہوتے ہی اور قبل از حصول رزق ہی چل بڑھتے ہیں اور بعض اس سے بھی قبل یعنی اتمام خلقت سے بھی پہلے منعدم ہو جاتے ہیں اور بعض ان تمام مراحل سے اختصاراً اور بعض مدت طویل تک گزرتے ہیں۔

لہذا جب یہ مراحل تمام افراد انسانیت سے وابستہ نہیں ہو سکتے تو ایسے عموم و اطلاق سے وفات مسیح پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے جب کہ ہم مسیح کے متعلق ان تمام مراحل کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ واقعتاً وہ خلق بھی ہوئے رزق سے بھی متمتع ہوئے پھر اپنے وقت پر موت سے بھی دوچار ہوں گے فرمائیے آپ کو اس آیت سے کیا حاصل ہوا چاروں مراحل کی وابستگی سے فی الحال موت کا اثبات کیسے ہو گیا؟ فرمائیے جب مرزا صاحب نے یہ آیات پڑھیں لکھیں اور لوگوں کو سنائیں تو اس وقت وہ زندہ تھے یا مردہ؟ اگر وہ واقعی زندہ تھے تو اس طرح اس آیت سے مسیح فوت شدہ کیسے ثابت ہو گئے؟ جیسے انک میت وانہم میتون جس میں واضح طور پر لفظ میت ہے اور ہے بھی بطور خطاب شخصی کے۔ جب اس آیت کے تحت بوقت نزول آیت سید المرسلین ﷺ بقید حیات تھے اور انہم میتون کے تحت آپ کے مخالفین بھی زندہ تھے تو اس عام آیت کے تحت حضرت مسیح کی وفات کیسے ثابت ہو جائے گی۔ کسی چیز کا امکان اور احتمال سے کیا اس کے فی الحال وقوع کو بھی مستلزم ہو جاتا ہے؟ اگر ایسا ہی معاملہ ہے تو پھر کل من علیہا فان کے تحت تمام اہل ارض مع یہودی قادیانی وغیرہ تمام مخلوقات ارضی بالکل معدوم ہو جانا چاہیے تھیں حالانکہ ہم اور قادیانی بھی سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ خطہ ارضی پر کروڑوں کھریوں مخلوقات زندہ موجود ہیں تو بات وہی نکلی۔ کہ کسی چیز کے معرض فنا میں ہونے سے اس کا فی الحال فنا ہونا لازم نہیں آتا۔ ایسے ہی زیر بحث آیت جو کہ عموم و اطلاق کی سطح پر بھی ہے اس سے کسی فرد خاص کی فی الحال موت کیسے ثابت ہو گی۔ خصوصاً جب کہ اس فرد کو خالق حقیقی نے ابتدا ہی سے عام قانون قدرت سے متعدد امور میں مستثنا فرما کر اسے آیت اللہ فرما رکھا ہے اور

اس کے وہ مخصوص اور استثنائی حالات و واقعات دیگر نصوص مخصوصہ قطعہ سے ثابت فرمادیئے ہیں لہذا مرزا صاحب کا دوبارہ مسیح کی تخصیص کا مطالبہ کرنا محض جہالت اور حماقت ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ مرحلہ طے ہو چکا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ مسیح کی ولادت بلا پدر۔ بچپن میں حکیمانہ کلام۔ پھر تائید بروح القدس۔ عجیب و غریب معجزے۔ خاص الخاص خدائی حفاظت میں رفع الی السماء۔ اور پھر بعد از نزول کے بے شمار حالات و کوائف کا تذکرہ فرمایا جانا۔ اور وہ بھی اس صادق و امین خاتم الانبیاء ﷺ کی زبان اقدس سے کہ جس کی صداقت و امانت پر تمام مخالف و موافق متفق ہیں نیز ان مخصوص امور کی وضاحت ایک آدھ ارشاد میں اور سرسری طور پر نہیں۔ بلکہ موکد بالقسم کر کے اور بیسیوں ارشادات عالیہ میں فرمادی ہے جن کے تحت امت مسلمہ کا ہر فرد روز اول سے آج تک ان حالات کی واقعیت بطور عقیدے کے اپنائے ہوئے ہے تو پھر عوام الناس کے سامنے استثنا کا مطالبہ کوئی معقول حرکت ہے؟

ناظرین کرام آخر میں آپ اور تمام مخالفین حیات مسیح سن لیں۔ کہ ہم از روئے حقائق حضرت مسیح کے متعلق ان چاروں مراحل کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ واقعی خلق ہوئے تھے۔ رزق سے متمتع ہوئے۔ پھر موت سے بھی ہمکنار ہوں گے۔ مگر درمیانی وقتوں کی طوالت و اختصار کا طے کرنا یہ رب العالمین کا کام ہے کسی بھی مخلوق کا نہیں لہذا یہ آیت کسی بھی طور پر ہمارے نظریئے کے منافی نہیں اور نہ ہی منکرین حیات کے لئے ذرہ بھی مفید ہے۔

قسم سوم میں سے پندرہویں آیت

ان المتقين في جنات ونهر في مقعد صدق عند مليك مقتدر۔ (القر)
کلویانی ترجمہ یعنی متقی لوگ جو خدا تعالیٰ سے ڈر کر ہر ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نر میں ہیں صدق کی نشست گاہ میں با اقتدار پلوشاہ کے پاس۔

استدلال کلویانی۔ اب ان آیات کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے دخول جنت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے یعنی خدا تعالیٰ

کے پاس پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا ہے سو اگر رائے الی کے یہی معنی ہیں جو مسیح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا تو بلاشبہ وہ جنت میں ہی داخل ہو گیا جیسا کہ دوسری آیت میں ارجمی الی ربک جو رائے الی کے ہم معنی ہے بصرحت اس پر دلالت کر رہی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا جانا۔ اور گزشتہ مقبروں کی جماعت میں شامل ہو جانا اور بہشت میں داخل ہونا یہ تینوں مفہوم ایک ہی آن میں پورے ہو جاتے ہیں پس اس آیت سے بھی مسیح ابن مریمؑ کا فوت ہونا ہی ثابت ہوا۔ فالحمد لله الذی احق الحقیق وابطل الباطل ونصر عبده وایده ماموره (ازالم ص ۶۳۰ و ۶۳۱)

تبصرہ و تجزیہ۔ کلویانی صاحب نے ابتدائی ترجمہ میں ہی ڈنڈی ماری ہے کہ متیقین فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں۔ فرمائیے فوت ہونے کے بعد کن الفاظ کا ترجمہ ہے نیز استدلال کے دوران بھی یہی حرکت بد کی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے دخول جنت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے۔ پھر تیسری گپ یہ اڑائی کہ گزشتہ مقبرین میں شامل ہونا۔ بہشت میں داخل ہونا۔ اور خدا کی طرف اٹھایا جانا یہ تینوں مفہوم ایک ہی صورت اور آن میں پورے ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ تینوں باتیں کلویانی کی خود تراشیدہ اور من گھڑت ہیں کیونکہ ان المتیقین فی جنات و نہر۔ کے تحت

متیقین اور صالحین فی الفور نہیں بلکہ قیام قیامت کے بعد بدخلون الجنة ہوں گے۔ اس سے قبل بالفعل جنت میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں نہایت آرام و راحت میں ہوتے ہیں۔ پھر روز حشر عملی طور پر جنت میں جائیں گے۔ جیسے بحرین مرنے کے فوری بعد جہنم میں نہیں بلکہ برزخی عذاب میں ہوتے ہیں بالفعل جہنم میں نہیں جاتے۔

چنانچہ خود قرآن مجید میں فرعونیوں کے متعلق مذکور ہے

النار یرضون علیہا غدوا و عشیا" ویوم تقوم الساعة ادخلوا
الفرعون شد العذاب الیوم (۴) کہ فرعون نے کہہ کر قلمزم میں غرق ہونے کے

بعد برزخ میں صبح و شام آگ کے عذاب میں مبتلاء کیا جاتا ہے (بطور حوالات) اور قیامت کے دن حکم ہو گا کہ آل فرعون کو سنگین ترین عذاب میں پہنچا دیا جائے۔ اسی طرح مسیقین کا معاملہ ہے کہ وہ بھی مرنے کے بعد اور قیامت سے قبل عالم برزخ میں بہشت نما ماحول میں رکھے جاتے ہیں اور قیامت کے بعد انہیں پل صراط پر گزار کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا متعدد صحیح احادیث میں ارشاد نبوی ہے۔ کہ مومن کو ابتدائی سوالات و جوابات کے بعد نم کنومة العروس کی خوشخبری سنادی جاتی ہے اور اس کی قبر میں وسعت پیدا کر کے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور مجرم کو برزخی سوال و جواب میں ناکامی کی بنا پر سخت عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور وہ پکار اٹھتا ہے رب لا تقم الساعة رب لا تقم الساعة کہ اے اللہ قیامت نہ قائم کیجیو۔ کیونکہ قیامت کے بعد مجرم کو اصل عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے ابھی تک حوالاتی عذاب میں ہے۔

تو ان نصوص صریح کی روشنی میں ان المنقین الخ کا ترجمہ یوں ہوا کہ بلاشبہ پرہیز گاہ لوگ باغات اور نہروں میں داخل ہوں گے (مستقبل میں فی الحال نہیں) اس طرح مجرمین جہنم میں داخل ہوں گے یعنی قیامت کا حساب و کتاب ہو چکنے کے بعد۔ لہذا مرزا صاحب کا یہ ترجمہ محض دخل و فریب ہے یا ان کی جمالت کا مظہر ہے۔ اس مفہوم کے لئے متعدد قرآنی آیات وارد ہیں مثلاً "سورہ زمر کے آخر میں ہے وسیق الذین کفروا الی جہنم زمرا" حتی اذا جاء وھا فتحت ابوابھا۔

وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنة زمرا حتی اذا جاء وھا وفتحت ابوابھا۔ (آیت ۷۱، ۷۲) وکذالک آیات اخری مثلھا۔

۲۔ مقعد صدق اور دخول جنت کا تلازم بھی صرف قادیانی اختراع ہے۔ ورنہ حقیقت یہ نہیں ہے آپ سابقہ تفصیل سے ہی اس قادیانی اشکال کا دفع بخوبی کر سکتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کیا خدا کے پاس عالم ہلا میں سوائے جنت کے اور کوئی خطہ اور مقام میسر نہیں؟ آخر یہ غیر مدرک وسعت والے سلت آسمان ہیں جن میں وہی خوب جانتا ہے کہ کیا کچھ پیدا فرما رکھا ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ

آسمان پر ایک قدم جگہ ایسی نہیں جہاں ملائکہ اللہ مصروف عبادت نہ ہوں۔ ملائکہ کی تعداد و شمار تو سوائے خالق کے کوئی جان ہی نہیں سکتا ہاں بیت المعمور کے طواف والے واقعہ سے کچھ اندازا ہوتا ہے کیونکہ اس آسمانی قبلہ کے طواف کے لئے ستر ہزار فرشتہ ہر روز حاضری دیتا ہے اور جب سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے لے کر جو گروہ ایک دفعہ طواف کر گیا دوبارہ اس کی باری نہیں آئی تو فرمائیے یہ تمام ملائکہ جنت ہی میں ہیں؟ اور کوئی خطہ آسمان پر ان کے لئے نہیں ہے؟

آسمانوں پر ملائکہ مقربین بھی ہیں تو بتائیے وہ بھی احاطہ جنت میں ہیں یا اور کسی حصہ فضلو خلا میں سکونت پذیر ہیں۔ ملائکہ کا مقام ہے اور بھی خدا ہی جانے کیا کچھ ہے پھر یہ مقصد صدق۔ دخول جنت میں تلازم کیسا؟
ناظرین کرام یاد رکھیے کہ یہ سب قادیانی خرافات ہیں جن کا حقیقت کے ساتھ ذرہ بھی رابطہ نہیں آپ ذرا مسلمہ اصولوں کی روشنی میں ان عیاروں سے دریافت کریں کہ

۱۔ کیا آج تک اس آیت سے کسی بھی صحابی۔ تابعی۔ آئمہ کرام۔ مجددین مہمیں۔ مفسرین و محدثین وغیرہ میں سے کسی ایک نے یہ مفہوم بیان فرمایا ہے؟
۲۔ بقول شاکر قرآن کا صحیح مفہوم ہر زمانہ میں موجود رہا ہے تو کیا تمہارا یہ مفہوم بھی کسی زمانہ یا کسی ایک علاقہ میں کبھی ظاہر ہوا ہے؟
۳۔ جب مرزا صاحب حیات مسیح کے قائل ہوا کرتے تھے کیا اس وقت یہ آیات قرآن مجید میں شامل نہ تھیں یا مرزا صاحب نے کبھی قرآن مجید کی تلاوت ہی نہ کی تھی؟

۴۔ مرزا صاحب کو بار بار وحی آتی رہی کہ تو ہی مسیح ہے تو کیا وہ صرف آرڈر ہی ہوتا تھا یا کوئی دلیل بھی ساتھ ہوتی تھی یعنی کبھی کسی قرآنی آیت کا حوالہ بھی ساتھ ہوتا تھا؟

۵۔ جب آپ بوجہ مجدد اور ملہم ہونے کے وحی الہی کے بغیر بولتے بھی نہیں۔ تو کیا آپ کو دعویٰ مسیحیت تک ان تین آیات میں سے کسی ایک آیت کا مفہوم

صریحی بھی ذہن نشین نہ کرایا گیا؟ اگر کرایا گیا تو آپ نے اس پر یقین کر کے کیوں نہ دعویٰ مسیحیت (ان دلائل کی روشنی میں) فوری طور پر ظاہر فرما دیا کیونکہ آپ تو کہتے ہیں کہ میری وحی بالکل مثل قرآن کے قطعی ہے اگر میں اس ایکدم کے لئے شک کروں تو کافر ہو جاؤں۔ (خزائن ص ۴۱۲ ج ۲۰) آخر یہ ۲ رسالہ اجتناب و تردد کس کھانہ میں ڈالیں گے۔

یعنی جب آپ کو مسلسل ۱۲ سال تک وحی بتلائی اور بتلاتی رہی کہ سابقہ مسیح مرچکے ہیں اور اب آپ ان کے قائم مقام ہیں۔ تو آپ کیوں ٹال مٹول کرتے ہوئے اور شک و تردد میں مستغرق ہو کر اعلان مسیحیت کو سرد خانے میں ڈالتے رہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ اتنی مدت کیوں کافر بنے رہے۔

۶۔ دعویٰ مسیحیت کے بعد جو آپ اجماع صحابہ کا حوالہ دیتے ہیں تمیں قرآنی آیات کا صریحی حوالہ پیش کرتے ہیں اور بے شمار اکابرین امت کی تصریحات پیش کرتے ہیں تو کیا اس سے پہلے آپ کے علم میں یہ امور نہ تھے آپ صبح و شام مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تو کیا یہ حوالہ جات سامنے نہ آئے تھے؟

عجیب بات ہے کہ اتنی طویل مدت تک یہ سب کچھ گوشہ گمناہی میں پڑا رہا۔ مگر جب کسی خاص مقصد کے تحت دعویٰ داغ دیا تو فوری طور پر یہ سب امور (اجماع صحابہ۔ تیس آیات۔ تصریحات اکابر) سامنے آگئے مرزا صاحب یہ تو عام قانون قدرت کے سراسر خلاف ہے۔ یہ تو مسٹر پولوس کی طرح کا گھڑا ہوا افسانہ معلوم ہوتا ہے عالم اسباب میں ایسا ہونا ناممکن ہے۔ یا کم از کم مشکل تو ضرور ہے۔

قسم سوم میں سے سوٹھویں آیت

ان الذین سبقت لهم منا الحسنی اولک عنها مبعدون لا یسمعون

حسیسہا وہم فی ما اشتہت انفسہم خالدون (لائبیا آیت ۱۰۱ و ۱۰۲)

کلویانی ترجمہ یعنی جو لوگ جنتی ہیں ان کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے وہ دونوں سے دور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذات میں ہیں۔

استدلال۔ اس آیت سے مراد حضرت عزیز اور حضرت مسیح ہیں اور ان

کا بہشت میں داخل ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے جس سے ان کی

موت پہا یہ ثبوت پہنچتی ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۳۳۱ و ۳۳۲)
تبصرہ و تجزیہ۔ واقعی سلون کے اندھے کو ہر طرف سبزہ ہی سوجھتا ہے۔ یہی حال مرزا صاحب کا ہے کہ جب یہ ذات یگانہ روز کسی مجبوری سے دعویٰ مسیحیت کرنے پر تل گئی تو ہر طرح یہ مسیح کی وفات کو ہی ثابت کرنے پر تل گئے۔

۱۔ دیکھئے جہاں دور دور مسیح کا نام نہیں۔ ان کی حیات و وفات کا اشارہ تک نہیں۔ وہاں بھی ان کو آپ کی موت ہی سوجھتی ہے یہ تو ٹھیک ہے کہ ان آیات کے شان نزول میں ایک خاص پوائنٹ پر ان کی طرف اشارہ ہے مگر اس اشارہ سے بالفعل موت و حیات کا کوئی تعلق نہیں جیسا والذین بدعون من دون اللہ کے تحت تفصیل گزر چکی ہے۔

مرزا صاحب نے استدلال کی عبارت میں خوب ڈنڈی ماری ہے۔ کہ وہ بہشت کی دائمی لذات میں ہیں۔ یعنی فی الحال بتائیے کہ کس ضابطہ سے یہ ترجمہ ہو رہا ہے۔ حالانکہ از روئے قرآن و حدیث ثابت ہو چکا ہے۔ کہ دخول جنت بعد قیام قیامت ہو گا پہلے نہیں۔

۲۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ واقعہ "حضرت عزیز و مسیح کی شان یہی ہے کہ آپ جنت فردوس کے اعلیٰ ترین مقام پر ہوں گے مگر بعد از قیام قیامت۔ بلکہ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر مومن بہشت بریں جائے گا اور ہمارے نبی معظم ﷺ نے ہمیں تلقین فرمائی ہے کہ خدا سے ہمیشہ جنت فردوس کا سوال کیا کرو۔ لہذا ہمارا ایمان ہے کہ بشرط خاتمہ بالخیر ہر مومن جنت فردوس میں داخل ہو گا۔ تو کیا جنت میں داخلہ منظور ہو جانے سے وہ ابھی سے مر بھی گیا اور جنت میں بھی داخل ہو گیا؟ کمال فلسفہ ہے قادیانی کا۔

۳۔ نیز سابقہ تمام سوالات کا بھی ہمیں استحقاق ہے۔ کہ کیا اس آیت کے مفہوم میں آنحضور ﷺ نے وفات مسیح فی الحال کی طرف کوئی اشارہ فرمایا۔ کسی صحابی نے اشارہ کیا۔ کسی بھی مفسر۔ محدث۔ مجتہد اور مجدد و ملہم نے اس طرف اشارہ فرمایا ہو تو مطلع کیجیے۔ صاحب ہلور نظریات ایسے من گھڑت اشاروں سے ثابت نہیں ہوتے بلکہ ان کے اثبات کے لئے واضح اور صریح قطع، دلالت و اشوت و دلائل و

براہین درکار ہوتے ہیں اور وہ سب کے سب اہل حق کے پاس ہیں روز اول سے تا ہنوز ہمارے ساتھ ہیں جن کو تم بھی ۵۲ سال تک تسلیم کرتے رہے۔ لہذا فرمائیے جب دین حق کامل و مکمل ہو چکا تو اس نظریہ میں یہ تبدیلی کیسے ممکن اور محتمل ہو گی؟ کہ ۱۸۹۱ء سے پہلے تو مسیح زندہ ہوں مگر اس کے بعد ان کی وفات کا اعلان کر کے فوراً ان کی مسند پر ایک فعل بچہ کو بٹھادیا جائے۔ یا للعجب

قسم سوم میں سے سترھویں آیت

این ما نکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیة
 کلویانی ترجمہ یعنی جس جگہ بھی تم ہو اسی جگہ موت تمہیں پکڑ لے
 گی اگرچہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بودو باش اختیار کر لو۔
 استدلال۔ اس آیت سے بھی صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ موت
 اور لوازم موت ہر جگہ جسم خاکی پر وارد ہو جاتے ہیں یہی سنت اللہ ہے
 اور اس جگہ بھی استثناء کے طور پر کوئی ایسی عبارت بلکہ ایک ایسا کلمہ
 بھی نہیں لکھا گیا ہے جس سے مسیح باہر رہ جاتا پس بلاشبہ یہ اشارة الی اللہ
 بھی مسیح بن مریم کی موت پر دلالت کر رہی ہیں موت کے تعاقب سے
 مراد زمانہ کا اثر ہے جو ضعف اور پیری یا امراض آفات منجر الی الموت
 تک پہنچاتا ہے اس سے کوئی نفس مخلوق خالی نہیں۔ (ازالہ اوہام ص

(۶۲۲)

تبصرہ و تجزیہ۔

سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ واہ رے کلویانی تیرے علم و معرفت اور اسرار و
 رموز۔ آنجہانی نے بس ایک گردان رٹ رکھی ہے۔ کہ یہ آیت صریح اور صاف
 طور پر موت مسیح پر دلالت کر رہی ہے۔

نکتہ دوم۔ موت کے تعاقب سے مراد زمانہ کا اثر ہے جو کہ امراض آفات منجر
 الی الموت تک پہنچاتا ہے واقعہ "یہ ہے اصلی فلسفیت اور مادہ پرستی۔ منکرین
 بعثت بھی یہی کہتے تھے۔ کہ

وقالو ماہی الا جیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما یہلکنا الا الدھر۔

یعنی صرف یہی دنیوی زندگی ہی ہے ہم مرتے اور پیدا ہوتے ہیں اور ہمیں حوادثِ زمانہ ہی ہلاک کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وہ قائل نہ تھے صرف اندھے مادہ کی تاثیر بے ترتیب کے قائل تھے کہ تمام دنیاوی حالات بخت و اتفاق کا نتیجہ ہے۔ کارخانہ حیات کے پیچھے کوئی عقل و فہم قوت کار فرما نہیں ہے کوئی ہستی یغفل مایشاء نہیں ہے یہی فلسفہ مرزا صاحب نے پیش کر دیا کہ موت کے تعاقب سے مراد تاثیرِ زمانہ ہے جو انسان کو ضعف و انحطاط تک پہنچا کر موت کے قبضہ میں دے دیتی ہے حالانکہ یہ بات مشاہدہ کے عین خلاف ہے کیونکہ ہر نفس ان تمام مراحل سے دوچار نہیں ہوتا بلکہ کوئی پہلے مرحلہ ہی میں دارِ آخرت کو سدھار جاتا ہے اور کوئی عین جوانی کے وقت اور کوئی اس سے قبل اور کوئی بعد۔ اور کوئی بعد البعد۔ یہ معاملہ مدبر کائنات کے ہاتھ میں ہے جب چاہے کسی مخلوق کی حیات ختم کر کے اپنے پاس بلا لے۔

یہ آیت تو ان حیلہ بازوں کے لئے تھی جو جہاد سے بخندشہ موت جی چراتے اور لوگوں کو بھی اس راستہ سے منحرف کرنے کی سعی کرتے تھے ان کو فرمایا کہ موت صرف میدانِ جنگ ہی میں نہیں وہ تو آرام دہ بستروں پر بھی آسکتی ہے وہ تو مضبوط سے مضبوط قلعہ اور برج میں بھی آسکتی ہے موت تو مخلوق کے لئے ایک امر لازم ہے یہ صرف میدانِ جہاد میں ہی مرکوز نہیں اب فرمائیے اس میں مسیح کی موت کا کہل اشارہ ہے بالفرض اگر ہو بھی تو ہم کب منکر ہیں کہ مسیح کو موت نہیں آئے گی۔ بلکہ ہم تو قائل ہیں کہ اجل مسمیٰ ایک یقینی حقیقت ہے کوئی مخلوق کہیں ہو وہ اس حیاتِ فانی سے ایک دن الگ ہو کر رہے گا۔ چاہے کوئی زمین پر ہو۔ قلعہ میں ہے۔ پہاڑ پر ہو حتیٰ کہ ہم تو مانتے ہیں کہ اگر کوئی آسمان پر بھی چڑھ جائے وہاں بھی اسے موت کا پیالہ چکھنا ہی پڑے گا۔ اسی بنا پر ہم نزولِ مسیح کے بعد ان کی موت پھر نمازِ جنازہ اور پھر قبر میں تدفین وغیرہ۔ ہر چیز کو بہانگِ دہل اقرار کرتے ہیں۔

جی صاحب ہم تو اس کے بھی قائل ہیں کہ ایک دن تمام آسمان و زمین۔ کی

تمام مخلوقات حتی کہ فرشتے بھی مر کر رہیں گے حتی کہ موت بھی ایک دن مر جائے گی لا یبقی الا اللہ الواحد القہار۔

مرزا صاحب آپ ہمیں کونسا وعظ سنا رہے ہیں۔ کل من علیہا فان اور کل شبیٰ ہالک الا وجہہ فیصلہ الہی ہے الا ما خلا اللہ باطل۔ سب حقیقت ہے ہم مسیح کی دائمی حیات کے قائل نہیں بلکہ سب نے فنا ہونا ہے مگر اپنے اپنے وقت مقرر پر۔ کسی نے آج کسی نے ۱۰۰ سال بعد اور کسی نے ہزار سال بعد اور کسی نے لاکھ سال بعد۔ ان آیات سے صرف فنا و موت تو ثابت ہو رہی ہے مگر فی الحال موت ثابت نہیں ہو رہی جس کے آپ خواہشمند ہیں دیکھیے یہ مراحل سب پر آئیں گے مگر تقدیر وقت یہ آپ کے اختیار یا علم میں ہرگز نہیں یہ خالق حقیقی کے قبضہ میں ہے وہ ایک مخلوق کو چند لمحات میں معدوم کر دیتا ہے اور بعض کو لاکھوں سال کے بعد دیکھنے آپ کے پیرو مرشد جناب عزازیل لاکھوں سال سے بقید حیات ہیں اور خدا جانے کب تک رہے آخر وہ بھی تو مخلوق ہے کیا آپ اس پر بھی زمانہ کے تغیرات کی تاثیر جاری کر کے مردہ قرار دے لیں گے جناب کلویانی ذرا ہوش و حواس قائم کر کے علیم و خبیر کی حکمت پر غور کریں تو آپ پر تمام حقیقت کھل جائے گی جب اور اس نے واضح کر دیا اس کے صلوق و امین نبی نے واضح فرما دیا کہ حضرت مسیحؑ اتنی مدت تک اس مقام پر زندہ رہیں گے اس کے بعد وہ نازل الی الارض ہو کر یہ اعمال سرانجام دیں گے اس کے بعد وعدہ الہی کو لیک کہہ کر میرے ہی روضہ اطہر میں مدفون ہوں گے اور ہم روز حشر اکٹھے ہی اٹھیں گے تو اتنے اظہار و بیان کے بعد آپ کیوں ضد پر اڑے ہوئے ہیں جب کہ آپ کے مردہ سمجھنے سے مسیحؑ نہیں مر سکتے اور نہ ہی محض زندہ سمجھنے سے اور نہ ہی وہ ہمارے زندہ سمجھنے سے زندہ ہیں۔ بلکہ ان کی حیات کا فیصلہ تو خود قادر و مختار نے فرما کر ہمیں مطلع کر دیا ہے۔ ہم آپ کی طرح اپنے تیر تکے نہیں چلاتے۔ تنکوں کا سارا نہیں ڈھونڈتے بلکہ ایک امر حقیقی کے معتقد ہیں جس کی وضاحت خود خالق اکبر نے فرمادی ہے اور خاتم الانبیاء ﷺ نے اس کی بیسیوں مرتبہ تصریح فرمادی ہے نیز خود صاحب واقعہ نے بھی ایک موقع پر اس حقیقت کا نہایت تفصیل سے

اعلان کر دیا ہے۔ تو اب آپ کو اس سے کیا تعلق اور غرض ہے کہ آپ صرف چلے بہانے اور محض انکل پچو سے موت مسیح کی راغنی گارہے ہیں آرام سے گھر بیٹھیں اور کوئی دہندہ شروع کر لیں آپ نے ضرور اسی بھاڑ میں مرنا ہے۔ کیا آپ سے پہلے بھی کسی نے اس آیت کی صراحت کا ذکر کیا ہے یا آپ کو ہی عزائیل نے الہام فرمایا ہے جبرائیل کو تو اس واقعہ کا علم نہیں دیگر زرنع الہام میں یہ بات آئی نہیں آپ کو مٹھن لال نے جھوٹ موٹ یہ فتنہ انگیز جی کر کے ویسے ہی مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ لہذا خبردار ہو جائیے اہل ایمان کو پریشان نہ کریں۔ خدائی اعلان ہے ان الذین فتنوا المومنین والمومنات ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جہنم ولهم عذاب الحریق۔ (البرج ۱۰)

قسم سوم میں سے اٹھارویں آیت

وما جعلنا ہم جسداً لا یاکلون الطعام وما کانوا خالداً۔ (الانبیاء ۸)
ترجمہ از مرزا کلویانی صاحب۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۴)

وجہ استدلال۔ درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ جب کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا۔ یہی سنت اللہ ہے تو پھر حضرت مسیح کیونکر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے ولن تجد لسنة اللہ تبدیلاً۔ اور اگر کوئی کہے کہ اصحاب کف بھی تو بغیر طعام کے زندہ رہے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہنم کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی حدیث ان کو بھی مار چکی ہے لہذا ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کف بھی شہداء کی طرح زندہ ہیں۔

الخ (ازالہ اوہام ص ۶۰۵)

تبصرہ و تجزیہ۔ سب سے پہلی بات یہ ملحوظ خاطر رکھیں کہ یہ آیت مبنی بر عموم ہے اور مسئلہ زبر بحث ایک خاص الخاص جزئی کا ہے لہذا دلیل کی دلالت مدلول پر

نہیں ہو سکتی۔

۲۔ مرزا صاحب نے پہلے اس آیت کو ایک دوسری آیت کے ساتھ ملا کر وفات مسیح پر استدلال کیا تھا مگر اب کہتے ہیں کہ یہ ایسی آیت ہی وفات مسیح پر دلالت کر رہی ہے۔ وہ کیسے؟ کیا اس آیت میں مسیح کا نام ہے اور ان کی موت کا تذکرہ ہے؟

۳۔ مرزا صاحب نے بطور عموم اور ستہ اللہ کے استدلال کیا ہے کہ جب جسم انسانی بلا طعام کے زندہ نہیں رہ سکتا تو مسیح کیسے زندہ رہ سکتے ہیں مگر ان کا یہ ضابطہ بالکل غلط ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام کی ذات و صفات اور حالات۔ سنت اللہ کے تحت نہیں بلکہ وہ آیت اللہ ہیں نیز دلیل عام کی دلالت۔ عام کے افراد پر محض نفی ہوتی ہے مگر دریں صورت کہ کسی جزئی کو پہلے ہی مخصوص بالذکر کر لیا گیا ہو تو اس پر عام کی دلالت قطعاً نہ ہوگی۔ مثلاً "انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج میں دلالت عمومی ہر فرد انسانی پر نہ ہوگی کیونکہ آدم و حوا نیز مسیح بدلائل خاصہ الگ کر لئے گئے ہیں اسی طرح مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی دلالت ہر جسم انسانی پر نہ ہوگی بالخصوص ان افراد پر جن کی حیات بدلیل خاص ثابت ہو چکی ہے۔

۴۔ اگر تسلیم بھی کر لیں کہ کوئی جسم انسانی بلا طعام زندہ نہیں رہ سکتا تو آپ کو کیا معلوم۔ کہ حیات عیسوی طعام کے ساتھ ہے یا بلا طعام۔ آپ ان سے اکل طعام کی نفی کس دلیل سے کر رہے ہیں کیا مسیح کے متعلق منقطع عن الطعام کی نص صریح آپ کے پاس موجود رہے؟ کیونکہ طعام صرف قلوباں شریف کی گندم یا دہان سے ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اور بھی لاتعداد انواع طعام (ماوی و روحانی) ہیں جن کی فراہمی رب العالمین کے سپرد ہے آپ کے نہیں لہذا آپ مسیح کو کس بنا پر منقطع عن الطعام قرار دے رہے ہیں۔

۵۔ ہر فرد کا طعام اس کے حسب حال ہوتا ہے ہر علاقہ اور ماحول کا طعام اس کی مناسبت سے ہوتا ہے آپ ہر ماحول اور ہر فرد کا طعام اپنے پر ہی قیاس نہ کریں کہ ہر فرد انسانی کو آپ کی طرح قسم قسم کی پکوانوں کی ضرورت ہے مختلف کھانے اور گوشت۔ دودھ۔ مقویات وغیرہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ معیار طعام تو آپ کے تمام قادیانی باشندوں کو بھی میسر نہیں ہے جانیگہ دوسرے علاقہ جات۔ قطعہ

ہائے ارضی۔ دوسرے براعظم بھی آپ کے طعام اور مشروبات اور مقویات کے پابند ہوں۔ آپ کے ماحول میں ایسے افراد بھی ہیں جو کہ چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک دفعہ طعام کھاتے ہیں اور بعض ہفتہ ہفتہ بعد اور بعض افراد مہینوں بعد۔ تو گویا آپ کے ضابطہ پر تو وہ بھی زندہ نہیں ہیں کیونکہ آپ کا ضابطہ تو بلا وقفہ طعام و حیات کو لازم و ملزوم قرار دے رہا ہے۔ جو کہ سراسر حماقت و جہالت ہے۔

۶۔ سر ہبلور مسیح کو اگر طعام کے بغیر زندہ نہ بھی تسلیم کریں تو بھی کوئی خطرہ نہیں کیونکہ وہ اپنے ماحول کے مطابق طعام استعمال کر رہے ہیں۔ اور حسب فرمان رسول ﷺ اس دار دنیا میں ایک موقع پر لال ایمان کا طعام فرشتوں والا یعنی تسبیح و تحلیل ہو گا۔ تو اس عالم بلا پر مسیح طعام ملا کہہ پر کیوں نہ اکتفا فرماتے ہوں گے اس لئے کہ طعام تو جسم کے لئے بدل ماحول کے لئے ہوتا ہے اور آسمان پر یہ تغیرات نہیں لہذا وہاں بدل ماحول کی بھی ضرورت نہیں۔ لہذا مسیح کو مادی طعام کی بھی حاجت نہیں ہو گی۔ نیز مسیح نے آپ سے قبل ہی وضاحت کر دی تھی کہ آدمی صرف روٹی سے ہی زندہ نہ رہے گا۔ (متی ۴: ۴)

۷۔ صاحب ہمدان اگر آپ حضرت مسیح کے لئے اسی مادی طعام پر ہی اڑ جائیں تو بھی کوئی فکر کی بات نہیں کیوں کہ آپ کے کشف و مشاہدہ کے مطابق وہ حسب ضرورت سب کچھ استعمال کر رہے ہیں حتیٰ کہ بطور استشاد آپ کو بھی شریک طعام فرما لیتے ہیں۔ کیا آپ نے اپنے رسالہ نور القرآن میں ص ۴۱ پر نہیں لکھا کہ میں نے کئی بار ایک ہی دسترخوان پر مسیح کے ساتھ طعام کھایا ہے۔ خزائن ص ۵۷ ج ۸ نیز آپ نے مسیح کے ساتھ ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت بھی کھایا تھا تذکرہ ص ۴۲ آپ اس مشاہدہ اور تعامل کے ہوتے ہوئے پھر کیوں مسیح کو منقطع عن الطعام کہہ کر قول الزور اور جھوٹی شہادت کے قبیح ترین جرم کا ارتکاب فرما رہے ہیں۔

۸۔ صاحب ہمدان۔ آپ کا ترجمہ ہی آپ کے جواب کے لئے کافی تھا۔ یہ تو ہمارا احسان ماننے کہ ہم نے آپ کی ٹھیم کے لئے اپنا قیمتی وقت صرف کیا لہذا آپ

حقیقت کا اعتراف کر کے براہ راست پر آجائیے ورنہ دجل کے ساتھ آپ بھی مسیح
حقانی کی گرفت سے بچ نہ سکیں گے۔

ایک عجیب اور منفرد نکتہ

یہ ہے کہ آنجنابی مرزا کلویانی صرف اور صرف حضرت مسیح علیہ السلام کے
متعلق اقرار کیا ہے کہ میں نے کئی مرتبہ مسیح کے ساتھ کھانا کھایا ہے۔ حتیٰ کہ ایک
ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا ہے دیکر کسی بھی نبی یا بزرگ کے متعلق یہ
وضاحت نہیں کی۔ تو معاملہ صاف ہے کہ مرزا صاحب آپ کے متعلق ہی یہ شوشہ
چھوڑنا تھا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ بتائیے کہ وہ آسمان پر کیا کھاتے ہیں۔
کیونکہ کھانے کے بغیر تو کوئی زندہ ہی رہ سکتا تو اس تمام مسئلہ کے حل کے لئے
جناب کلویانی (کشف ہی سی) کو مسیحی دسترخوان پر بٹھایا گیا تاکہ یہ دنیا کو اس
پروپیگنڈہ کھلا کر اپنا گواہ بنانا چاہا کہ دنیا میں میری موت کا شوشہ نہ چھوڑنا دیکھو
میں کھانا کھاتا ہوں بلکہ تمہیں بھی کھلاتا ہوں۔ لہذا دنیا میں میری نمک حرامی نہ
کرنا جھوٹی گواہی نہ دینا۔ مگر یہ مکار و عیار۔ تمام اخلاقی حدود پھلانگ کر مسیح کی
نمک حرامی کر گیا اور قول زور کا بھی ڈٹ کر ارتکاب کرتا رہا۔

قسم سوم میں سے انیسویں آیت

ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا
ترجمہ یعنی رسول ﷺ جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لے لو
اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔

طریقہ استدلال۔ لہذا اب ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے سو پہلے وہ حدیث سنو جو مشکوٰۃ
میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ یہ ہے وعنه قال قال رسول
اللہ ﷺ اعمار امتی ما بین سنین الی السبعین و اقلهم
من یجوز ذالک (ترمذی و ابن ماجہ)

یعنی اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی اور ایسے
لوگ کمتر ہوں گے جو ان سے تجاوز کریں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح
بن مریمؑ اس امت کے شمار میں ہی آگئے ہیں پھر اتنا فرق کیونکر ممکن
ہے کہ اور لوگ تو ستر برس تک مشکل سے پہنچیں اور ان کا یہ حال ہو
کہ وہ دو ہزار کے قریب ان کی زندگی کے برس گزر گئے اور اب تک
مرنے میں نہیں آتے بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا میں آکر پھر چالیس یا
پستالیس برس زندہ رہیں گے۔

۲۔ پھر دوسری حدیث مسلم کی ہے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے
اور وہ یہ ہے۔

وعن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی ﷺ یقول قبل ان
یموت بشہر تسئلون عن الساعة وانما علمها عند اللہ واقسم
باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ یاتی علیہا مائۃ سنۃ
وہی حیۃ (رواہ مسلم)

ترجمہ اور روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ کہا سنا میں نے پیغمبر خدا ﷺ
سے جو وہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ کوئی اس زمین پر مخلوق نہیں جو اس
پر سو برس گزرے اور وہ زندہ رہے۔

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات میں سے ہو وہ شخص سو برس زندہ نہیں رہے گا اور ارض کی قید سے مطلب یہ ہے کہ تا آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکلی جائے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور ماعلیٰ الارض میں داخل ہیں۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی جسم خاکی زمین پر رہے تو فوت ہو جائے گا اور اگر آسمان پر چلا جائے تو فوت نہیں ہو گا کیونکہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا تو خود بموجب نص قرآن کریم کے ممنوع ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ (ازالہ اوہام ص ۶۲۳ تا ۶۲۵)

تبصرہ و تجزیہ۔ ناظرین کرام ہمارا واسطہ اس انسانی ڈھانچہ سے پڑا ہے جو کسی بھی اصول اور ضابطہ کا پابند نہیں رہتا۔ ذاتی حصول مفاد کے لئے تن من دھن سب کچھ قربان اور لمبا میٹ کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ بتلائے ایسے فرد سے کیسے نمٹا جاسکتا ہے؟

تفصیل اس معممہ کی یہ ہے۔ یہ جناب کاروباری ساری زندگی اسی موقف پر رہے کہ یہ امت سب سے افضل ہے یہ اپنی ضروریات کے لئے خود ہی منکفل ہے اسے کسی خارجی معاون کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی یہ افضل ترین امت اپنی اصلاح کے لئے ایک اسرائیلی سابقہ نبیؑ کی کیونکر محتاج ہو سکتی ہے جس کے اصول دین الگ۔ شریعت و مسائل الگ۔ وہ اس امت کی قیادت کیسے کریں گے؟

کبھی یہ وعظ کہنا شروع کر دیتے۔ کہ جب مسیح آئیں گے تو وہ نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے یا نبوت کے ساتھ۔ نبوت کے ساتھ نہ آویں تو معزولی نبوت کا اعتراض آئے گا جو کسی کو بھی گوارا نہیں۔ اگر نبوت کے ساتھ ہی آویں تو امت کی قیادت کس طرح کریں گے؟ کیونکہ اس امت کے اصول و مسائل الگ اور ان کی نبوت کے اصول و مسائل الگ۔ لہذا وہ اس امت کے مسائل و تفصیلات کیسے حاصل کریں گے؟ آیا بذریعہ وحی یا استفادہ عن احد من افراد

الامت۔ بصورت اولی ختم نبوت کے خلاف لازم آئے گا اور بصورت ثانی نبی کا استفادہ امتی سے اس کی تنقیص کا باعث ہو گا۔

کبھی ازراہ تمسخر کہتے کہ اسلام کے لئے وہ دن بھی مقدر ہے کہ جب ایک سابقہ اسرائیلی نبی اس کی قیادت کرے گا امتی مسجد کو جائیں گے تو وہ گرجا کو جائے گا یہ قرآن کھولیں گے وہ انجیل کھول بیٹھے گا۔ المختصر حقیقتہ الوحی ص ۱۳۹۔

کبھی کہتے ہیں کہ حدیث بخاری میں ہے اما مکم منکم۔ کہ وہ امت میں سے ایک شخص ہو گا۔ باہر کا کوئی فرد نہ ہو گا کبھی حدیث الا انہ خلیفتی فی امتی۔ سناتے ہیں کہ وہ میری ہی امت کا ایک فرد ہو کر میرا خلیفہ ہو گا غرضیکہ بات بات میں حضرت عیسیٰؑ کو خارج از امت قرار دیکر قدم قدم پر ولویلا کرتا رہا۔ مگر ضرورت اور غرض ہندی اور مغلو پرستی انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے مرزا صاحب نے ایک بہترین عنوان قائم کیا۔ ما اتاکم الرسول فخذوه اذ ہم حیران تھے کہ دیکھیں جناب کا دیانی صاحب کیا گل کھلاتے ہیں۔ کونسا ثریا ستارہ توڑ کر لاتے ہیں رجل فارسی جو ہوتے۔ مگر آنجمنانی بہت برے پھنسے۔ کہ اپنی ساری زندگی میں بیان کردہ موقف پر پانی پھیر دیا کس طرح؟ حدیث ابو ہریرہؓ لے آئے۔ کہ آپ نے ارشاد رسول ﷺ نقل فرمایا ہے کہ میری امت کی عمر ساٹھ سے ستر برس کے درمیان ہوگی الخ۔

اب مرزا صاحب نے سوچا کہ میں خوب پھنسا۔ ایک تو اسی اپنے مخالف یعنی ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کر دی جن کے متعلق میں بار بار نہایت سنگین جرح کر چکا ہوں۔ کہ یہ صاحب موٹی عقل کے مالک تھے درایت نہ رکھتے تھے العیاذ باللہ خیر اتنی بات تو شاید چھپی رہے۔ مگر اگلی بات کیسے محفوظ رہے گی۔ کہ اعمار امتی سے وفات مسیح کیسے ثابت کروں گا تو فوراً "مرد میدان بن کر راہ حق میں تن من دهن سب کچھ ملایا میٹ کرنے پر تل گئے اور صاف لکھ دیا کہ بات تو واقعی امت کی عمروں کے متعلق ہے مگر حضرت کا اس میں شامل کرنا کچھ مشکل نہیں کیونکہ سب لوگ خاتم الانبیاء ﷺ کو سید المرسلین اور نبی الانبیاءؑ بھی کہتے رہتے ہیں لہذا اس اصطلاح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت گھسیانے ہو کر شکستہ قلم سے

لکھ دیا۔ کہ حضرت مسیح بھی آپ کی امت کے شمار میں آچکے ہیں لہذا آپ بھی امت کے ضابطہ اعمار کے تحت آگئے۔ کیونکہ ہماری غرض تو امت مسیح ہے وہ چاہے کس طرح حاصل ہو۔ ہم ہر قربانی دینے کے لئے تیار و بیتاب ہیں۔ چلو ایک منٹ کے لئے سابقہ بیانات اور نظریہ سے آنکھیں بند کر کے یہ جملہ بول دینے میں کونسی آفت ٹوٹ پڑے گی۔ آخروجی کا ہمانہ بنا کر اس تناقض سے بھی نکلنے کی کوشش کر لوں گا۔

مگر افسوس بات پھر بھی نہ بنی۔ کیونکہ یہ سچ ہے کہ اصدق الخلق ﷺ نے یوں ہی فرمایا ہے مگر یہ فرمان تو اکثری ہے۔ چنانچہ آخر میں اقل من بجوز بھی تو فرمایا ہے اب ہم مسیح کو اقل من بجوز میں داخل کر لیں گے تو آنجہانی پھر خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ بلکہ مسیح تو بوجہ ولنجعلہ آیت کے تحت اقل الاقل میں شامل ہیں۔ پھر کیا بنے گا؟ پھر یہ بات مشاہدہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ کوئی امت کا فرد ایک آدھ منٹ بعد ہی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور کوئی اقل من بجوز کے تحت سو برس سے بھی تجلوز کر جاتا ہے تو یہ ابتداء و انتہا کی حد بندی اللہ کی قدرت میں ہے۔ نہ کہ کلابانی چاہت کے مطابق۔ نیز یہ ضابطہ تو اس متغیر جہاں کے متعلق ہے اور حضرت مسیح غیر متغیر ماحول میں ہیں جہاں کے ٹائم ٹیبل کو اس جہاں کے ٹائم ٹیبل سے ایک اور ہزار کی نہیں بلکہ اور ۳۶۰۰۰۰ کی نسبت ہے تو اس اصول سے مسیح کی عمر تو ابھی چالیس سال بھی نہیں ہوئی چہ جائیکہ دو ہزار برس کے قریب ہو جائے مرزا صاحب ذرا مرق و ہیسٹریا کے اثر سے باہر نکل کر بات کرو۔ شاید اصل حقیقت آپ کے ذہن نشین ہو جائے غرضیکہ مرزا کلابانی نے اپنے قائم کردہ عنوان سے زبردست غداری کی ہے جس کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث نمبر ۲۔ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی روشنی میں جناب آنجہانی ایک اور قباحت اور تباہی کا شکار ہو رہے ہیں وہ یوں کہ جناب نے اس حدیث مسلم سے وفات مسیح پر استدلال اس بنا پر کیا ہے کہ اس حدیث میں قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ سوسال تک تمام اہل ارض کا صفایا ہو جائے گا۔ تو اول تو یہ اکثری بات ہے جس میں استثنا ممکن ہی نہیں بلکہ وقوع پذیر بھی ہو چکا ہے کیونکہ آخری صحابی دوسری صدی

میں رحلت فرما ہوتے ہیں غالباً ۱۰۲ ہجری میں نیز یہ اہل ارض کے متعلق ہے اہل سما کے لئے نہیں باقی مرزا صاحب کا یہ ڈھکوسلہ کہ اہل ارض سے یہ مراد ہے وہ مراد ہے یہ محض اس کی حماقت ہے۔ حدیث میں ایسا کوئی اشارہ نہیں ہے۔ یہ الفاظ اس نے محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے بولے ہیں پھر آخری اور سب سے گھمبیر بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے حلیہ خبر کے متعلق فرمایا ہے کہ ایسی خبر مبنی پر ظاہر ہوتی ہے اس میں کوئی تاویل یا استثنا نہیں چلتا تو ہم عرض کرتے ہیں کہ بالکل ٹھیک ہے مگر ذرا ٹھہر کر ہماری گزارش بھی سنئے ما اتاکم الرسول فخذوه پر اگر واقعی تمہارا ایمان ہے تو ذرا ٹھہریے سب معاملہ سیدھا ہو جاتا ہے دیکھیے صادق و امین حضرت ﷺ نے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار بنو ان قسم ارشاد فرمایا ہے بلکہ بانوں تھیلہ بالام تاکید فرمایا۔ کہ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم بخاری ص ۳۹۰ ص ۳۳۶ د ص ۲۹۶ پھر تمہاری پیش کردہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کی ہے مگر یہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی بخاری شریف کی ہے نیز مسلم شریف ص ۸۷ ج ۱ د ص ۴۰۸ ج ۱ نیز مسند حمیدی ۸۲۴ و ۸۳۱ میں بھی نزول مسیح کے متعلق حلیہ ارشادات رسالت منقول ہیں آپ ان کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ صاحب بہار آپ نے یہ ضابطہ تحریر کیا تھا۔ تو جو امر آپ ثابت کرنا چاہتے تھے وہ تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہ ہو سکا مگر اسی ضابطہ کے مطابق نزول مسیح جسمانی علی وجہ الکمال ثابت ہو چکا ہے اب دیانتداری کا تقاضا ہے۔ کہ آپ یہودی سرشت کو ترک کر کے یعنی ضد و ہٹ دھرمی۔ اہل حق کی روش اختیار کر کے امت مسلمہ سے اپنی محاذ آرائی ختم کر دیں۔ مہدی و مسیح کی چکر بازی ختم کر کے حسب سابق سیدھے سادھے مسلمان بن جائیں۔ خواہ مخواہ کی آویزش ختم کر کے مرنجول مرنج بن جائیں اللہ اللہ تے خیر سلا۔

صاحب بہار آپ مزید غور فرمائیں تو آپ کو معاملہ مزید بگڑا ہوا نظر آجائے گا کیونکہ حدیث میں نفس مسفوسۃ علی الارض ہے یعنی کوئی بھی جاندار چیز جو سطح ارضی پر موجود ہے وہ سوسل تک ختم ہو جائے گی اس میں انسان غیر انسان تمام مخلوق آجاتی ہے نیز اس میں سطح ارضی کی قید ہے۔ مگر آپ زمین سے نظر اٹھا کر

فورا" مسیح کے پیچھے آسمان پر جا پہنچے جو کہ اس حدیث کا مصداق ہی نہیں۔ آپ نے ترجمہ حدیث میں خواہ مخواہ محض سینہ زوری سے خود کار جملے برہا کر اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے بھلے مانس ارض و سما کی تمام تدبیر اور نظام اسی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے الا يعلم من خلق اسی نے علم و حکمت کے مطابق ہر بات کی وضاحت فرمادی ہے اس نے خود اپنے لاریب کلام میں حضرت روح اللہ کا رفع بیان فرمایا اور اپنے حبیب کریم ﷺ کی زبان اقدس سے ان کا نزول اور جملہ حالات و کوائف اس تفصیل اور انداز سے بیان فرمادیتے کہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا کوئی انخفاء۔ گھپلہ یا شک و شبہ باقی رہنا ناممکن ہے اب آپ پر افسوس ہے کہ اتنی وضاحت و صراحت منصوبہ کے بعد بھی آپ ارد گرد سے تنکوں کا سارا تلاش کرتے پھرتے ہیں کبھی کسی عموم سے اور کبھی اطلاق سے کبھی آپ نے سنۃ اللہ سے استدلال کرنے میں غلطی نظر آتے ہیں اور کبھی قرآن و حدیث میں خود تراشہ جملے برہا کر خدا رسول ﷺ سے ٹکر لیتے نظر آتے ہیں۔ خدا رکھ تو حیا کریں۔ بھلا آپ کی اس ویسہ کاریوں سے اصل حقیقت (رفع و نزول مسیح) مخدوش ہو جائے گی ہرگز نہیں صاحب بہادر آپ ذرا اپنے وضع کردہ ضوابط کو تو ملحوظ رکھ لیا کریں۔ جب آپ نے حلفیہ بیان رسول ﷺ جو صرف ایک آدھ دفعہ کسی حدیث حسن یا ضعیف میں نہیں بلکہ بار بار اور صحیح ترین احادیث میں مختلف انداز میں مذکور ہے آپ ان سے کیوں منحرف ہو رہے ہیں۔ آخر اتنی مفاد پرستی اور خود غرضی کیوں؟ اصول و ضوابط سے انحراف کوئی معقولیت نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت مسلم ہے کہ انسان کو خود غرضی اندھا کر دیتی ہے مگر با اصول انسان یہ حرکت بد نہیں کرتا آخر استقامت بھی کوئی حقیقت ہے۔ جس کی بڑی مدح و تحسین فرمائی گئی ہے۔

اس کی حقیقت یہی ہے کہ انسان ہر حال میں اصول پر قائم رہے حقیقت پر مستقیم رہے۔ ہر طرف منہ نہ مارتا پھرے رب کریم کا ارشاد ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تنزل علیہم الملائکہ

مگر صاحب آپ بار بار لوگوں کو اور ہمیں حق پرستی کا وعظ سناتے ہیں مگر

آپ ہر موقعہ پر بے اصول کو سینہ سے لگا لیتے ہیں آپ کو صرف اپنا ہی خود تراشید
مفلو پیش نظر ہوتا ہے دیکھیے آپ نے ایک تو یہ بے اصول برقی۔ کہ ساری
زندگی مسیح کو خارج از امت کہہ کر ان کی آمد کا انکار کرتے رہے۔ مگر اب آپ کو
حدیث مسلم میں اس بات کا رتی بھر خیال نہ رہا اسی طرح آپ ایک اور موقعہ پر
بھی اپنا یہ نظریہ ذبح کر چکے ہیں وہ یہ ہے کہ

ایک دفعہ آپ سے سوال ہوا۔ کہ آپ ہمارے امام ہیں تو آپ خود نماز
کیوں نہیں پڑھتے؟

تو آپ نے آؤ دیکھانہ تاؤ۔ فوراً کہہ دیا کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ آنے
والا مسیح دوسروں کے پیچھے نماز پڑے گا۔ حالانکہ تمہاری یہ بات بھی سراسر غلط ہے
کیونکہ امام مکم منکم کا مفہوم تو یہ ہے کہ جب مسیح نازل ہوں گے تو اس وقت
تمہارا امام (امام مہدی) تمہیں میں سے ہوں گے۔

تو از روئے حدیث نزول مسیح پر پہلی مرتبہ بوجہ نماز امام مہدی کے پیچھے ادا
کریں گے کیونکہ ان کے لئے اقامت ہو چکی ہو گی اور اس کے بعد آپ ہی
امامت کرائیں گے۔

مگر آپ نے تو ساری زندگی اپنے مریدوں کے پیچھے ہی نماز پڑھی کیونکہ آپ
اس لائق ہی نہ تھے آپ کو تو خود اپنی نماز بطور عزیمت ادا کرنا نصیب نہ ہوتی۔
غرضیکہ آپ بوجہ مجبوری کے یہاں بھی ڈنڈی مار گئے کہ حدیث میں آتا کہ مسیح
دوسرے کے پیچھے نماز پڑھے گا۔ پھر آپ کی امامت۔ اور حاکمیت کس کام کی ہے
آنے والا مسیح تو امامت کبریٰ کا مالک ہو گا اور صغریٰ کا بھی۔ مگر آپ ایسے ننگڑے
لوہے امام آئے۔ کہ محض گورنر جنرل ہی بنے رہے۔ نہ اپ کو امامت کبریٰ
نصیب اور نہ امامت صغریٰ۔ تو ایسے ناکام اور بیکار امام کی امت کو کیا ضرورت
تھی؟ جو نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ جب عام مومن کی شان یہ ہے۔ الذین یستمعون
القول فیتنبعون احسنہ تو خاص مومن۔ ولی۔ مجدد۔ مہدی اور مسیح کی شان
کیا ہو سکتی ہے؟ کہ وہ معذوری کی نماز بھی پابندی سے نہ پڑھے۔ بتائیے ایسا فاسق
پیشوا امت کی خاک تربیت کرے گا۔

الحاصل ہم نہایت خیر خواہی سے موجودہ کلویائیوں کو عرض کرتے ہیں کہ تمہارا یہ لام عادل (گورنر جنرل) یہ مسیح نہ نبی مجدد و ملہم وغیرہ محض ایک ڈرامہ باز تھا اس میں رتی بھر حقیقت نہ تھی لہذا اس کا دین چھوڑ کارہبر کائنات خاتم المرسلین ﷺ سے ہی وابستہ ہو جاؤ۔ کلویائیوں اس سے تو موجودہ زمانے کے ڈبے پیر ہی اچھے ہیں جو اللہ پر اتنا افترا نہیں کرتے جتنا یہ مصنوعی گورنر جنرل کرتا رہا ہے۔

ناظرین کرام آپ کو مندرجہ بالا تفصیل سے کلویائی علم و معرفت کی مکمل حقیقت معلوم ہو چکی ہوگی کہ یہ صاحب محض ایک ڈرامہ باز سے بڑھ کر نہیں قرآن و حدیث سے سراسر غلط اور اختراعی مفلا کے حصول میں پاگل ہو جاتا ہے۔ لہذا اسے دور سے ہی سلام کر کے اپنے آپ کو محفوظ کر لیجئے۔

قسم سوم میں سے بیسیویں آیت ۱۶۳

مرزا صاحب کی ترتیب سے ان کے نظریہ وفات مسیح پر تیسویں اور آخری آیت یہ ہے۔ او ترقی فی السماء --- قل سبحان ربی هل كنت الا بشرا رسولا۔ (بنی اسرائیل)

قادیانی ترجمہ اور استدلال۔ یعنی کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھاتے ہو، ہم ایمان لائیں گے ان کو کہدے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دارالافتاء میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھادے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں کہ ایک آدمی۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لیجائے اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریمؑ کا آسمان پر جانا صحیح مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہر جائے گا اور کلام الہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا لہذا قطعی اور یقینی یہی امر ہے کہ حضرت مسیحؑ بجزدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے ہیں۔

بھلا ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا موت کے بعد حضرت یحییٰ اور حضرت آدم اور حضرت ادریس اور حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف وغیرہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے یا نہیں۔ اگر نہیں اٹھائے گئے تو پھر کیونکہ معراج کی رات میں آنحضرت ﷺ نے ان سب کو آسمانوں میں دیکھا اور اگر اٹھائے گئے تھے تو پھر ناحق مسیح علیہ السلام کی رفع کے کیوں اور طور پر معنی کئے جاتے ہیں۔ (رفع جسمانی) تعجب کہ توفی کا لفظ جو صریح وفات مسیح پر دلالت کرتا ہے جا بجا ان کے حق میں موجود ہے اور اٹھائے جانے کا نمونہ بھی بدیہی طور پر کھلا ہے کیونکہ وہ انہیں فوت شدہ لوگوں میں جا ملے جو ان سے پہلے اٹھائے گئے تھے اور اگر کہو کہ وہ لوگ اٹھائے نہیں گئے تو میں کہتا ہوں کہ وہ پھر آسمان میں کیونکر پہنچ گئے۔ آخر

اٹھائے گئے تھے تو آسمان پر پہنچے کیا تم قرآن شریف میں یہ آیت نہیں پڑھتے ورفعنہا مکانا علیا۔ کیا یہ وہی رقعہ نہیں جو مسیح کے بارہ میں آیا ہے؟ کیا اس کے اٹھائے جانے کے معنی نہیں ہیں فانی تصرفوں۔

(ازالہ اوہام ص ۶۲۵ تا ۶۲۷)

تجزیہ و تبصرہ۔ ناظرین کرام۔ یہ آیت قلابانی استدلال کی آخری آیت ہے۔ جس کے الفاظ۔ ترجمہ و استدلال میں جناب مرزا صاحب نے صرف حسب سابق نہیں بلکہ اس سے نہایت بڑھ کر۔ الحاد و زندقہ اور دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ اس اقتباس میں نہ تو

۱۔ الفاظ قرآن کو پورا نقل کیا گیا ہے بلکہ درمیان سے بھی اپنے خلاف مقصد الفاظ حذف کر دیئے گئے ہیں۔

۲۔ آیت کے صرف آخری حصہ کو نقل کر کے بقول خود شریہ۔ غنڈے اور بد معاش لوگوں کی حرکت کی ہے۔ (دیکھیے خزائن ص ۲۰۲ ج ۲۳)

۳۔ قرآنی آیت کی من مانی اور سلف سے ہٹ کر تفسیر کر کے من فسر القرآن برائیه فہو لیس بمومن بل هو اخ الشیطان۔ ہونے کا ایوارڈ حاصل کیا ہے۔

۴۔ قرآنی مفہوم میں تضاد و تناقض کا اظہار کر کے سنگین ترین الحاد و زندقہ کا ارتکاب کیا ہے۔

۵۔ اس تمام ہیرا پھیری کے ذریعہ امت کے اجماعی اور متواتر نظریہ حق سے خود منحرف ہو کر عوام الناس کو بھی دعوت انحراف و ضلالت دی ہے۔ فقد افسی

بغیر علم فضل و اضل فتعسا" لہ ولمن اتبعہ اجمعین غرضیکہ آنجمنانی مرزا صاحب نے اس آخری دلیل میں تمام جرائم کا دل کھول کر ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً

۱۔ آیت کو سیاق و سباق سے کٹ کر محض ایک جملہ ہی نقل کیا ہے اور اس میں بھی شوق تحریف پورا کرنے سے باز نہیں رہ سکے کہ ولن نومن لر قییک کے الفاظ قرآنی لفظاً و معنی الگ کر دیئے۔ اف لہ ولمن اتبعہ

۲۔ ترجمہ اور الفاظ میں بھی نہایت عیاری اور ہوشیاری کا مظاہرہ کیا ہے نیز

مفہوم آیت میں بھی خوب اتباع ابلیس کی ہے۔

۳۔ طریقہ استدلال و استنباط میں نہایت بے اصولی اور بے قاعدگی کا ارتکاب کیا ہے۔

۴۔ سلف صالحین کے طے شدہ نظریہ سے نہایت جرات و بیباکی سے انحراف کیا ہے؟

مندرجہ بالا ابتدائی معروضات کے بعد آیت کریمہ کا اصل منقول اور مستند مفہوم سماعت فرمائیے

مرزا قادیانی کے نقل کردہ الفاظ قرآنی سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۹۳ کا آخری حصہ ہیں جناب مرزا صاحب نے سیاق و سباق کے علاوہ نفس مسئلہ کے متعلقہ سابقہ تین آیات نظر انداز کر دی ہیں جن کے نتیجہ اور جواب میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

اصل مسئلہ اور اس کا پس منظر

یوں ہے۔ کہ حق و باطل کا معرکہ اور آویزش قائم ہونے کی صورت میں مخالفین حق۔ تلاش حق کی نیت سے نہیں بلکہ محض حق کو ناکام کرنے کے لئے سو قسم کے حیلے بمانے پیش کرتے رہے۔ مثلاً "کبھی ذات پند پر اعتراض کہ یہ نوع بشر سے نہیں ہونا چاہیے بلکہ کوئی آسمانی یا مانوق الفطرت مخلوق کا فرد آنا چاہیے۔ کبھی اعمال رسول ﷺ پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا اور سڑکوں بازاروں میں عام انسانوں کی طرح چلتا پھرتا ہے۔ اور کبھی اپنے اختراعی معجزات کا مطالبہ کیا جاتا۔ کہ آپ فلاں فلاں معجزہ دکھائیں تو پھر ہم مانیں گے۔ کبھی کہتے کہ سابقہ نبیوں والے معجزات دکھاؤ تو پھر مانیں گے۔ غرضیکہ مخالفین حق کو تسلیم کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس کی اشاعت کو روکنے کے لئے قسم قسم کے عذر و حیلے پیش کرتے رہتے۔

جبکہ الہی ضابطہ یہ ہے کہ وہ اپنے رسول اور نبی ﷺ کی تائید و تصدیق کے لئے حسب ضرورت معجزات پہلے ہی عطا فرمادیتا ہے کہ جن کو ملاحظہ کر کے ایک

حق پسند اور معقول انسان قبول حق کی طرف بے ساختہ پیش رفت کر لیتا ہے مگر کفر پر ضد کرنے والے بد بخت افراد ان کو نظر انداز کر کے محض ضیاع وقت کے لیے مزید اختزاعی نشانوں کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں چنانچہ حسب سابق خاتم الانبیاء ﷺ کے مخالفین نے بھی ایسے بے شمار عذر و حیلے تراشے۔ جن میں سے بعض پورے بھی کر دیئے جاتے مگر ان کے پیش نظر چونکہ محض ضد اور ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔ حق پسندی نہیں ہوتی لہذا وہ مطلوبہ معجزات کو دیکھ کر بھی سحر و جادو کہہ کر ہل من مزید کی رٹ لگانا شروع کر دیتے ہیں۔

چنانچہ ان آیات کریمہ میں بھی حق و باطل کی محاذ آرائی کا ذکر کرتے ہوئے اور ان پر اتمام حجت فرماتے ہوئے ان کے اختزاعی اور مطلوبہ امور کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ

وقالو لن نومن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا" ○
 اوتكون لك جنة من نخيل و عنب فتفجر الانهار خللها
 تفجيرا ○ اوتسقط السماء كما زعمت علينا كسفا" او
 تانى بالله والملائكة قبيلا ○ اويكون لك بيت من زخرف
 او ترقى فى السماء - ولن نومن لرفيک حتى تنزل علينا
 کتابا" نقرؤه - قل سبحان ربى هل کنت الا بشرا" رسولا ○

ترجمہ اور کہنے لگے کہ ہم آپ پر اس وقت تک یقین نہ کریں گے جب تک کہ آپ ہمارے لئے ایک چشمہ نہ جاری کر دیں۔ یا اس وقت تسلیم کریں گے جب کہ آپ کا ایک کھجور اور انگور کا باغ ہو۔ جس میں باقاعدہ نہریں بھی جاری کر دی جائیں یا آپ کوئی آسمان کا ٹکرا گرا دیں جیسا کہ آپ کا خیال ہے یا آپ ہمارے سامنے اللہ اور فرشتوں کو لے آئیں۔ یا آپ کی سونے کی رہائش گاہ ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور مزید یہ کہ ہم آپ کا آسمان پر چڑھنا اس وقت تسلیم کریں گے جب کہ آپ وہاں سے ہمارے لئے ایک کتاب لے آویں جسے ہم پڑھ لیں۔

اے میرے حبیب کریم ﷺ ان کے مطالبات کے جواب میں آپ فرما دیں۔ کہ میرا پروردگار ہر قسم کے نقص و ضعف سے پاک اور منزہ ہے (وہ سب کچھ

فراہم کر سکتا ہے ہاں) میں تو نوع انسانی سے ایک رسول ہوں (لہذا یہ امور میرے اختیار میں نہیں) وہ چاہے تو سب کچھ فراہم ہو سکتا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی معظم ﷺ کی زبان اقدس سے اعلان کرایا۔ کہ یہ تمام امور ممکن بالذات ہیں ممتنع نہیں لیکن میرے بس میں نہیں ان کو میرا رب ہی وجود پذیر کر سکتا ہے وہ چاہے تو یہ کیا اس سے بھی بڑھ کر ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔ دیکھیے اس نے میری صداقت کے ثبوت کے لئے بے شمار معجزات ظاہر فرمائے ہیں جن کو تم دیکھ کر پھر بھی ایمان نہ لائے اب لگ کر تمہارے مطلوبہ معجزات ظاہر بھی ہو جائیں تو کیا گارنٹی ہے کہ تم ضرور ایمان لے آؤ یہ تو گزشتہ زمانوں میں ہوتا آیا ہے کہ ضدی مخالفین نے من مانے معجزے مانگے جو ان کو مل بھی گئے جیسے ناقصہ صلح۔ تو پھر کیا وہ لوگ ایمان لے آئے؟ ہرگز۔ نہیں ان کے سامنے تو بڑی اوز اہم رکھوٹ رسولوں کا نوع بشر سے ہونا تھا نیز معجزات کے سلسلہ میں سیرت موسیٰ تمہارے سامنے ہے کہ ان کی قوم کے سامنے ید بیضا اور عصا کے معجزہ متعدد بار ظاہر ہوا مگر وہ لوگ لٹس سے مس نہ ہوئے حتیٰ کہ ہم نے پے در پے ۹ معجزات دکھائے لیکن وہ لوگ پھر بھی یقین نہ لائے ہالاخر ان کا حشر تاریخ عالم میں معروف اور زبان زد ہے لہذا جب اظہار معجزات مطلوبہ تمہارے ایمان کے لیے علت موجبہ نہیں بن سکتی تو پھر ان کے اظہار کا کیا فائدہ؟ ویسے بقدر ضرورت معجزات کا اظہار حکمت الہی کے تحت ہوتا رہتا ہے دیکھیے سب سے عجیب اور دائمی معجزہ قرآن مجید ہے کہ جس کے متعلق مدت سے چیلنج کیا جا رہا ہے کہ اگر تم اس کے کلام الہی ہونے میں متردد ہو۔ تو سب کے سب مل کر کبھی بھی اور کسی بھی زمانہ و مکان میں اس کی نظیر پیش کرو تو ہم اپنا دعویٰ واپس لے لیں گے مگر ہمارا یہ بھی چیلنج ہے۔ کہ یہ صرف چند انسانوں کے بس میں نہیں بلکہ روئے زمین کے تمام جن و انس مل کر بھی تا قیامت اس جیسا کلام نہیں لاسکتے۔ لہذا اگر تم واقعی مخلص اور طالب حق ہو تو اسی دائمی اور لازوال معجزہ میں غور و فکر کر کے راہ حق پر گامزن ہو جاؤ۔ ہمارے خاتم الانبیاء ﷺ کے قدموں میں آجاؤ اس کے علاوہ بھی ہم نے تفصیم حق کے لئے اس قرآن مجید میں ہر قسم کی دلیل و برہان کو واضح کر دیا

ہے اسی سلسلہ اعجاز پر اکتفا کر کے حق پرست بن جاؤ۔ مگر ضدی مخالف طلب حق کے لئے یہ محاذ آرائی نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ تو حیلے بہانے سے اشاعت حق میں مزاحمت پیدا کرنے کی کوشش میں تھے صرف خانہ پری اور وقت گزاری کے لئے یہ سلسلہ حیلہ سازی اور مطالبات پیش کئے تھے اسی بنا پر سب کچھ دیکھ بھل کر بھی انہوں نے کہہ دیا کہ آپ ہمارے سامنے فلاں فلاں امور کا اظہار فرمائیں اسی طرح اس موقع پر مخالفین کے چھ مطالبات تھے بعض سنگل بعض ڈبل۔ جیسے مطالبہ ۲ و ۶۔

حسب حقیقت ان امور کے مطلق امتناع کے پیش نظر نہیں بلکہ اختیار رسالت کے پیش نظر مجموعی طور پر جواب دلویا۔ کہ یہ امور میرے اختیار میں نہیں کیونکہ میں نہ اللہ ہوں نہ ہی الہی قدرت کا حامل۔ بلکہ میں تو صرف نوع انسانی میں سے اس کا ایک رسول ہوں۔ جو محض اپنے اختیار اور ارادہ سے ہر مطلوبہ معجزہ نہیں دکھاتا پھرتا بلکہ وہ اس سلسلہ کو نشا و حکمت الہی کے سپرد کرتا ہے یہ ہے تمام حقیقت جس کو مرزا صاحب نے اپنے مذموم ترین مقصد کے تحت قدم قدم پر تحریف و تبدیلی کا مرقع بنا دیا۔ آپ دوبارہ آنجہانی کی عبارت کو دیکھیں۔ کہ اس جواب کو صرف او ترقی فی السماء کے ساتھ منسلک کر کے باقی امور کو نظر انداز کر دیا۔ الامن والحفیظ اتی جرات اور بیباکی کہ جو ایک مومن باللہ والقرآن کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتی چنانچہ اس جیسی جسارت پر ہی مرزا صاحب سرسید کو جھنجھوڑ رہے ہیں۔ (آئینہ کمالات)

مگر معاملہ سو فیصد وہی ہے کہ دیگران رملہ نصیحت و خود را فضیحت۔ آنجناب نے دل کھول کر لم تقولون لما لا تفعولون کا تسخیر اڑایا ہے۔

دوسرے طرز ہے

ان آیات میں کفار کی طرف سچھ مطالبات کے جواب میں ایک ہی جملہ هل كنت الا بشرا رسولاً فرمایا ہے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا چھ امور کا امکان یا امتناع یکساں ہے۔ ایسا نہیں کہ بعض ممکن ہوں اور بعض ممنوع۔ ورنہ سب کی

طرف سے ایک ہی جواب کفایت نہ کرتا۔

مگر مرزا صاحب نے اس جواب کو صرف آخری یعنی چھٹے مطالبہ اور ترقی فی السماء سے متعلق کر کے دجل و فریب کا زبردست مظاہرہ کیا ہے۔ گویا مندرجہ بالا چھ امور یکساں نہیں بلکہ پہلے پانچ ممکن اور عام امور ہیں مگر چھٹا مطالبہ ممنوع ہے اسی لئے مرزا صاحب نے فرمایا

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں (یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟) کہ کسی جسم کو آسمان پر لیجائے پھر ڈبل یہ ماری کہ اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم کا آسمان پر جانا صحیح مان لیا جائے تو یہ جواب مذکور سخت اعتراض کے لائق ٹھہرے گا اور کلام اللہ میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا لہذا قطعی امر یہی ہے کہ مسیح بجز العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد گئے ہیں (یعنی ان کی روح گئی ہے)

ناظرین کرام مرزا صاحب کا یہ سارا استدلال سراسر تحریف قرآن اور دجل و فریب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اللہ کریم نے ہل کنت الا بشرا رسولا " صرف آخری مطالبہ سے متعلق نہیں فرمایا بلکہ چھ کے چھ امور سے وابستہ فرمایا ہے لہذا بقول مرزا اگر یہ عادت اللہ سے خارج اور ممنوع ہے تو باقی چھ امور بھی ممنوع ہوں گے اور اگر وہ ممکن الوجود ہیں تو یہ بھی ممکن الوجود ہو گا۔ تقسیم ناممکن ہے تو جب کفارہ کا صرف یہی ایک مطالبہ نہیں اور نہ ہی یہ عادت اللہ سے خارج ہے (کیونکہ اس کا کہیں ذکر ہی نہیں) لہذا کلابانی کی اگلی تصریحات بھی فضول اور لچر قرار پائیں گی۔ تو اس طرح نہ قرآن پر کوئی اعتراض لازم آتا ہے اور نہ ہی تضاد و تناقض کا کوئی شائبہ۔

لہذا رفع جسدی بالکل ممکن ہے اور اس کا وقوع قطعی طور پر در حق مسیح ہو چکا ہے اس طرح خاتم الانبیاء ﷺ کا معراج جسمانی بھی قطعاً وقوع پذیر ہو چکا ہے بالفرض اگر اس رفع جسدی کو عادت اللہ سے خارج بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی ہمارا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ یہ دونوں رفع بطور اعجاز من جانب اللہ وقوع پذیر ہوئے

ہیں یہ نہیں کہ ہر انسان جب چاہے آسمان پر چلا جائے جو کہ عام عادت اللہ کی مخلوق بلکہ بطور اعجاز کے یہ دونوں واقعات معراج جسمانی اور رفع مسیح محض ارادہ و قدرت الہی سے وقوع پذیر ہوئے ہیں اسی بنا پر قادر قیوم ذات باری نے دونوں کے متعلق جمیع اعتراضات اور استبعادات کو بالفاظ۔ سبحان الذی اسری بعبدم۔ اور وکان اللہ عزیزاً "حکیماناً مستزداً فرمایا۔ ویسے بھی معجزہ کہتے ہی خلاف عادت امور کو ہیں عادی امور کو کون معجزہ کہتا ہے کیونکہ یہ تو اس کے نفس مفہوم سے ہی خارج ہے۔

لہذا ایسے طے شدہ اور قطعی اثبوت امور کو محض ابلیسی وساوس اور نفسانی اشکالات سے مشکوک و منحوش نہیں کیا جاسکتا۔
نیز یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ

جناب کلویانی یہ استنباط و استخراج کرنے کے لائق اس وقت ہوئے ہیں جب کہ خود اس امر ششم میں بھی ارتکاب تحریف نہیں کر لیا۔ وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کا مطالبہ یوں نقل فرمایا کہ

او ترقی فی السماء ولن نومن لر قیق حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ
یعنی کفار کا یہ مطالبہ ڈبل تھا سنگل نہیں کہ صرف آسمان پر چڑھ جانے کا مطالبہ ہو۔ بلکہ انہوں نے آسمان پر چڑھ جانے کو ممکن سمجھ کر ساتھ ایک اور مطالبہ کر دیا کہ وہاں سے آپ ایک لکھی لکھائی کتاب بھی لاویں جس کو ہم پڑھ سکیں۔ پھر ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔

معلوم ہوا کہ مرزا کلویانی نے او ترقی فی السماء سے جو استخراج کیا اس کا خرابہ اگلا جملہ کر رہا تھا لہذا مرزا صاحب نے اس کو رکاوٹ سمجھتے ہوئے اسے حذف ہی کر دیا تاکہ کچھ تو مکرو فریب چل سکے۔ لہذا جب اگلا جملہ قرآن مجید میں موجود ہے اور ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں تو پھر کلویانی کا یہ سارا ڈرامہ محض تمسخر بالقرآن کا مظاہرہ ہو گا۔ نہ کہ کوئی حقیقت پسندی۔

اسکے بعد آپ ان تمام امور کے امکان وقوع کے متعلق ارشادات باری

سماعت فرمائیے۔

امراول

چشموں کا پھوٹنا۔ ارشاد باری ہے وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار۔
(البقرہ آیت ۷۴)

ترجمہ اور بعض ایسے پتھر ہوتے ہیں کہ جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ پہاڑی علاقوں میں چشمے پھوٹنے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں یعنی صرف بطور معجزہ ہی نہیں بلکہ عام عادت اللہ کے تحت بھی چٹانوں اور پتھروں سے چشمے اور نہریں پھوٹ پڑتی ہیں۔

۲۔ حضرت موسیٰ کے متعلق فرمایا

واذا استسقى موسى لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر۔ فانفجرت
منه اثنتا عشرة عينا (۶۰:۲)

ترجمہ اور جب التجا کی موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی کی تو ہم نے فرمایا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر ماریے۔ (چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی) تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ایسے ہی دیگر آیات میں اس معجزہ کا تذکرہ ہے مثلاً
الاعراف ۱۶۰۔

مرزا صاحب یہ تو پتھر سے نہریں اور چشمے پھوٹنے کا معاملہ ہے اور یہ بھی اس لئے مخصوص فرمایا کہ اکثر خروج مازمین سے ہوتا ہے مگر تم جیسے معاندین کو مزید سے مزید زنج کرنے کے لئے پتھر کا نام لیا۔ کہ اس سے پانی نکلنا زیادہ مشکل ہوتا ہے مگر قربان جالیئے قدرت خداوندی سے کہ اس نے ایسے تمام وسوس کو برباد کرتے ہوئے اس سے بھی محیر العقول امور کا اظہار فرما دیا ہے مثلاً

پانی کا خروج عام زمین سے نہیں بلکہ چٹان اور پتھر سے کر دیا پھر اس سے بھی بڑھ کر جس ذات اقدس سے ان امور کا مطالبہ ہو رہا ہے ان کی انگشتان بابرکت سے بھی متعدد دفعہ پانی کے چشمے جاری فرما دیئے مرزا صاحب وہ ذات قدیر جو اپنے ایک معصوم نبی اور جد خاتم الانبیاء ﷺ کی ایزھی سے ایک دائمی چشمہ (آب زمزم) جاری کر سکتا ہے وہ آپ کے لئے کوئی نہریا چشمہ جاری نہیں کر سکتا۔ سبحان اللہ وہ ذات قدیر چاہے تو رحمتہ اللعالمین ﷺ کے جانثاروں کو چلتے

ہوئے دریا سے خشک سڑک کی طرح گزار دے ملاحظہ فرما کیجئے لشکر صحابہؓ کا پیدل
دجلہ کا پار کرنا

او عقل کے اندھے منکرو۔ تمہارے دماغ کے درتچے کھل جانے چاہیں۔ تم
محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے انجمن انصار کو مستعد سمجھ رہے ہو۔ یہاں تو آپ کا
ایک جائزہ خلام صرف ایک پرچی لکھ کر دریائے نیل کو بھیجتا ہے تو وہ خشک ہونے
کے باوجود ایسا رواں دواں ہو گیا تھا۔ کہ آج تک وہ خشک ہی نہیں ہوا۔ تو جس
کے خلاموں کی برکت یہ ہیں اس آقا کی شان کیسی ہو سکتی ہے منکرین رسالت اور
ان کے ہمنوا کلابیو۔ ہمارا خدا تو ایسا قادر و قیوم ہے کہ جو صرف پتھروں اور
چٹانوں سے نہریں ہی جاری نہیں کر سکتا بلکہ وہ چاہے تو اپنے پیارے کلیم کے لئے
بھرے ہوئے دریا کو آن واحد میں چٹان کی طرح منجمد بھی کر سکتا ہے۔ اس کی
قدرتوں کا کون احاطہ کر سکتا ہے؟

۲۔ امر و م کا وقوع

ارشاد باری ہے

نبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذالک جنت تجری من تحتها
الانہار ویجعل لک قصورا۔ (الفرقان آیت ۱۰)
ترجمہ اے میرے حبیب کہ تم ﷺ یہ منکرین کیسے اٹے سیدھے مطالبے کر رہے
ہیں کہ آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ ہونا چاہیے۔ یا آپ کے پاس کو خزانہ آنا
چاہیے۔ یا آپ کا کوئی منفرد باغ ہو۔ (۷:۲۵ و ۸)

فرمایا کہ کفار حقیقت الامر سے غافل ہیں جاہل ہیں ان کو معلوم نہیں کہ یہ
چیزیں تو محض دار دنیا کی ہیں جو کہ محض فانی اور عارضی ہیں اللہ کے ہاں ان کی کچھ
وقعت نہیں۔ اس کے ہاں تو ان کی قدر مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں لہذا اس
نے یہ چیزیں اپنے پیاروں کو نہیں دیں ان کے لئے تو دائمی حیات میں ان سے بھی
کہیں بڑھ کر عمدہ ترین اور دائمی نعمتیں ہوں گی۔ باغ بھی۔ محلات بھی۔ خزانے
بھی خدام کے طور پر فرشتے اور حور و غلمان بھی۔ جن کے مقابلہ میں ان امور دنیا
کی کچھ بھی وقعت نہیں ہے۔ ویسے یہ بھی گمان نہ کر لیں کہ شاید ان امور کا انبیاء

و صلحا کے لئے فراہم ہونا ہی ناممکن ہے نہیں ایسا بھی نہیں لو سنو۔

تبارک الذی۔ الخ یعنی وہ خالق کائنات بڑا بابرکت ہے اگر وہ چاہے تو آپ کے ان منکرین کی سوچ اور نقشوں سے کہیں افضل اور بہتر باغات نہروں سمیت اور بہترین قسم کے محلات مہیا فرما دے۔ اللہ کریم جو اپنے منکروں کو یہ نعمتیں بطور آزمائش کے دے سکتا ہے وہ اپنے پیاروں کو نہیں دے سکتا؟ دیکھیے کہ اس نے بطور نمونہ اپنے محبوب داؤد و سلیمان علیہم السلام کو کیا کچھ نواز رکھا تھا جن کے

مقابلہ میں ان کفار کی مال و دولت اور وسائل دنیوی کیا حیثیت رکھتے ہیں؟

اللہ کریم نے حضرت سلیمان کے تابع ہوا بھی کر دی تھی کہ جہاں چاہیں اپنا تخت چلا کر لیجائیں بتلائیے ان کفار یعنی ان کے کسی بھی ہمنوا کو آج تک یہ نعمت ملی ہے؟ نیز ان کے تابع صرف انسان ہی نہ تھے جو کہ عام بات ہے بلکہ جنات بھی تھے جو آج تک کسی بھی بلو شاہ کے تابع نہیں ہوئے۔

ایسے ہی ان کے والد محترم حضرت داؤد علیہ السلام کسی فیکٹری میں نہیں کسی عام یا بجلی کی بسٹھی میں نہیں بلکہ صرف اپنے ہاتھ سے لوہے کی زرہیں بنا لیتے تھے اور بھی بے شمار عجائبات رب کریم نے ان کو عطا فرما رکھے تھے۔ اے دنیا دوں پر رہنے والو۔ یہ دنیا تو بالکل حقیر ہے چنانچہ اس کا خالق تو یہاں تک فرما رہا ہے کہ

ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لیبوتہم سقفا۔ من فضة و معارج علیہا یظہرون و لیبوتہم ابوابا و سررا۔
علیہا ینکلون و زخرفا۔ و ان کل ذالک لما مناع الحیوة الدنیا۔
والآخرة عند ربک للمتقین۔ (الزخرف ۳۴ و ۳۵)

ترجمہ اور اگر یہ ہمت نہ ہوتی کہ لوگ پھر ایک ہی طرح کے ہو جاتے (سب منکر و کافر) تو ہم کر دیتے رعن کے منکروں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی۔ اور سیڑھیاں بھی۔ جن پر وہ چڑھا کرتے۔ نیز ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی چاندی کے کر دیتے۔ جن پر وہ ٹیک لگایا کرتے۔ نیز سونے کے بھی۔ یعنی ان کی رہائش گاہیں اور بلڈنگیں سونے اور چاندی کی بنا دیتے۔ مگر یہ کوئی اعزاز و اکرام کی چیز نہیں۔ بلکہ صرف چند روزہ دنیا کا سلمان ہے پھر فنا و تباہی کے گڑھے میں

جانے والا ہے جب کہ آخرت کی دائمی نعمتیں صرف خدا ترس اور حساس افراد کے لئے ریزرو کر دی گئی ہیں اور یہ ساز و سامان اپنے منکروں اور مخالفوں کے حوالہ کر دیا گیا ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں یہ نعمتیں نہیں ملیں تو مولائے کریم نے حسب چاہت ہر ایک کو اس کی طلب پر عطا فرمادی ہیں۔ دنیا والوں کو دنیا میں اور آخرت والوں کو آخرت میں۔

لہذا اے منکرین حق تمہارا یہ مطالبہ کوئی خاص اہمیت کا حامل نہیں بلکہ یہ عین ممکن ہے بلکہ کئی مواقع پر وقوع پذیر بھی ہو چکا ہے۔ پھر وہ خلاق عالم اب بھی ایسا واقع کر سکتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ خاتم الانبیاء ﷺ کو موقعہ دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو ان پہاڑوں کو آپ کے لئے سونے کا بنا دیا جائے تو فرمایا کہ میں تو عاجز بندہ بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ کروفر والا بادشاہ بن کر نہیں بننا چاہتا۔

وقال اللهم اجعل قوت ال محمد كفافا" او كما قال۔

امر سوم

اونسقط السماء كما زعمت علينا كسفا۔

اس کے متعلق فرمایا

ان نشاء نخسف بهم الارض اونسقط عليهم كسفا" من السماء۔
(الباء)

ترجمہ اگر ہم چاہیں تو ان مخالفین حق کو زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں ہم سب کچھ کر سکتے ہیں دیکھیے ہم نے کئی مجرم اقوام کو ایسے عذاب اور بلکہ ان سے بھی سنگین عذاب کے ذریعے صفحہ ہستی سے نابود کر دیا۔ ملاحظہ فرمائیے تمہارے اسلاف قوم عاد و ثمود ایسے ہی آسمانی عذابوں سے ہلاک و برباد ہوئی تھیں حضرت لوط کی قوم بھی آسمانی عذاب سے ہی صفحہ ہستی سے ملیا میٹ ہوئی تھی۔ کیا وہ خدا جس نے پہلے منکروں کو آسمانی عذاب سے برباد کیا وہ تم پر ایسی وبا نازل نہیں کر سکتا؟ ایک ٹکڑا تو کجا وہ تو تمام نظام فلکیات اپنے دست قدرت میں قابو کئے ہوئے ہے سنئے

ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ولن نالنا ان امسكهما

من احد من بعلمہ (فاطر) چنانچہ ایک دن وہ تمام نظام کائنات کو درہم برہم بھی کر دے گا۔

یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات۔ نیز فرمایا اذالشمس کورت
واذا النجوم انکدرت و غیرہ آیات کثیرہ
معلوم ہوا یہ مطالبہ کفارہ بھی عین ممکن بلکہ وقوع پذیر بھی ہو چکا ہے

امر چہارم کا امکان۔ اوتانی باللہ والملائکۃ قبیلہ

یعنی ان کا چوتھا مطالبہ یہ تھا کہ آپ برائے تصدیق اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں
کو ہمارے سامنے لائیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک خدائی اور فرشتوں کی
تصدیق بالرسول کا معاملہ ہے تو وہ ہو چکی ہے سنے۔

ارشاد باری ہے

لکن اللہ یشہد بما انزل الیک انزلہ بعلمہ والملائکۃ یشہدون وکفی
باللہ شہیدا (النساء ۱۲۲)

ترجمہ اللہ کریم تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے اس قرآن کو اپنے علم
سے آپ پر نازل فرمایا ہے اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں ویسے شہادت تو اللہ ہی
کی کافی ہے۔

اسی طرح اور موقع پر بھی شہادت الہی کا تذکرہ موجود ہے۔

اسی طرح فرشتوں کا اترنا برائے تبلیغ یا تائید انبیاء بھی مذکور ہے۔

چنانچہ فرمایا

۱۔ قل لو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم
من السماء ملکا رسولا (الاسراء ۹۵)

۲۔ وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقصی الامر ثم لا
ینظرون ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیہم ما یلبسون
(الانعام ۸ و ۹)

نزول الہی

هل ينظرون الا ان ياتيهم الله في ظلل من الغمام والملائكة وقضى الامر (البقرہ آیت ۲۱۰) وکذا لک آیات اخر۔

معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ بے مقصد اور بے نتیجہ کوئی فعل نہیں کرتا۔ جب ان کا مطالبہ بغرض ایمان و تسلیم نہیں تو پھر اظہار معجزہ کا کیا فائدہ؟ ہاں اگر یہ لوگ اسی مطالبہ پر اڑے ہی جاتے ہیں تو روز قیامت کو سب کچھ دیکھ لیں گے مگر اس وقت دیکھنے دکھانے کا کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکلے گا۔

امر پنجم

یعنی آسمان پر بارادہ الہی چڑھ سکتا عام بشر بلکہ کفار کے لئے بھی ممکن ہے۔ ارشاد باری ہے ولو فتحنا علیہم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرنا ابصارنا بل نحن قوم مسحورون (سورہ الحجر) ترجمہ اور اگر کفار پر آسمان کا دروازہ کھول دیں اور وہ اس میں دن ہوتے چڑھ جائیں تو پھر بھی کہیں گے کہ ہمیں جادو کر دیا گیا ہے۔ ہم اپنے حواس میں نہیں۔ یہ عام کفار کا معاملہ ہے تو صالحین اور حضرات مرسلین جو نہایت اعزاز و اکرام کے لائق ہیں ان کے لئے رفع الی السماء کس طرح محال ہو سکتا ہے۔ جب آسمان کے فرشتے زمین پر آتے رہتے ہیں تو زمین والے لوگ بھی آسمان پر جا سکتے ہیں اسی طرح آسمان پر سے لکھی ہوئی کتاب بھی اتر سکتی ہے۔ اس میں محال کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ حدیث میں ہے الملائکۃ یتعاقبون ملائکۃ باللیل وملائکۃ بالنهار الخ (بخاری ص ۷۹ د ص ۲۵۷ ج ۱)

چنانچہ فرمایا کہ

ولو نزلنا علیک کتابا" فی قرطاس فلمسوه بایدہم لقال الذین کفروا ان هذا الا سحر مبین۔ (الانعام ۷) ترجمہ منکر کہ انھیں گے کہ یہ تو واضح ترین جادو ہے۔

فرمائیے ایسے معاند منکروں کا کیا علاج ہو سکتا ہے آیا یہ لوگ اپنے مطالبہ معجزات میں حقیقت طلب ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی بنا پر علیم و خبیر ذات ان کے

ایسے مطالبات پورے نہیں کرتا کیونکہ یہ محض ان کی شغل بازی ہے۔

ایک اشکل اور اس کا حل

یہ آیات صریحاً "تلا رہی ہیں کہ یہ امور سہ بالکل ممکن اور غیر ممتنع ہیں۔ تو پھر جملہ سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا سے عذر استحالہ کس طرح مناسب ہو گا کیونکہ اس صورت میں۔ قرآن مجید میں تعارض ہو جاتا ہے وهو محل۔

اس کا حل یہ ہے

کہ ان آیات کریمہ کا بغور ملاحظہ ثابت کرتا ہے کہ وہ کفار معاندین ان امور کو ممکن ہی جانتے تھے حتیٰ کہ آخری مطالبہ اور ترقی فی السماء کو بھی بحوالہ معراج جسمانی ممکن سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اس امر کو ایک اور عجیب بات سے وابستہ کر دیا۔ کہ ہم صرف آسمان پر جانا تسلیم نہ کریں گے حتیٰ کہ آپ وہاں سے ایک نکھی لکھائی کتاب نہ لاویں۔ گویا ان امور کو انہوں نے حتیٰ الوسع حد امکان سے خارج کرنے کی کوشش کی مگر پھر بھی وہ کامیاب نہ وہ سکے۔ نیز ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ ایسے سفارشی امور کو اللہ تعالیٰ صرف کسی کے کہنے پر ظاہر نہ کرے گا۔ تو ہمارا کچھ نہ کچھ بن جائے گا۔ لہذا انہوں نے ان وجوہ کی بنا پر مطالبہ کر دیا کہ آپ ان امور ممکنہ کو عام وقوع و وجود میں لا کر دکھائیں۔ تو اس ظاہری اور متوقع استحالہ کے پیش نظریہ اعلان کرایا گیا۔ یعنی امور ممکنہ کو بوجہ ممتنع قرار دیکر یہ لاحقہ بیان فرما دیا۔

دوسرے انداز سے

قال ابن کثیر فی تفسیرہ۔ وقولہ تعالیٰ سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ ای سبحانہ وتعالیٰ وتقدس ان یتقدم احد بنین یدیہ فی امر من امور سلطانہ وملکوتہ بل هو الفاعل لما یشاء ان شاء اجابکم الی ما ساء لکم وان شاء لم یجبکم۔ وما انا الا رسول الیکم ابلغکم رسالات ربی وانصح لکم

وقد فعلت وامر کم فیما ساء لثم الی اللہ عزوجل۔ (تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ آیت سبحان ربی الخ کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے پاک مبرا اور بلند شان ہے کہ کوئی مخلوق اس کے اقتدار و بادشاہت میں پیش دستی یا اس کے سامنے بڑھ کر بات یا کوئی فرمائش کر سکے بلکہ وہ ذات باجبروت خود ہی جس امر کو چاہے کر گزرتا ہے اور جسے نہ چاہے اسے نہیں کرتا۔ تمہارا مطالبہ اور التجا چاہے قبول کر لے اور چاہے نہ کرے یہ اس کی چاہت اور ارادہ پر موقوف ہے دوسرا کوئی اس کی ملکوت میں دخل نہیں ہے اور میں تو صرف اس کا رسول ہوں میرا فرض منہی صرف تبلیغ رسالت ہے۔ تمہاری فرمائشوں اور چاہتوں کو پورا کرنا میرا منصب نہیں تو میں خدائی احکام تم تک پہنچا چکا ہوں تمہاری یہ فرمائشیں سو وہ خدا کے سپرد ہیں۔

ایسے ہی تفسیر سراج منیر میں مذکور ہے

ترجمہ جب کفار کی سرکشی اور کج بخشی حد کو پہنچ گئی تو آپ کی زبان حل بارگاہ الہی سے اس بات کا جواب طلب کر رہی تھی تو جواب ملا۔ قل سبحان ربی الخ یعنی اے میرے حبیب کریم ﷺ آپ ان بد بختوں اور جاہلوں کو فرما دیں۔ کہ خداوند کریم کی ذات اقدس اس امر سے نہایت بلند و بالا اور بلوراء ہے کہ کوئی فرد مخلوق اس کے اختیار و قدرت میں دخل دے سکے۔ میں تو صرف ایک رسول ہوں مجھ سے پہلے بھی جتنے رسول آئے وہ بھی کفار کے کہنے پر اپنی مرضی سے معجزات نہ دکھاتے تھے بلکہ یہ معاملہ منشاء الہی پر موقوف تھا وہ اپنی حکمت کے تحت مناسب حال معجزات کا اظہار کر دیتا۔ اظہار معجزہ ان نبیوں کے ہاتھ میں نہ تھا اور نہ ہی ان کو یہ اختیار تھا کہ وہ خدائی معاملات میں شریک و دخل ہو سکیں۔ یہ مطالبہ کفار کا مجمل اور جامع جواب دیا گیا ہے اور تفصیلی جواب دیگر آیات میں متفرق طور پر مذکور ہے جیسے فرمایا ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوه بایدہم۔ اور ولو فتحنا علیہم بابا الخ المذكور من قبل اسی طرح دیکر مفسرین کرام نے ان آیات کی تفسیر فرمائی ہے جس میں مرزائی مفہوم کا دور دراز تک شائبہ و

اشارہ بھی نہیں ہے بلکہ جناب مرزا صاحب سلف صالحین سے منحرف ہو کر اور من مانی تفسیر فرما کر بقول خود ہی لیس ہو بمومن بل هو اخ الشیطان کا ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ اور من شد شد فی النار۔ میں داخلہ لے لیا ہے پھر ہمارے اسلاف مفسرین کی تائید و تصدیق تو متعدد قرآنی آیات اور مزاج قرآن سے بر ملا ہو رہی ہے مگر مرزا آنجہانی بالکل ہی بے تائید اور محروم ہیں۔

مفہوم بلا کی تائید و تصدیق نصوص قرآنی سے

اب ذیل میں چند مقامات پیش کئے جاتے ہیں جن میں کفار کی جانب سے ایسے ہی من پسند نشانات کا مطالبہ مذکور ہے جن کے جواب میں خالق کائنات نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو اسی قسم کا جواب ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر یوں مذکور ہے۔

۱۔ واذلم نانہم بآیة قالوا لولا اجتبتینہا۔ قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی۔ ہذا بصائر من ربکم وهدی ورحمة لقوم یؤمنون۔ (الاعراف ۲:۲)

اے میرے پیغمبر برحق ﷺ جب آپ ان کی طلب کے مطابق کوئی معجزہ نہیں دکھاتے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ آپ از خود کیوں یہ معجزہ بنا نہیں لاتے آپ ان کو جوہا" فرما دیجئے کہ میرا یہ فرض منصبی نہیں میں تو ایک رسول ہوں میں تو صرف وحی الہی کی پیروی کرتا ہوں۔ دیکھو۔ یہ قرآن مجید تمہارے رب کی طرف سے ایک بصیرت افروز معجزہ ہے اور اہل یقین و ایمان کے لئے یہ موجب ہدایت و رحمت ہے۔ جب میں اسے پڑھا کروں تو تم اس کو غور سے اور چپ چاپ ہو کر سنا کرو تاکہ تم بھی مومن ہو کر مستحق رحمت الہی بن سکو۔

ملاحظہ فرمائیے کہ ان آیات میں کیسے صاف طور پر فرما دیا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ میں بوجہ رسول الہی ہونے کے امر الہی کے تابع ہوں میں اپنی حول و طاقت سے کچھ نہیں دکھا سکتا میں منصب تبلیغ سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتا۔ نیز اظہار معجزات میرے فرض منصبی میں شامل بھی نہیں لہذا اگر طلب معجزات سے حق طلبی اور جستجو ہدایت ہے تو تصدیق رسالت کے لئے قرآن مجید نہایت کافی و وافی ہے اسے غور سے چپ چاپ ہو کر سنو۔ امید ہے کہ اس طرح توفیق ہدایت

سے بہرہ ور ہو جاؤ گے۔

اس طرح دوسری جگہ اس مسئلہ کو یوں بیان فرمایا کہ

وقالو لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ قل انما الآیات عند اللہ وانما

انا نذیر مبین۔ اولم یکفہم انا انزلنا علیک الكتاب بتلی

علیہم ان فی ذالک لرحمۃ و ذکرۃ لقوم یؤمنون۔

ترجمہ منکرین رسالت کہتے ہیں کہ اس نبی پر کوئی معجزہ کیوں نہیں اترتا تو آپ ان سے فرمادیتے کہ معجزات تو صرف اللہ تعالیٰ کے قدرت و اختیار میں ہیں۔ (میرے بس میں نہیں) میں تو صرف اچھے یا برے انجام سے متنبہ اور آگاہ کرنے والا ہوں۔ اے پیغمبر کیا ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل نہیں کی جو ان کو پڑھ پڑھ سنائی جا رہی ہے (یہ کتاب ان کو طلب معجزات کے سلسلہ میں کافی وافی ہے) بلاشبہ اس کتاب میں یقین رکھنے والوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیے ان آیات میں بھی وہی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ منکرین کے مطلوبہ معجزات کا پورا کرنا پیغمبر کے فرض منصبی میں شامل نہیں اور نہ ہی اس کے اختیار و اقتدار میں ہیں۔ ان کا فرض منصبی صرف تبلیغ و آگاہی ہوتی ہے ہاں بقدر کفایت اللہ تعالیٰ ان کو معجزات عطا فرمادیتا ہے۔ مگر منکرین حق محض ٹالنے اور وقت گزاری کے لئے من مانے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں جن کا اظہار صرف قدرت و حکمت خداوندی پر موقوف ہوتا ہے وہ چاہے تو دکھا دے نہ چاہے تو نہ دکھائے نیز ویسے بھی اگر حسب خواہش کفار منکرین کا ہر مطلوبہ معجزہ ظاہر کر دیا جائے تو یہ ایک قسم کی شعبہ بازی ہو جاتی ہے امر رسالت و نبوت کی یہ شان نہیں ہو سکتی۔

پھر یہ ضابطہ معجزات صرف خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ مطلق نبوت و رسالت کا ضابطہ ہے چنانچہ سابقہ حضرات انبیاء کا معاملہ بھی یہی رہا ہے کہ وہ بھی بغیر اذن الہی اظہار معجزات پر قادر نہیں ہوتے تھے چنانچہ ارشاد باری ہے سورہ ابراہیم میں ہے۔

وما کان لنا ان ناتیکم بسلطان الا باذن اللہ (آیت ۱۱)

ازاں بعد بندہ خادم ہر دو فریق (اہل ایمان و قادیانی) کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ میری اس تحریر کو نہایت توجہ اور خلوص سے مطالعہ فرما کر حق و باطل میں صحیح صحیح فیصلہ کریں اور جو نتیجہ واقعہ "ثابت اور ظاہر ہو اسے دل و جان سے قبول فرما کر حرز جان بنایا جائے۔ بلکہ دوسروں تک پہنچایا جائے۔

ہذا آخر ما اردتمہ

وما توفیقی الا باللہ۔ وما ارید الا الاصلاح۔ واللہ یهدی
الی الحق والی طریق مستقیم۔ اللہم ارنا الحق حقا
وارزقنا اتباعہ۔ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ وصلی
اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

ترجمہ یعنی انبیاء کرام کا اعلان ہے کہ ہم بغیر لذن الہی کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے۔
ان حقائق مذکورہ بالا سے بالصرحت واضح ہو گیا کہ

کفار کے مطلوبہ معجزات کے جواب میں قل سبحان ربی ہل کنت الا
بشرا رسولا کی تعلیم اس بنا پر نہیں کہ یہ امور ممتنع اور ناممکن ہیں بلکہ یہ تعلیم
اس ضابطہ کے تحت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان بے مثال کا تقاضا یہ ہے کہ
کوئی بھی فرد مخلوق یہ اختیار نہیں رکھتا کہ وہ بلا اجازت صرف کفار کے کہنے پر دربار
الہی میں مطالبہ کرنے لگے بلکہ وہ اپنی عبودیت کاملہ کے پیش نظر موقعہ بے موقعہ
مناسب عرض و معروض کو بھی اس کی عظمت و جبروت کے خلاف سمجھتے ہیں لہذا
ان کے شایان شان یہی مناسب ہے کہ سبحان ربی ہل کنت الا بشرا
رسولا

مرزا کلویانی کو عظمت و تقدس بارگاہ الہی کا کیا شعور ہے؟ اس لئے وہ اس قسم
کی بے فکری خرافات ہانکتا رہتا ہے۔ ہذا آخر ما اردت ایرادہ والاموالی اللہ
خاتمہ الکتاب۔ ناظرین کرام بندہ حقیر پر تقصیر نے کتاب ہذا کے سلسلہ
میں نہایت خلوص و دیانتداری سے کام لیتے ہوئے قلوبانیت کے نظریات و مسائل
اور دلائل و براہین کو خوب جانچ پڑتال کر کے ان کے جوابات سپرد قرطاس کئے ہیں
نیز ان کے جملہ اعتراضات، اشکالات اور شبہات و وساوس کا نہایت تحقیق سے
تجزیہ کر کے ازالہ کیا ہے۔

نیز قلوبانیوں کے اقتباس نقل کرنے میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا ہے
پھر ان کے جوابات بھی محض دفع الوقتی کے طور پر نہیں بلکہ نہایت دیانتداری سے
درج کئے ہیں۔ طرفین کے حوالجات کی نقل مع صفحات و جلد میں نہایت احتیاط
سے کام لیا ہے اور حتی الوسع تقریباً حوالجات اصل ماخذ سے نقل کیے ہیں۔

اعتذار۔ اس کے بعد آخر انسان سے کوئی نہ کوئی لغزش ہو جاتی ہے جس کا بندہ
نہایت شرح صدر سے معترف ہے اس لئے اگر کسی حوالہ کے نقل میں نمبر صفحہ یا
نقل الفاظ میں کمی بیشی ہو گئی ہو۔ یا کسی اقتباس سے استنباط و استخراج میں واقتہ
کی یا غلطی ہو گئی ہو تو مخلصانہ نشاندہی پر اس کے ازالہ کا بھی اعلان کرتا ہوں۔

ازاں بعد بندہ خادم ہر دو فریق (اہل ایمان و قادیانی) کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ میری اس تحریر کو نہایت توجہ اور خلوص سے مطالعہ فرما کر حق و باطل میں صحیح صحیح فیصلہ کریں اور جو نتیجہ واقعہ "ثابت اور ظاہر ہو اسے دل و جان سے قبول فرما کر حرز جان بنایا جائے۔ بلکہ دوسروں تک پہنچایا جائے۔

ہذا آخر ما اردتم۔

وما توفیقی الا باللہ وما ارید الا الاصلاح۔ واللہ یهدی
الی الحق والی طریق مستقیم۔ اللہم ارنا الحق حقا
وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ وصلی
اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔